وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ ۭ بَلْ اَحْيَاۗءٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ

جو لوگ اللہ کے راستے میں قتل ہو جائیں انکو مردہ مت کہو بلکہ وہ زندہ ہیں لیکن تمہیں شعور نہیں



مساجد اللہ کی حرمت پامال کرنے والے ”مماتی فرقہ“ نے اُمت مسلمہ میں تفرقہ ، انتشار اور فساد کا جو بیج بویا ہے اس کتاب میں اس فتنہ وفساد کی نشاندہی کی گئی ہے اور بتایا گیا ہے کہ ”دکھ سازیاں“ کے جواب میں انہوں نے کیا کیا گُل کھلائے ہیں۔

وَلَا تَقُولُوا لِمَن يُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتٌ ۚ بَلْ أَحْيَاءٌ وَلَٰكِن لَّا تَشْعُرُونَ

جو لوگ اللہ کے راستے میں قتل ہو جائیں انکو مردہ مت کہو بلکہ وہ زندہ ہیں لیکن تمہیں شعور نہیں



مساجد اللہ کی حرمت پامال کرنے والے ''مماتی فرقہ'' نے اُمت مسلمہ میں تفرقہ، انتشار اور فساد کا جو بیج بویا ہے اس کتاب میں اس فتنہ و فساد کی نشاندہی کی گئی ہے اور بتایا گیا ہے کہ ''دکھ سازیاں'' کے جواب میں انہوں نے کیا کیا گُل کھلائے ہیں۔

نام کتاب:............ تحفۃ الحیات فی رد الخرافات یضعہا اہل الممات

مصنف کا نام:................. مولانا محمد ریاض صاحب

تاریخ اشاعت:........ جولائی ۲۰۲۰ء ذوالحجہ ۱۴۴۱ھ

فہرست

مقدمۃ الکتاب:(1)ابواب الکتاب:(3)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

شروع کرتاھوں اللہ کے نام سے جو بڑامھربان نھایت رحم کرنے والاھے

☆انتساب☆

میری کائنات۔۔۔جن سے میرے سب رشتے وابسطہ ہیں ۔۔۔تعلیم میں شیخ۔۔۔تربیت میں مرشد۔۔۔خانگی میں باپ۔۔۔اندھیروں میں روشنی۔۔۔الجھنوں میں راہنمائی۔۔۔دکھوں میں آسرا۔۔۔مصائب میں امید۔۔۔تندوتیز جھونکوں میں ڈھال۔۔۔چلچلاتی دھوپ میں سائباں۔۔۔وحشت تنہائی میں زلف لیلی ۔۔۔اورتمازت فقر میں شجر باثمر۔۔۔زندگی کی بڑی تمنا۔۔۔کہ اگر راقم کوکوئی جانے توان کے سایہ احسان تلے!!!مگراپنی امید کا خون کرتا یہ احساس!!! کہ سیاہ کارکی یہ پہچان دودھ جیسے سفید لباس پر کالے سیاہ داغ کے سوا کچھ نہیں ۔۔۔کہ جس قدر وہ عظیم تر ہیں اسی قدر راقم ہیچ تر ہے۔۔۔راقم کا یہ منہ نہیں کہ ان کی مبارک نسبت سے جانا پہچانا جائے۔۔۔۔ہاں مگر بارگاہ لم یزل میں بڑی لجاجت سے یہ التجا ہے کہ شفقتوں کے اس جہاں سے کسی جہان میں بھی راقم کے ہاتھ سے ان کا پلہ کبھی چھوٹنے نہ پائے۔

،،امین یارب العالمین،،

ہیچ تر اس حقیرسی کاوش کو۔۔۔۔۔۔۔راس الاتقیاء۔۔۔۔سراج الفقراء۔۔۔۔استاذ العلماء

ذوالشرف والعلاء۔۔۔جامع خصال الخیر۔۔۔بحرالعلم۔۔۔۔الشیخ۔۔۔الریحانہ

الدلیل۔۔۔الحجہ۔۔۔الامام۔۔۔مرشدی۔۔۔۔۔پیرطریقت

رہبرشریعت۔۔۔شیخ الحدیث۔۔۔۔۔۔۔ابوعمروعثمان وعلی

حضرت مولانا عبدالرحیم صاحب۔حفظہ اللہ

کی نذرکرتا ہے۔

گر قبول افتد زہے عزوشرف:

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

الحمد الله الذی شرفنا علی سائر الامم برسا لۃ من اختصه من بین الانام بجوامع الکلم وجواھر لحکم وصلی الله تعالی علیه وعلی اله و صحبه وبارک وسلم مانطق السان بمدحه ونسخ القلم امابعد!

بندہ ابن سلطان محمود اپنے برادران اہل اسلام کی خدمت میں عرض گزار ہے کہ آج مارچ ۲۰۲۰ء سے کوئی ایک سال سے اوپر کی بات ہے بندہ اپنے چھوٹے بھائیوں کے گھر (واقع چک نمبر ۱۵۴شمالی) ملنے کے لیے گیا ملاقات کے کچھ دیر بعد ہی نماز عصر کا وقت ہوگیا مسجد سے اللہ جل جلالہ کا نام بلند ہوا (یعنی اذان ہوئی) اور راقم بھائی سمیت مسجد کی طرف چل دیا۔

مسجد جاتے ہوئے کچھ احباب کو دیکھا جو،، ماشاءاللہ،، مدرسوں کے طالب علم اور باشرع نوجوان تھے وہ اللہ کریم کا نام سن کر مسجد کی طرف جانے کی بجائے وہیں کھڑے رہے راقم یہ خیال کر کے گزر گیا کہ ابھی جماعت کھڑی ہونے میں چند منٹ باقی ہیں شاید باوضو ہونگے نماز کھڑی ہونے سے پہلے آہی جائیں گے۔ مگر جماعت سے نماز ادا تو ہوگئی لیکن مدرسہ کے وہ طلباء نماز باجماعت میں شریک نہ ہوئے۔ راقم کو اس صورت حال پر تشویش ہوئی کہ ترک جماعت کا کوئی عذر نہ ہونے کے باوجود آخر یہ طلبا نماز باجماعت میں شریک کیوں نہ ہوئے؟

نماز مکمل ہونے کے بعد سب نمازی حضرات جب مسجد سے باہر نکل گئے اور راقم اپنی اسی تشویش میں مبتلا واپس لوٹا اور بھائی کے گھر دروازے کے قریب پہنچا تو مسجد کے لوڈ اسپیکر سے اعلان ہوا کہ جلدی جلدی مسجد میں آجاؤ جماعت ہونے والی ہے۔ راقم کا اٹھا قدم وہیں رک گیا اور حیرانگی کے عالم میں مڑ کر مسجد کی طرف دیکھا تو یہی نوجوان مسجد میں قدرے قہقہے لگاتے ہوئے جا رہے تھے گویا لوڈ اسپیکر پر ہونے والا یہ اعلان ان کے لیے نماز کی طرف بلانے والی اذان تھی جو کچھ اردو کچھ پنجابی کے ایسے الفاظ پر مشتمل تھی جس

میں استھز اکا مٹیر یل بھرا ہوا تھا۔اس منظر کو دیکھ کرراقم دم بخو درہ گیا اور حزن وملال میں گم وہیں کھڑا کا کھڑا ہی رہا۔اچانک چھوٹے بھائی کی آواز نے اپنی طرف متوجہ کیا اور راقم بھائی کے گھر میں داخل ہو گیا۔

یہاں شروع ہی میں واضح کردوں کہ نمازعصر کی امامت ایک ایسے قاری صاحب نے کروائی جو عالم دین، جامعہ عثمانیہ شورکوٹ۔خالد بن ولید ڈھینگی کالونی وہاڑی سمیت ملک کے معروف مدارس میں درجہ حفظ کے مدرس اور سیکڑوں نامورعلماء کے استاد ہیں۔ان کی پوری زندگی قرآن کریم اور مدارس کی خدمت میں گزری ہے ان کا واحد جرم عقیدہ حیات النبی ﷺ پر استقامت کا کوہ گراں بنے رہنا ہے اور اسی جرم کے باعث مماتی فرقہ (جوخودکو اشاعتی بھی کہتے ہیں) کے ان شیر جوانوں نے ان استاذ العلماء والقراء حضرت مولانا قاری محمد اسماعیل صاحب **حفظه الله** کی اقتدا میں نماز ادا کرنا حرام جانا۔

﴿ تفرقہ کے مذموم کاروباری لوگ ﴾

ممکن ہے کچھ لوگوں کے لیے اس موقعہ پر دیکھے جانے والے حادثہ فاجعہ کی کوئی خاص اہمیت نہ ہو۔مگر واقعہ ایسا نہیں ہے یہ امت اسلام کے مرکز اتحاد پر ایسا زہر آلود حملہ ہے جس سے عمارت اسلام ریزہ ریزہ ہو کر رہ جاتی ہے۔یہی وجہ ہے کہ اللہ کا دین اس قسم کے بدترین کام اور عمل بد کی شدت کے ساتھ مذمت کرتا ہے۔فرمایا

اِنَّ الَّذِیۡنَ فَرَّقُوۡا دِیۡنَھُمۡ وَ کَانُوۡا شِیَعًا لَّسۡتَ مِنۡھُمۡ فِیۡ شَیۡءٍ (انعام۔۱۵۹)

ترجمہ: یقین جانوں کہ جن لوگوں نے اپنے دین میں تفرقہ پیدا کیا ہے اور گروہوں میں بٹ گئے ہیں (اے نبی) ان سے تمہارا کوئی تعلق نہیں۔

ایک جگہ ایمان والوں کو حکم دیا ہے،،**وَ اعۡتَصِمُوۡا بِحَبۡلِ اللّٰہِ جَمِیۡعًا وَّ لَا تَفَرَّقُوۡا**،(آل عمران۔۱۰۳)

ترجمہ:اور اللہ کی رسی کو سب مل کر مضبوطی سے تھامے رکھو اور آپس میں پھوٹ نہ ڈالو۔مذید فرمایا۔

وَ لَا تَکُوۡنُوۡا کَالَّذِیۡنَ تَفَرَّقُوۡا وَ اخۡتَلَفُوۡا (آل عمران۔۱۰۵)

ترجمہ: اوران لوگوں کی طرح نہ ہو جانا جن کے پاس کھلے کھلے دلائل آ چکے تھے،اس کے بعد بھی انہوں نے آپس میں پھوٹ ڈال لی اوراختلاف میں پڑ گئے۔

قرآن حکیم کی کوئی ایک دوآیات نہیں دسیوں آیات اورذخیرہ احادیث کا ایک وافرحصہ اس طرح کے مذموم کام سے امت اسلام کوروکنے کے لئے آیا ہے۔ ہرادنی سے ادنی اورعام سے عام مسلمان کواللہ کریم اورخاتم المعصومینﷺ بڑی سختی سے اس جیسے اختلاف،انشقاق،انتشاراورافتراق سے روک رہے ہیں۔ یہ ذلیل عمل اختیارکرنے والوں کو،،وَ کَانُوْا شِیَعًا،، کا نام دیا گیا ہے۔ لَّسْتَ مِنْهُمْ فِیْ شَیْءٍ فرما کراس قسم کے کاموں میں مبتلا لوگوں سے نبی کریمﷺ کی برائت بیان کی گئی ہے۔لہذاواقعہ یہ ہے کہ اس قسم کا کرتوت نہ تو ایسا معمولی ہے جسے نظرانداز کیا جاسکے اور نہ ہی ایسا ہلکا ہے جس کی تباہ کاریاں امت اسلام کے لئے قابل برداشت ہوں۔ چنانچہ اب جب راقم نے دیکھا کہ مدرسوں میں قومی املاک پر پلنے والے یہ شیرجوان دین کوریزہ ریزہ کردینے والا یہ عمل پوری دیدہ دلیری سے کرگزرے۔اورایسی اذان پرخوش وخرم نظرآئے جس کا آغاز،،**اللہ اکبر**،، سے نہیں ہوا بلکہ اردو،پنجابی کے ان جملوں سے ہوا جس میں طنزاوراستہز اءتھا۔توراقم انتہائی صدمہ سے دوچارہوگیا۔

﴿راقم پراس حادثہ کا اثر﴾

زندگی کے نشیب وفراز میں صدموں اوردکھوں کا ساتھ تورہتا ہی ہے۔ پرزندگی کے قیدخانے میں کچھ لوگ دوسروں سے بڑھ کرحالات کا شکار رہتے ہیں۔راقم فقیرنے بھی اپنی ہزار ہا کمزوریوں کے باوجود مصائب کے جیل خانے میں ایک طویل عرصہ گزارلیا ہے۔جن میں محبوبوں اورمحسنوں کا غم فراق بھی ہے اورمعاشی حوادث کے بے لگام جکھڑ بھی۔اپنوں،پرائیوں کی ستم ظرفیاں بھی ہیں اورطبعی کمزوریوں کا طوفان بھی۔مگر سب کچھ اس منظر کے دیے دکھ کے سامنے ذرہ بے مقدار ہے۔مدرسہ کی چاردیواری میں پلنے والے ان شیر

جوانوں نے امت اسلام کے مرکز وحدت پر جس بے دردی سے زہر آلود خنجر کھونپا اسے دیکھ کر راقم لرزہ براندام رہ گیا۔

~ راقم جس حادثہ کی بات کر رہا ہے وہ دین کے نام پر پلنے والوں کا دین پر بدترین حملہ ہے یعنی چار رکعات باجماعت ادا کرنے پر تفریق وتقسیم اور پیدا کی ہوئی لڑائی کوئی مال وزر ،نوکری چھوکری ،ووٹ پرمٹ ،سیاست ومفاد یا زمین وپلاٹ کی لڑائی نہ تھی ۔نہ یہ دنیا داروں یا دنیاداری کی لڑائی تھی کہ جس پر،، **وَاِذَا خَاطَبَهُمُ الْجٰهِلُوْنَ قَالُوْا سَلٰمًا** ،، کہہ کر گزر جایا جاتا۔ بلکہ یہ مدرسہ کی چار دیواری میں قوم کے اموال پر پلنے والے شیر جوانوں کی لڑائی تھی جن پر قوم نے اپنا قیمتی مال خرچ کیا تھا۔

قوم نے اپنے بچوں کے منہ سے لقمہ کم کر کے مسجد مدرسہ پر خرچ کیا ان کی روٹی ، کپڑا، مکان داوادارو تک حتی کہ پڑھانے والے استاد کے مشاہرہ اور تعلیم گاہوں کی تعمیر ،ترقی ،بجلی گیس بل وغیرہ تک کی چھوٹی بڑی ایک ایک ضرورت پوری کی تھی ۔اس لیے نہیں کہ وہ ان اداروں کے مال پر پل کر مسجدوں میں جماعتوں کی وحدت ریزہ ریزہ کرنے کے لیے کوئی ،، جہاد اکبر،، کرتے پھریں بلکہ قوم نے اپنے ان ہونہار فرزندوں پر مال اس لیے نثار کر دیا تھا، کہ یہ صحابہ کرام **رضی اللہ عنہم اجمعین** جیسے، اخلاق، اطوار، کرداراور اسوہ رسول ﷺ کا بہترین نمونہ بن کر نکلیں گے۔اہل ایمان میں اسلام کا نمونہ ایثار والفت بانٹیں گے۔ملت اسلامیہ کے لئے ،،**رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ**،، کا عکس کامل بنیں گے۔اغیار کی اس یلغار سے دین حق کو بچائیں گے جو فرزندان ابلیس نے تفرقہ کی شکل میں اسلام اور اہل اسلام پر مسلط کی ہوئی ہے۔مگر افسوس کہ راقم کی آنکھوں کے سامنے اس کی قوم کا اعتماد مجروح اور انکی امیدوں کا شیش محل دھڑام سے گر رہا تھا اب بھلا دل نہ لرزتا اور آنکھیں نم نہ ہوتیں تو اور کیا ہوتا۔

﴿مقام اختلاف اوراس کا تقدس﴾

پریشانی اوراضطراب کی بڑی وجہ یہ تھی کہ ان شیر جوانوں نے اپنے ،،جہادا کبر،، کیلئے جس جگہ کو جنگ کا میدان بنایاوہ اہل اسلام کا مقدس ترین مقام اورملت اسلام کا مرکز وحدت ہے۔جس کا تقدس اللہ کریم یوں بیان فرماتے ہیں

،،وَّ اَنَّ الْمَسٰجِدَ لِلّٰهِ فَلَا تَدْعُوْا مَعَ اللّٰهِ اَحَدًا ،،(جن۔۱۸)

ترجمہ:اور بے شک مسجدیں اللہ تعالی کے لئے ہیں لہذا اللہ تعالی کے ساتھ کسی کومت پکارو۔

سورہ توبہ میں اللہ تعالی مسجدیں آباد کرنے والوں کا ذکر کرتے ہوئے ارشادفرماتے ہیں۔

اِنَّمَا يَعْمُرُ مَسٰجِدَ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَ اَقَامَ الصَّلٰوةَ وَ اٰتَى الزَّكٰوةَ وَ لَمْ يَخْشَ اِلَّا اللّٰهَ فَعَسٰۤى اُولٰٓئِكَ اَنْ يَّكُوْنُوْا مِنَ الْمُهْتَدِيْنَ (توبہ۔۱۸)

ترجمہ:اللہ کی مسجدوں کوتو وہی لوگ آباد کرتے ہیں جواللہ اورآخرت پر ایمان لائے ہوں اورنماز قائم کریں اور زکوۃ ادا کریں اوراللہ کے سوا کسی سے نہ ڈریں۔ایسے ہی لوگوں سے یہ توقع ہوسکتی ہے کہ وہ صحیح راستہ اختیار کرنیوالوں میں شامل ہوں۔

ان لوگوں نے جس جگہ کومیدان جنگ بنایااوراپنے دنگا فساد کے لئے جس مقام کا انتخاب کیااس مقام کا نام مسجد ہے جس کے بارے میں نبی رحمتﷺ کا مبارک ارشاد ہے۔

،،احب البلاد الی اللہ مساجدھا،،(مسلم)

ترجمہ:اللہ تعالی کوشہروں کی پسندیدہ ترین جگہ مسجدیں ہیں۔

صرف یہی نہیں اللہ کریم ایسے لوگوں کوظالم ہی نہیں اظلم بتاتے ہیں جومسجدوں کوخراب اورویران کرنے کی کوشش کرتے ہیں،چنانچہ سورہ بقرہ میں فرماتے ہیں۔

وَ مَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ مَّنَعَ مَسٰجِدَ اللّٰہِ اَنْ یُّذْکَرَ فِیْھَا اسْمُهٗ وَ سَعٰی فِیْ خَرَابِھَا ؕ۔۔۔۔لَھُمْ فِی الدُّنْیَا خِزْیٌ وَّ لَھُمْ فِی الْاٰخِرَۃِ عَذَابٌ عَظِیْمٌ (البقرہ۔۱۱۴)

ترجمہ:اس شخص سے بڑھ کر ظالم کون ہے جواللہ کی مسجدوں میں اللہ تعالی کے ذکر کیے جانے کوروکے اوراس کی بربادی کی کوشش کرے۔۔۔۔ان کے لئے دنیا میں بھی رسوائی ہےاورآخرت میں بھی بڑاعذاب ہے۔

وہی مسجد جس کے بارے میں اہل علم فرماتے ہیں۔۔۔۔مسجدیں مسلمانوں کی تربیت کی بہترین جگہ ہیں یہاں مسلمانوں کواخوت وبھائی چارگی اورمساوات وبرابری کا درس دیا جا تا ہے۔سارے مسلمان ایک جگہ جمع ہوتے ،ایک صف میں کھڑے ہوتے اورایک امام کے پیچھے نمازادا کرتے ہیں۔یہاں مالک وخادم،مالدار ونادار،غنی وفقیر،عالم وجاہل،پیرومرشداورمریدوعام انسان،حاکم ومحکوم اورشاہ وگدا کے درمیان کوئی فرق نہیں ہوتا(زمین پراللہ تعالی کا گھر ازمولانا نثاراحمدحصیرالقاسمی انڈیا)

عقیدہ توحید کے نام پر گستاخی رسول کی جو جنگ مماتی فرقہ کے ان شیر جوانوں نے شروع کی یہ جنگ تو گلی بازاروغیرہ میں جاری کرنا بھی انتہائی بری ہے چہ جائے کہ مسجد جیسی مقدس جگہ پراس کومسلط کیا جائے۔مگراس حادثہ فاجعہ میں راقم نے اپنی کھلی آنکھوں سے یہ منظر دیکھا کہ مدرسہ میں پلنے والے ان شیر جوانوں نے اپنی خرافات کی جنگ مسجد جیسی مقدس ومبارک جگہ پرمسلط کردی۔راقم اس منظرکودیکھ کریہ سوچتارہ گیا کہ مسجد جیسی مقدس جگہ کا تو غیرمسلم بھی ادب کرتے ہیں اوراسمیں لڑائی،دنگاوفسادکوبراجانتے ہیں۔

ایک سکول کالج پڑھانے والا ٹیچر بھی اپنے اسٹوڈنٹوں کومسجد کے ادب واحترام کی تعلیم دیتااورمسجد میں لڑائی جھگڑے سے روکتا ہے مگر یہ دینی مدرسہ کے طالب علم ہیں خودکوموحدوتوحیدی کہتے اوراس پرفخرکرتے ہیں جبکہ حال یہ ہے کہ مسجد کی عظمت انکے عمل میں گلی بازارجتنی بھی نہیں۔آخرکس مربی کا یہ فیض ہے جس نے ان بچوں کے دل سے اللہ کے گھر کا ادب احترام اوراسکا تقدس کھرچ کھرچ کرنکال دیااوراس مقدس مرکز اسلام کی بےادبی وگستاخی کوٹ کوٹ کربھردی کہ اللہ کے گھرمیں فاتحانہ قہقے اورطنزیہ اعلان سنا کراپنی فتح کے

جشن مناتے پھر رہے ہیں حالانکہ قران کریم ان کو جھنجھوڑ جھنجھوڑ کر کہہ رہا ہے

،،اُولٰٓئِکَ مَا کَانَ لَھُمۡ اَنۡ یَّدۡخُلُوۡھَآ اِلَّا خَآئِفِیۡنَ ۬ؕ (بقرہ۔۱۱۴)

ترجمہ: ایسے لوگوں کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ ان مسجدوں میں داخل ہوں مگر ڈرتے ہوئے۔
مگر مجال ہے کہ اس فرمان الٰہی پر ان کے کان پر کوئی جوں بھی رینگ جائے۔

﴿ تفرقہ اور اختلاف کی وجہ ﴾

مماتی فرقہ کے ان مجاہدین کے نزدیک جیسے عقیدہ حیات النبی ﷺ والوں سے مسجدیں فتح کرنا ہی جہاد ہے اسی لئے انہوں نے اپنا جہاد مسجد پر مسلط کیا اور جس طرح اپنے جہادی کارنامے رقم کرنے کے لئے مسجدوں کو اپنی لڑائی کا محاذ بنایا اسی طرح اپنی لڑائی اور جہاد کی وجہ اسلام کے عقیدہ حیات النبی ﷺ اور ان جیسے عقائد ومسائل کو بنایا۔ مسلمانوں کے درمیان لڑائی تو دنیا یا مفاد وغیرہ کی بنیاد پر ہو تو وہ بھی بری ہے بے حد بری!
مگر جب لڑائی کی بنیاد دین بلکہ دین کے نازک ترین عقیدہ حیات النبی ﷺ کو بنالیا جائے تو اس لڑائی اور فساد کی برائی دنیا کی بنیاد پر کھڑی کی جانے والی لڑائیوں سے کہیں بری اور بدتر ہے ۔مگر راقم کی گناہ گار آنکھوں نے یہ منظر دیکھا کہ ایک ،قائم اللیل، شب زندہ، متقی وصالح عالم، ملک کے طول وعرض میں پھیلے سیکڑوں علماء وقرا کے شیخ اور باکردار استاد کے ساتھ نماز باجماعت کے معاملہ میں خم ٹھونک کر مقابلہ کیا گیا صرف اس لئے کہ وہ عقیدہ حیات النبی ﷺ پر قائم ودائم ہیں۔

مدرسوں کے مذکورہ شیر جوان اور جنگ،،تفریق بین المومنین،، کے فاتحین بانگ دہل اعلان کرتے پھرتے ہیں کہ ہم نے تو دین اور عقیدہ توحید کے لیے لڑائی لڑی ہے ہم توحیدی ہیں اور،، اِنَّکَ مَیِّتٌ وَّ اِنَّھُمۡ مَّیِّتُوۡنَ ؗ،، جیسے قرآن کے داعی ہیں جبکہ۔،، اِنَّکَ لَا تُسۡمِعُ الۡمَوۡتٰی ،، وَ مَآ اَنۡتَ بِمُسۡمِعٍ مَّنۡ فِی الۡقُبُوۡرِ ،،اور،، اِنَّکَ مَیِّتٌ وَّ اِنَّھُمۡ مَّیِّتُوۡنَ ؗ،، سے کس (یعنی عقیدہ حیات النبی ﷺ والوں

کو۔۔ازراقم)درداورتکلیف کے آبلے پڑتے ہیں،،،(جوابی رسالہ۔۴۴)

راقم اپنی قوم کوآگاہ کرنا چاہتا ہے کہ جن مدرسوں کے یہ طالب علم ہیں نہ وہ مدرسے کوئی قادیانیوں کے ہیں اور نہ یہ شیر جوان قادیانی تھے جنکا نبی حضرت محمدﷺ کے علاوہ کوئی دوسرا ہو۔ بلکہ مدرسوں کے یہ شیر جوان جن مدرسوں کے طالب علم ہوتے ہیں وہ خودکواسی وفاق المدارس سے منسوب کرتے ہیں جس وفاق المدارس سے اس دن نمازعصر پڑھانے والے امام صاحب فیض یافتہ ہیں۔اللہ کے گھر مسجد پردھاوا بولنے والے ان شیر جوانوں اورامام صاحب کے پاس علم کی سندایک ہی ادارہ سے جاری شدہ ہے۔

اب جبکہ دونوں طرف کا معدن علم ایک ہے اوراس ایک ہی مرکز سے دین حاصل کرنے والاامام مسجد میں نماز پڑھاتا ہے تو ایسے امام کی اقتدا میں نمازادا کرنے سے کس تعلیم نے روکا؟وفاق المدارس سے جڑی تعلیم نے؟؟؟اس سوال پرتمام درددل رکھنے والوں کوغور کرنا چاہئے اوروفاق المدارس کے مرکزی صوبائی اور ضلعی ذمہ دارحضرات سے معلوم کرنا چاہیے کہ اس نماز باجماعت ادا کرنے کے معاملہ میں ان شیر جوانوں نے جو کیا کہ اذان کے بعدمسجد کے سامنے سینہ تان کرکھڑے رہے تاکہ آنے جانے والےان کا یہاں موجود ہونا دیکھ لیں اورنمازی ان کے خاموش پیغام کوسمجھ جائیں کہ ان کے کاغذوں میں استاذالعلماءحضرت مولانا قاری محمد اسماعیل کے پیچھے نمازنہیں ہوتی،پھرنمازی حضرات کے نکلتے ہی اردو پنجابی کےطنزیہ جملوں کی گویاآذان دیکردوسری جماعت کروانااوراپنے اس فعل پرخوش ہونااور فاتحانہ قہقے لگانا کیاوفاق المدارس کی تعلیم کے مطابق درست ہے؟اس تحقیق وجستجو سے اپ بخوبی اندازہ لگالیں گے کہ ان شیر جوانوں کا یہ عمل،،جہاداکبر،، ہے یا فتنہ اورفساد کبیر۔

﴿مدرسہ کی تعلیم تو پیغام الفت ہے﴾

واقعہ یہ ہے کہ مدرسہ کی چار دیواری میں قومی املاک پر پرورش پانے والے ان شیر جوانوں نے اس حادثہ کے وقت اور ماضی وحال میں اپنی تربیت کا جو کچھ نقش ونگار پیش کیا ہے کتاب وسنت کا مرکز اس کی تعلیم نہیں دیتا۔ مدرسہ کی تعلیم اوراس کا نصاب صفہ کے مرکز علم وعرفان سے ماخوذ ہے جس کی تعلیم تھی کہ

وَ اذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللهِ عَلَيْكُمْ اِذْ كُنْتُمْ اَعْدَآءً فَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِكُمْ (آل عمران)

ترجمہ: اوراللہ نے جوتم پرانعام کیا ہے اسے یادرکھو کہ ایک وقت تھا جب تم آپس میں ایک دوسرے کے دشمن تھے پھراللہ تعالی نے تمہارے دلوں کو جوڑ دیا اورتم اللہ کے فضل سے بھائی بھائی بن گئے۔

اس نصاب تعلیم وتربیت میں یہ بھی ہے کہ،،، **اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ** ،،،(الحجرات)

ترجمہ: بیشک ایمان والے آپس میں بھائی بھائی ہیں۔

اس مرکز علم وعرفاں کی اپنے ماننے والوں کے لئے جاری کردہ یہ ہدایات ہیں کہ

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا يَسْخَرْ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ عَسٰۤى اَنْ يَّكُوْنُوْا خَيْرًا مِّنْهُمْ وَ لَا نِسَآءٌ مِّنْ نِّسَآءٍ عَسٰۤى اَنْ يَّكُنَّ خَيْرًا مِّنْهُنَّ ۚ وَ لَا تَلْمِزُوْۤا اَنْفُسَكُمْ وَ لَا تَنَابَزُوْا بِالْاَلْقَابِ ؕ بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوْقُ بَعْدَ الْاِيْمَانِ ۚ وَ مَنْ لَّمْ يَتُبْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ (الحجرات)

ترجمہ: اے ایمان والوں نہ تو مردوں کی کوئی جماعت دوسرے مردوں کی جماعت سے مذاق کرے کیا عجب ہے کہ جولوگ مذاق اڑارہے ہیں ان سے وہ لوگ بہتر ہوں جن کا مذاق اڑایا جارہاہے اورنہ عورتوں کوعورتوں پر ہنسنا چاہیے یہ ممکن ہے کہ جوعورتیں ہنسی اڑانے والی ہیں ان سے وہ عورتیں بہتر ہوں جن کی ہنسی اڑائی جارہی ہے۔اورنہ آپس میں ایک دوسرے کوطعنہ دیا کرواورنہ ایک دوسرے کوبرے لقب سے پکارا کروایمان لانے کے بعد گناہ کا نام لگنا بہت بری بات ہے۔اور جولوگ ان باتوں سے باز نہ ائیں تووہی ظالم ہیں۔

صفہ کے جس مرکزعلم وعرفان سے وفاق المدارس العربیہ مضبوط اورنا قابل تسخیر کڑیوں کے ذریعہ جڑا ہوا ہے اس کی تعلیم وتربیت میں نہ تو اہل علم کی توہین وتذلیل کا کوئی شائبہ ہے اور نہ اللہ کے گھروں کی توہین وتحقیر، نہ ارباب علم سے مقابلہ بازیوں کی حوصلہ افزائی ہے اور نہ مسجدوں میں قہقے بازیوں کا کوئی تصور۔ بلکہ یہ اور اس جیسے اموراس مرکزعلم کی تعلیم وتربیت کے سراسرخلاف اور کامل ضد ہیں۔اللہ کریم کسی کا نام بگاڑنے اور برے لقب سے پکارنے کی ہرگز اجازت نہیں دیتا (جیسے عقیدہ حیات النبی ﷺ کی نسبت سے معروف ہونے والے حیاتی کو۔۔۔۔،،فرقہ واھیاتیت،،(جوابی رسالہ۔۳۴) لکھ کر اپنی نارحسد کے لئے سامان تسکین مہیا کرنا) جیسا کہ اوپر مذکورآیت میں صراحت کے ساتھ اس کا بیان موجود ہے۔مگران مماتی شہزادوں کے لیے پورا قران بس،، اِنَّکَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰی ،،سے شروع ہوکر،، وَ مَآ اَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَّنْ فِی الْقُبُوْر ،،سے ہوتا ہوا،، اِنَّکَ مَیِّتٌ وَّ اِنَّھُمْ مَّیِّتُوْنَ ،،پر جا کر ختم ہوجاتا ہے۔لہذا،،وَ لَا تَنَابَزُوْا بِالْاَلْقَابِ ؕ ،،کا حکم ہویا،، اُولٰٓئِکَ مَا کَانَ لَھُمْ اَنْ یَّدْخُلُوْھَآ اِلَّا خَآئِفِیْنَ ؕ (بقرہ۔۱۱۴) کاارشادخداوندی۔ لَا تَرْفَعُوْآ اَصْوَاتَکُم ،،کافرمان ہو یا بڑے چھوٹے کے بارے میں دی گیں ہدایات،،ان مماتی جوانوں کواس سے کوئی غرض نہیں۔گویااس فرقہ کا گستاخانہ مزاج ہو یا مسجدوں پر چڑھائی،کردار ہو یا گفتار کتاب خدا کی تعلیم وتربیت سے میل نہیں کھاتا۔

﴿ہادی عالم ﷺ کی ہدایات﴾

دینی تعلیم کے مرکز نے تو اپنے محبوب ﷺ کی ان ہدایات کا درس دیا ہے کہ

المسلم اخو المسلم لایظلم و لایخذله و لایحقره (مسلم ج۲ص۳۱۷)

مسلمان مسلمان کا بھائی ہے نہ وہ (اپنے مسلمان بھائی پر)ظلم کرتا ہے نہ اسے رسوا کرتا ہے نہ اسکی تحقیر کرتا ہے۔۔۔۔مدرسہ کی تعلیم تو حبیب خدا ﷺ کی یہ ہدایات پیش کرتی ہے کہ

مثل المومن فی توادھم وتراحمهم وتعاطفهم کمثل الجسد الواحداذا اشتکی منه عضو تداعی له سائر الجسدبالسهر والحمی (مسلم)

ایمان والوں کی آپس میں محبت،، رحم دلی اور شفقت کی مثال ایک انسانی جسم جیسی ہے کہ اگر جسم کا کوئی حصہ تکلیف میں مبتلا ہو جاتا ہے تو وہ تکلیف صرف اسی حصہ میں منحصر نہیں رہتی بلکہ اس سے پورا جسم متاثر ہوتا ہے۔ پورا جسم جاگتا ہے اور بخار و بے خوابی میں مبتلا ہو جاتا

یہ مرکز علم تو اپنے فرزندوں کو سکھاتا ہے کہ

لایومن احدکم حتی یحب لاخیه مایحب لنفسه (بخاری ج ا ص ٦)

تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک کامل ایمان والا نہیں ہو سکتا جب تک کہ اپنے بھائی کے لیے وہی چیز پسند نہ کرے جو وہ اپنے لیے پسند کرتا ہے۔

لن یدخل الجنة حتی تومنوا ولا تومنوا حتی تحابوا اولاادلکم علی شی اذا فعلتم تحاببتم افشو السلام بینکم (مسلم ج ا ص ۵۴)

تم ہرگز جنت میں نہیں جا سکتے جب تک کہ ایمان نہ لے آو اور اسوقت تک تم ایمان والے نہیں بن سکتے جب تک ایک دوسرے سے محبت نہ کرو کیا میں تمہیں ایسی چیز نہ بتاوں کہ اگر تم اسے بجالاو تو آپس میں محبت کرنے لگو۔ آپس میں کثرت سے سلام پھیلاو

یہ فرمان رسول بھی اس تعلیم کا حصہ اور جزو لاینفک ہے جس میں فرمایا

المسلم من سلم المسلمو ن من لسانه ویده (بخاری ج ا ص ٦)

(کامل) مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ (کے شر سے) دوسرے مسلمان محفوظ ہوں۔

مدرسہ کی تعلیم تو ان ارشادات کی روشنی سے مزین ہے۔ یہ نہیں کہ سالہا سال کی نصابی تعلیم میں یہی چند ارشادات پڑھائے جاتے ہیں جن میں آپس کے عمدہ اخلاق، حسن معاشرت، رواداری، باہمی محبت والفت

اورایثاروشارکادرس دیا جاتا ہے باقی ساراعرصہ توبس مناظرے، مکابرے، مجادلے، گستاخیاں، خودسریاں اورمسجدیں فتح کرنے کاجہادا کبرسکھایا جاتا ہے۔ بلکہ واقعہ یہ ہے کہ مدرسہ میں دی جانے والی تعلیم کا پورااثاثہ اسی طرح کی روشنی سے منور ہے جن کانمونہ اوپردرج ارشادات نبوی کی صورت میں راقم نے نقل کیا ہے۔

﴿افسوسناک صورتحال﴾

ایک طرف تو وراثت نبوی تقسیم کرنے والے مدارس اسلامیہ کی یہ تعلیم ہے اور دوسری طرف مدارس میں پلنے والے ان شیر جوانوں کا طرزعمل ہے جن کی نماز کے لیے بلانے کی اذان چند استھزائیہ الفاظ سے ہوتی ہوئی راقم نے خودسنی۔ باقی جو کچھ بتانے والوں نے احوال سنائے کہ نماز ادا کرنے کے لئے مسجد آنے والے کچھ نمازی جب مسجد کے دروازہ تک پہنچے اور مسجد میں گوہرفشانیاں کرتے ان شیر جوانوں کی مشک وعنبر سے لبریز زبان سنی اوران کے اخلاق کریمانہ کا حال دیکھا تو دروازہ سے ہی واپس پلٹ گئے۔ وہ کہتے جارہے تھے اگر یہ مولوی بخشے گئے تو ہم ان سے بھی پہلے بخشے جائیں گے۔ کچھ وہ تھے جنہوں نے اس قسم کے احوال دیکھ کر مولوی کوشیطان کہا تو کسی نے یہ زہرآلود خنجر داغا کہ یہ تو مدرسوں میں بس یہی شراورفساد سیکھتے ہیں وغیرہ۔

مماتی فرقہ والوں کی اچھل کود سے راقم واقف تو پہلے بھی تھا مگر جب یہ منظر دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ کی بے ادبی میں زبانیں قینچی بنالینے والے ان لوگوں نے نماز کے لئے بلانے کا وہ طریقہ ہی بدل ڈالا جو ہادی عالم ﷺ ارشادفرماگئے تھے۔ یعنی نمازعصر کے لئے ہونے والی اذان پران کو اعتماد نہ رہا جس کی وجہ سے ان کو اردو پنجابی کے ملے جلے طنزیہ جملے لوڈاسپیکر پر بول کر اپنے جیسوں کو بلانا پڑا۔ اس منظر کو دیکھ کر طبیعت پر بڑا برااثر پڑا جسے بھائیوں نے بھی محسوس کیا۔ بھائی کہنے لگے

آپ پریشان نہ ہوں یہ صورت حال یہاں پر روزانہ کا معمول ہے کوئی نئی بات نہیں۔۔۔ پھر بھائیوں نے جو احوال بتائے وہ سن کر کوئی ادنی سے ادنی مسلمان بھی غمگین ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ ان احوال میں سب سے زیادہ اذیت ناک لوگوں کے وہ تبصرے تھے جس کی زد میں مدرسہ اور مولوی لتاڑے گئے۔

جولوگ عوامی مزاج شناس اورڈیرہ دارانہ مبصرین کے حالات سے واقف ہیں وہ اچھی طرح جانتے ہیں کہ جب اللہ واسطے کا بیر رکھنے والوں کوموقعہ ملتا ہےتو وہ زبان کوایسی زہرآلودتلوار بنالیتے ہیں کہ اللہ کی پناہ؛ چنانچہ مدرسہ میں پلے ہوئے ان شیرجوانوں کی گل افشانیاں جب ایسے مہربانوں کے کانوں تک پہنچیں جن کومدرسہ ومولوی ایک آنکھ نہیں بھاتے اوراپنے غیض وغضب کوٹھنڈا کرنے کے بہانے تلاش کرتے رہتے ہیں انکے لئے تو یہ مماتی شیرجوان سونے پرسوہاگہ ثابت ہوئے۔ چنانچہ ان کوموقعہ ملا اور پھر وہ خوب برسے اورخوب برسے یہاں تک کہ مدرسہ مسجداورمولوی ان کی بہتان تراشیوں تک کی ذد میں آگیااوروہ ان پر جنسی زیادتیوں تک کےالزامات لگاگئے۔

جنازوں پران کے برپاکیے ہوئے محاذجنگ دیکھ کر ماؤں نے اپنے بچوں کومدرسہ بھیجنے پرافسوس کااظہارکیاتو کچھ ماؤں نے اپنے اس عزم کو دہرایا کہ ہم تو کبھی اپنے بچوں کو مدرسے نہ بھیجیں گے ۔۔۔مماتی شیرجوانوں نے اپنی توحیدی خدمات کا جوباب رقم کیاہےاس کی یہ معمولی سی ایک جھلک ہےجس کی طرف اوپراشارہ گزراجبکہ اس قسم کے بیشمارحادثات ان کی فتوحات،مباحات وخدمات کاحصہ ہیں جن کوسن کرسرشرم سے جھک جاتاہے۔

﴿تضادات سےلبریز زندگی﴾

ایک طرف توانکی رگ توحیدجب تک نبی کریمﷺ کی،،حیات بعد الوفات،، کاعقیدہ رکھنےوالوں کو شرک کی سولی پرنہ چڑھالےاس وقت تک اسے چین نہیں آتا۔ چنانچہ اپنی اسی رگ توحید سے مجبور ہوکرصبح شام یہ عقیدہ رکھنےوالوں کوبدعتی،مشرک اورنامعلوم کیاسےکیا کہتے رہتے ہیں جبکہ خوداپنی صورت حال یہ ہے کہ جوجہان کی بدعات ہیں وہ ان کی صبح وشام ہیں۔ چنانچہ یہ مدعیان توحید بقاعدہ سبزپگڑیاں باندھ کرچندے مانگتے نہ صرف پائے گئے بلکہ پکڑے بھی گئےاورعزت افزائی سےفیض یاب بھی ہوئے۔

بریلوی مکتب فکرکی مسجدوں میں مروجہ صلوۃ وسلام سمیت سریں لگاکراذانیں دیتے رہنے کی متعددمثالیں

موجود ہیں۔قل خوانی کے ختم شریف میں سوٹڈ بوٹڈ شرکت،دعابعدالجنازہ بلکہ دس دس قدم پر جنازہ رکھ کر دست دعادراز کرنے کی عبادت اور بعداز تدفین قبرستان میں اذان دیناان کے نامور بڑوں کا مضبوط معاشی سلسلہ ہے۔تعویذوں کے کاروبار میں تو حضرات سے ترقی کر کے معاملہ پردہ نیشنوں کی کامیاب کاوشوں تک جا پہنچا ہے جس کی زندہ مثال صاحب بہادر کے گھر سے دستیاب ہے۔الغرض درباری رسوم ورواج اور بدعات وخرافات کی کوئی عادت نہیں بچی جومماتی فرقہ کے ان لوگوں نے اختیار نہ کی ہو۔

ہاں البتہ ایک پابندی ایسی ہے جس کا اس فرقہ نے خاص الخاص اہتمام کیا ہے اور وہ پابندی یہ ہے کہ قل خوانی،ختم،صلوۃ وغیرہ اپنے آبائی علاقے اور برادری ایریا سے باہر اور دور کے علاقوں میں سرانجام دیتی ہیں۔اپنے آبائی علاقے اور برادری ایریا میں ان رسوم ورواجات کا ذرہ برابر شائبہ بھی نہیں آنے دینا چنانچہ شاباش ہے ان کو کہ ان کے ہر چھوٹے بڑے نے اس پابندی کو خوب نبھایا ہے۔

مگراس پابندی کی وجہ کیا ہے؟اس کا درست جواب تو مماتی خود دے سکتے ہیں ہمارا ایک اندازہ یہ ہے کہ چونکہ اپنی قوم میں کچھ ایسے لوگ بھی ہیں جو،،عقیدہ حیات النبی ﷺ،،اختیار کرنے کا جرم کرتے ہیں اور اس عقیدہ کو اختیار کرنے والوں کے خلاف انہوں نے جہاد کرنا ہے لہذا اس بات کی بہت ضرورت سمجھی گئی کہ مسجد والے کریکٹر کوان حیاتیوں سے چھپا کر رکھا جائے۔یہی وجہ ہے کہ اپنے علاقے میں آنے کے بعد وہ سب کام بدعت ہی نہیں شرک بن جاتے ہیں جو اپنی اپنی مساجد میں یہ خود کرتے رہے ہیں۔بعض احباب نے بتایا کہ یہ لوگ بدعتیوں میں جانے کی وجہ بتاتے ہیں کہ ہم ان کے مال کو غنیمت سمجھ کے حاصل کرتے ہیں۔اس سے پتہ چلا چونکہ انہوں نے ان مشرکوں کا مال غنیمت قرار دیکر حاصل کرنا ہوتا ہے اس لئے یہ سبز پگڑیاں بھی پہن لیتے ہیں۔۔۔قل خوانیاں اور ختم وغیرہ بھی پڑھتے ہیں۔۔۔اور انکے شرک وبدعات میں بھی شریک رہتے ہیں اور وہ لوگ بھی عجیب ہیں جو بس ختم وغیرہ دلا کر ان شیر جوانوں کو اپنا مال مال غنیمت کے طور پر دے دیتے ہیں۔

اب یہاں اپنی قوم میں آنے کے بعد چونکہ وہ مال غنیمت ملنے کا امکان نہیں لہذا اب اللہ کا قرآن انکو وہ

سارے شرک کرنے سے روک دیتا ہے جو یہ لوگ اپنی مساجد وغیرہ میں کرتے رہتے ہیں چنانچہ جن جن علاقوں میں یہ لوگ مال غنیمت حاصل کررہے ہوتے ہیں وہاں تو مقام تعزیت پر دست دعا دراز کرنا کوئی عیب نہیں ہوتا البتہ برادری میں جب ان شیر جوانوں کی آمد ہو جاتی ہے تو پھر اللہ کا قرآن ان کو اس شرک و بدعت کے خلاف جہاد کا حکم دے دیتا ہے۔

چنانچہ مقام تعزیت پر ان شیر جوانوں کی موجودگی میں اگر کبھی تعزیت کے لیے آنے والا ہاتھ اٹھا کر دعا کر دے تو یہ ان کے لئے احد پہاڑ سے زیادہ بھاری شرک ہے جس کے خلاف انکو بہر حال جہاد کرنا پڑتا ہے لہذا اس موقعہ پر ترنم سے لبریز آواز میں اس قسم کا جہاد کر کے جنت کمانے کی کوشش وافر مقدار میں کرتے رہتے ہیں۔

﴿لائق عبرت لطیفہ﴾

میرے محسن ومحبوب حضرت مولانا محمد شریف شہیدؒ کی والدہ انتقال فرما گئیں جس پر ان توحیدیوں نے اپنے ظرف کے مطابق دل کھول کر کارہائے نمایاں سرانجام دیے، جن سب کا بیان کرنا اگرچہ ان کا مزاج جاننے میں بہت حد تک معاون ہے مگر طوالت کے باعث ان سب احوال کو تو رہنے دیتے ہیں صرف ایک واقعہ محض حصول عبرت کی غرض سے پیش خدمت ہے۔تعزیت پر آنے والے حضرات مقام تعزیت پر موجود تھے جن میں توحیدی قبیلہ کے وہ بزرگ بھی تھے جو ایک دوسرے ضلع سے طویل سفر کر کے جنازہ سے بہت پہلے آ چکے تھے انکی موجودگی میں جنازہ گھر سے اٹھایا گیا اور آنکھوں کے سامنے جنازہ گاہ کی طرف لے جانے کا سفر ہوا مگر قدرت نے ان صاحب کو جنازہ میں شرکت کی توفیق سے محروم رکھا (آخر شہید کی والدہ محترمہ تھیں ایسے مبارک جنازوں میں ان صاحب بہادروں کا کیا کام) یہ بزرگ اپنے قبیلہ اور شیر جوانوں کے ساتھ تعزیت گاہ میں جلوہ افروز تھے ان کا عنوان بحث یہی چل رہا تھا کہ تعزیت کے موقعہ پر ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا بدعت ہے اور بدعت گمراہی ہے اور گمراہی جہنم میں لے جانے والی ہے۔وغیرہ۔

ان کی اسی گوہر فشانی کے وقت علاقہ کی ایک معروف توحیدی شخصیت تشریف لائی جن کا نام مولانا عبدالحفیظ

ہے۔ یہ بڑی عمر کے بزرگ اور اس وقت سے مبلغ چلے آ رہے ہیں جبکہ پہلے بیان کرنے والے،، صاحب پیش گفتار،، ابھی طفل مکتب یا شیر خوار بچے تھے۔ انہوں نے تعزیت گاہ میں داخل ہو کر دعا کے لیے ہاتھ فضا میں بلند فرمائے اور بآواز بلند فاتحہ ودعا کے الفاظ پڑھے۔ ان صاحب نے ہاتھ اٹھا کر دعا تو کر لی مگر جو حضرات جاننے والے تھے وہ دیکھتے رہ گئے کہ خدایا یہ کیا ماجرا ہے ایک توحیدی اس عمل کو بدعت اور کیا سے کیا کہتا جا رہا ہے۔ اور دوسرا توحیدی جو عمر و علم میں تقریباً ان کے والد کا ہم سن ہے وہ عملاً اس کام کو سرانجام دے رہا ہے۔

اب لوگ انتظار کرنے لگے کہ اب کیا بنتا ہے کیونکہ اب تو دونوں توحیدی ہیں جبکہ معاملہ پوری طرح متضاد ہے ایک کہتا ہے یہ بدعت اور دوسرا جو ان سب سے بڑا ہے وہ خود وہی کچھ کر رہا ہے اب دیکھیے ان پر کیا فتوی لگتا ہے؟ مگر سب کو جیسے سانپ سونگھ گیا مجال ہے جو کسی کی زبان سے ایک لفظ بھی نکلا ہو یہ ہے وہ توحید اور دین جس نے انکو دوغلی پالیسی دی ہوئی ہے۔ کہ خود کریں تو جلا پتر جلال کھوتا کناں تک حلال البتہ ان کے علاوہ کوئی دوسرا کرے تو وہ مشرک اور بدعتی اور نہ معلوم کیا سے کیا ہے۔

﴿مدرسہ کی تعلیم حق گوئی کی ہے﴾

مدرسہ کی تعلیم اپنے ماننے والوں کو جو سبق دیتی ہے وہ ہادی برحق ﷺ کے ان الفاظ میں اچھی طرح سمجھی جا سکتی ہے،، نبی کریم ﷺ نے فرمایا۔۔۔،،من رای منکم منکرا فلیغیرہ بیدہ...الخ۔

یعنی تم میں سے جو کوئی برائی کو دیکھے (اور طاقت ہو تو) اسے ہاتھ سے روکے اگر اس کی طاقت نہ ہو تو زبان سے روکے اور اگر اسکی بھی طاقت نہ ہو تو (کم از کم) دل سے برا سمجھے اور یہ ایمان کا سب سے کمزور درجہ ہے۔

اب ان کے خیال میں اگر،، حیات النبی ﷺ،، کا عقیدہ رکھنا منکر تھا تو اس پر انہوں نے ہاتھ اور زبان کو خوب استعمال کیا جس کے لیے اخلاق کا کوئی دائرہ بھی ان کے ہاتھوں سلامت نہ رہا۔ مگر کیا جو کچھ ان کی آنکھوں کے سامنے ان کے ہی ایک صاحب نے کیا۔۔۔ کیا وہ منکر نہ تھا؟

اگر عین اسی وقت ان کے ایک علامہ صاحب زور دار خطاب میں مقام تعزیت پر دست دعا دراز کرنے کی

تردید نہ کررہے ہوتے تو ممکن ہے حسب روایت یہ مہربان اپنے آنے والے بزرگ کے مقام تعزیت پر اٹھائے ہاتھوں کی کوئی نقد تاویل پیش کردیتے مگراب کا تو معاملہ ہی عجیب تھا کہ ڈنکے کی چوٹ پر اس منکر پر نکیر ہورہی تھی اور زوردار فتوے صادر ہورہے تھے۔ان فتوی بازی کے ماحول میں ہی وہ اشاعتی بزرگ تشریف لائے اورانہوں نے وہ منکر کیا جو خود منکر بتارہے تھے۔۔۔مگراب کی باراس منکر کواپنی موجودگی میں ہوتا دیکھ کران علامہ صاحبان کو سانپ سونگھ گیا اور دنیائے مماتیت پر سناٹا چھا گیا۔

مقام تعزیت پر سب کے سامنے انکی ایک نامور ہستی اور نظریہ مماتیت کے بے باک مبلغ نے ہاتھ اٹھا کر دعا کی مگر نہ وہ مشرک بنے نہ بدعتی۔۔۔۔شاید اس لیے کہ اس اشاعتی بزرگ نے تمہاری۔۔۔،،دکھتی ہوئی رگ پر، ،(جوابی رسالہ۔۲)ہاتھ نہ رکھا ہوگا جس کے بغیر تمہاری فتوی کی مشینیں انڈے نہیں دیتی اس لیے وہ آپ کے فتوؤں سے محفوظ رہے۔وجہ کوئی بھی ہو یہ بات اس منظر کو دیکھنے والی عوام پر واضح ہوگئی کہ ان کی اصل حقیقت کیا ہے۔لہذا انہوں نے بجا طور پر انکے اس دوغلہ پن کا تذکرہ کیا۔اس موقعہ پر اس حدیث پاک کی روشنی میں ان کو اچھی طرح سے پہچانا جا سکتا ہے۔جو حدیث پاک حضرت ابوھریرہؓ نے نقل فرمائی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا

،،،مامن رجل یحفظ علمافیکتمہ الااتی بہ یوم القیامۃ ملجما بلجام من النار،،،

(ابن ماجہ۱۳۶۱ابوداود،ترمذی،مسنداحمدوغیرہ)

جو شخص بھی علم دین یاد رکھتے ہوئے اسے چھپائے (اوراپنے موقعہ پر اس کو بیان نہ کرے) تو اسے قیامت کے دن آگ کی لگام ڈال کر لایا جائے گا۔

﴿مدارس کے تقدس پرحرف گیری﴾

راقم نے جو اپنے دکھ درد کی جو کہانی،،دکھ سازیاں،،کے عنوان سے لکھی اس کی ایک وجہ تو وہی ہے جس کا ذکر ان کے مسجد فتح کرنے کے حوالے سے آچکا۔دوسری وجہ ان کی نوازشات سے مدارس اسلامیہ کی مبارک

نسبت سرعام پائمال ہوجاتا ہے کہ بعض مدرسوں میں قومی املاک پر پرورش پانے والے شیر جوانوں نے کچھ عرصہ سے جوافتراق وانشقاق اور دنگا فساد برپا کیا جس سے نہ تو کوئی موت فوت کا موقعہ محفوظ رہا اور نہ کسی خوشی کا موقعہ بچ سکا۔رشتوں کا تقدس ویران ہوا،خاندانی تعلقات داو پر لگے،صلہ رحمی کا جنازہ نکلا آپسی محبت والفت نفرتوں سے بدل دی گئیں یہ سب کچھ ان وجودوں سے ہوا جو مدارس اسلامیہ میں پل کر برآمد ہوئے۔ جس کو دیکھ کر دنیا والوں نے وہ سب کچھ کہا جو کسی لکھے پڑھے میں نہیں آسکتا۔

اب مدارس کی پاکیزہ نسبت پر جوزہر آلود حملے ہوئے اس کا باعث کون تھا؟ یہ تو سب کو معلوم ہے مگر اس پر کسی کو ذرا دکھ نہ ہوا۔اور نہ کبھی سوچا گیا کہ اس تباہ کاری کے اثرات کہاں کہاں تک جا پہنچیں گے۔راقم کے لیے مدارس کی نسبت پر اٹھنے والی یہ زبانیں اور برسنے والے تیر قابل برداشت نہ ہوسکے۔چنانچہ جب بھی راقم نے اس نسبت کا دفاع کرنے کی کوشش کی تو جواب میں ان مدرسوں کے شیر جوانوں کے احوال پیش کردیے گئے ۔جو گویا ان کی لاجواب کردینے والی دلیل تھی۔تب پھر اس نسبت پر اٹھنے والے الزامات کے سد باب کے لیے قلم کا سہارا لیا اور یہ زوردار صدا لگائی کہ جو کردار یہ شیر جوان قوم کو دکھا رہے ہیں وہ تو غیروں والا ہے بلکہ دشمنان اسلام کی عادات ہیں جو ان شیر جوانوں نے اپنالی ہیں۔لہذا ان کی نشاندہی کرنے کی کوشش کی کہ یہ اور یہ عادتیں ہیں جو اسلام کی تعلیم نہیں ہے۔بلکہ دشمنان اسلام کی عادتیں ہیں جنکو مماتستان میں اختیار کرلیا گیا ہے۔

﴿قومی حقوق کی پائمالی﴾

دکھ سازیوں کے نام سے جو خط راقم نے لکھا اس کا تیسرا بڑا باعث حق قرابت کی ویرانیاں، رشتوں ناطوں پر زبان درازیاں،صلہ رحمی جیسے احکامات کی پائمالیاں اور قوم قبیلہ کے درمیان دوریوں کی نہ ختم ہونے والی خلیج کا پیدا کیا جانا ہے۔زبانوں کی فائرنگ میں ان شیر جوانوں نے اپنے ہی عزیزوں بلکہ اپنی ہی عزتوں کو زخمی کیا۔ ان شیر جوانوں نے اس نازک ترین عنوان پر کیسے کیسے فتوے جاری کیے ان کو سن کر ہر شریف آدمی کانوں کو

ہاتھ لگا لیتا ہے۔بات صرف گھر کی چار دیواری یا اپنی بستی تک ہی نہیں رہی بلکہ سوشل میڈیا تک کا میدان اس زہر آلودگی سے پرا گندا کر دیا گیا۔

آپ صرف ان دو مثالوں سے اندازہ لگا سکیں گے کہ مدرسہ کے اموال پر پل کر شیر بنے یہ جوان اپنی عزتوں کو برباد کرنے میں کتنے بے باک اور بری ہو چکے ہیں لکھتے ہیں

رشتے زمانہ جاہلیت میں ہوئے جب ہم چھوٹے تھے جب سے صاحب رائے ہوئے تب شادیاں تو دوران خنزیروں کے جنازے بھی نہیں پڑھتے۔(سوشل میڈیا کمنٹس)

ان صاحب کی مشک وعنبر سے لبریز زبان کی جھلک یہ ہے۔

کتے کو ماکھی اور حیاتی کتے کو توحید سے ٹٹیاں لگ جاتی ہیں (سوشل میڈیا کمنٹس)

کلمہ مرزائی اور بریلوی بھی پڑھتے ہیں اگر وہ کافر اور مشرک ہیں تو حیاتی ان سے بھی بڑے پلیت ، بے ایمان ،مردار اور غلیظ ترین بدبودار مشرک ہیں (سوشل میڈیا کمنٹس)

انکی گفتگو کا آغاز اس طرح کے الفاظ سے ہوتا ہے۔

اوئے کتے بکواس بازی سے باز رہ (سوشل میڈیا کمنٹس)

ایک مماتی غیرت مند اپنی سگی ہمشیرہ کے لیے یہ گوہرفشانی کرتا ہے کہ

،،وہ بھی مرتدہ ہے جو اس نکاح میں ہے،،(سوشل میڈیا)

یعنی چونکہ اسکا عقد ایک ایسے شخص کے ساتھ ہے جو،،حیات النبی ﷺ،،کا عقیدہ رکھتا ہے لہذا وہ میری بہن بھی مرتدہ ہے۔

اب ظاہر ہے کہ ایک مرتدہ سے سلام کلام رکھنا تو جائز نہیں مگر لطف کی بات یہ ہے کہ،،،قہقہے،،،لطیفے،،،اور گپ شپ۔۔۔بلکہ کھلی اور بے حجاب بات چیت جاری بھی رہتی ہے۔اور ہے بھی وہ مرتدہ۔

خیر یہ ہے وہ مزاج اور تضاد جوان شیر جوانوں کی زندگیوں میں **علی وجہ الاتم** پایا جاتا ہے۔

راقم نے اسی بداخلاقی اور تضادمزاجی پراحتجاج کے لیے عریضہ لکھا کہ شاید ان میں کوئی رجل رشید ہواور وہ ان کو سمجھا سکے۔

﴿دکھ سازیوں کا الٹا اثر﴾

جب نماز کے لیے جماعتیں جدااور اللہ کے گھر یعنی مسجد کو خانہ جنگی بنالیا گیا۔۔۔جب بداخلاقی اور گھٹیا زبان استعمال کرکے مدرسے کی نسبت کو داغ دار ہی نہیں بدنام کردیا گیا۔۔۔۔جب اپنی ہی عزتوں کو حق نکاح میں ہونے کے باوجود بے نکاحی قراردے دیا گیا۔۔۔جب رشتوں کا تقدس تارتار کردیا گیا۔۔۔۔تب مدرسہ سے تعلق اور رشتہ داری کا تعلق رکھنے کی وجہ سے راقم نے احتجاج کیا۔دکھ سازیاں لکھ کر اپنا درد سنایا اور اصلاح واحوال کی دعوت دی

۔مگر اس قبیلہ نے راقم کے دلی درد کو جھوٹ ،اصلاح احوال کو عیاری ،دکھ درد کو جارحیت ،دعوت فکر کو کم ظرفی ،تنگ نظری اور ضد قرار دیاانہوں نے راقم کی گزارشات سے اخذ کیا

،،،کہ ایک گھڑنتو عقیدہ (چونکہ قتل یہ جسم ہوالہذ ازندہ بھی یہی دنیوی جسم ہی ہے)ایجاد کرکے اصول احناف سے یکسر ہٹ کر جہل پرمبنی ولایتی قسم کے دلائل دیکھنے کو ملے گویا کہ کہیں کی اینٹ کہیں کا روڑا ماں بیٹی نے کنبہ جوڑاچنانچہ میں نے محسوس کیا کہ مولانا کی تحقیق مولانا کے فوٹو سمیت مینار پاکستان پراوایزاں کرنے کے لائق ہے۔(جوابی رسالہ ص۲۔۳)

ان کے نزدیک راقم کی ،،دکھ سازیاں،،کچھ یوں ہے۔

فرقہ واہیاتیت کے ایک تبحر ومتکیس عالم ابن سلطان (قاری ریاض صاحب)نے ،،**طلبا للشھرۃ**،،ایک رسالہ تحریر کیا،،اپنے پیاروں کی دکھ سازیاں،،اس کے اندر انہوں نے بظاہر خیر خواہی کا دم بھرتے ہوئے اہل حق اشاعت التوحیدوالسنۃ والوں پر الزام تراشیاں ،علماء دیوبند پر کفر کے فتوے اور عوام کو گمراہ کرنے کی مذموم کوشش کی چونکہ مصنف موصوف کا تعلق جس طبقہ (واہیاتیت)سے ہے۔ان لوگوں کو نسلا بعد نسل یہ بات

وراثت میں ملی ہے کہ انہوں نے اپنے بیانات میں کذب بیانی افتراء بازی اور دھوکہ بازی ضرور کرنا ہوتی ہے تو اس مکتوب میں بھی انہیں لوگوں کے ایک وارث ابن سلطان نے جو دغابازی اور جھوٹ بولے ہیں ہم انکی نشاندہی کرتے ہیں۔(جوابی رسالہ ص۳۳)

﴿میری سوچ میری مرضی﴾

بھلا ان سے کس نے پوچھا کہ،،دکھ سازیاں۔۔طلبا للشھرۃ،،(جوابی رسالہ۔۳۳)لکھی گئی یا طلبا لوجہ اللہ؟اور اس رسالہ میں خیر خواہی کا جو دم بھرا گیا وہ بس بظاہر تھا یا بباطن؟۔ان کو تو،،دکھ سازیاں،،نے کچھ قابل اصلاح امور کی طرف متوجہ کیا تھا،ان کو ان کا جواب دینا چاہیے تھا۔مثلا اگر ان کے خیال میں وہ امور غلط تھے جیسے نماز کی جماعتیں ایک ہی مسجد میں الگ الگ ہوئیں حادثاتی طور پر نہیں بلکہ جان بوجھ کر۔جو خیر سے اب وہاں کا معمول بن گیا ہے اور ڈنکے کی چوٹ پر یہ اعلان جاری ہو گیا کہ حیاتی مشرک ہیں لہذا ان کے پیچھے نماز نہیں ہوگی۔بلکہ صرف نماز ہی کیا جنازے بھی دو دو ہو گئے اور مسجد کے ساتھ جنازہ گاہ بھی میدان جنگ بن گیا۔

اب جوابی رسالہ میں یا تو یہ کہتے کہ آپ کا یہ کہنا غلط ہے۔الگ الگ جماعتیں یا الگ جنازے کا کوئی معاملہ نہیں ہوا۔یا دلائل سے قوم کو مطمئن کرتے کہ عقیدہ حیات النبی ﷺ رکھنے والے سے نماز باجماعت کے معاملہ پر مقابلہ کرنا قران کی فلاں آیت سے ثابت ہے وغیرہ وغیرہ۔مگر حرام ہے جو انہوں نے اس بنیادی وجہ نزاع پر کوئی ایک حرف بھی لکھا ہو۔چلیں یہ نہیں تو،،دکھ سازیاں،،میں بات ہی عقیدہ حیات النبی ﷺ کے دلائل سے شروع ہوئی ہے اب اس پر یا تو یہ کہتے کہ قرآن کریم کی جو دلیلیں،،دکھ سازیاں،،میں لکھی ہیں عقیدہ حیات النبی ﷺ والے اپنے عقیدے کے لیے وہ دلیلیں نہیں دیتے۔یا یہ عقیدہ حیات النبی ﷺ کی دلیل نہیں بنتیں۔یا،،دکھ سازیاں،،نے مسجدیں فتح کرنے والے شیر جوانوں کی جو کمال گوہر فشانیوں اور طوفانی لب کشائیوں کا ذکر کیا اس پر کچھ کہتے مثلا مماتی طلباء کے کردار نے مدارس عربیہ پر اعتراضات اور سوالات کے

انبار کھڑے نہیں کیے۔ یا عزتوں اور رشتوں کے تقدس برباد کرنے میں ان کا کوئی کردار نہیں وغیرہ وغیرہ۔
چاہیے تو یہ تھا کہ اٹھائے گئے ان سوالات کو وہ حل کرتے اور دلیل کے ساتھ ان اعتراضات کا غلط ہونا ثابت کر دیتے تو،،دکھ سازیاں،، کا جھوٹ تشت از بام ہوجاتا کہ یہ تو محض شہرت کے لیے جھوٹ بول گیا ہے ۔لیکن اگر،،دکھ سازیاں،، کا دکھ حقیقت پر مبنی ہوجیسا کہ قوم کا بچہ بچہ ان ذکر کیے ہوئے امور کا شاہد و گواہ ہے۔
تو پھر درست سوچ کا تقاضا تھا کہ ان باتوں کی اصلاح کی جاتی جن باتوں نے خود مماتیوں کو رسوا کیا اور پورے علاقے میں (،،کرانی،، اور) سفید کوا بنا دیا ہے کہ لوگ پوچھتے پھرتے ہیں آخر ان کا مذہب ہے کونسا ؟ تبلیغ والے بھی ان کے نزدیک مشرک، ختم نبوت والے بھی مشرک، سپاہ صحابہ والے بھی مشرک، وفاق المدارس والے بھی مشرک، جمعیت علمائے اسلام والے بھی مشرک دیوبند والے تو ہیں ہی،،دیوبند نرا گند،، نہ یہ دیوبند والے نہ اھلحدیث نہ بریلوی نہ شیعہ نہ قادیانی پھر آخر یہ ہیں کون؟
اگر کوئی شخص بدنامی کی دہلیز پر قدم رکھ لینے والے کو بتائے کہ یہ یہ وہ امور ہیں جن کی وجہ سے تم لوگوں میں بدنام ہوتے چلے جا رہے ہو اور اصلاح احوال پر زور دے حتی کہ ناراضگی اور قدرے غصے سے بتائے کہ یہ یہ باتیں تمہارے کردار کو سخت نقصان دے رہی ہیں ان کی اصلاح کرو تو بھلا کوئی رتی بھر عقل وشعور رکھنے والا اس کوشش اور محنت کو،،طلبا للشھرۃ،، کہہ سکتا ہے؟ کہ یہ تو شہرت کے لیے ایسے کر رہا ہے۔نہیں بلکہ ہر عقل مند شخص جانتا ہے کہ کسی غلط کام کرنے والے کو اس کی غلطی سے روکنے والا دوست ہوتا ہے پھر روکنے میں اگر احتجاج اور ناراضگی شامل ہوتی جائے تو یہ امر محبت کی شدت اور اضافے کی علامت ہوتا ہے جو طالب اصلاح کے دل میں کروٹیں لے رہا ہوتا ہے اس لیے کہ جذبات محبت طالب اصلاح کو نصیحت، احتجاج، ناراضگی حتی کہ غصہ کرنے پر ابھار رہے ہوتے ہیں تا کہ کسی طرح نقصان کی دلدل میں غرق ہونے والا اس نقصان سے بچ جائے ۔مگر یہ باتیں کون سوچتا ہے؟ صرف وہی جن کی سوچ کا رخ ٹھیک ہو لیکن اگر سوچوں کا معاملہ،، میرا جسم میری مرضی،، والوں جیسا ہو تو جواب یہی ملتا ہے جو یار لوگوں کی طرف سے ملا کہ تم کون ہوتے ہو

ہمیں اس طرح سوچنے پر مجبور کرنے والے،، ہماری سوچ ہماری مرضی،،۔

﴿فکری صلاحیتوں کی پرواز﴾

راقم شروع میں ہی اپنی آنکھوں سے دیکھا وہ منظر عرض کر آیا ہے کہ عصر کی نماز باجماعت پڑھ کر باہر آیا اور بھائی کے گھر پر پہنچا تو مسجد کے لوڈ اسپیکر سے اردو پنجابی میں اعلان نشر ہوا کہ نماز کے لیے آجاو۔اس فعل پر راقم کا اضطراب دیکھنے والوں نے بتایا کہ یہ تو کب سے ہو رہا ہے اور صرف یہی نہیں اس سے بھی بڑھ کر اور بہت کچھ ہو رہا ہے یعنی جنگ کا میدان کارزار گرم ہے دیکھیے اس کا کیا انجام ہوتا ہے۔

راقم نے اس موقعہ پر منظر دیکھا اس کا ایک حصہ یہ بھی ہے کہ ایک نماز عصر باجماعت ایسی ہوئی جس کا اعلان،، **اللہ اکبر** ،، سے شروع ہوکر ،،،**لاالہ الااللہ**،،، پر ختم ہوا جسے اصطلاح شرع میں اذان کہتے ہیں۔اور دوسری نماز عصر باجماعت وہ ہوئی جس کے لیے اعلان اردو پنجابی کے ایسے جملوں سے ہوا جس میں طنزواستھزاءسبھی کچھ تھا۔

یہ تو ظاہر سی بات ہے کہ ان دونوں مختلف نماز باجماعت پڑھنے والوں میں سے کوئی ایک بھی اپنی نماز کو غلط اور دوسرے کی نماز کو درست ماننے کے لیے تیار نہیں بلکہ فریقین میں سے ہر کسی کا یہی نظریہ ہے کہ ان کی نماز تو بالکل درست اور ٹھیک ہے۔مگر دوسرے کی نماز ٹھیک نہیں اور یہ بات بھی اپنی جگہ واقعہ ہے کہ ان دونوں میں سے کسی ایک کا نظریہ درست ہے نا کہ دونوں کا۔۔۔اب ان میں سے کس کا نظریہ درست ہے؟ ملاحظہ فرمائیں کہ رسول اللہ ﷺ امت کو جو نماز دے کر گئے اور امت اپنے نبی کی نماز کو جس طرح محفوظ رکھے ہوئے ہے اسکے لیے اعلان،، **اللہ اکبر** ،، سے شروع ہوتا ہے۔نہ کہ اردو پنجابی کے الفاظ سے!

اب مدرسوں میں پلنے والے ان شیر جوانوں کے آقاؤں کا حال دیکھیے کہ جو نماز ایسے طور پر ادا ہوتی ہے پہلے،، **اللہ اکبر** ،، سے شروع ہونے والی اذان ہوئی پھر کچھ دیر وقفہ ہوا تا کہ اذان سننے والے نماز کی تیاری کر کے مسجد میں آجائیں پھر نماز ادا کی گئی۔۔۔اس نماز کے بارے میں انکا اٹل اعلان اور اور کھلا فیصلہ ہے کہ یہ

نماز نہیں ہوئی۔۔۔پھر تھوڑی دیر بعد،،اردو پنجابی،،کے ملے جلے الفاظ سے ایک دوسری اذان ہوتی ہے جس میں طنز واستھزاء سبھی کچھ تھا۔

(راقم نے ان کے اس اعلان کو اذان اس لئے کہا ہے کہ ان کا یہ اعلان صرف نماز با جماعت ادا کرنے کے لئے تھا اور شریعت میں ایسے اعلان کو اذان کہتے ہیں) جب،،**الله اکبر**،،سے،،**حی علی الصلوۃ**،،**حی علی الفلاح**،، اور تکمیل اذان تک کا اعلان ہوتا رہا ان کے قدم مسجد کی طرف آنے سے رکے رہے مگر جوں ہی اللہ کے نام سے خالی اعلان جاری ہوا اور طنزیہ اذان دی گئی تو یہ شیر جوان لپکتے، جھکتے اور پھسلتے چلے آئے۔ اس دوسری نماز کے بارے میں انکا اٹل فیصلہ یہ ہے کہ یہی وہ اصلی، حقیقی، توحیدی اور اصل نماز ہے جو اللہ تعالی نے قبول کرنی ہے۔اب غور فرمائیں ان دونوں میں سے کون سی نماز اللہ کے رسول ﷺ صحابہ کرامؓ اور دین حق والی ہے؟؟؟

کیا کوئی ادنی سے ادنی مسلمان یہ سوچ بھی سکتا ہے کہ،،اللہ اکبر،،سے بلائے گئے لوگوں کی نماز تو نامقبول، اور غلط ہو اور،،اردو پنجابی،،کے الفاظ سے جمع ہونے والوں کی نماز بالکل توحید والی اور جنتی نماز ہو۔کیا یہ بات کسی بھی دیانت دار مسلمان کے نزدیک درست ہوسکتی ہے؟ مگر ان کی فکری پرواز کا فیصلہ پھر بھی یہی ہے جو اوپر نقل ہوا۔

﴿سوچوں کے فرق سے نتائج میں فرق﴾

اگر بندے کی سوچ شریعت کے تابع ہو تو وہ ان مماتی،،مجاہدین جہاد اکبر،،کی اس نماز کو قواعد شرع کی رو سے کبھی درست قرار نہیں دے سکتا اس لئے کہ یہ بات ہر ذی شعور انسان جانتا ہے کہ شریعت مطہرہ نے نماز با جماعت کا آذان سے گہرا تعلق جوڑا ہوا ہے اور مماتی نماز میں شرعیت کی مقرر کی ہوئی آذان نہیں ہوئی لہذا قواعد شریعت کے مطابق ان کی نماز کو درست قرار نہیں دیا جاسکتا۔راقم کی اس گزارش پر مماتی فرقہ کہے گا کہ اذان تو پہلے ہوگئی تھی اس لئے ہم نے دوبارہ اذان نہیں دی۔راقم کی عرض ہے کہ اذان کی طرح نماز کی

جماعت بھی تو ہوگئی تھی پھر دوبارہ جماعت کیوں کروائی ؟؟؟اگر تمہارے خیال میں امام صاحب کا عقیدہ حیات النبی ﷺ شرک ہے جسکی وجہ سے انکی امامت جائز نہیں تو پھر انکی اذان کیسے جائز ہوگئی ؟؟؟

الغرض اگرامام صاحب کی امامت جائز نہیں تو انکی دی ہوئی اذان بھی جائز نہیں لہذا اگر مماتی موحدین واقعی اللہ کے حکم کوزندہ کرر ہے تھے تو ان کوامام صاحب کی اذان پر بھی اعتماد نہیں کرنا چاہیے تھا مگر واقعہ یہ ہے کہ انہوں نے شریعت کی مقرر کی ہوئی اذان نہیں دی جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ انکے پیش نظر نہ تو اتباع شریعت تھی اور نہ انہیں نماز کے ہونے نہ ہونے سے کوئی غرض تھی بلکہ صرف اپنی رگ مماتیت کوسامان تسکین فراہم کرنا مطلوب تھا جواس قسم کا فتنہ برپا کیے بغیر نصیب نہیں ہوسکتا۔

اب جوحضرات اپنی سوچ کوشریعت کے تابع رکھتے ہیں انکے نزدیک تو مماتی فرقہ کا مذکورہ عمل اتباع شریعت نہیں بلکہ فتنہ ہے کیونکہ قواعد شریعت اس عمل کو یہی نام دیتے ہیں مگر جن کی سوچ وفکر تعصب اوراپنے بنائے ہوئے خیال کے تابع ہے وہ پوراز ورلگا کر یہی بانگ دیتے ہیں کہ ہماری (مماتی) نماز ہی درست اورتوحیدی نماز ہےاب اگر ہماری اذان اردو پنجابی کےطنزیہ،استھزائیہ الفاظ سے ہوئی تو کیا ہوانماز تو پھر بھی ہماری ہی توحیدی ہے۔

یہ ہے وہ ظاہری عمل جس کے بارے میں انکارویہ سب کونظر آرہاہے کہ شریعت مطہرہ کے خلاف ہونے کے باوجود وہ اپنے اس عمل کو بالکل درست اورتوحیدی عمل قرار دیتے ہیں اورایک لمحہ کے لیےبھی اپنے اس عمل کو غلط قرار دینے کے لیے تیار نہیں۔

جب ظاہری معاملے میں ان کی سوچ یہ ہے کہ شریعت کےقواعد سے متصادم ہونے کے بوجوداپنے خلاف شروع عمل کو ہی ٹھیک اورتوحیدی قرار دیتے ہیں حالانکہ ظاہری عمل ہونے کی وجہ سے انکی چوری اورغلطی کے پکڑے جانے کا امکان بہت زیادہ ہوتاہے تو پھر کیا خیال ہے عقیدہ کے بارے میں ؟ جہاں عوام کوحقیقی صورت حال جاننے میں اتنی آسانی نہیں اس بارے میں انکی یہ سیدھی اور معیاری سوچ اورعقل کتنے درست

راستے پر قائم ہوگی؟

مسئلہ نماز کے طریقے اور عقیدہ حیات النبی ﷺ کے اثبات میں موجود آیات کا نہیں کہ دلائل اور طریقہ نماز حیات النبی ﷺ کا عقیدہ رکھنے والوں کے لیے اور ہے اور توحیدیوں کے لیے اور۔ بلکہ بات سوچوں کے سیدھے یا غلط ہونے کی ہے جن کی عقل،، اللہ اکبر،، سے شروع ہونے والی اذان دے کر پڑھی جانے والی نماز کو غلط اور اپنی طنزیہ لفظوں سے دی ہوئی اذان کے ساتھ پڑھی نماز کو بالکل حق اور توحیدی نماز قرار دیں ۔وہ عقیدہ حیات النبی ﷺ کی دلیل بننے والی آیات پر جو کچھ گوہر فشانیاں کریں گے وہ عقل والوں سے مخفی نہیں ہوسکتی۔

﴿دکھ سازیاں پرستم سازیاں﴾

یہ اوراس طرح کی وہ حرکتیں ہیں جن کو دیکھ کر دل کڑتا ہے کہ ان کی وجہ سے دینی تعلیم کے مراکز براہ راست نشانہ بنتے اور بدنام ہوتے ہیں۔ چنانچہ جب کبھی ان مہربانوں کی وجہ سے مدارس اسلامیہ کی محبوب نسبت پر نشتر چلتے ہیں تو دکھ بہت ہوتا ہے۔راقم کے پاس آنسوں بہانے کے علاوہ ہے تو کچھ بھی نہیں مگر کبھی کبھی اس نسبت کو ویران کرنے والے لوگوں کو سمجھانے سلجھانے کا دل بہت کرتا ہے کبھی کبھار اس کی عملی تدبیر بھی کرتا ہوں مگر چترا وڑی مزاج کے شیر جوان اوراس سے مستعار لی ہوئی گوہر فشانیوں والے فرزندان اشاعتیت پر نصیحت کرنے والے کی نصیحت کا رائی برابر کوئی اثر نہیں ہوتا گویا پنج پیریوں نے پنج تنیوں کا روپ دھار لیا ہوا ہے جن پر حضرت نوحؑ نے کوئی ہزار سال تک محنت کی مگر پنج تنیوں پر اس کا رائی برابر کوئی اثر نہ ہوا۔

راقم کے کندھوں پر ان کا حق رشتہ داری ہے جس کی وجہ سے ان کے اس طرح کے کاموں پر زیادہ اضطراب رہتا ہے اوراصلاح کی ممکنہ صورتیں اختیار کرتا رہا ہوں درمیان کے احباب،اشاعتی مدارس سے وابسطہ علماء وقراء اورکسی طرح کا اثر رسوخ رکھنے والے رشتہ داروں کو بھی کہا درمیانی راستہ بھی دکھایا اوراعلانیہ اجتماعی بیانات میں اس کا ذکر بھی کیا۔مگر اصلاح کی یہ سب کاوشیں جب کامیاب نہ ہوسکیں تو ارادہ کیا کہ اپنے ان

یاروں پیاروں کے دیے دکھ درد اور شکوے خود ان کو سنائے جائیں شاید یوں کوئی فائدہ ہو جائے اور قوم کی لٹتی وحدت، اجڑتی قربت اور رشتہ قرابت کو بچایا جا سکے چنانچہ ایک خط بنام،،، اپنے پیاروں کی دکھ سازیاں،،، لکھا اور چھوٹے بھائی کو واٹس ایپ پر بھیج دیا۔

اس میں اپنے پیاروں کے دیے دکھ پر احتجاج تھا۔ شکوہ تھا۔ اظہار دکھ تھا۔ اپنے غم وکرب کا تذکرہ تھا۔ قومی وحدت کو پارہ پارہ کرنے اور دینی اداروں کے لیے سوالیہ نشان بلکہ باعث اعتراض بننے پر اپنی پریشانی کا ذکر تھا۔ جس میں شکوہ کی نمکینی کے ساتھ غم وغصہ کی ترشی بھی تھی اور اغیار سے کھلی مشابہت یا انکی راہ اختیار کر لینے پر احساس ناراضگی کا اظہار تھا۔ خیال تھا کہ ٹھنڈے دل سے ان باتوں پر غور کیا جائے گا۔ کہ جن سے تم نے دین وعقیدہ کا عنوان اختیار کر کے عداوت ودشمنی کرتے ہو۔ اور نمازوں میں علیحدہ جماعتیں تک شروع کر لی ہیں۔ رشتوں تک کی پائمالی کر کے ایک نیا دور شروع کر لیا ہے۔ جس میں تم پہلے والے رشتوں تک کو مشرکین سے رشتے کرنا قرار دینے پر تل آئے ہو اور اپنی ہی عزتوں کو مرتدہ قرار دینے لگے ہو ان کے پاس اپنے عقیدے کی دلیل ہے،، قرآنی دلیل،، جس کی ایک مضبوط بنیاد ہے۔ امت کا پورا اثاثہ جس عقیدہ پر قائم ہے۔ لہذا ایسی دلیل رکھنے والوں سے ایسی عداوت ودشمنی اور مخالفت رکھنے کی تو کوئی گنجائش موجود نہیں۔ امید تھی کہ افتراق وانشقاق کا یہ سلسلہ اب اس کاوش سے کسی حد تک تھم جائے گا۔۔۔۔ مگر افسوس کہ یہاں تو گنگا ہی الٹی بہتی ہے پس جس معاملے کو سیدھا کرنے کی کوشش کی گئی وہ الٹا کر دیا گیا بلکہ دکھ سازیوں کو ستم سازیوں کے ذریعے مشق ستم بنا دیا یہاں تک کہ تختہ دار تک پہنچا دیا۔

﴿ہوئی جو تحریر تو باعث تحریر بھی ہے﴾

،عقیدہ حیات النبی ﷺ،، کے حوالے سے مماتی صاحبان سے اختلاف تو پہلے بھی تھا۔۔۔ اس اختلاف کی بنا پر نہ،، جامعہ اسلامیہ شیخ کالونی فیصل آباد،، میں پڑھنے والوں یا ان سے وابسطہ لوگوں نے اپنا نظریہ بدلا اور مولانا محمد شریف شہیدؒ کے عقیدے کو قبول کیا اور نہ دوسری طرف والوں نے اول الذکر کے خیال کو تسلیم کیا

بلکہ اس سے بھی پہلے جو بڑی عمر والے حضرات تھے ان کی صورت حال بھی ایسی ہی تھی۔مگران اختلافات کے باوجود نہ تو کبھی نمازیں جدا ہوئیں نہ ایک دوسرے پر زبانوں کے ایسے نشتر چلے۔نہ مسجد کا ماحول اس طرح سے خراب کیا گیا جواب دیکھنے میں آیا اور نہ،،،اللہ اکبر،،،سے شروع ہونے والی اذان کے مقابلے میں اردو پنجابی والے طنزیہ جملے بول کر مماتی نماز کے لئے کبھی بلایا گیا۔

مولانا محمد شریف شہیدؒ سمیت ہم ایک دوسرے کے خیالات پر اپنی اپنی رائے کا اظہار کرتے رہتے تھے۔راقم نے نہ صرف،،جامعہ اسلامیہ،،بلکہ،،تعلیم القرآن راجہ بازار راولپنڈی،،میں وقت گزارا۔وہاں رہتے ہوئے بھی اچھے ماحول میں ایک دوسرے کے خیالات پر اپنی رائے دیتے رہے۔حضرت امیر عزیمتؒ کی فکری پرواز نے راقم اور اسکے پیش رو محبوب مولانا محمد شریفؒ کے دل سے رفض کا تعفن دیکھ لینے کے بعد اس قسم کے اختلاف کی اہمیت مٹادی تھی۔یہی وجہ ہے کہ اس اختلاف پر کبھی کوئی خاص ردعمل ظاہر نہیں کیا،حالانکہ دوسری جانب سے کھلے عام مناظروں کے چیلنج گائے گئے اور ذاتیات پر حملے کیے گئے مگر ان تمام باتوں کو محض وسیع تر قومی مفاد کی خاطر نظر انداز کیا۔

دوسری طرف خود توحیدی صاحب ایک وقت تک حضرت مولانا قاری محمد اسماعیل صاحب کی اقتداء میں نمازیں ادا کرتے رہے ہیں مگر اب جو صورت حال بن گئی وہ بے حد تکلیف کا باعث ہے ایک ہی مسجد میں ایک صالح،صاحب علم،اور بزرگ عالم دین کی اقتدا میں نماز پڑھنے کو خنزیر کھانے کے مترادف قرار دینے والے شیر جوان پیدا ہوگئے ہیں،جنہوں نے مسجد کو میدان جنگ بنالیا ہے اور دین کے نام پر ایک جنگ جاری کی ہوئی ہے جس سے انتشار اور جگ ہنسائی کے سوا کسی کو کچھ حاصل ہونے والا نہیں۔اس صورت حال کے ازالے کیلئے راقم نے انکے نام ،،دکھ سازیاں،،کے عنوان سے خط لکھا مگر انہوں نے اس کا الٹا رنگ دکھایا اور،،دکھ سازیاں،،پر بھی اس اوپر درج حادثہ کی طرح اردو پنجابی والی طنزیہ اذان دینے اور مسجد کی طرح اس پر بھی مماتی جنگ مسلط کرنے اور اسے فتح کرنے کی کوشش کی۔جبکہ اصلاح طلب امور پر غور کرنا خنزیر

کھانے کے مترادف خیال کیا۔

اس پر مستزاد یہ کہ خود اپنی بربادیوں کو ہی کوئی قابل فخر کارنامہ سمجھ بیٹھے، جیسا کہ دیکھی جانے والی صورت حال سے معلوم ہوتا ہے مماتی ٹبر کے کسی چھوٹے بڑے کو اس تفرقہ و جگ ہنسائی کی پروا نہیں بلکہ اس طرح کے کردار سے دین حق کی بھیانک صورت بنا کر پیش کرنا اور دشمنان اسلام کو دین حق پر اعتراضات کی دلیل مہیا کرنا ان کا مشن ہے جس کے لئے رات دن ایک کر کے یہ لوگ مذکورہ قسم کے شیر جوان پالتے اور ان کو تفرقہ پروری کے گر سکھاتے رہتے ہیں مگر دین حق کا ذرا برابر درد رکھنے والے حضرات اس گستاخانہ تحریک اور اعداء اسلام کی آلہ کاری پر مضطرب ہیں۔

وہ چاہتے ہیں کہ عوام اہل اسلام پر ان کی حقیقت آشکارا ہو جائے تا کہ انکی سر تال سے لبریز آوازوں پر اپنے ایمانوں کا سودا نہ کریں اور اپنی اولادیں انکے حوالے کر کے انکی عاقبت برباد نہ کریں لہذا راقم نے اسلام کا درد رکھنے والے ان حضرات کی دعوت پر لبیک کہا اور مماتی فرقہ کی لکھی جوابی تحریر کو معمولی سا بل دے کر نچوڑا تا کہ اس میں بھرا ہوا گند باہر نکل کر بہہ پڑے اور امت اسلام اپنی آنکھوں سے دیکھ لے کہ ان کے خوشنما لفظوں میں دھوکے، مکاری، تلبیس، اعداء اسلام کی آلہ کاری اور گستاخی رسول ﷺ کی کیسی بدبو بھری ہوئی ہے۔

چنانچہ،، پیش گفتار،، کے نام سے درج صرف دو صفحات کا وہ مضمون جو انکے،، مربی،، اور بڑے میاں کا رقم شدہ ہے جب اس کو پہلا بل دیا تو اندر سے رفض و کذب کی پوری نہر ابل پڑی جس کے تعفن سے دماغ پھٹنے لگا اور اسی ایک بل سے برآمد شدہ متعفن مواد سمیٹنا دشوار ہو گیا پس اختصار کی مجبوری اور تعفن کی گھٹن کے باعث فقط ایک بل سے برآمد شدہ مواد کی چند باتیں امت اسلام کے سامنے پیش کی ہیں اب امت اسلام کے ارباب علم اور بہی خواہ دیکھیں اور غور فرمائیں کہ ان کو مذید تفرقہ، انتشار اور مساجد میں فساد برپا کرنے کی اجازت دینی ہے یا اہل حق کے مرکز علم سے اس کینسر کے پھوڑے کو الگ کرنا ہے۔

﴿نمازیں جدا کرنے والے اختلاف کی ابتدا﴾

ہمارے شیر جوان جس زمانہ جاہلیت سے اب نئے نئے باہر آنے لگے ہیں ان کے زمانہ جاہلیت کی اخیر اور نئ روشنی کے دور کا آغاز کب سے ہوتا ہے؟ راقم نے اس پر بہت غور کیا اس لیے کہ اس عنوان پر اختلاف رائے تو ہمارے بچپن والے زمانہ سے چلا آرہا ہے اس پر باہمی اظہار خیال بھی ہوتا تھا مگر کافی حد تک ادب واحترام کے دائرہ میں بات چیت ہوتی رہتی تھی۔ جوابی رسالہ پر،،پیش گفتار،، لکھنے والے جب **فارغ التحصیل** بن گئے تب تک بھی صورت حال جوں کی توں رہی یعنی انکا زمانہ جاہلیت رواں دواں تھا یہاں تک کہ صاحب،،پیش گفتار،، رشتہ ازواج میں منسلک ہوگئے اور موصوف ایک ایسے بزرگ کی اقتدا میں نمازیں ادا کرتے رہے۔جن کی اقتدا میں اب نماز ادا کرنا حرام اور شرک بن چکا ہے گویا اس وقت بھی زمانہ جاہلیت چل رہا تھا۔

اللہ کریم سب کی عزتوں کو اپنی شان کریمی سے حفاظت نصیب فرمائے اور گھروں کی آبادیاں نصیب فرمائے (امین) اللہ تعالی ہی جانتے ہیں کہ اس کے فیصلہ میں کیا حکمت ہوگی کہ موصوف کا گھر گنتی کے دن بھی نہ چل سکا۔ یہاں تک کہ علیحدگی ہوگئی اور پھر ایک دوسرے گھر میں عقد ہوا جو اللہ تعالی کے فضل سے آباد ہے۔اللہ اپنے کرم سے ان کو اور باقی سب کے گھروں کو آباد رکھے اور ہر مشکل سے امان عطا فرمائے (امین)

گھروں کے معاملے بڑے ہی نازک اور حساس ہوتے ہیں لرزتے ہاتھوں کے ساتھ اوپر کا جو معاملہ لکھ آیا ہوں اس کے لکھے جانے پر کسی کو تکلیف پہنچی ہو تو اس بارے میں اللہ جل شانہ اور جن حضرات کی ذوات سے ان باتوں کا تعلق ہے ان سے معافی کی التجا کرتا ہوں۔

مجبوری یہ ہے کہ اس خالص گھریلو اور عزت داری سے وابستہ منظر نامے کی طرف اشارہ کیے بغیر ان کے زمانہ جاہلیت کا سورج غروب ہوتا ہوا دکھایا نہیں جاسکتا تھا جو مماتی فرقہ پر طاری رہا ہے اس لیے اللہ کریم سے بارہا مرتبہ معافی کی التجا کرتے ہوئے عرض گزار ہوں کہ جوابی رسالہ میں،،پیش گفتار،، کے لکھاری نے جونہی

رشتہ مصاہرت کا قبلہ تبدیل کیا تو ساتھ ہی ان کے دور جاہلیت کا زمانہ ہچکولے کھانے لگا۔رفتہ رفتہ ثانوی عقد میں نئی روشنی کا آفتاب طلوع ہوتا اور اپنی کرنیں بکھیرتا چلا گیا۔یہاں تک کہ نئی روشنی نے زمانہ جاہلیت کو نہ صرف دیس نکالا بلکہ اس کی باقیات کو بھی دھکے دے دیے۔

اس نئی روشنی اور روشن خیالی کے ساتھ ہی ان لوگوں کے پیچھے نمازیں پڑھنا حرام ہوگئیں۔جن کی اقتدا میں یہ ،،عالم۔فاضل،، بننے کے بہت بعد تک اور پہلے عقد کے اختتام کے بھی بعد صلح کے لئے جاری رہنے والی کوششیں ناکام ہونے تک کے زمانہ جاہلیت میں نمازیں پڑھتے رہے تھے۔

چنانچہ پہلے عقد کے سلسلہ میں صلح کے لئے جاری کوششیں جب ناکام ہوگئیں اور پہلے سسر صاحب ان کی ڈیمانڈ پوری کرنے میں کامیاب نہ ہوسکے۔توان سسر صاحب کا ،،عقیدہ حیات النبی ﷺ،، کائنات کا سب سے بڑا جرم بن گیا اب رفتہ رفتہ عقداول میں ناکامی کا انتقام لینے کے لئے یہ سکہ بند مماتی سازشی جال بچھانے لگے اس مقصد کے لئے اس مماتی نے یہودی دماغ سے کام لیتے ہوئے کمال یہودیت کا مظاہرہ کیا یعنی اپنے پہلے سسر کے اردگرد رہنے والے اور قریبی عزیزوں کے چھوٹے چھوٹے بچوں کو قرآن پڑھانے کے بہانے اپنے پاس لے گیا اور ان معصوم بچوں کو،،انک میت الخ،،لاتسمع الموتی،،وغیرہ کے رٹے لگوانے لگا۔سالہا سال تک ان بچوں کے کانوں میں ایک ہی بانگ دی جاتی رہی،،مردے نہیں سنتے،،حیات النبی ﷺ کا عقیدہ شرک ہے،،وغیرہ وغیرہ۔

اب جب وہ بچے بڑے ہوئے تو ان کے زمانہ جاہلیت کا سورج غروب ہوگیا اور اس انتقام لینے کا وقت سر پر آ گیا جو عقداول میں ناکامی پر دماغ میں سما گیا تھا۔چنانچہ جو حضرت قاری صاحب ان صاحب کے مدرسہ سے **فارغ التحصیل** ہونے تک امامت کے لائق تھے اور وہ مشرک نہیں بنے تھے،ان سے رشتہ داری کرنا بلکل جائز اور کار ثواب تھا،ان کی عزت وتوقیر شریعت کا حکم تھی وہ اب انتقامی پارٹی تیار کر لینے کے بعد مشرک ہوگئے اور انکی مسجد میدان جنگ بنادی گئی اور انکا عقیدہ حیات النبی ﷺ جرم بن گیا اور حیات النبی ﷺ

کاعقیدہ رکھنے والوں پرمشرک اور بدعتی ہونے کےفتوے گولہ بارود کی طرح پھینکے جانے لگے۔ یہاں تک کہ نمازیں الگ اور جنازے تقسیم ہوگئے نکاحوں میں موجود عزتیں بے نکاحی قرار پاگیئں زمانہ جاہلیت کے فیصلے کفروشرک بن کررہ گئے ۔ یہ ہے انکے زمانہ جاہلیت کا اختتام اورنئ روشنی کے زمانے میں روشن خیالی کا نقطہ آغاز۔

﴿کہیں یہ مکافات عمل تو نہیں﴾

قوموں میں کچھ لوگ ایسے بھی پیدا ہوئے ہیں جو جون جولائی کی چلچلاتی دھوپ میں شجر سایہ دار اور گھڑے کا ٹھنڈا پانی ہوتے ہیں۔راقم کے نانا جان (اللہ تعالی انکو کروٹ کروٹ اپنی رحمتوں کی برسات میں مستغرق فرمائے (امین)) کچھ ایسے ہی شجر سایہ دار تھے۔انہوں نے ٹوٹے ہوؤں کو جوڑا دور ہونے والوں کو قریب کیا ۔دکھیوں کو سکھ دیا۔جنکو کوئی سینے سے نہ لگاتا ان کے لیے نانا جان کا گھر امید کی کرن ہوتا تھا۔ وہ سب سے زیادہ زمین والے تھے۔ پرسب سے زیادہ غریبوں اور بے آسراوں کو شرف دامادی عنایت کیا۔آج سب انکی جدائی پر انکی کمی محسوس کرتے ہیں کہ بکھری اور ٹکڑوں میں بٹی ہوئی قوم کو جوڑنے والے کسی شخص کا سایہ تک نظر نہیں آتا۔

ایک تو وہ تھے جبکہ دوسری طرف وہ بھی ہیں جنکا مشن،توڑ،تفریق،نفرت،جدائی اورتخریب ہی تخریب ہے ۔آخر اپنی ہی قوم کو ریزہ ریزہ اور ٹکڑے ٹکڑے کرنے سے ان کو حاصل کیا ہوگا؟ یہ بےلذت گناہ آخر ان کے لیے دنیا یا آخرت میں کس فائدہ کا باعث بنے گا؟ یہ تو ان کے اپنے سوچنے کی بات ہے۔

چنانچہ راقم کے نانا جان کے سگے بھائی بابا محمد رمضان (جنہوں نے اپنا نام ابوبکر متعارف کروایا) جو ابھی بقید حیات ہیں انکی آنکھوں کا اپریشن ہوا تو اللہ تعالی نے چند دن انکی خدمت کا موقعہ عنایت فرمایا ان دنوں میں باباجی اکثر اپنے پرانے واقعات اور کارنامے سنایا کرتے تھے۔جن میں ایک واقعہ چک قریشیاں کا بھی ہے ۔یہ چک ضلع سرگودھا کا آخری چک اور ضلع جھنگ کے کنارہ پر واقعہ ہے۔

وہ بیان فرماتے ہیں کہ یہاں چک قریشیاں میں ہم ایک معروف عالم دین کے پاس تعلیم حاصل کرتے تھے جنکا پورے علاقہ میں مرد وعورت سبھی احترام کرتے تھے میں جب باہر جاتا تو میرے پاس ایک موٹا لمبا ڈنڈا ہوتا تھا۔ چک میں ایک دائی نے تنور لگایا ہوا تھا جہاں شام کے وقت بڑی تعداد میں عورتیں جمع ہو جاتیں اور یہیں آ کر اپنی روٹیاں پکواتیں۔ کہتے ہیں کہ مجھے اس بے دینی پر شدید تکلیف ہوئی کہ بے پردہ عورتیں آ کر یہاں بیٹھ جاتی ہیں اخر اتنی بڑی تعداد میں یہ کیوں جمع ہو جاتی ہیں۔ میں نے عزم کر لیا کہ ان کا علاج کرنا ہے چنانچہ ایک دن میں اچانک گیا اور آٹے کی جس قدر پراتیں پڑی تھیں ان پر زور سے ڈنڈا مارا جس سے آٹے کی پراتیں (مٹی سے بنی ہوئی پرات جن میں دیہاتی عورتیں آٹا گوندھتی تھیں) ٹکڑے ٹکڑے ہو گئیں اور ان پر سناٹا چھا گیا۔ وہ سب اس منظر کو دیکھتی ہی دیکھتی رہ گئیں مگر ان میں سے کسی نے ذرہ سی کوئی بات بھی مجھے نہ کہی کیونکہ وہ ہمارے استاد جی کا بڑا ادب واحترم کرتی تھیں۔ چونکہ میں انکا شاگرد تھا لہذا ان کے ادب واحترم کی وجہ سے عورتوں نے مجھے کوئی ذرا سی بات بھی نہ کی۔

بابا جی ہنستے ہوئے اور گویا اسے جہاد قرار دیتے ہوئے فرماتے کہ میرے ڈنڈے نے بڑے بڑے کارنامے سرانجام دیے ہوئے ہیں۔ یہ واقعہ بلکہ سارے واقعات بابا جی پنجابی میں سناتے ہیں راقم نے پنجابی میں سنے ہوئے اس قصے کو اپنی زبان میں بیان کیا جسے آپ روایت بالمعنی کہہ سکتے ہیں۔ الفاظ تو بہت مختلف ہو سکتے ہیں مگر خلاصہ اور حاصل مطلب یہی ہے کہ بابا جی نے جو کارنامے سرانجام دیے ان میں ایک یہ کارنامہ بھی ہے جبکہ بابا جی کے مزید کارناموں میں لوگوں کے حقے توڑنے اور ڈھول پھاڑنے کے واقعات بھی بڑی تعداد میں ہیں جن میں وہ بتاتے ہیں کہ جٹ ہل چلا رہے ہوتے اور میں انکا حقہ توڑ کر بھاگ جاتا وغیرہ۔

﴿غریب کی ،،ھا،،اللہ کا عرش ہلا سکتی ہے﴾

راقم نے بابا جی کا جو قصہ نقل کیا وہ ایک غریب علاقے کا ہے جس میں عورتیں دائی سے روٹیاں پکوانے آئیں تھیں مگر واپس جاتے ہوئے ان کے ہاتھ میں روٹیاں تو در کنار وہ برتن بھی نہ تھا جس میں آٹا لیکر آئیں تھیں ۔ یہاں ایک طرف تو ان عورتوں کا کردار ہے کہ وہ اپنے اس شدید نقصان کے باوجود محض اس وجہ سے خاموش ہوگئیں کہ یہ ہمارے استاد کے پاس پڑھتے ہیں لہذا ایک حرف تک ان کی زبانوں سے نہ نکلا۔ جبکہ دوسری طرف ان بابا جی کا کارنامہ ہے جو اس وقت اسی طرح کے نوجوان تھے جس طرح کے اس وقت مسجدیں فتح کرنے والے مماتی شیر جوان ۔ چنانچہ انہوں نے عورتوں کے اس ادب واحترام کا وہ بدلہ دیا جو آپ اوپر ملاحظہ کر چکے ہیں۔ پھر آٹے جیسا رزق ڈنڈا مار کر جو مٹی میں ملا کر جہاد کیا گیا وہ بھی سب سمجھ سکتے ہیں کہ کتنا بڑا جہاد اور ثواب کا کام ہے۔

یہاں سب سے اہم بات اس جہاد کے ثمرات کی ہے ذرا سوچیے ان عورتوں کے دل پر کیا گزری ہوگی جب ڈنڈا مار کر انکا آٹا مٹی میں ملا دیا گیا ؟؟؟ ممکن ہے ان میں کوئی ایسی عورت بھی ہو جن کے گھر اس آٹے کے سوا کچھ نہ ہو کہ دیہاتوں میں ایسے غریب لوگ بکثرت ہوتے ہیں۔ سوچئے کہ ان میں کوئی اس سطح کی غریب ہوئی تو اس بے چاری عورت پر کیا گزری ہوگی ؟ ممکن ہے ان میں کوئی ایسی بچی ہو جسکی بیمار ماں بھوک کی شدت میں مبتلا ہو اور اس بیمار ماں کو پتہ چلا ہو کہ ایک مجاھد نے ہمارا آٹا مٹی میں ملا دیا ہے ۔۔۔ ذرا سوچیے کہ اس پر کیا گزری ہوگی ؟ ۔۔۔۔۔ بالفرض ان میں سے کسی کے دل سے ،،،ہا،،،نکل گئی ہو تو خود دل پر ہاتھ رکھ کر بتائیں کہ عرش بریں سے کیا فیصلہ آیا ہوگا ؟

بابا جی کا سنایا ہوا قصہ **روایت بالمعنی** کے طور پر نقل کیا جا چکا ہے۔ اللہ کے فضل سے بابا جی بقید حیات ہیں روایت بالفظ سننے کے خواہش مند ان سے سن کر تسلی کر سکتے ہیں ۔ جہاں تک راقم کی فکر وفہم کام کرتی ہے صاحب ،،پیش گفتار،، بابا جی کے اسی جہاد اکبر کا فیض اثر اور اسی ڈانگ کی برکت وثمرہ ہیں اور ان صاحب

کا چھوٹے چھوٹے بچوں پراسی ڈانگ کی برکات وثمرات کا پرتو ڈالنا اسی جہاد کا نتیجہ ہے۔اوراپنے تیار کئے ہوئے ان شیر جوانوں کے ذریعے افتراق،انشقاق اور مسجدوں پر دھاوا بولنے کی تحریک اس ڈانگ کی کاری ضرب سے پیدا ہوئی ہے جس ڈانگ نے روٹیاں پکوانے آنے والی عورتوں کے خلاف خوب جہاد کیا اور گندھے ہوئے آٹے کو اس ڈانگ نے خاک میں ملا دیا اب جٹوں کے حقوں پر چھاپہ مار جنگ مسلط کرنے والی ڈانگ نے جو راہ جہاد عنائیت کیا ہے اس پر چلنے والے مساجد کو میدان جنگ نہ بنائیں گے تو آپ ہی بتائیے بھلا وہ حق جہاد کہاں ادا کریں گے؟؟؟

﴿اپنی قوم کے فرزندوں سے درخواست﴾

انسان جو کچھ کرتا ہے اسے بھگتنا بھی پڑتا ہے غلطی انسان سے ہو جاتی ہے مگر ایسی غلطی جس میں کسی کمزور مخلوق کا دل تڑپایا گیا ہو اگر ایسی کمزور مخلوق کے دل سے،،ہا،،نکل گئی ہو تو وہ نسلوں کو تباہ کرنے کے لیے کافی ہوتی ہے ۔نبی رحمت ﷺ نے اسی لیے فرمایا تھا ۔

،،**اتق دعوت المظلوم فانهالیس بینها و بین الله حجاب**،،(بخاری،مسلم)

مظلوم کی بددعا سے بچو کہ مظلوم اور عرش الہی کے مابین کوئی پردہ حائل نہیں ہوتا

جو حالات راقم کی آنکھوں نے دیکھے اس کو دیکھتے ہوئے بہت ڈر لگتا ہے کہ کہیں اپنا آٹا ڈانگ کی ضرب میں کھو دینے والی بچیوں عورتوں اور کمزور دلوں سے کوئی،،ہا،،نہ نکل گئی ہو جس نے راہ حق کی خدمت کرنے والی توفیق ہی سلب کر لی ہو اللہ نہ کرے ایسا ہو مگر کردار و گفتار کے شرارے اس امکان کو رد نہیں کرنے دیتے۔

پس میری ملت کے فرزند یہ بات یاد رکھیں کہ ہماری برادری میں،،عقیدہ حیات النبی ﷺ،،سے انکار کی تحریک لوگوں کے حقے توڑ ڈانگ کی ضرب تلے سے پیدا ہوئی ہے اور اس اختلاف کے جہان میں زمانہ جاہلیت کا سورج اس وقت غروب ہو رہا تھا جب بڑی سرکار نے رشتہ ازواج میں ناکامی کے بعد ازدواجی رشتہ کا قبلہ تبدیل کیا اس تحویل کے بعد نئی روشنی پیدا ہوئی پھر روشن خیالی نے ڈانگ کی پرانی ضربوں کو جدید اسلحہ

سے لیس کر کے مسجدوں کے میدان جنگ میں جہادا کبر کے لیے اتارا۔آپ بڑے شوق سے مماتیت کا طوق گلے میں ڈالیے مگراس تحریک کی اپنی قوم میں اصل بنیاد، اسکا عروج اور پس منظر سامنے رکھ کر اپنے انجام کا خیال ضرور رکھنا کہیں ایسا نہ ہو کہ بے خبری میں مارے جاؤ اور بعد میں پشیمان ہونا پڑے۔

وماتوفیقی الاباللہ

علیہ توکلت

<u>وھو رب العرش العظیم</u>

الباب الاول

نحمد ہ و نصلی و نسلم علی رسولہ الکریم امابعد !

،،اپنے پیاروں کی دکھ سازیاں،، کے جواب میں مماتی عزیزوں نے جو جواب لکھا ہے اس پر انکا شکر گزار ہوں کہ انہوں نے میری کم از کم دو بھاری قسم کی غلط فہمیوں کو دور کر دیا ہے کہ اگر ان کی یہ جوابی تحریر نظروں سے نہ گزرتی تو شاید راقم انہیں غلط فہمیوں کے ساتھ ہی دنیا سے رخصت ہوتا۔ایک تو یہ کہ قرآن کریم نے صدیوں پہلے جو اپنی زبان سے خود کو مومن کہنے والوں کے بارے میں بتایا تھا کہ

،، هَآنْتُمْ اُولَآءِ تُحِبُّوْنَهُمْ وَ لَا يُحِبُّوْنَكُمْ ،، (آل عمران)

ترجمہ: دیکھو تم تو ایسے ہو کہ ان سے محبت رکھتے ہو مگر وہ تم سے محبت نہیں رکھتے۔

آگے آیت میں اسکی دلیل بھی دی ہے،،وَ اِذَا لَقُوْكُمْ قَالُوْآ اٰمَنَّا،،کا دعوی بھی نقل کیا اور انکے غیض وغضب کا عالم بھی بیان کیا۔مگر غیظ کی یہ حالت صرف پیٹھ پیچھے ہوتی تھی منہ پر نہیں۔اب،، دکھ سازیاں،،تو انکو یہ بتا رہی تھیں کہ ظالموں! تمہارا یہ اور یہ طرز عمل ٹھیک وہی ہے جو ان ،،وَ اِذَا لَقُوْكُمْ قَالُوْآ اٰمَنَّا،، کہنے والوں جیسا ہے اس کو چھوڑ کر اپنی اصلاح کرو اس میں تمہارا سراسر نقصان ہے دنیا کا بھی اور آخرت کا بھی۔

،،دکھ سازیاں،، نے ایک ایک بات کی نشاندہی کی اور پھر پیار سے کبھی ناراضگی کے عالم میں تو کبھی غصہ میں غیروں کے کردار سے ہٹانے کی کوشش کی ،،اپنے پیاروں کی دکھ سازیاں،،کو اگر ان سے محبت نہ ہوتی تو وہ اتنے کرب میں مبتلا ہو کر کیوں صدا دیتی؟

تم شیعہ کیا قادیانی یا یہودی ہو جاتے بھلا اس کا،، دکھ سازیاں،، والے کو کیا نقصان ہونا تھا؟! مگر محبت کا جذبہ تھا جس نے مجبور کیا اور محض الزام نہیں،تمہاری زبان و بیان اور طرز عمل کا حوالہ دے کر بتایا کہ یہ طریقہ غلط ہے خدا کے لیے اپنی عاقبت اور بچوں کی زندگیاں برباد نہ کرو۔۔مگر اس محبت کا جواب وہی دیا گیا جو چاچا

رمضان کے بیٹے پر پہلے آزما چکے تھے۔ یہاں تک کہ وہ اللہ کے حضور جا پہنچے۔ جی ہاں راقم اپنے سمجھ کر ان کو،، اپنے پیاروں،،، سے مخاطب کرر ہا تھا۔ راقم کو ان کی اس محبت نے مجبور کیا تھا جو کسی بھی رشتہ دار کو دوسرے سے ہوسکتی ہے۔ یہی جذبہ محبت ہے جو کسی عزیز کو غیروں کے طریقہ پر دیکھ کر انسان کو پریشان اور اصلاح احوال پر مجبور کرتا ہے۔ مگر اس جذبہ محبت سے مجبور کے اقدام اصلاح پر جو جواب آیا وہ عین قرآنی خبر کے مطابق ہے۔

کہ،،هَاَنْتُمْ اُولَآءِ تُحِبُّوْنَهُمْ وَ لَا يُحِبُّوْنَكُمْ ،، (آل عمران)

تم تو ان سے محبت کرتے ہو مگر وہ تم سے محبت نہیں کرتے۔

راقم اپنے مالک مہربان کا جس قدر شکر ادا کرے کم ہے اس مہربان نے لاتعداد نعمتوں میں یہ نعمت بھی شامل فرمائی کہ جنکی اصلیت جان لینا اور حال دل سے واقف ہوسکنا میرے بس میں نہ تھا اس کے لیے،، **الله علیم بذات الصدور**،، نے قرآن کی یہ آیت صدیوں پہلے نازل فرما کر ایسے لوگوں کی اصلیت دکھا دی۔

﴿ آؤ کہ قرآن کی روشنی میں تمہیں تمہارا منہ دکھاؤں ﴾

،،جوابی رسالہ،، کا جو اشتہار سوشل میڈیا پر شائع کیا گیا اور مذکورہ رسالہ میں جو الفاظ استعمال کیے گئے جس سے تمہارا مقصد راقم کو اس حال میں مبتلا کرنا تھا جس میں چاچا محمد رمضان کے بیٹے کو مبتلا کر چکے تھے۔ ان کے لکھے ہوئے وہ الفاظ تو الزام نہیں ہے ناں! وہ تو تم بخوشی لکھ چکے ہو اسی تصور کو ذہن میں رکھ کر قرآن کریم کا شیشہ دیکھ لیجیے تمہیں تمہاری بالکل اصلی شکل وصورت نظر آجائے گی۔۔۔۔ یہ ہیں سورۃ قصص کی آیت نمبر ۲۱ سے ۲۵؛؛ جن میں اللہ کریم نے ارشاد فرمایا۔۔۔۔۔۔ (یہاں قرانی ایات لکھنی ہیں)۔۔۔۔

ترجمہ: اور ایک دن وہ شہر میں ایسے وقت داخل ہوئے جب اس کے باشندے غفلت میں تھے تو انہوں نے دیکھا کہ وہاں دو آدمی لڑ رہے ہیں ایک تو انکی برادری کا تھا اور دوسرا انکی دشمن قوم کا۔ اب جو شخص انکی برادری کا تھا اس نے انہیں ان کی دشمن قوم کے آدمی کے مقابلے میں مدد کے لیے پکارا۔ اس پر موسیٰؑ نے اس کو ایک

مکا رسید کیا جس سے اسکا کام تمام کردیا۔(پھر)انہوں نے پچھتا کر کے کہا کہ یہ تو کوئی شیطان کی کاروائی ہے حقیقت یہ ہے کہ وہ ایک کھلا دشمن ہے جو غلط راستے پر ڈال دیتا ہے۔کہنے لگے میرے پروردگار میں نے جان پر ظلم کرلیا آپ مجھے معاف فرمادیجیے، چنانچہ اللہ نے انہیں معاف کردیا۔یقیناً وہی ہے جو بہت بخشنے والا بڑا مہربان ہے۔موسیٰ نے کہا میرے پروردگار آپ نے مجھ پر انعام کیا ہے تو میں آئندہ کبھی مجرموں کا مددگار نہیں بنوں گا۔

پھر صبح کے وقت وہ شہر میں ڈرتے ڈرتے حالات کا جائزہ لے رہے تھے اتنے میں دیکھا کہ جس شخص نے کل ان سے مدد مانگی تھی وہ پھر انہیں فریادرسی کے لیے پکار رہا ہے۔موسی نے اس سے کہا کہ معلوم ہوا کہ تو تو کھلا شریر ہے۔پھر جب انہوں نے اس کو پکڑنے کا ارادہ کرلیا جو ان دونوں کا دشمن تھا تو اس نے کہا۔اے موسی کیا تم مجھے بھی اسی طرح قتل کرنا چاہتے ہو جیسے تم نے کل ایک آدمی کو قتل کردیا تھا۔تمہارا مقصد اس کے سوا کچھ نہیں کہ تم زمین میں اپنی زبردستی جماو اور تم مصلح بننا چاہتے ہو۔اور (اس کے بعد یہ ہوا کہ) شہر کے بالکل دور دراز علاقے سے ایک شخص دوڑتا ہوا آیا۔اس نے کہا کہ اے موسی سردار لوگ تمہارے بارے میں مشورہ کررہے ہیں کہ تمہیں قتل کرڈالیں اس لیے تم یہاں سے نکل جاو،یقین رکھو میں تمہارا خیر خواہ ہوں۔چنانچہ موسیٰ ڈرتے ڈرتے حالات کا جائزہ لیتے شہر سے نکل کھڑے ہوئے کہنے لگے میرے پروردگار مجھے ظالم لوگوں سے بچالے۔

﴿وضاحت کی چند گزارشات﴾

آپ نے آیات کا ترجمہ ملاحظہ فرمالیا اب اس کا مفہوم سمجھنے کے لیے چند امور ملاحظہ فرمائیں۔

(ا)اس قصہ کا مرکزی کردار حضرت موسیٰ کی برادری کا وہ شخص ہے جسے اللہ تعالی نے،، هٰذَا مِنۡ شِيۡعَتِهٖ وَ هٰذَا مِنۡ عَدُوِّهٖ‌ۚ،، کہا ہے یعنی یہ حضرت موسی کا شیعہ تھا۔

(۲) برادری کے اس شخص نے اپنا حق برادری ادا کرنے کی ابتدا یہاں سے کی کہ اس نے حضرت موسیٰؑ سے ایسا کام کروادیا جسے قرآن کریم ،،من عمل الشیطان،، کے الفاظ سے نقل کرتا ہے گویا برادری میں کچھ ایسے بھی ہوتے ہیں جو اپنے ہی برادری کے لوگوں کو (خاص کر ان رشتہ داروں کو جو دین سے نسبت رکھتے اور اللہ کے قریب ہونے کا جذبہ رکھتے ہوں)،،عمل شیطان،، پر لگانے کے لیے بھر پور محنت اور کوشش کرتے رہتے ہیں

(۳) حضرت موسیٰؑ کے اس برادری والے نے ایک،،عمل شیطان،، کے بعد پھر اسی جیسے ایک اور کام کی طرف بلایا۔یعنی برادری کے اس جیسے لوگ،،عمل شیطان،، اور غلط ترین کام ہو جانے پر نادم یا شرمندہ نہیں ہوتے، گویا یہ عمل شیطان کوئی برا کام ہے ہی نہیں۔پس حضرت موسیٰؑ تو پہلے والا عمل ہو جانے کے بعد ڈر گئے اور اللہ کریم سے معافی مانگی مگر برادری والے اس شخص نے اللہ تعالی سے کیا ڈرنا تھا الٹا اگلے دن ایک اور شخص کا گلو ین پکڑے ہوے تھا اور پکار رہا تھا کہ اے موسیٰؑ جلدی آکر اس کا بھی وہی حال کرو جو کل والے کا کیا۔

(۴) حضرت موسیٰؑ نے برادری کے اس شخص کی بات کو نہ مانا بلکہ اس پر سخت ناراض ہوئے اس کو،،غوی مبین۔۔۔تو تو کھلا شریر ہے،، کہا اور اس کو ان غلط کاموں سے روکنے کی کوشش کی جس میں برادری کا یہ شخص مبتلا ہو چکا تھا۔

آپ دنیا کا کوئی ایسا باشعور آدمی تلاش نہیں کر سکتے جس کے اندر کوئی رتی بھر ایمان بھی ہو پھر کوئی ناخن بھر مقدار دینی علم کی بھی رکھتا ہو وہ اس خدائی ہدایت کو پڑھ کر یہ کہے کہ حضرت موسیٰؑ کو اپنے اس برادری والے سے دشمنی اور عداوت تھی! یا اپنے برادری والے پر ان کے اس غصے کو جو ان آیات سے معلوم ہو رہا ہے کوئی یہ کہے کہ یہ غصہ اپنی برادری والے سے دشمنی کی وجہ سے تھا۔بلکہ بات یہ ہے کہ حضرت موسیٰؑ کے سامنے اس برادری والے کا غلط مزاج اور جرائم میں مبتلا ہونا واضح ہو گیا تھا۔اور وہ غصے سختی اور اپنی ناراضگی سے اسکی اصلاح چاہتے تھے تا کہ وہ اس غلط کام سے باز آجائے۔

(۵) برادری کا یہ شخص حضرت موسیٰؑ کی پوری کوشش کے باوجود اپنے غلط کام سے تو باز نہ آیا البتہ الزام تراشی

کے نشتر ضرور چلانے لگا۔اب ملاحظہ کریں کہ اگرچہ حضرت موسیٰؑ کے الفاظ میں ناراضگی اورغصہ تھا،مگراس ناراضگی میں دشمنی نہیں تھی بلکہ اصلاح کا جزبہ تھا۔لیکن برادری والے کی جوابی کاروائی یہ تھی کہ،، وَ مَا تُرِیْدُ اَنْ تَكُوْنَ مِنَ الْمُصْلِحِیْنَ(۱۹)

(٦)برادری کے اس شخص نے صرف یہی الزام نہیں لگایا کہ تم بڑے مصلح بننا چاہتے ہو بلکہ اس نے حضرت موسیٰؑ پر،، جَبَّارًا فِی الْاَرْضِ ،،،،کا بہتان بھی باندھا۔

(۷)برادری کے اس شخص نے حضرت موسیٰؑ کی اصلاحی کاوش پرصرف یہی بہتان لگانے پر اکتفانہیں کیا کہ آپ تو،، جَبَّارًا فِی الْاَرْضِ ،، یابڑے مصلح بننا چاہتے ہوحالانکہ اس کی بربادی اورتباہی کے لیے یہی چار حرف ہی کافی تھے۔مگر برادری کے اس شخص کواصلاح کرنے والے سے جو وحشت ،نفرت اورعداوت تھی وہ بس ان بہتانات سے غذایاب نہیں ہوسکتی تھی اس لیے برادری کے اس شخص نے وہ حد بھی کراس کرڈالی جس سے آگے کوئی حد ہی نہیں۔

(۸)جیسا کہ اہل علم کا بیان ہے حضرت موسیٰؑ کی ضرب سے قضا ہونے والا(مرنے والا)شخص کوئی عام فرد نہیں،بلکہ شاہی دربار کا خاص فرد تھالہذا ضارب کی تلاش زوروں پر تھی جس کا اس برادری والے کوبخوبی علم تھا ۔چنانچہ حضرت موسیٰؑ کوانکے جذبہ اصلاح کی سزادیتے ہوئے اس برادری والے نے عین اس وقت،، كَمَا قَتَلْتَ نَفْسًا ۢ بِالْاَمْسِ ﷺ،،کانعرہ لگایا جس جملہ کوبولنے سے حضرت موسیٰؑ کے لیےدار کےعلاوہ کوئی راہ نہ بچتی تھی سووہی ہوا یعنی جوں ہی اس برادری والے نے حضرت موسیٰؑ کا یہ راز اوٹ کیا تو بغیر کسی تاخیر کےفرعونی دربارسج گیااوراس برادری والے کی فرعونی دربار کے لئے خدمات کی برکت سے فرعونی دربار نے حضرت موسیٰؑ کےقتل کا فیصلہ سنادیا۔اور یہ اشتہار جاری کردیا کہ موسی(علیہ السلام)جہاں کہیں ملیں ان کوفوری گرفتار کر کے(زندہ یامردہ)دربار میں پیش کیا جائے۔

(۹)یہ اس برادری والے کا احسان تھا جو بلاخر حضرت موسیٰؑ کوڈرتے ڈرتے شہر سے نکلنا پڑا،، فَخَرَجَ مِنْهَا

خَآئِفًا يَّتَرَقَّبُ ۫

﴿اقرب جب عقرب بن گئے﴾

،،اپنے پیاروں کی دکھ سازیاں،، لکھنے والے نے نام کا پہلا لفظ ہی ،،اپنے،،لکھا یعنی یہ اپنوں سے کہی جانے والی باتیں ہیں نہ کہ غیروں سے ! پھراس میں اصلاح احوال کی کوشش کی گئی جس کی وضاحت پیچھے گزر گئی مگر اس کے جواب میں برادری والے نے کیا کہا؟

آپ وہ اشتہار ذہن میں لائیے جو اپنے رسالے کی مشہوری کے لیے سوشل میڈیا پر پھیلایا گیا،،رسالے میں لکھے ہوئے وہ مخصوص الفاظ دیکھیے جو انہوں نے غیض وغضب میں جل کر لکھے۔جس سے رسالے والوں پر دہشت بیٹھی ہوئی ہے۔پھرقرآن مجید میں بتائے گئے اس برادری والے کی مخبریاں ملاحظہ کیجیے۔

اگرآپ چاہیں تو اسوقت کے حالات اور موجودہ دور کے حالات ۔۔اس وقت کے حکمران اور دورحاضر کے حکمران ۔۔اورانبیاء پراس وقت کی آزمائش اور دورحاضر میں اہل حق پر جاری آزمائش کامعمولی سا تصور اپنے دماغ میں رکھ کرسوچ سکتے ہیں جس سے آپ کوموجودہ کرداروں کی پہچان میں بہت مدد مل سکتی ہے۔

راقم کے خیال میں اس پر مزید کسی وضاحت کی ضرورت نہیں ۔اوپردرج قرآن کریم سے حاصل ہونے والے صرف،،نو،،نمبر ملاحظہ فرمالیں جس میں اس برادری والے کا حال بتایا گیاہے جس کا تعارف قران کریم نے ،،هٰذَا مِنۡ شِيۡعَتِهٖ ،، کہہ کرکروایاہے۔پہلے تو یہ دیکھیں کہ قرآن نے اس برادری والے کی جو عادتیں بیان کی ہیں وہ سب کی سب یہاں کی برادری میں پورے کمال کے ساتھ پائی جارہی ہیں۔حضرت موسیٰؑ کاقصور بھی صرف اتنا تھا کہ انہوں نے برادری والے اس شخص کے غلط کام پر تنقید کی تھی۔اور،،دکھ سازیاں،،کاقصور بھی نمازوں ،جنازوں کی تفریق وتقسیم ،،عقیدہ حیات النبیﷺ،، رکھنے والوں پر کفروشرک کے فتوے،،قومی عزتوں کو بے نکاحی بنانے اور برادری کوتوڑ کرتارتار کرنے جیسے غلط کاموں پر تنقید کی ہے۔جس کے جواب

میں وہاں جو ظالمانہ اقدام ہوا، یہاں پر بھی صورت حال بالکل اسی طرح کی ہے۔یقین نہ آئے تو سوشل میڈیا پر جوابی رسالے کے لئے چلائے گئے اشتہار دیکھ لیں۔

﴿،،ھٰذَا مِنْ شِیْعَتِہ،، کے متبعین کی بہتان تراشیاں اوراللہ کی تائید﴾

برادری کا وہ شخص بھی مصلح کو،،جَبَّارًا فِی الْاَرْض،، کہہ رہا تھا۔۔اور یہ بھی قومی درد۔اور نصیحت کو،، جارحانہ لہجہ،،(جوابی رسالہ ص۳) کہہ رہے ہیں۔

اس برادری والے نے بھی،،وَ مَا تُرِیْدُ اَنْ تَکُوْنَ مِنَ الْمُصْلِحِیْنَ(۱۹) ،،کا بہتان باندھا۔۔اور یہ بھی،،،اصلاح وخیر خواہی کے دعویدار(ایضا) بظاہر خیر خواہی کا دم بھرتے ہوئے (ایضا۳۳) حضرات محترم اس عقیدہ شہدا کو حیات روحانی جنتی ملتی ہے کے قائلین پر موصوف صاحب نے تقریبا سات ۷ ظالمانہ فتوے لگائے ہیں کہ اس عقیدہ کے قائلین مفتری علی اللہ ،کافر،ظالم،جھوٹے،رافضی،شیعہ اور بھونڈہ بازی کرنے والے ہیں۔ہم اس عقیدہ کی فہرست میں تین آیات دس احادیث دس اقوال مفسرین وتابعین اور دس علمائے دیوبند کی تصریحات ذکر کر چکے ہیں تو اب موصوف مفرور کے زہر آلود فتوؤں کی زد میں خود عزت مآب حضرت محمد ﷺ صحابہ اکرام رضوان اللہ علیہم اجمعین تابعین مفسرین اور تمام اکابرین علمائے دیوبند سب آرہے ہیں اور مصنف ان پر کفر وظلم وغیرہ جیسے بدترین بہتان لگارہے ہیں۔(ایضا۵۲۔۵۳) کہتے ہوئے پائے گئے ہیں۔

اللہ کی شان کریمی پر قربان کہ راقم کی مبہم سی کہی ہوئی بات کو مالک مہربان نے کس صراحت ووضاحت سے اور صاف الفاظ میں ان کا تعارف بنا کر،،،ھٰذَا مِنْ شِیْعَتِہ ،، کے الفاظ میں بیان فرمادیا۔راقم نے تو بس اتنا کہا تھا کہ تمہاری فلاں اور فلاں عادت شیعوں والی ہے جس کا انہوں نے سخت برا منایا بلکہ منہ بھر کر،،سب،،کیا مگر اللہ کریم نے اس قسم کے برادری والوں کا تعارف ہی ،،شیعتہ ،، کہہ کر کروایا۔۔۔اب ملاحظہ کریں اللہ کریم نے کس کو کس مقام پر رکھا ہے؟؟؟یعنی اس قرآنی قصہ میں کوئی کردار موسیٰ تھام کر کھڑا ہے تو کوئی برادری

والے کا کردار زندہ کیے ہوے ہے۔۔۔کوئی وقت کے فرعونوں کا معتوب ہے اور کوئی ان کا سہولت کار۔۔۔کوئی حضرت موسیٰؑ کے ہجرت الی المدین کی طرح اپنے وطن سے بے وطن ہے تو کوئی برادری والے کی طرح اپنی موج میلوں میں مست۔۔۔۔اوراس کی طرح اپنی قوم کے بچوں بڑوں کو وقت کے نبی کی گستاخی پر لگانے کی جدوجہد میں مصروف ہیں۔۔۔کوئی حضرت موسیٰؑ کی طرح،،خائف،،اور کوئی برادری والے کی طرح بے خوف۔۔۔اب تنہائی میں بیٹھ کر تھوڑی دیر سوچیں اور کسی سے نہیں خود اپنے ضمیر سے فیصلہ کروائیں کہ۔۔۔۔۔کون کس کے نقش قدم پر ہے اور اللہ تعالی کی تائید کس کو حاصل ہے؟؟؟

﴿آج کی حیرت انگیز خبر﴾

آج ۱۱ مارچ ۲۰۲۰ء بروز بدھ صبح ۷ بجکر ۲۵ منٹ پر چھوٹے بھائی محمد اشرف کا واٹس ایپ تحریری میسج موصول ہوا جس میں میرے بھائی محمد اشرف (اللہ کریم اپنی شان کریمی سے ان کو اوران کی آل اولاد کو اپنی رضا والے کاموں کے لیے قبول فرمائے۔امین) نے اپنے ایک مضمون میں ایک حیرت انگیز خبر سے آگاہ کیا۔کہ
ہم (یعنی مولانا عبدالجبار اور محمد اشرف از راقم) ایک مدرسہ الجامعہ الاسلامیہ فیصل آباد میں پڑھتے تھے اس وقت میں بھی مماتی تھا مجھے بھی یہی کچھ سکھایا جاتا تھا کہ معاذ اللہ نبی پاک ﷺ ۔۔۔۔۔۔۔۔ ہیں۔میری زبان لرزتی ہے کہ میں وہ لفظ کہوں بس یہ سمجھ لیں ،،انک میت،، کا رٹا لگوایا جاتا کہ اب بھی حضور ﷺ ، اِنَّکَ مَیِّتٌ ، ہیں۔مجھے یہی سمجھایا جاتا کہ آپ نے اپنے بھائی مولانا محمد ریاض صاحب سے مناظرہ کرنا ہے۔اور پھر میں عبدالجبار کے کہنے پر اپنے بڑے بھائی مولانا صاحب سے مناظرہ کرتا اور دوسرا بھائی فلک شیر صاحب سے بھی بحث کرتا اور جیسا کہ اس ماحول سے میں نے سیکھا تھا خوب شور کرتا اور زور زور سے بولتا تا کہ دوسرا میرے سامنے مغلوب ہو جائے اور سننے والے سمجھ لیں کہ میں سچا ہوں۔اور دوسرا جھوٹا ہے میرے اس کارنامے پر مجھے خوب داد ملتی اور حوصلہ افزائی کی جاتی یوں میں ان میں ایک فاتح اور کامیاب مناظر مشہور ہوگیا۔(میری آپ بیتی کے جھروکے)

یہ بات تو واقعہ ہے کہ برادر عزیز جس وقت فیصل آباد کے مذکورہ مدرسہ میں طالب تھے تو مناظرے مباحثے کرنا اور راقم کو طرح طرح سے پریشان کرنا ان کا معمول تھا۔مگر راقم کے وہم وگمان میں بھی کبھی نہ آیا کہ ان کو اس کام کے لیے باقاعدا ابھارا جاتا تھا۔راقم کا خیال بس اس حد تک تھا کہ بچہ ہے جذباتیت غالب ہے اور ماحول کے اثر سے بچے متاثر ہو ہی جاتے ہیں مگر یہ عقدہ راقم کے سامنے بھی آج کھلا کہ ہنس کر بغل گیر ہونے والے اور اپنی قربت و دوست داری کے دعوے داغنے والے پس پردہ راقم کے لیے کیا عزائم رکھتے اور کن جزبات سے لبریز تھے۔قرآن کریم نے ٹھیک اسی طرح کے لوگوں کا حال یہ فرما کر کھولا ہے کہ

وَ اِذَا لَقُوْکُمْ قَالُوْٓا اٰمَنَّا ۚ ۖ وَ اِذَا خَلَوْا عَضُّوْا عَلَیْکُمُ الْاَنَامِلَ مِنَ الْغَیْظِ ؕ (آل عمران)

ترجمہ:جب وہ آپ سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں ہم ایمان لائے اور جب تنہائی میں جاتے ہیں تو تمہارے خلاف غصے کے مارے اپنی انگلیاں چباتے ہیں۔

الغرض مماتی قبیلہ نے اپنی اصلیت دکھا کر راقم کی اس غلط فہمی کو دور کر دیا کہ جیسے راقم ان کے لیے محبت اور خیر خواہی کے جذبات رکھتا ہے دوسری طرف سے بھی ایسے ہی جذبات محبت پائے جاتے ہونگے مگر یہ راقم کی غلط فہمی تھی اللہ کریم نے محض اپنے فضل سے دور فرما دی

﴿دوسری غلط فہمی جو دور ہو گئی﴾

راقم جب سے قدموں پر چلنے اور خود کو سنبھالنے کے قابل ہوا تب سے مدارس اسلامیہ سے وابسطہ ہے طالب علمی کا دور اور پھر تدریس کا ایک طویل سفر طے کیا جا چکا ہے اس عرصہ میں طلباء کے مزاج دیکھنے اور سمجھنے کا جو تجربہ ہوا اس کے مطابق یہ ہے کہ طلباء کے مزاج میں جزباتیت غالب ہوتی ہے وہ جو کچھ پڑھ رہا ہوتا ہے اس کے نزدیک صرف وہی بات حق اور سچ ہوتی ہے جبکہ اسکی سوچ سے ٹکرانے والی ہر شے باطل اور غلط ہوتی ہے جسکا سبب محدود معلومات ،مخصوص ماحول ،نظر و فکر اور عقلی صلاحیتوں کا بچکانہ اور کچا پن ہوتا ہے ۔چنانچہ

ایسا بہت دفعہ دیکھا گیا ہے کہ فقہی مسائل پڑھتے وقت جب طلباء اپنے مسلک کے دلائل اور وجوہ ترجیح پڑھتے ہیں تو بسا اوقات دیگر حضرات فقہاء سے بدگمانی سی ہونے لگتی ہے۔

یہی وجہ ہے کہ اہل حق حضرات جہاں اپنے مذھبی مسائل ،دلائل اور وجوہ ترجیح بیان کرتے ہیں وہاں دیگر فقہائے کرام کے کارنامے مقام ومرتبہ، دینی خدمات، امت میں انکی مقبولیت ،زہد وتقوی اور امانت، دیانت وغیرہ جیسے عنوانات پر زوردار تقریریں فرماتے ہیں۔تاکہ طلباء کے کمزور احساسات پر بدگمانی کا قبضہ نہ ہو سکے اور جہاں کہیں اساتذہ طلباء میں اعتدال کی کیفیت پیدا کرنے کے لیے اس بات کا اھتمام نہ کریں وہاں طلباء میں بے اعتدالی زور پکڑ جاتی ہے جو بسا اوقات بڑھ کر گستاخی تک جا پہنچتی ہے۔جب نوبت یہاں تک پہنچ جائے تو پھر اس مرض میں مبتلا طلباء امت کے لیے فتنہ اور بربادیوں کا سامان بن جاتے ہیں خاص طور پر اس وقت جب ان بے اعتدالیوں میں وہاں کے اساتذہ تائید اور حوصلہ افزائی کرنے والے بن جائیں چنانچہ غیر مقلدین مدارس کے طلباء عام طور پر اس مرض میں مبتلا پائے جاتے ہیں کیونکہ انکی مفرط طبائع پر انکے اساتذہ عام طور پر تائید کنندہ بنے ہوتے ہیں۔[**الاماشاء الله**]

مگر اللہ کے فضل سے اہلسنت والجماعت کے اکابرین ،مدارس اور اساتذہ نے پوری احتیاط سے اس بات کا اہتمام کیا ہے کہ طلباء کے مزاج میں بے اعتدالی اور افراط وتفریط پیدا نہ ہونے پائے۔چنانچہ راقم نے اپنے کریم اور شفیق اساتذہ کرام کو اس بارے میں بھرپور اہتمام کرتے دیکھا اور اختلافی ونزاعی مسائل میں احتیاطی امور کو مضبوط داڑھوں سے پکڑے رکھنے کا بار بار حکم دیتے پایا۔بالخصوص امت کے مابین پائے جانے والے اختلافی امور میں لب کشائی سے پورے زور کے ساتھ روکا جاتا ہے کہ محدود معلومات اور فکر ونظر میں عدم وسعت کے باعث کوئی طالب علم کہیں افراط یا تفریط کا شکار نہ ہو جائے جو کبھی بدزبانی اور گستاخی کی شکل اختیار کر سکتی ہے اور زبان کا غیر محتاط استعمال بچوں کی زندگیاں بلکہ دونوں جہاں برباد کر سکتے ہیں۔

﴿آپ بیتی کی چند مثالیں﴾

خود راقم کا روز اول سے تا حال معاملہ اللہ کے فضل سے اس طرح رہا ہے مدرسہ تعلیم القرآن راجہ بازار ہو یا جامعہ اسلامیہ فیصل آباد راقم کے جاننے والے جانتے ہیں کہ ان اداروں سے تعلق رہا ہے؟ میرا چھوٹا بھائی ،،پیش گفتار،، والوں کے ساتھ پڑھتا رہا ہے۔مگر راقم نے کبھی بھی اس بات پر کوئی جنگ نہیں کی کہ تم وہاں کیوں پڑھنے گئے؟ راقم کے کتنے ہی ایسے قریبی رشتے والے حضرات ہیں جن کے بچے صاحب پیش گفتار کے ہاں پڑھنے گئے ۔مگر راقم نے کبھی کوئی ایک حرف بھی اس عنوان پر کسی کو نہیں کہا ان تمام امور کی وجہ وہی فکر و خیال تھا جو راقم نے امت کے داخلی مسائل میں پائے جانے والے اختلاف سے متعلق اپنے اساتذہ کی تعلیم و تربیت سے حاصل کیا تھا۔ کہ طلباء کو ان مسائل میں بحث و مباحثہ کی اجازت نہیں بلکہ اگر کبھی طلباء اس قسم کے مسائل میں یا مختلف جماعتوں پر تبصرہ بازی میں مبتلا ہوئے تو ان کے بارے میں اساتذہ کرام تادیبی کاروائی کرتے تھے۔

لہذا اپنا یہی خیال رہا کہ مکابرہ و مجادلہ بازی طلباء کا ذاتی فعل اور انکا جذباتی پن ہے ان طلباء کی مفرط طبیعتیں اپنے ذاتی جذبات سے مغلوب ہو کر مساجد وغیرہ کو میدان جنگ بناتے اور انکی تخریب میں کوشش کرتے ہیں۔ مدرسہ یا ان کے پڑھانے والوں کا اس قسم کی تربیت سے کوئی تعلق نہیں ہوسکتا۔زیادہ سے زیادہ کبھی کبھار دل ہی دل میں یہ شکوہ ضرور پیدا ہوتا کہ استاد تو طالب علم کے لیے باپ کا درجہ رکھتا ہے۔مگر یہ کیسے استاد اور باپ ہیں جن کو ان بچوں کی جوانیوں اور صلاحیتوں کے غلط مصرف اور برباد ہونے پر ذرا ترس نہیں آتا۔ بھلا انکی گستاخانہ زبانیں جو اپنے بڑوں اور علم والوں پر یوں دراز ہوتی ہیں اس کو سن کر کاتب تقدیر ان کے لیے کیا فیصلہ فرمائے گا؟؟؟

یہ بات تو عام دنیادار بھی جانتے ہیں کہ زبان بندے کو آباد کرتی ہے یا برباد کرتی ہے یہ تو بچے اور کمزور عقل والے ہیں جو نہیں جانتے کہ ان بے اعتدالیوں کے نتائج کتنے بھیانک اور خطرناک ہوں گے مگر ان کے استاد

تو جانتے ہیں ان کو اپنے بچوں پر اتنا ترس بھی نہیں آتا؟

پس یہ شکوہ بس ذھن میں آتا تھا مگر یہ تو کبھی سوچا بھی نہ تھا کہ بڑوں کی پگڑیاں اچھالنے میں ان بیچارے بچوں کا قصور ہی نہیں بلکہ یہ تو ان کی تعلیم وتربیت کا نتیجہ اور پڑھائے ہوئے سبق ہیں جو وہ بچے اپنے استاد سے محبت کا حق ادا کرنے کے لیے سناتے اور لوگوں کی پگڑیاں اچھالتے پھر رہے ہیں۔ راقم کی اس غلط فہمی کے ازالے کے لیے صاحب،، پیش گفتار،، کا یہی جملہ کافی ہوگیا جوان صاحب نے خود نقل کیا کہ۔۔۔ میں نے کہا بیٹا۔۔۔ آپ ابھی طالب علم ہیں اگر آپ جواب تحریر کرنا چاہیں تو میری طرف سے اجازت ہے (پیش گفتار ص۳)

﴿برادر صغیر کا انکشاف﴾

راقم کے ذہن میں جو غلط فہمی تھی کہ استاد کوئی بھی ہو اسکو اپنے عزیز شاگردوں کی زندگی اور مستقبل بڑا محبوب ہوتا ہے۔ وہ کبھی یہ نہیں چاہتا کہ میری تربیت بچوں کا آنے والا وقت خراب اور معاشرے میں انکو،، چٹا کاں،، بنا کر سب سے تنہا کر دے۔ مگر راقم کی یہ غلط فہمی،، پیش گفتار،، والوں نے ختم کر دی جو شاگرد کو اسی کام پر ابھار رہے تھے جس پر طائف والوں نے داعی الی الحق رسول ﷺ کی توہین وتذلیل کیلئے اپنے لڑکوں کو ابھارا۔ رہتی سہتی کسر برادر صغیر کے اس انکشاف نے پوری کر دی جو راقم اوپر نقل کر آیا ہے۔ اب یہ بات تو ہر عقل وشعور رکھنے والا آدمی جانتا ہی ہے کہ کسی بھی طالب علم کی عزت وقار اسکے اچھے اخلاق، ادب واحترام اور اپنی اچھی نسبت کا لحاظ رکھنے سے وابسطہ ہے۔ ہر استاد اپنے شاگرد کو انہی باتوں کی تعلیم دیتا ہے تا کہ یہ بچے اپنی کریمانہ گفتگو سے پہچانے جائیں۔ اپنے بڑوں کا ادب کر کے انکی شفقتوں اور دعاوں کا استحقاق حاصل کر لیں۔ ماں باپ کا ادب واحترام کر کے ان کے اعتماد کو اور مضبوط کریں، اپنی زبانوں کو پوری احتیاط سے استعمال کریں تا کہ ان میں نبوی اخلاق کا پرتو آئے۔

مگر صد افسوس کہ یہاں تو یہ تعلیم دی جانے لگی کہ۔۔۔ آپ ابھی طالب علم ہیں اور طالب علم کے علم میں کمال اور نور علم تب ہی آسکتا ہے جب طالب علم اپنی قوم کے سن رسیدہ مولویوں کے لیے۔۔۔ زہر آلود قلم چھین

لے اور بے لگام زبان کو گدی سے کھینچ لے۔۔۔ایسی مذہبی دہشت گردی تو رشدی کے لٹریچر میں بھی میسر نہ ہوگی۔۔ایسے دریدہ دہن سے بڑا طاغی اور باغی کون ہوگا۔۔۔موصوف کے بے عقلی ڈھکوسلوں کے منہ توڑ جواب دے نیز حضرت اقدس کے سولہ اکاذیب کو تشت از بام کیا (جوابی رسالہ ص۵۲۔۵۳) جیسے اخلاق کریمانہ۔۔۔۔شان طالبعلمانہ۔۔۔۔اور مشک وعنبر سے دھلی ہوئی زبان استعمال کرے۔

اب ہو طالب علم اور اپنی عمر سے بڑے کسی مولوی کو،،، رشدی ملعون سے تشبیہ دے،،، دریدہ دہن۔۔طاغی اور باغی کہے۔۔۔اسے جھوٹا قرار دے۔۔۔۔اسکی باتوں کو عقلی ڈھکوسلے کہے۔۔۔۔وہ اس مولوی کو منہ توڑ دینے کا دعویدار بنے۔۔۔۔اسکی قلم کو زہر آلود بتائے۔۔۔۔اسکی زبان کو بے لگام بتا کر گدی سے باہر کھینچ لینے کا خواہش مند بنے۔۔۔۔اور اس کے استاد محترم اس پر یہ اعلان مسرت جاری فرمائیں۔۔۔دیکھ کر انتہائی مسرت ہوئی کہ ایک چھوٹے سے بچے نے خود تراشیدہ عقیدہ پر مشتمل دلائل کے مٹی کے گھروندے ریزہ ریزہ کر کے فضائے آسمانی میں بکھیر دیے اور چند لفظوں سے گھڑنتو مذہب کا بیڑہ غرق کر دیا۔۔۔(ایضاص۳)

گویا استاد صاحب اس کاروائی پر جشن مسرت منانے کے انداز میں داد دیتے ہوئے واہ واہ کے ڈونگرے برسائیں۔اس سے یہ حقیقت سورج نصف النہار کی طرح واضح ہو رہی ہے کہ یہاں بچوں کو بدزبانی و بداخلاقی کی باقاعدہ تربیت دی جاتی ہے۔اپنی عمر سے بڑوں کی بے عزتی کرنے کی ترغیب دی جاتی ہے۔پھر بچے جب زبان کو قینچی و استرا بنا لیتے ہیں تو اس پر ان کے استادوں کو،، ماشاءاللہ،، بڑی مسرت ہوتی ہے۔اس نیک کام اور مجاہدانہ کارنامے پر صرف حوصلہ افزائی ہی نہیں بھرپور داد دی جاتی ہے۔گویا اس نے کشمیر فتح کرلیا اور انڈیا آزاد کروا کر اپنے استاد کا نام روشن کر دیا ہو۔

باقی ان بچوں کو معاشرے میں کیا مقام اور جگہ ملے گی اس کے بارے میں مستقبل کے احوال سے بے خبر بچے تو کچھ سوچ نہیں سکتے۔رہ گئے استاد تو ان کا حال سب کے سامنے ہے!اب جن بچوں کا حال انکی کمزور فہمی اور استادوں کی نوازشات کی نظر ہو گیا ان کے لیے یہی کہا جا سکتا ہے کہ،، جب بکریوں پر بھیڑیے پہریدار ہوں

تو بکریوں کا،،،اللہ حافظ،، ،۔

﴿پیش گفتار کی رفتار﴾

،،اپنے پیاروں کی دکھ سازیاں،،کوئی باقاعدہ کتاب یا تصنیف نہیں بلکہ ایک خط ہے جو کچھ گھنٹوں میں راقم نے اصلاح ،احوال کی غرض سے چند مخصوص افراد کے لیے لکھا چونکہ ان مہربانوں کی مفرط طبائع سے لگا تار بہت سارے ایسے امور دیکھنے اور سننے کو ملے جس سے قلبی دکھ ہوا لہذا ازراہ اصلاح احوال واحتجاج، چند امور کی نشاندہی کی اور اصلاح احوال کے لئے اس خط میں درخواست کی۔ پھر یہ خط لکھ تو دیا مگر کمپوز ہو جانے کے بعد ایک آدھ دفعہ دیکھ کر اسے نظر انداز کر دیا اور غلطیوں کی اصلاح کے لیے بھی دوبارہ دیکھنے پر طبیعت آمادہ نہ ہوئی جس کی بڑی وجہ یہی ہے کہ راقم کے خیال میں اس طرح کے کاموں پر وقت صرف کرنا ضیاع وقت کے مترادف ہے۔لہذا دوبارہ اسکی طرف توجہ نہ کی یہاں تک کہ گزشتہ دنوں پتہ چلا کہ اس خط کا جواب منظر عام پر آ گیا ہے سب سے پہلے سوشل میڈیا پر وہ اشتہار دیکھا جو یار لوگوں نے اپنے رسالے کی تشہیر کے لیے پھیلایا تھا۔ پھر بذریعہ واٹس ایپ وہ رسالہ بھی مل گیا جو جواب کے طور پر لکھا گیا تھا اس رسالے کو راقم نے بقائمی ہوش وحواس پڑھا اور آج اللہ کریم کی توفیق کے ساتھ مقدمہ وابتدائی تمہید عرض کرنے کے بعد اس رسالے کا جواب شروع کرتا ہوں۔اللہ کریم ہی میرا مددگار اور کارساز ہے۔

رسالے کی ابتدا اس،،پیش گفتار،، سے ہوئی ہے جس لکھنے والے مولانا عبدالجبار توحیدی صاحب ہیں انہوں نے اپنی اس گفتار میں کس طرح کی رفتار اختیار کی ہے اس کا جائزہ کچھ بعد میں عرض کیا جاتا ہے پہلے موصوف کے اس ارشاد پر ایک نظر ڈالتے ہیں جس میں،،دکھ سازیاں،، دیکھنے اور اپنے شاگرد کی درخواست رد کرنے کے بعد لکھتے ہیں۔۔۔،،ساتھ ہی میں نے بچے کو استھزاء کہا،،(جوابی رسالہ۔۳)

﴿،،استہزا،،کن کی عادت ہے؟﴾

موصوف نے بچے کے سامنے جو کچھ کہا ہے وہ کوئی ایسا پیچیدہ جملہ نہیں جو سمجھا نہ جاسکتا ہو بلکہ سادہ اور عام فہم جملہ ہے،،پیش گفتار،،والا،،اپنے پیاروں کی دکھ سازیاں،،پر تبصرہ کرتے وقت،، بچے کو استھز اء کے طور پر کہتا ہے،،اس سے یہ بات تو صاف طور پر معلوم ہوگئی کہ یہ صاحب فعل استھز اء کے مرتکب ہوئے۔لہذا اگر کوئی استھز اکرنے والوں کے بارے میں دینی سرمایہ کی ہدایات سامنے رکھتا ہے اور قرآنی ہدایات کی روشنی میں اس عادت کا شکار کوئی گروہ تلاش کرکے ان صاحب کو اس استھز اکرنے والے گروہ میں شامل قرار دیتا ہے تو یہ ان پر کوئی بہتان نہیں ہوگا کیونکہ ان صاحب نے تحریری طور پر اپنی اس عادت کا صاف اعتراف کیا ہے کہ میں نے استھز اکے طور پر اس طالب علم کو کچھ کہا۔اب اللہ تعالی کی کتاب سے معلوم کرتے ہیں کہ ایسے لوگ جو اپنی زبان سے خود کو مومن اور توحیدی بھی کہتے ہوں اور ان میں،استھز ا،والی عادت بھی موجود ہو وہ کون لوگ ہیں؟اور کیا کسی ایمان والے کو اس طرح کی عادت اختیار کرنے کی اجازت ہے؟ تو اللہ کریم اس بارے میں فرماتے ہیں۔

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا یَسْخَرْ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ عَسٰۤى اَنْ یَّكُوْنُوْا خَیْرًا مِّنْهُمْ وَ لَا نِسَآءٌ مِّنْ نِّسَآءٍ

(الحجرات)

ترجمہ:اے ایمان والوں نہ تو مرد دوسرے مردوں کا مذاق اڑائیں ہوسکتا ہے کہ وہ (جن کا مذاق اڑا رہے ہیں)خود ان سے بہتر ہوں اور نہ عورتیں دوسری عورتوں کا مذاق اڑائیں۔

اب ایمان والوں کی عادت تو یہ نہیں ہوسکتی کیونکہ اللہ کریم نے ایمان والوں کو تو اس عادت سے روک دیا ہے ۔مگر ایسا بھی نہیں کہ خود کو مومن اور توحیدی کہنے والا کوئی بھی ایسا نہ ہو جن کی استھز اکرنے والی عادت نہ ہو۔ بلکہ بات یہ ہے کہ یہ ایمان والوں کی عادت نہیں ہے کیونکہ ایمان والوں کو تو اللہ کریم نے اس عادت سے

روک دیا ہے۔ پھر سوال یہ ہے کہ وہ استھزا والے آخر کون لوگ ہیں؟ اللہ کریم نے ان کا ذکر قرآن کریم میں فرمایا ہے جو استھزا کی عادت میں مبتلا تھے چنانچہ سورہ الحجر میں باری تعالی کا ارشاد ہے۔

وَ لَقَدْ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِکَ فِیْ شِیَعِ الْاَوَّلِیْنَ(۱۰) وَ مَا یَاْتِیْهِمْ مِّنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا کَانُوْا بِهٖ یَسْتَهْزِءُوْنَ(۱۱)(الحجر)

ترجمہ: اور اے پیغمبر ﷺ ہم آپ سے پہلے بھی پچھلی قوموں کے مختلف گروہوں (شیعوں) میں اپنے پیغمبر بھیج چکے ہیں اور ان کے پاس کوئی ایسا رسول نہیں آتا تھا جس سے وہ استھزا نہ کرتے ہوں۔

ثُمَّ کَانَ عَاقِبَةَ الَّذِیْنَ اَسَآءُوا السُّوْٓآٰی اَنْ کَذَّبُوْا بِاٰیٰتِ اللّٰهِ وَ کَانُوْا بِهَا یَسْتَهْزِءُوْنَ (الروم۔۱۰)

ترجمہ: پھر جن لوگوں نے برائی کی تھی انکا انجام بھی برا ہوا کیونکہ انہوں نے اللہ کی آیتوں کو جھٹلایا تھا اور وہ ان کا مزاق اڑایا کرتے تھے

یعنی یہ استھزا کرنے والی پارٹی بڑی پرانی اور لمبے عرصے سے چلی آرہی ہے۔ان کا م یہی ہے کہ وہ اللہ کا حکم سن کر اس حکم الہی کو پہچانے والے کا استھزا کرتے ہیں۔

اب اگر معمولی سا انصاف پلے باندھ کر،، اپنے پیاروں کی دکھ سازیاں،، ملاحظہ کریں تو اس میں اللہ تعالی کی نازل کی ہوئی دو آیات تھیں جن سے حاصل ہونے والے عقیدہ کو کھولنے اور واضح کرنے کی کوشش کی گئی تھی یا ان کی چند ایسی عادات کی نشاندہی تھی جو اللہ کی طرف سے بھیجے ہوئے کلام کے خلاف تھیں پھر اللہ تعالی کی آیات کے مطابق اپنے عقیدہ کی اصلاح کرنے کی دعوت تھی اور احکامات الہیہ کے خلاف اختیار کی ہوئی عادتوں سے باز آنے کی دعوت تھی۔۔۔امت اسلام میں اختلاف وانتشار کی عادت سے بچنے کی ترغیب تھی جس کو پڑھ کر یہ صاحب بہادر اس پر استھزا کرنے لگے اور استھزا کا تحریری ثبوت فراہم کرکے،، اِلَّا کَانُوْا بِهٖ یَسْتَهْزِءُوْن (الحجر۔۱۱) کی پیروی کا حق ادا کیا۔

﴿ایک معقول اشکال اوراس کا حل﴾

یہاں یہ معقول اشکال اٹھتا ہے کہ ان آیات میں موجود،،استھز ا،،کوان ،، یَسْتَھْزِءُوْن ،، کے ساتھ ملانا درست نہیں اس لئے کہ یہ،،استھــز ا،،کرنے والے اللہ کے نبیوں پرایمان لانے کے دعویدار ہیں جبکہ سورۃ الحجر وغیرہ میں مذکور، ،یَسْتَھْزِءُوْن،، انبیاءاللہ کے منکر تھے۔لہذا یہ استھز اکرنے والے صاحب بہادراور سورۃ حجر وغیرہ والے،، یَسْتَھْزِءُوْن،،ایک طرح کے نہیں ہوسکتے۔

جواباعرض ہے ان صاحب بہادر نے اللہ کی ،،آیات ،،ان کی توضیح ومتعلقات وغیرہ پڑھ کر جواستھز اکیا یہ ان،، یَسْتَھْزِءُوْن،،کی پیروی ہے جو صاحب بہادر کیلئے ان،، یَسْتَھْزِءُوْن،،کےانجام میں مبتلا ہونے کے لیے کافی ہے مگر پھر بھی چونکہ وہ پرانے،، یَسْتَھْــزِءُوْن ،،رسولوں کی تکذیب کرتے تھےاور یہ صاحب بہادراستھز اکرنے میں توان کے ساتھ شریک ہیں مگرزبان سےانبیاء پرایمان لانے کے دعویدار بھی ہیں یعنی استھز امیں توان کے ساتھ ہیں مگرانبیاء کاانکارکرنے میں ان کے ساتھ ہونے سے انکاری ہیں اس لیے راقم اس اشکال کوفراخ دلی سے قبول کرتا ہے اور ایک بار پھر اپنے مالک مہربان کے دراقدس پر حاضر ہوتا ہے ۔تاکہ اس اشکال میں اٹھائی گئی اس شق کے بارے میں اللہ کریم کی روشنی سے راہنمائی حاصل کی جائے۔

پس یہ سورۃ البقرہ کی آیت ۔۱۴ہےجس میں اللہ تعالی ارشادفرمارہے ہیں۔

،،وَ اِذَا لَقُوا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا قَالُوْٓا اٰمَنَّا ۚۖ وَ اِذَا خَلَوْا اِلٰی شَیٰطِیْنِهِمْ ۙ قَالُوْٓا اِنَّا مَعَكُمْ ۙ اِنَّمَا نَحْنُ مُسْتَهْزِءُوْنَ(۴..البقرہ)

ترجمہ:اور جب یہ ایمان والوں سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم ایمان لائے اور جب یہ اپنے شیطانوں کے پاس تنہائی میں ہوتے ہیں تو کہتے ہیں ہم تمہارے ساتھ ہیں ہم تو (ان کے ساتھ)مذاق کرر ہے تھے۔

اس آیت سے جن،، مستھز ون،،کا پتہ چل رہا ہے وہ ایسے لوگ ہیں جواپنے مومن ہونے کے دعویدار بھی ہیں

کہ ہم تو مومن اورتو حیدی ہیں اور اپنے اس دعوی کے ساتھ وہ ،،مستھز ون،، بھی ہیں ۔پس اگر سورۃ الحجر والے ،،یستھزون ،، کے ساتھ صرف،، استھز ا،، میں مطابقت اور انبیاء اللہ کے انکار وتکذیب میں عدم مطابقت ہے تو سورۃ بقرہ کی اوپر درج آیت کے،،مستھز ون،، سے تو ان صاحب کی مطابقت جوتے کے دو پاوں جیسی برابرسرابر ہے کہ یہ،،مستھز ون،، خود کو نبی کریم ﷺ کا منکر نہیں کہتے تھے بلکہ اپنے مومن اورتو حیدی ہونے کا بابا نگ دہل اعلان کرتے تھے۔ان میں دعوی ایمان کے ساتھ استھز ا کی عادت موجود تھی پس خود کوتو حیدی اور مومن کہنے اور استھز ا کرنے میں آیت بالا والے اور ،،پیش گفتار،، والے صاحب بہادر برابر ہیں۔لہذا اس باب میں ان دونوں کا شرعی حکم بھی برابر ہوگا۔

﴿ان مستھز ون کےتو حیدی ہونے کا دعوی﴾

اوپر درج کی گئی آیت میں جن لوگوں کے بارے میں بتایا گیا کہ وہ اپنے ،،مستھز ون،، ہونے کا اعتراف کرتے اور خاص لوگوں کے سامنے اللہ کے بندوں کا استھز ا کرتے تھے۔یہ وہ لوگ تھے جو منہ بھر بھر کر اپنے تو حیدی اور مومن ہونے کا اعلان کرتے تھے۔لطف کی بات یہ ہے یہ،،مستھز ون،،جن حضرات کا،،استھز ا،، ،کرتے تھے وہ پکے مومن تھے اور اللہ تعالی پر ایمان لانے میں وہ بڑے ہی خالص اور کھرے تھے۔مگر وہ اپنے مومن ہونے کا ایسا اصرار اور دعوی نہیں کرتے تھے جیسے یہ،،مستھز ون،،اپنے تو حیدی ومومن ہونے پر زوردار اصرار کرتے نظر آتے تھے۔چنانچہ قرآن کریم گواہ ہے کہ اللہ تعالی نے تو انکو مومنون ،راشدون ،مفلحو ن ،فائزون،مومنون حقا وغیرہ کہا ہے مگر صحابہ کرام اپنی زبان سے خود کوتو حیدی کے القاب سے مشہور کرتے ہوئے نہیں پائے گئے۔

البتہ وہ لوگ جو اپنے خاص مرکز مدرسہ وغیرہ جہاں صرف استادشاگر دوغیرہ خود ہوتے ہیں وہاں ایمان والوں کا،،استھز ا،،کر کے مستھز ون کہلاتے ہیں۔ان کی یہ عادت ہے کہ وہ خود کو کسی نا کسی طرح تو حیدی ومومن مشہور کرنے کی کوشش کرتے رہتے ہیں۔چنانچہ اللہ تعالی نے ان کی ،،استھز ا،،والی عادت نقل کرنے سے

پہلے دومرتبہ ان کی مذکورہ عادت کو بیان کیا کہ یہ اپنے توحیدی اورمومن ہونے پر بڑا زور دیتے ہیں چنانچہ اوپر کی آٹھویں آیت میں فرمایا

،، وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَ بِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ (البقرہ)اس آیت میں،،اٰمَنَّا بِاللّٰه ،، کہہ کرانہوں نے اپنے توحیدی ہونے کا برملا دعوی کیا

اسی طرح سورۃ نور میں ہے۔۔۔۔ ،،وَ يَقُوْلُوْنَ اٰمَنَّا بِاللّٰه،،الخ (نور)

سورہ عنکبوت میں ہے۔۔۔۔۔،، وَ مِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ ،،(عنکبوت)

سورۃ ؛بقرہ ۱۴۔۶۔۷۔۔۔آل عمران ۱۱۹۔۔۔نساء ۶۰۔۔۔مائدہ ۴۱۔۶۱ وغیرہ بہت سارے مقامات پر اللہ تعالی نے انکے اس دعوی کونقل کیا کہ یہ اپنے توحیدی ومومن ہونے پر بہت زور دیتے تھے حتی کہ اس دعوی پر قسمیں بھی اٹھاجاتے تھے۔چنانچہ سورہ توبہ۔ ۵۶ ۔۔۔۔بقرہ ۲۰۴۔۔میں قسمیں اور،،منافقون ،،۔۔۔میں،، نَشْهَد،،جیسے زوردار الفاظ تک استعمال کرتے دکھائے گئے ہیں کہ ہم تو توحیدی ہیں مومن ہیں وغیرہ ۔۔گویا صاحب بہادر خاص اپنے مرکز میں جہاں کہ بس استادشاگرد ہوتے ہیں وہاں،،استھزا،،کرنے میں ان مذکورہ،،مُسْتَهْـــزِءُوْن،،کے ہم خیال وہم کردار ہی نہیں بلکہ ان،،مُسْتَهْـــزِءُوْن،،کی اوپر مذکوردوسری عادت یعنی اپنے توحیدی ومومن قرار دینے کی تشہیر وپبلسٹی میں بھی جوتی کے دو پاوں کی طرح برابر واقع ہوے ہیں۔

﴿بڑے ادب سے غور وفکر کی دعوت﴾

راقم ان مذکورہ گزارشات کے بعد بصد احترام غوروفکر کی دعوت دیتا ہے کہ اللہ کے حاضر ناظر ہونے کا عقیدہ دماغ میں تازہ رکھ کر اپنی قبر حشر پیش نظر رکھتے ہوئے غور فرمائیں۔کہ

(۱)،،پیش گفتار،،والے صاحب بہادر کا،،استھزا،،بھی تحریری ثبوت ہے اوران،،مُسْتَهْـــــــــزِءُوْن،،

کا،،استھز ا،،بھی۔

(۲) یہ صاحب بھی خود کو مومن کہتے ہیں اور وہ،،مُسْتَھْزِءُوْن ،،بھی خود کو مومن کہتے ہیں۔

(۳) یہ صاحب بھی مختلف ذرائع (نام کے سابقے لاحقے) سے اپنے دعوی کی تشہیر کرتے رہتے ہیں اور وہ بھی اپنے دعوی کی تشہیر کرتے رہتے تھے۔

(۴) صاحب بہادر نے جس کا،،استھز ا،،کیا وہ ہے تو سخت گنہگار البتہ اللہ کریم نے محض اپنی رحمت سے اہل ایمان کے ساتھ وابسطہ فرمایا ہوا ہے۔کاش کہ اس کو خاتمہ بالایمان نصیب ہو اور آخرت میں اہل ایمان کی جوتیوں میں ہی جگہ نصیب ہو جائے جبکہ وہ،،مُسْتَھْــــزِءُوْن،، جنکا،،استھز ا،،کرتے تھے ان کے مومن ہونے پر تو اللہ کا قرآن گواہ ہے۔

(۵) اگر وجہ،، استھز ا،، پر غور فرمائیں گے تب بھی معاملہ دونوں جگہ تقریبا ایک جیسا نظر آئے گا۔وہ جو،،مُسْتَھْــــزِءُوْن،،صحابہ کرام سے،،استھز ا،،کرتے تھے اور اپنے توحیدی و مومن ہونے کے دعوی کے باوجود صحابہ کرام کی طرح مومن نہیں بننا چاہتے تھے۔اس کی وجہ یہی تھی ناں۔کہ صحابہ صرف اللہ کو ہی نہیں مانتے تھے بلکہ وہ اللہ کو ماننے کے ساتھ اللہ کی بھی مانتے تھے مگر،،مُسْتَھْــــزِءُوْن،،کو صحابہ کرام کا یہ کمال ،،سفاہت،،نظر آتا تھا لہذا انہوں نے اللہ کو ماننے کا دعوی تو کیا مگر اللہ کی ماننے کے لیے وہ آمادہ نہ ہو سکے ۔ورنہ اگر وہ اللہ کی مان لیتے تو پھر،،مُسْتَھْــزِءُوْن،، کیسے ہو سکتے جبکہ اللہ تعالی تو،،سورۃ حجرات،،میں ایمان والوں کو اس کام سے روک چکا ہے لہذا انہوں نے اللہ کو ماننے کا دعوی تو کیا مگر اللہ کی نہیں مانی۔

منتسب جوابی رسالہ جن کی تعریف یہ ہے۔۔۔۔۔استاذ العلما پیکر اخلاص حضرت مولانا عبدالجبار توحیدی صاحب حفظہ اللہ جو کہ شبانہ روز اس (جس میں استاد شاگرد خلوت پا کر استھز ا کی کمائی کرتے ہیں۔راقم) چمن اسلام کی ہر طرح سے آبیاری کرنے میں کمر بستہ ہیں۔(جوابی رسالہ۔ص۔ا) ان صاحب بہادر کے بارے میں بھی کوئی رتی بھر انصاف کا دامن تھام کر غور کیا گیا تو حال اوپر والوں سے مختلف نہیں ہوگا۔کہ صاحب بہادر

اللہ کو ماننے کے دعویدار تو ہیں مگر اللہ کی ماننے کے لیے تیار نہیں ورنہ،،سورۃ الحجرات۔آیت نمبر ۱۱،،نازل ہوجانے کے بعد بھلا یہ صاحب بہادر وہ کام کیوں کرتے جس سے اللہ کریم نے منع کیا ہے؟؟؟

﴿ان کے بارے میں اللہ کا اعلان﴾

اوپر کی گزارشات سے،،استھز ا،،کرنے والے صاحب بہادر اور،،مُسۡتَھۡزِءُوۡن،،کا باہمی رشتہ اور تعلق تو معلوم ہوگیا۔اب اللہ کریم نے انکے بارے میں امت کو جو ہدایات جاری فرمائی ہیں وہ بھی ملاحظہ کر لینی چاہیے تاکہ معلوم ہوجائے کہ ان کے بارے میں اللہ تعالی کس طرح کا نظریہ رکھنے کا حکم دیتا ہے۔چنانچہ سورۃ بقرہ کی ابتدا ہی میں اس قسم کے لوگوں کا دعوی ایمان نقل کرنے کے بعد ارشاد فرمایا

۔۔۔وَ مَا ھُمۡ بِمُؤۡمِنِیۡنَ۔۔البقرہ ۸) حالانکہ وہ (فی الحقیقت) مومن نہیں ہیں۔

یہاں پر فعل ماضی کے جواب میں جملہ اسمیہ کیوں لایا گیا؟ واوحالیہ، ما نفی کی، ھم ضمیر انفصال کی لانے کا فائدہ کیا ہے؟ بِمُؤۡمِنِیۡن پر با زائدہ کیوں داخل کی گئی؟،،اٰمَنَّا،،ماضی کے جواب میں،،،مااٰمَنُوۡا،،یا اس جیسے کسی اور جملہ کے بجائے،، مومنین ،،اسم فاعل کا صیغہ لانے سے کیا مفاد ظاہر کیا گیا؟ یہ وہ وضاحت طلب امور ہیں جن میں علم وحکمت کے خزانے موجزن ہیں مگر اس مقام پر ان تفصیلات کا عرض کرنا ممکن نہیں اس سلسلے میں راقم کی ،،آیات الرحمان فی کشف الکتمان ،رسائل کشف الکتمان ،قرآن ہم سے کچھ کہتا ہے ،،وغیرہ کا مطالعہ مفید ہوسکتا ہے یہاں بس اتنا عرض کرنا ہے کہ جو اللہ کے ماننے کے دعویدار ہیں کہ جی ہم تو توحیدی ہیں مگر وہ اللہ کی ماننے کے لیے تیار نہیں۔تو ایسے لوگوں کو اللہ،،وَ مَا ھُمۡ بِمُؤۡمِنِیۡن،،کہتا ہے۔

صرف یہی نہیں بلکہ قرآن کریم میں ان کے بارے میں جگہ جگہ اس طرح کے فتوے بیان فرمائے گئے ہیں ۔سورۃ نور میں فرمایا ہے۔

وَ مَاۤ اُولٰٓئِکَ بِالۡمُؤۡمِنِیۡنَ(۴۷) (النور)۔۔۔۔۔۔ترجمہ: یہ لوگ (حیقت میں) مومن نہیں ہیں۔

ایک اور جگہ ارشاد فرمایا۔۔ اُولٰٓئِکَ لَمۡ یُؤۡمِنُوۡا (احزاب)۔۔۔یہ لوگ ہرگز ایمان نہیں لائے۔

ایک جگہ تو اللہ تعالی نے صاف لفظوں میں انکے توحیدی ہونے سے انکار کردیا۔فرمایا

و لایومنون باالله۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔وہ اللہ پر ایمان نہیں رکھتے۔

اب کہتے تو یہ خود کو مومن اور توحیدی وغیرہ سب کچھ ہیں مگر کیا اللہ تعالی بھی ان کے القاب کو واقعہ قرار دیتا ہے؟ اسکے لئے قرانی ہدایات میں موجود ارشادات الہی کو ملاحظہ فرمایئے؟ تاکہ دلوں کے چھپے اس راز کو،،،**اللہ علیم بذات الصدور**،،، کے کلام سے آپ جان سکیں کہ اصل حقیقت کیا ہے۔

﴿ان کے بارے میں قرآن کیا کہتا ہے؟﴾

وہ لوگ جو،،استھزا،،کی عادت میں ڈوبے ہوئے ہیں ان،،مُسۡتَهۡـزِءُوۡن،،کا حال قرآن کریم میں جگہ جگہ بیان کیا گیا ہے۔اللہ کریم نے ان کے دعوی ایمان کو رد بھی کیا ہے اور،،کفروا،،جیسے الفاظ استعمال فرما کر ان کی حقیقت بھی بتائی ہے وہ خود کو مومن کہتے ہیں مگر اللہ تعالی ان کو،، وَ مَـا هُـمۡ بِـمُـؤۡمِـنِيۡنَ،،کہتا ہے۔وہ خود کو توحیدی کہتے ہیں اور اللہ تعالی ان کو،، اَنَّهُمۡ كَفَرُوۡا بِاللّٰهِ وَ بِرَسُوۡلِه،،(توبہ) کہتا ہے۔یعنی۔بیشک وہ اللہ اوراس کے رسول سے کفر کرتے ہیں۔۔۔اسکا فرمان ہے

اَنَّهُمۡ كَفَرُوۡا بِاللّٰهِ (توبہ)۔بیشک وہ اللہ کا انکار کرتے ہیں۔

یعنی باوجودیکہ یہ اپنے توحیدی ہونے پر بڑا اصرار کرتے اور مختلف طریقوں سے خود کو اسی نسبت سے مشہور کرتے ہیں مگر اللہ کریم ان کے اس دعوی کی تردید اور تکذیب کرتا ہے کہ یہ توحیدی نہیں بلکہ،،**كَفَرُوۡا بِاللّٰهِ**،، ہیں۔۔۔اب اگر یہ،،**كَـفَرُوۡا بِاللّٰهِ**،،ہونے کے باوجود خود کو توحیدی کہتے ہیں تو اس کی غرض،، **يُـخٰدِعُوۡنَ اللّٰهَ وَ الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا** ؕ،،،(البقرہ) ہے۔۔یعنی یہ اللہ اور ایمان والوں کو دھوکہ دیتے ہیں

قرآن کریم کا ان کے بارے میں فیصلہ یہ ہے کہ۔

،،**وَ قَدۡ دَخَلُوۡا بِالۡكُفۡرِ وَ هُمۡ قَدۡ خَرَجُوۡا بِهٖ** ؕ (المائدہ)

ترجمہ: حالانکہ تحقیق یہ کفر لیکر ہی آئے تھے اور اسی کفر کو لیکے باہر نکلے ہیں۔

،، وَ لَا یَحْزُنْکَ الَّذِیْنَ یُسَارِعُوْنَ فِی الْکُفْرِ ،،آل عمران)

ترجمہ: اے پیغمبر ﷺ) جولوگ کفر میں ایک دوسرے سے بڑھ کر تیزی دکھا رہے ہیں وہ تمہیں صدمے میں نہ ڈالیں۔

ان کا انجام کیا ہے؟ اللہ تعالی فرماتے ہیں۔

،، وَ تَزْهَقَ اَنْفُسُهُمْ وَ هُمْ کٰفِرُوْنَ(۵۵)،، (توبہ)

۔۔اور انکی جان بھی کفر کی ہی حالت میں نکلے گی۔

مزید فرمایا۔۔۔۔ وَ اللّٰهُ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الظّٰلِمِیْنَ (آل عمران)

اور اللہ ظالم قوم کو ہدایت نہیں دیتا۔

﴿آپ ان فتووں پر کیا کہیں گے؟﴾

راقم نے ،، دکھ سازیاں ،، میں ان غلط کاموں کی نشاندہی کی جو آنجناب جیسوں کی مفرط طبیعتوں نے اختیار کرلی تھیں پھر یہ عرض کیا تھا کہ یہ غلط کام تو غیروں سے مشابہت اور گمراہی کا راستہ ہیں جس کا انجام کبھی خیر نہیں ہوتا۔۔مگر ایک خیر خواہی کرنے والے کے ساتھ آپ نے وہی کیا جولوگ نصیحت کرنے والوں کے ساتھ پہلے سے کرتے آئے ہیں۔نصیحت کرنے والے فرماتے۔

،،، اِنِّیْٓ اَخَافُ عَلَیْکُمْ عَذَابَ یَوْمٍ عَظِیْمٍ(۵۹) ،،، (اعراف)

ترجمہ: یقین جانو مجھے سخت اندیشہ ہے کہ تم پر ایک زبردست دن کا عذاب نہ آ کھڑا ہو۔

مگر قوم ناصح کی اس فکر کو خود پر حملہ تصور کرتے اور ناصح کو کہتے ۔

،،،اِنَّا لَنَرٰکَ فِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ(۶۰)

ترجمہ: ہم تو یقینی طور پر دیکھ رہے ہیں کہ تم کھلی گمراہی میں مبتلا ہو

کوئی ناصح کو یوں کہتا ۔۔۔۔۔۔

اِنَّا لَنَرٰکَ فِیۡ سَفَاھَۃٍ وَّ اِنَّا لَنَظُنُّکَ مِنَ الۡکٰذِبِیۡنَ(٦٦)

ترجمہ: ہم تو یقینی طور پر دیکھ رہے ہیں کہ تم بیوقوفی میں مبتلا ہواور بیشک ہمارا گمان یہ ہے کہ تم ایک جھوٹے آدمی ہو۔

پس تم نے راقم کومخبوط الحواس کہا راقم کی سادگی کوفریب قرار دیا، راقم کو۔سیخ پا، آگ بگولہ، طیش باز، غاصب ، جارح وغیرہ جومنہ میں آیا سب اگل دیا صرف اسی لیے کہ راقم نے تمہاری ان غلطیوں کی نشاندہی کی تھی جو روافض سے گویا تم نے مستعار لے رکھی تھیں ۔تمہارا خیال ہے کہ راقم نے تمہارے دل دہلا دینے والے ظالمانہ فتوے لگائے ہیں جس کے جواب میں رسالہ لکھ کر اپنے غصے کی بھڑاس نکالی گئی۔چلیں،، دکھ سازیاں،، نے جوکہاوہ بہت سخت ہوگا مگر کیا،،**مُسۡتَھۡزِءُوۡن**،، کے لیے جو،، **وَ مَا ھُمۡ بِمُؤۡمِنِیۡنَ** ،، جیسے کئی فتوے قرآن میں نازل فرمائے،، دکھ سازیاں،، کا درددل ان سے بھی سخت تھا؟

قران نے جو،**مُسۡتَھۡزِءُوۡن**،کو۔۔۔۔۔،، **وَ قَدۡ دَخَلُوۡا بِالۡکُفۡرِ وَ ھُمۡ قَدۡ خَرَجُوۡا بِہٖ** (المائدہ)

اوراس مفہوم کے سترہ سے زائد فتوے ارشاد فرمائے۔اور،، استہزا،، کرنے والوں کو جو۔

،، **سَنُعَذِّبُھُمۡ مَّرَّتَیۡن** ،،(توبہ)۔۔۔۔،، **یُعَذِّبۡھُمُ اللہُ عَذَابًا اَلِیۡمًا فِی الدُّنۡیَا وَ الۡاٰخِرَۃِ** ،،(توبہ)

،،**لَھُمۡ خِزۡیٌ فِی الدُّنۡیَا**،،(مائدہ) فرمایا۔کیا راقم کی کہی باتیں ان سے بھی سخت ہیں؟

ممکن ہے آنجناب کا خیال ہو کہ قرآن پاک،،**اِنَّکَ لَا تُسۡمِعُ الۡمَوۡتٰی** ،، سے شروع ہوکر ،، **اِنَّکَ مَیِّتٌ وَّ اِنَّھُمۡ مَّیِّتُوۡنَ** ،، پر ختم ہوجاتا ہے مگر یہ امر واقعہ نہیں۔کچھ لمحات نکال کر پہلے قرآن پاک پر سرسری نظر ڈال لیں تو آپ کو،، استھزا،، کرنے والوں کے بارے میں لکھی ہوئی چند باتیں سرسری طور پر نظر (ملخص

ایضا) آجائیں گی ،اورآپ دیکھ سکیں گے کہ یہاں کیا لکھا ہے۔خیر،،پیش گفتار،،کا،،استھز ا،،تحریری ثبوت بن چکا ہے۔اور،،مُسْتَھُــــزِءُوْن،،سے مناسبت پیدا کرنے کے لیے ضروری کوائف بھی،،پیش لفظ،،نے پورے کردیے ہیں پھر،مُسْتَھُـــزِءُوْن،،کے بارے میں جوکچھ فرمایا گیا ہے وہ بھی تا قیامت سلامت رہنے والے ارشادات ہیں۔جن کاتھوڑا سانمونہ یا معمولی جھلک اوپر عرض کی گئی۔اور یہ بھی ہے کہ وہ سب کچھ آپ کے لیے قابل قبول بھی نہیں۔بلکہ قابل برداشت بھی نہیں لہذا جب آپ کوفرصت ملے گی اوراپنے،،استھز ا،،کی کمائی ملاحظہ کروگے تو ضرور بلڈ پریشر ہائی ہوگا،سر چکرائے گا،آنکھوں کے آگے اندھیرا سا چھاجائے گا ۔۔۔تب ایک بار پھراسی شاگرد رشید یا جس بچے کو چاہیں،،استھز ا،،کہنا کہ یہ جوکچھ لکھا ہے اس کا جواب میں تواپنی توہین سمجھتا ہوں آپ ابھی طالب علم ہیں اگرآپ جواب تحریرکرنا چاہیں تو میری طرف سے اجازت ہے

﴾اب دل کوتسلی کیسے دیں گے؟﴿

ہم عرض کر چکے ہیں کہ آنجناب کا،،استھز ا،،کرنا۔۔۔،،استھز ا،،سے ایمان والوں کو روکا جانا۔۔۔اہل ایمان یعنی صحابہ کرام کا استھز اسے رک جانا۔۔۔خودکومومن کہنے والے دشمنان صحابہ کا خودکومومن کہنے باوجود اللہ تعالی کے فرمان۔۔۔لایســـــخـــــر الخ (الحجرات) کوقبول نہ کرنااورصحابہ کرام کا استھز اکرنا۔۔۔خودکو توحیدی ومومن کہنے والے ان،،مُسْتَھْزِءُوْن،،کومومن ماننے سے اللہ کاانکارکرنا۔۔۔ان کو،،،کــفــروا،،، کے صیغہ سے خطاب کرنا۔۔۔ان کے لیے ،،عَذَابٌ عَظِیْم،،وغیرہ کو بیان کرنا۔۔۔ایسے واقعی اورنا قابل انکارحقائق ہیں جن کوجھٹلایانہیں جاسکتاان حقیقی واقعی حقائق کے بعد یہ بات بھی ہے کہ موصوف،،استھز ا،،کی کمائی کواپنے حق میں قبول کرنے کے لیے نہ تو تیار ہوں گے اور نہ ہی برداشت کرنا ان کے بس میں ہے اب اس مشکل میں دل کوتسلی دینے کا کیا طریقہ ہوسکتا ہے؟

وہی ناں !جو راقم کی نصیحت اوراصلاح احوال کی کوشش پر ہوا۔لہذاایک عدد مزید،،پیش گفتار،،تصنیف فرمائیں اوراس میں لکھیں کچھ عرصہ قبل میرے ایک شاگرد رشید نے ایک کچھ اوراقی مجموعہ بعنوان،،استھز ا،،

کرنے والوں کا انجام دکھایا جس کو مکمل پڑھنے کا تو موقعہ نہ مل سکا البتہ چیدہ چیدہ مقامات نظر سے گزرے انجام بتانے والے کا نام،، یَسْتَهْزِئُ بِهِمْ وَ يَمُدُّهُمْ،، (البقرہ) میں،، یستھزء،، کی ضمیر میں تھا بعداز وضاحت پتہ چلا کہ وہ تو میرا ہی خالق، بچپن جوانی کا معطی، سفروحضر کا ساتھی،، اللہ جل جلالہ ہے جس کے مزاج میں بظاہر رحمت، شفقت شان کریمی اور ر وف غفار ہونا ہے لیکن،، یَسْتَهْزِئُ بِهِمْ وَ يَمُدُّهُمْ فِيْ طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ(۱۵)،، وسیکڑوں جلالی باتیں پڑھنے کے بعد اندازہ ہوا کہ تیری۔۔۔۔۔۔۔ چتر وڑی کی زبان و بیان سے اخذ شدہ،، پیش گفتار،، کی اگلی تحریر کو نقل کرنا ممکن نہیں۔ اندازہ لگانے والے،، پیش گفتار،، کو پڑھ کر سب اندازہ لگا سکتے ہیں کہ موصوف کے غیض وغضب سے محروق جذبات آگے کیا گل کھلاتے ہیں۔

﴿ایک بار پھر دردمندانہ گزارش﴾

آپ نے ایک جانور کو بارہا دیکھا ہوگا جو راہ گزر لوگوں کو خاص طور پر فقیروں کو پڑ جاتا ہے۔ دیہاتی لوگ اپنے گھروں کی حفاظت کے لیے بطور خاص اس جانور کو رکھتے ہیں یہ جانور جس وقت کسی بندے کے پیچھے لگ جائے تو اس سے جان چھڑانے کے لیے بندے کو ڈھیلے پتھر وغیرہ کا سہارا لینا پڑتا ہے۔ جب آدمی اس جانور کو پتھر مارتا ہے تو وہ اس مارے ہوئے ڈھیلے پتھر وغیرہ کے پیچھے بھاگتا اور اسے کاٹنے کی کوشش کرتا ہے حالانکہ پھینکے جانے میں اس ڈھیلے پتھر وغیرہ کا کوئی عمل دخل نہیں ہوتا نہ وہ ڈھیلا وغیرہ اس کا براہ راست دشمن ہوتا ہے مگر وہ جانور اس ڈھیلے وغیرہ کو ہی دشمن جان کر اس کو کاٹ کھانے پر آتا ہے۔

جو لوگ کسی کو اسکی غلطی سے آگاہ کر کے برے انجام سے ڈرا رہے ہوتے ہیں وہ غلط کام سے روکنے والے مالک کے قاصد ہوتے ہیں جن کی حیثیت درمیانی واسطہ کی سی ہوتی ہے۔ واسطہ اور قاصد کو برے کام سے روکنے پر موردالزام ٹھہرانا اس پر،، پل،، پڑنا اور کھاٹ کھانے پر آجانا ٹھیک ایسا ہے جیسا اس جانور کا ڈھیلا پر،، پل،، پڑنا اور اس کو کاٹ کھانے پر اتر آنا، یہ کوئی سمجھداری کی بات اور اچھی عادت نہیں بلکہ دیکھنا یہ چاہیے

کہ کہنے والا جو کہہ رہا ہے وہ غلط ہے یا ٹھیک۔اگر غلط کہہ رہا ہے تو اس غلط کہنے والے کو اس کے برے انجام سے کوئی نہیں بچا سکتا۔لیکن اگر وہ غلط نہیں کہہ رہا ہے اور اصلاح کی طرف متوجہ کر رہا ہے تو اس کی مخبریاں کرنے یا اس کو مروا دینے سے نہ آپ غلطی کے انجام بد سے بچ سکتے ہیں اور نہ وہ غلطی ٹھیک ہو سکتی ہے۔

مثلا راقم نے عرض کیا کہ تم نے جو نماز کی جماعتیں الگ الگ کر دیں اور مسجد کو فتنہ وفساد سے بھر دیا اور دو دو جنازے کر کے قوم کو دولخت کر دیا۔اور امت کے اسلاف اور اولیا پر کفر وشرک کے فتوے لگا کر جو گمراہی پھیلائی۔یہ غلط کام ہیں جنکی تائید اللہ کا دین نہیں کرتا۔

یہ فتنہ ہے۔اور،،، وَ الْفِتْنَةُ اَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ ،،، (البقرہ)

اسکا نام فساد ہے۔اور حکم ہے کہ،،لَاتُفْسِدُوْا فِی الْاَرْضِ،،(البقرہ)

اب یا تو یہ ثابت کرنا چاہیے کہ راقم نے غلط کہا ہے۔۔۔دو جماعتوں والی بات غلط ہے۔۔۔اور دو جنازوں والا قصہ بھی اکاذیب میں سے ہے وغیرہ۔۔۔یا یہ کہنا چاہیے کہ اب تک جتنے جنازے اور نمازیں ہوئیں وہ تو سب مشرکانہ تھیں اور اب اسلام صرف مماتی فرقہ پر نازل ہوا ہے ان کے اوپر والے استادوں سمیت باقی کسی کو دین کی ہوا تک نہیں لگی۔۔۔یا اپنے نظریے کو ایسی سند کے ساتھ ثابت کرنا چاہیے جس میں مماتی محدث کے علاوہ کوئی راوی نہ ہو۔۔لیکن اگر یہ سب کچھ نہ کر سکو اور راقم کی اصلاح احوال کو،، جائرین،، کے زور سے مٹانا چاہو۔۔۔مخبوط الحواس وغیرہ جیسی زبان استعمال کر کے اس سچائی کو بے اثر کرنا چاہو۔۔۔کسی مینار پاکستان پر،، دکھ سازیاں،، کو فوٹوؤں سمیت لٹکانے جیسی بھبکیاں کس کر اپنی احمقانہ حرکتوں کو چھپانا چاہو۔۔۔تو ایسا ممکن نہیں۔۔۔ہاں ممکن ہے جائرین کی معاونت کے صدقے تمہیں مال اور اچھی کھال مل جائے مگر اس سے۔۔نہ تو احمقانہ حرکتیں چھپ پائیں گی۔۔نہ غلط کام ٹھیک بن جائیں گے۔۔نہ انکا برا انجام اچھے انجام میں تبدیل ہو سکے گا۔

﴿پسند اپنی اپنی نصیب اپنا اپنا﴾

صاحب ،،پیش گفتار،، نے ،،استہزا،، کا جو تحریری ثبوت فراہم کیا اسے پیش نظر رکھ کر ذرا اس کا انجام ملاحظہ فرمائیں کہ ،،استہزا،، کرنے والے اور جس کا ،،استہزا،، کیا گیا ان دونوں کا تعلق دینی تعلیم اور مدرسہ سے ہے ۔۔۔دونوں عقیدہ حیات النبی ﷺ کے بارے میں مختلف ہیں راقم کا عقیدہ حیات النبی ﷺ ہے جسے توحیدی صاحب قبول نہیں کرتے اب ذرا عبرت کی نگاہ سے ملاحظہ فرمائیں کہ اللہ کریم نے ان صاحب کو کن کے ساتھ رکھا اور راقم کو کن کے ساتھ؟

قرآن کریم کی تعلیم سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی کریم ﷺ کے زمانہ میں ایک تو صحابہ کرامؓ تھے جن کو اللہ نے مومن کہا۔۔اور ایک دشمنان صحابہؓ تھے جو خود کو زور لگا کر مومن کہتے تھے ان دونوں طرح کی جماعتوں میں ویسے تو بہت فرق ہیں جن کی تفصیل کا یہ موقعہ نہیں۔۔ایک کھلا فرق یہ ہے کہ خود کو مومن کہنے والے،، وَ مَا هُمْ بِمُؤْمِنِيْنَ ،،مُسْتَهْزِءُوْن،، تھے۔اور صحابہ کرام وہ تھے جن کا ،،استھزا،، کیا جاتا تھا اب وہ لوگ جو ،،استھزا ،،کرنے والے تھے وہ بھی خود کو مومن کہتے تھے اور جن کا ،،استھزا،، کیا گیا وہ بھی مومن تھے۔

اللہ کو حاضر ناظر جان کر اپنی قبر حشر سامنے رکھتے ہوئے، ایمان داری سے بتایئے کہ توحیدی صاحب کن میں سے ہیں؟ اور راقم کن میں سے ہے؟

اگر فیصلہ کرنے میں مشکل پیش آرہی ہو تو ایک بار پھر ،،پیش گفتار،، کی یہ گوہر فشانی ملاحظہ فرمالیں کہ۔۔ساتھ ہی میں نے بچے کو استھزا کہا اس جہل مرکب تحریر کا جواب میں تو اپنی توہین سمجھتا ہوں (جوابی رسالہ۔ص۳)

راقم کو امید ہے کہ پڑھنے والوں کو توحیدی صاحب کا ٹھکانہ و یارانہ بہت اچھی طرح نظر آ گیا ہوگا کہ وہ اپنی زبان سے خود کو مومن اور توحیدی کہنے والے کن لوگوں کے نقش قدم پر چل رہے ہیں۔راقم کو اپنی سیاہ کاریوں کا شدت سے احساس ہے پاکیزہ نسبتوں کی جو برکتیں نصیب میں آئیں ان کا حق ادا کرنا تو دور کی بات ان پاکیزہ نسبتوں کی لاج تک سیاہ کار سے نہ سنبھالی جاسکی۔مگر اپنے کریم اور بہت ہی کریم مالک کی احسان

مندیوں نے اس کی سیاہ کاریوں کوڈھانپ لیا ہوا ہے۔

کیا راقم کے سر اٹھا کر جینے کے لیے یہ کافی نہیں کہ ہم دونوں کو مالک مہربان نے دوطرف بانٹ دیا وہ راقم کا،،استھزا،،کرکے،مُسْتَهْزِءُوْن،،میں جا ملے۔۔۔۔۔۔۔۔پہنچی وہیں کی خاک جہاں کا خمیر تھا۔

اوردوسری طرف ایک اور جماعت تھی جن کا،،استھزا،،کیا جاتا تھا اللہ کریم ان کے لیے۔۔۔۔،،مُفْلِحُوْنَ ،،(بقرہ) کا اعلان فرمارہے تھے۔ان کو،،،اُولٰٓئِکَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا ؕ ،،،(الانفال) کہا جارہا تھا۔

وہ قرآن کی زبان۔۔۔وزینہ فی قلوبکم وکرہ الیکم الکفر والفسوق والعصیان (الحجرات) کا تمغہ پارہے تھے۔ ان کو۔۔۔۔۔رضی اللہ عنھم ورضوعنہ (توبہ) کہا جارہا تھا۔ان کے لیے۔،،، لَقَدْ رَضِیَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِیْنَ ،،، (فتح) کے ارشاد نازل ہورہے تھے۔وہ،،،مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ؕ وَ الَّذِیْنَ مَعَهٗۤ اَشِدَّآءُ عَلَی الْکُفَّارِ رُحَمَآءُ بَیْنَهُمْ ،،، (فتح) کے توصیفی الفاظ سے یاد کیے جارہے تھے۔ان کو،،،وَ مِنَ النَّاسِ مَنْ یَّشْرِیْ نَفْسَهُ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ ؕ۔،،، فَالْـٰٔنَ بَاشِرُوْهُنَّ ،،، (بقرہ) کی آیات اتار کر انکی خطاؤں کو نبی کریم ﷺ کی شریعت بنایا جارہا تھا۔،،، اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ امْتَحَنَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ لِلتَّقْوٰی ؕ (الحجرات) نازل فرماکران کے کمال تقوی پر مہر تصدیق ثبت کی جارہی تھی۔،،،وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْکُمْ،،، (نور) نازل کرکے ان کے دین کو قوت عطا کرنے کی خوشخبریاں دی جارہی تھیں۔ایک دو نہیں بلکہ ایک ہزار سے زائد آیات قرآن جن کی تعریف وتوصیف پر اتاری جارہی تھیں۔یہی وہ نفوس قدسیہ تھے کہ اپنی زبان سے خود کو مومن کہنے والے تقیہ باز جنکا،،استھزا،،کرتے تھے۔مگر منہ پر نہیں بلکہ اپنی خاص جھونپڑیوں میں جہاں بس استاد ہوتے یا پھر ان استادوں کے پالے ان کے شاگرد۔

،،،وَ اِذَا خَلَوْا اِلٰی شَیٰطِیْنِهِمْ ۙ قَالُوْۤا اِنَّا مَعَکُمْ ۙ اِنَّمَا نَحْنُ مُسْتَهْزِءُوْنَ(۱۴)

،،،اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ،،،کہ مالک کریم نے،،پیش گفتار،،والے کے،،استھزا،،کی زد میں رکھ کر راقم

کوان صحابہ کرامؓ والی صف میں رکھا۔جن کی غلامی راقم کی حیات اور در کی چاکری سرمایہ زندگی ہے۔

﴿کچھ استھزا کرنے والوں کے بارے میں﴾

غور کیجیے! کہ ایک تو وہ نسبت تھی یعنی استھزا کرنے والوں کی نسبت۔ اور ایک یہ نسبت ہے یعنی جس پر،،استھزا،،کیا گیا۔اپنے کردار کی بنا پر ان دونوں میں سے ہر ایک اپنے اپنے محل میں فٹ تو ہو گیا مگر کس کے ہاتھ کیا آیا؟ بےعمل وسیاہ کار ہونے کے باوجود ایک راقم ہے جو صحابہ کرام کی غلامی کی برکت سے ان کی جوتیوں میں کھڑا دیکھا گیا کہ چار دن کے دھکے اور مشکلوں کے سات سمندر پار کر آنے والے کو مالک مہربان نے بس امید کی ٹمٹمائی سی کرن تو دکھا دی اللہ تعالی موت وحشر بھی ان نفوس قدسیہ کے قدموں میں نصیب فرما دے تو کیا بات ہے!

باقی صاحب،،پیش گفتار،،کو ان کی نوازشات کی برکت سے جو نسبت الاٹمنٹ کی گئی ہے وہ بھی کوئی چھپی ہوئی کہانی نہیں سب کے سامنے ہے۔ہمیں افسوس ہے کہ جس خراب نسبت اور گندے کردار سے بچانے کے لیے راقم نے جگر کاٹ کر رکھ دیا۔اپنے پیارے کہہ کرامت کی اجتماعیت تار تار ہونے کا دکھ سنایا۔غلط کام پر احتجاج کیا، پر اس محبت،،خیر خواہی اور جذبہ اصلاح کو انھوں نے پاوں تلے روند دیا۔خیر خواہی کے جواب میں،،مخبوط الحواس،،کہا اور طرح طرح کی نوازشات کیں۔ یہاں تک کہ طائف والے مشرکین کا کردار زندہ کرتے ہوئے اپنے لونڈے راقم کے پیچھے لگا دیے تا کہ وہ، چتروڑی جیسی زبان سے اگلے پتھروں سے راقم کا کلیجہ زخمی اور قلب وجگر پارہ پارہ کر دیں۔افسوس کہ یہ ہماری صدائے حق کے سامنے سے کان بند کر کے بھاگ نکلے یہاں تک کہ ان،،مستھزون،،کے کیمپ میں جا رکے جنکو اللہ کریم نے

فِی الدَّرْکِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ ۚ وَلَنْ تَجِدَ لَهُمْ نَصِيْرًا ﴿١٤٥﴾ (النساء)

لَا يُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ وَ لَا هُمْ يُنْظَرُوْنَ ﴿٨٨﴾ (آل عمران)

وَ غَضِبَ اللّٰہُ عَلَیۡہِمۡ وَ لَعَنَہُمۡ (٦) (فتح)

وَ لَہُمۡ عَذَابٌ اَلِیۡمٌ (١٥) (الحشر)

وَذُوۡقُوۡا عَذَابَ الۡحَرِیۡقِ(٥٠) (الانفال)

اَعَدَّ اللّٰہُ لَہُمۡ عَذَابًا شَدِیۡدًا (١٥) (المجادلہ)

وَ لَہُمۡ عَذَابٌ مُّقِیۡمٌ (٦٨) (توبہ)

فَحَسۡبُہٗ جَہَنَّمُ وَ لَبِئۡسَ الۡمِہَادُ(٢٠٦) (البقرہ)

سَنُعَذِّبُہُمۡ مَّرَّتَیۡنِ ثُمَّ یُرَدُّوۡنَ اِلٰی عَذَابٍ عَظِیۡمٍ (١٠١) (التوبہ)

اُولٰٓئِکَ اَصۡحٰبُ النَّارِ ہُمۡ فِیۡہَا خٰلِدُوۡنَ(١٧) (مجادلہ)

جیسے انجام،،اوررسوا کردینے والی سزاوں ووعیدوں سے نوازا ہے۔

کاش یہ لوگ کچھ عقل سے کام لیتے توان کامحل ومکان ان،، **مستھــزون** ،،کے ساتھ نہ ہوتا،جن کے لیے اللہ کریم سب سے زیادہ سخت اور بدترین سزائیں پیدا کر چکا ہے اب اس موقعہ پرسوااس کے راقم کیا کہہ سکتا ہے۔۔۔۔۔ :**ونصحت لکم ولکن لاتحبون الناصحین :**

﴿غلط کام غلط انجام﴾

سیدھے راستے پر چلنے کی توفیق حاصل ہوجانا کوئی چھوٹی نعمت نہیں جب بندہ اس راہ حق سے بھٹکتا ہے تو پھر بھٹکتا ہی چلا جاتا ہے۔اب اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ توحیدی صاحب کے اس مختصر سے جملے نے مطلع کتنی اچھی طرح سے صاف کردیا ہے۔جس سے ہرایک کی نسبت اور مسکن بڑی وضاحت اورصفائی سے نظرآ گیا ہے کہ کون کن کے نشانات قدم پر ہے مگراس کھلی ہوئی حقیقت سامنے آجانے کے بعد بھی آپ ان سے پوچھیے کہ

ان میں سے کس کا عقیدہ درست ہے؟ تو وہ منہ بھر کر ارشاد فرمائیں گے کہ جی عقیدہ تو ہمارا ہی ٹھیک ہے ہم ہی توحیدی صاحب ہوتے ہیں۔ باقی ان کا،،عقیدہ حیات النبی ﷺ،،تو مشرکوں والا ہے وغیرہ وغیرہ۔

یعنی کردار کے آئینہ میں جن کو خود اللہ تعالی نے اپنے روشن فرمان کے ذریعے،،مستھزون،،کی جنس میں سے دکھایا جو کہ عنداللہ۔۔۔ملعون ۔۔۔وَ مَا ھُمْ بِمُؤْمِنِیْن ۔۔۔۔دنیا،آخرت میں رسوا۔۔۔۔اور جہنم کے درک اسفل میں الاٹ شدہ گھر کے مالک ہیں۔ وہ تو بالکل ٹھیک عقیدے والے اور پکے توحیدی ہیں اور جس کا،،استھزا،،کیا گیا اللہ کریم نے اس کو اپنی مبارک جماعت کی جوتیوں میں جگہ نصیب فرمادی اور جس جماعت سے نسبت دی اس کے لیے ہزار سے زائد تعریفی آیات والقاب نازل فرمادیے۔ وہ ،،مشرک،، اور،،بدعتی،،فلاں اور فلاں،،،سبحان اللہ،،،

راقم کا خیال تھا کہ یہ جو بے اذان نماز باجماعت ادا کر کے خوش ہیں کہ ہماری نماز تو بالکل توحیدی اور درست ہے اور جنہوں نے اذان دیگر شرعی قاعدہ کے مطابق نماز ادا کی وہ غلط ہے۔ حالانکہ اردو پنجابی والے طنزیہ جملوں پر مشتمل جو اذان مدرسہ میں پلے شیر جوانوں نے دی تھی وہ تو دنیا کے کسی بھی مذہب میں نہ تھی مگر پھر بھی ان کے نزدیک وہی ٹھیک اور دوسرے غلط تھے۔ خیال تھا کہ یہ نافہم بچوں کی اپنی غلطی ہے مگر اب کی بار جو یہ حال دیکھا جس کا ذکر اوپر گزرا تو وہ خیال صرف غلط کی طرح مٹ گیا کہ نہیں یہاں تربیت ہی کچھ ایسی ہوتی ہے کہ

خرد کا نام جنوں پڑ گیا جنوں کا خرد
جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے

﴿امانت میں خیانت﴾

اس میں شک نہیں کہ وطن عزیز کے اہل اسلام اور کچھ نہ بھی ہوں دینی مدارس ،مساجد اور دین کا کام کرنے والے حضرات کے محسن ہیں۔ جو مدارس اور مساجد کی ضروریات پورا کرنے کے لیے اپنے مالوں کو دل کھول کر خرچ کرتے اور ان کے آباد رکھنے کا ظاہری سبب ہیں۔اس محسن قوم کا مال ہو یا مدارس میں تعلیم کے لیے بھیجی ہوئی اولاد! یہ امانت ہے اور ذمہ دار کو پوری احتیاط سے اس میں تصرف کرنا چاہیے۔۔اللہ کریم کا بے حد احسان ہے کہ مدارس کی غالب اکثریت اس احساس کو بیدار رکھے ہوئے ہے۔مگر توحیدی صاحبان کا معاملہ عقیدہ کے بارے میں بھی اور قومی امانت کی نگہبانی کے کے باب میں بھی افسوس ناک ہے ۔شرعی عقائد ونظریات ودینی ادارے کی قومی املاک کے علاوہ امت کے نونہال جوان کوامانت ملے ان کے نظریات ، اخلاق،کرداراور زبان کا استعمال جن خطوط پر مرتب کیا اور چھوٹے بڑے کی جوتمیز سکھائی اسے دیکھ کر کم ازکم انکی برادری تو کانوں کو ہاتھ لگاتی اور یہ عمومی تبصرے کرتی ہے کہ اگر مولوی بخشے گئے تو ہم ان سے بہت پہلے بخشے جائیں گے

،،دکھ سازیاں،،کا جواب آیا تو راقم کو بھی کہا گیا کہ ان کی زبان بڑی گندی ہے اگر آپ نے جواب لکھا تو یہ حسب عادت پھر غلیظ زبان استعمال کریں گے آپ کسی طالب علم کو اس کا جواب لکھنا سپرد کردو۔اس پر بعض محسنوں کی جانب سے بھر پور اصرار بھی کیا گیا میرے محبوب استاد زادہ نے تو کمال ہی کر دیا،انہوں نے اس پر پرزور دار اصرار کیا اور خط لکھ کر راقم کو آمادہ کرنا چاہا۔وہ یہاں تک لکھ گئے کہ۔۔۔۔۔آپ پوری امت مسلمہ کے ساتھ ساتھ بالخصوص میرے لیے کتنے ،،قیمتی سرمایہ،، ہیں اس کو میں اپنے لفظوں میں بیان کرنے سے عاجز ہوں۔خدانخواستہ اللہ نہ کرے اگران فرقہ پرستوں کی وجہ سے آپ کو کوئی نقصان پہنچا تو استاد جی! یہ صدمہ مجھ سے ہرگز برداشت نہ ہوگا۔میں آپ سے کتنی محبت کرتا ہوں یہ میرا کریم رب یا میں جانتا ہوں فلہٰذا ان کے خبیث عقیدہ اور اقوال مردودہ کو قرآن وسنت کی روشنی میں پاش پاش کرنے کے لیے اس ناچیز کو

قلم اٹھانے کا حکم عنائیت فرمادیں (خط مراسلہ ۲۰ فروری ۲۰۲۰ء)

میرے برادر صغیر نے بھی جس زوردار طریقے سے راقم کو اس بات پر آمادہ کرنا چاہا کہ یہ جواب کوئی شاگرد لکھے اس کا روکنا میرے لیے بہت مشکل تھا۔مگر جیسے کیسے راقم نے ان سب سے معذرت کی اور ان کے زور دار اصرار پر عمل کرنے سے انکار کر دیا۔اس کی بڑی وجہ یہی تھی کہ راقم کسی کی محبت،شفقت اور خیر خواہی کا ایسا خراج نہیں لینا چاہتا جس سے انکی زندگی داو پر لگ جائے یہ یقیناً بڑی ظالمانہ حرکت ہے۔مثلا راقم کسی عزیز کو ان کے اصرار پر کہہ دیتا کہ آپ جواب لکھیں۔اس سے راقم چتروڑی ذدہ زبان سے تو محفوظ ہو جاتا مگر مشک وعنبر سے دھلی ہوئی زبانوں کا توپ خانہ کس پر برستا؟ایک مجھ سے محبت کرنے والے میرے محبوب،میرے محسن،میرے بھائی پر؟؟؟؟کیا ہی وہ استاد،دوست اور رفیق ہے جس کے پاوں چلنے لگیں تو وہ اپنے شاگرد ،دوست یا محبت کرنے والے کو پاوں تلے روند ڈالے تا کہ اس کے پاوں چلنے سے بچ جائیں۔

﴿بچوں کا مستقبل جان سے عزیز تر﴾

راقم سے محبت کرنے والوں نے جس زور سے اصرار کیا اور جس صبر آزما بوجھ کو اٹھا کر انکی خواہش ماننے سے انکار کیا وہ تو راقم ہی جانتا ہے۔مگر بات یہ ہے کہ جب مقابلہ بازی کا بازار گرم ہوتا ہے تو بڑے سے بڑا بردبار اور حلیم بھی مقابلہ کی گرم بازاری سے متاثر ہو جاتا ہے پھر کبھی مجبور ہو کر جواب میں ایسی باتیں نوک قلم سے پھسل جاتیں ہیں جو اخلاق سے گری ہوئی ہوتی ہے۔۔۔۔۔یہ بات ظاہر ہے کہ جواب دیتے ہوئے بے ادبی کے امکانات سو میں سے نوے فیصد تو ہوتے ہی ہیں لہذا ایسی صورت میں بے ادبی سے بچنا ناممکن نہیں تو مشکل ضرور ہوتا ہے۔اب اگر جواب دینے والا طالب علم ہو اور مقابل میں کسی مدرسہ کا استاد ہو تو جس طالب علم کے مستقبل کا بڑا انحصار ادب پر ہے وہ ہی نہ رہا اور بے ادب ہو گیا تو اس کے بے نصیب ہونے میں کیا رکاوٹ رہ جائے گی؟یہی وہ درد ہے جس نے راقم کو اپنے محبوبوں کی اس سلسلے میں کہی ہوئی ہر بات سے صاف انکار کرنے پر مجبور کر دیا۔

راقم کی اس گزارش کا یہ مطلب نہ سمجھا جائے کہ راقم،، دکھ سازیاں،، کا جواب طالب علم کے نام سے لکھے جانے پر کوئی اعتراض کرر ہا ہے۔اس لیے کہ راقم کا خود کو مولوی گمان کر لینا بڑی جرات کی بات ہوگی بھلا جس کے دامن میں ایک سجدہ بھی ایسا نہ ہو جو وہ اپنے مالک کی بارگاہ میں فخر کے ساتھ پیش کر سکے ایسے شخص کا خود کو مولوی گمان کر لینا خود فریبی کے سوا اور کیا ہے؟۔راقم کے پاس اپنے مجرم نفس کو کہنے کیلئے یہی کچھ ہے کہ اگر تیرا یہ گمان ہو کہ جس نے تجھ پر سب وشتم کیا ان کیلئے تیرے دل سے بددعا نکلے گی،اور وہ اللہ کی پکڑ میں آ جائیں گے،اپنے نفس کے لیے اس گمان کا جواب یہ ہے کہ۔۔۔۔کوے کی بددعا سے جانور مرتے تو کوئی جانور بھی زندہ نہ ہوتا۔۔بات دکھ سازیاں کے جواب کی نہیں اس تربیت کی ہے جو ان شیر جوانوں کی کی جارہی ہے۔ کہ وہ اپنے سے بڑے اہل علم سے ٹکرا جائیں اور اس قابل فخر کارنامے پر اتراتے پھریں۔

ورنہ خود خیال فرمایئے!کہ،،دکھ سازیاں،،کسی اللہ کے نیک بندے نے لکھی ہوتی اور یہ شیر جوان اس پر،پل، پڑتے جیسے،،دکھ سازیاں،،پر،،پل،،پڑے ہیں تو سوچیے کہ ایسے لوگوں کا انجام کیا ہوتا؟

یاد رکھنا جب اللہ کسی سے ناراض ہوتا ہے تو اسکی روٹی روزی بند نہیں کرتا بلکہ ہدایت کی توفیق سلب کر لیتا ہے۔

﴿صاحب بہادر اپنے کردار کے آئینے میں﴾

سابق بات کچھ زیادہ طویل ہوگئی پرامید ہے کہ اوپر ذکر کیے گئے دونوں کردار کافی حد تک واضح ہو گئے ہوں گے۔ایک،،استھزا،،کرنے والے تھے اور ایک وہ جن کا،،استھزا،،کیا گیا،،استھزا،،کرنے والے بھی خود کو توحیدی (اٰمَنَّا بِاللہ)اور مومن (قَالُوْ آ اٰمَنَّا) کہتے تھے اور انہوں نے جن کا،،استھزا،،کیا تھا اللہ کریم نے خود ان کو مومن کہا (یُؤْمِنُوْنَ بِالْغَیْبِ) اللہ مہربان کے اس احسان اور کریمانہ سخاوت کا بھلا کون شکر ادا کرسکتا ہے؟ کہ اس نے سچے صحابہ کرامؓ کی غلامی کا جھوٹا موٹا دعوی کرنے کی برکت سے راقم کو صحابہ کرامؓ کے نشانات قدم نصیب فرمائے اور ان کے قدموں میں جگہ دے دی۔

جبکہ توحیدی ہونے کے دعویدار صاحب بہادر کو ان کے کارناموں کی برکت سے ان،،مستھزون،،کے ساتھ

ملادیا جو زندگی بھر صحابہ کرامؓ اور غلامان صحابہ پر فتووں کی بارش کرتے رہے۔اس خدائی تقسیم اور توحیدی صاحب کے بتائے گئے مقدر کے بعد مزید ایک حرف کہنے کی ضرورت بھی باقی نہیں رہتی یہ خدائی تقسیم ہے جس پر راقم اللہ کے فضل سے راضی ہے اگر کوئی راضی نہ بھی ہوتب بھی ہوگا وہی جو اللہ کا فیصلہ ہے

اس فیصلہ کے بعد اگر کوئی اپنے توحیدی عقیدہ والا ہونے کے بلند بانگ دعوے کرتا بھی رہے اور خود فریبی کے جنگل میں خود کو منگل بھی بنائے تو یہ کوئی جدید روایت نہیں،،مُسۡتَهۡزِءُوۡن،،کی صدیوں پر محیط پوری کارگزاری اسی طرح کے کارناموں سے لبالب بھری ہوئی ہے۔اب اللہ تعالی نے تو ان صاحب بہادروں کا چہرہ پوری طرح بے نقاب کردیا جس کے بعد اس،،پیش گفتار،،سے مزین رسالے کا جواب لکھنے کی کوئی ضرورت باقی نہیں رہی۔مگر اس نرالے قبیلہ کے افلاطونی مزاج سے واقف حضرات جانتے ہیں کہ ان کرم فرماوں نے بغیر تسبیح ہاتھ میں لیے یہ ورد شروع کردینا ہے کہ،،بھاگ گیا،،بھاگ گیا وغیرہ۔

اس مجبوری کے پیش نظر اول،،پیش گفتار،،میں درج صاحب بہادر کے چند ملفوظات کا جائزہ پیش کیا جاتا ہے پھر ایک ایک کرکے جوابی رسالے کے (ان کے اعمال نامے کی طرح کالے) سیاہ کارنامے قوم کے سامنے رکھے جائیں گے انشاءاللہ کوشش ہوگی کہ بہت مختصر الفاظ میں جائزہ پیش کیا جائے۔

﴿صاحب بہادر اور انکا مسخرا پن﴾

پیش گفتار کی پہلی سطر میں موصوف کا ارشاد گرامی ہے

(ا) میرے ایک شاگرد رشید محمد ندیم معاویہ نے چند اوراق مجموعہ بعنوان اپنے پیاروں کی دکھ سازیاں دکھایا (جوابی رسالہ ص۳)۔۔۔۔۔۔۔۔تھوڑا سا آگے چل کر لکھتے ہیں۔

(۲) مصنف کا نام ابن سلطان محمود تھا (ایضا)۔۔۔مزید آگے لکھتے ہیں۔

(۳) چنانچہ میں نے محسوس کیا کہ مولانا کی تحقیق مولانا کے فوٹو سمیت مینار پاکستان پر اویزاں کرنے کے لائق ہے (ایضا)

ان جملوں پر اگر تبصرہ شروع ہوا تو بات طویل ہوجائے گی ۔مختصراعرض ہے کہ پہلا جملہ یوں ہوسکتا تھا ۔۔۔۔شاگرد رشید محمد ندیم معاویہ نے ایک مجموعہ بعنوان اپنے پیاروں کی دکھ سازیاں دکھایا۔۔۔یہ درمیان میں،،چند اوراق،،کا اضافہ جس نیک ارادے سے کیا گیا وہ آپ بخوبی سمجھ رہے ہوں گے۔۔۔۔ایسا نہیں کہ موصوف نے دکھ سازیوں کواس لیے قبول نہیں کیا کہ یہ،،چند اوراق،،ہے اگر سینکڑوں اوراق ہوتا تو پھر ضرور قبول کرلیتے مگر بات اس مزاج کی ہے جس کا بیان اللہ علیم وخبیر نے (انما نحن مستہزءون)میں فرمایا ہے۔

اس طرح دوسرا جملہ یوں ہوسکتا تھا کہ

مجموعہ پر مصنف کے نام کی بجائے کنیت (ابن سلطان) درج ہے جس کا پہلے تو پتہ نہ چلا مگر وضاحت کے بعد معلوم ہوا کہ۔۔۔۔۔اس درست بیان کی بجائے وہ بیان جو صاحب بہادر نے کیا اس کے پس منظر میں مخبری وغیرہ کی خدمت کے علاوہ جو نیک عزائم پائے جاتے ہیں وہ بھی واضح ہیں۔

رہا تیسرا جملہ وہ تو ویسے ہی محتاج تعارف نہیں ان تینوں جملوں میں موصوف کا،،تمسخریہ پن،،بلکل واضح ہے۔وہی،،تمسخریہ،،جس کواللہ کریم نے سورۃ الحجرات کی گیارہویں آیت میں منع فرمایا ہے۔۔۔لایسخر..الخ (الحجرات) جس کی بقدر ضرورت وضاحت پیچھے عرض کی جا چکی ہے۔اب سوال یہ ہے کہ موصوف اللہ تعالی کو ماننے کے دعویدار تو ہیں پھر اللہ کی کیوں نہیں مانتے؟

اگر قرآن کریم کی سورۃ التوبہ اور دیگر مدنی سورتیں بغور پڑھی جائیں تو اس کا جواب مل جاتا ہے کہ خود کو توحیدی ومومن کہنے والا مستقل طور پر ایک گروہ پایا جاتا ہے جو کہتا یہی ہے کہ۔۔۔میں اللہ کو مانتا ہوں۔مگر انکا حال یہ ہے کہ وہ اللہ کی نہیں مانتے۔چنانچہ موصوف نے ان تینوں جملوں میں جو کردار پیش کیا ہے وہی کردار اللہ تعالی نے سورۃ توبہ کی آیت میں نقل فرمایا ہے۔

اَلَّذِیْنَ یَلْمِزُوْنَ الْمُطَّوِّعِیْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ فِی الصَّدَقٰتِ وَ الَّذِیْنَ لَا یَجِدُوْنَ اِلَّا جُهْدَهُمْ فَیَسْخَرُوْنَ مِنْهُمْ ؕ سَخِرَ اللّٰهُ مِنْهُمْ ۫ وَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ(۷۹) (البقرۃ)

(یہ توحیدی ومومن ہونے کے دعوے دار وہی ہیں) جوخوشی سے صدقہ کرنے والے مومنوں کوبھی طعنہ دیتے ہیں اور ان لوگوں کوبھی جنہیں اپنی محنت (کی آمدنی) کے سوا کچھ میسر نہیں ہے۔اس لیے وہ ان کامذاق اڑا رہے ہیں اللہ ان کا مذاق اڑاتا ہےاوران کے لیے دردناک عذاب تیار ہے۔

صحابہ کرام میں سے مال دارتو زیادہ مال صدقہ میں دیتے تھے۔جنہیں اپنی زبان سے خودکومومن کہنے والے یہ توحیدی،،ریاکاری،،کا طعنہ دیتے اورغریب صحابی اپنی کمائی کا تھوڑا بہت جو ہوتالا دیتے تو کہتے اس تھوڑے سے مال کا کیا فائدہ؟ جیسے صاحب بہادر،،چنداوراق،،کاتمسخر کررہے ہیں چنانچہ اس پراپنی زبان سے خود کومومن کہنے والےتوحیدی ان صحابہ کرام کاسخر یہ کرتے جسےاللہ کریم نے ،،**فَيَسْخَرُوْنَ مِنْهُمْ** ؕ ،،سے تعبیرفرمایاہے۔

﴿اللہ کریم کی کریمانہ تقسیم﴾

ہمارے وہ بھائی جن کواللہ کریم نے عقل وشعور دیا ہے وہ اللہ تعالی کی اس نعمت کوصحیح مصرف میں استعمال کرتے ہوئے انصاف فرمائیں کہ اس اوپر والی آیت میں بھی اللہ تعالی نے دوطرح کے لوگ دکھائے ہیں ان میں سے ایک وہ تھے جو کہتے تو خودکومومن وتوحیدی تھے۔نماز روزہ بھی کرتے تھے۔۔۔جبکہ دوسرے حضرات کو اللہ خودمومن بتاتا ہےوہ بھی نماز روزہ وغیرہ احکامات کے پابند تھے۔ان میں سے ایک،،سخریہ،،کرنے والے تھےاوردوسرے وہ جن کے ساتھ،، **سخریہ** ،،کیاجاتا تھا۔وہ،،سخریہ،،کرنے والے تھوڑی چیز کو معمولی (چند اوراق) کہہ کراڑا جاتے اور زیادہ کوریاکاری کہہ کراپنی اصلیت دکھاتے تھے۔دونوں کاانجام بڑا ہی مختلف تھا۔بڑی بات یہ ہے کہ جن کے ساتھ،،سخریہ،،کیاگیا تھااللہ صرف ان کے ساتھ ہی نہیں ان کی طرف سے بدلہ لینے والابھی بناہوا تھا۔چنانچہ اللہ تعالی نے صحابہ کرام سے،،سخریہ،،کرنے والوں سے بدلہ لیتے ہوئے فرمایا،،**سَخِرَ اللّٰهُ مِنْهُمْ** ،،(توبہ)

اب ذرالوٹ آیئے اور،، اپنے پیاروں کی دکھ سازیاں،، کا جواب ملاحظہ فرمایئے !ذرا غور سے دیکھیے کہ،، سحر یہ،، کرنے والا کون ہے؟ تاکہ اس کو،، سحر یہ،، کرنے والوں کی فہرست میں رکھ لیا جائے۔ اور کس کے ساتھ،، **سخريه**،، کیا گیا۔تاکہ اس کو اس کے سابقین کے قدموں میں دیکھا جائے۔۔۔ ہے کوئی منصف جو انصاف کرے۔۔۔امید ہے اب آگے کی ساری بات آپ پر روز روشن کی طرح واضح ہوگئی ہوگی کہ صاحب ،،پیش گفتار،، نے اپنے کردار کی قیمت سے جن لوگوں کے ساتھ اپنی کرسی الاٹ کروائی ہے وہ اللہ کی نظر میں ملعون ہیں۔ان کے لیے اللہ تعالی نے دردناک عذاب تیار کیا ہوا ہے۔وہ لوگ جہنم کے سب سے بدترین حصہ(درک الاسفل من النار) میں ڈالے جائیں گے۔ان کے لیے اللہ تعالی کے پاس عذاب الیم کے سوا اور کسی چیز کی خوش خبری نہیں ہے.(**فبشرهم بعذاب اليم**)

یہ ہیں وہ لوگ جن کے نقش قدم پر چلنا موصوف نے اپنے اوپر لازم کیا ہوا ہے۔اور اس ناپاک راستے کو چھوڑنے کی جو دعوت دیتا ہے اس کو،، مخبوط الحواس،، کہتے ہیں۔افسوس کہ موصوف نے اپنے لیے کس گندے گروہ کا راستہ منتخب کیا اور کس ناپاک راستے پر چل نکلے۔اب راقم کی قلم یہ لکھتے ہوئے تو لرزتی ہے کہ راقم موصوف کو،، فَيَسْخَرُوْنَ مِنْهُمْ ط،، کی مسند پر براجمان ہونے اور ان کے لیے آخرت میں الاٹ ہونے والے ٹھکانے کی طرف لپکنے اور اپنی اس کوشش میں کامیاب ہونے پر مبارک باد پیش کرے۔

عام دستور تو یہی ہے کہ کوشش کرنے والے کو جب اپنی کوشش سے منزل ملتی اور کامیابی حاصل ہوتی ہے تو برادری والے اور دوست وغیرہ اس کامیابی پر مبارک باد دیتے ہیں۔میرے سفر وحضر کا رفیق بھی کوشش پر نکلا اور پھر کامیاب ہوگیا پر میرا حال یہ ہے کہ اسکو اسکی کامیابی پر مبارک باد دینا چاہوں تو پورا وجود ہی لرز کر رہ جاتا ہے۔

﴿اللہ تعالیٰ کی وکالت فقیر کا سرمایہ﴾

صاحب بہادر نے جو کامیابی حاصل کی اس کے پیچھے یقیناً انکی انتھک محنت ہے وہ اس راہ پر چلے اور چلتے ہی گئے آپ بیشک ایک بار پھر،،پیش لفظ،،ملاحظہ فرمالیں زیادہ نہیں صرف مذکورہ تین جملے ہی سامنے رکھیں پھر قرآن کریم کی اوپر درج دونوں آیات ملاحظہ کریں آپ کو موصوف کی کامیابی کسی وادی،،طی؛؛میں دوران سفر جون،جولائی کے دن بارہ بجے والے سورج کی طرح محسوس ہو جائے گی جیسے موصوف کو محسوس ہوا کہ،،دکھ سازیاں،،کو مینار پاکستان پر لٹکانا چاہیے۔

ان کی اس کامیابی کے ساتھ ایک بے ڈھنگے،بے عمل سیاہ کار،کا دھنلا سا ٹھکانہ بھی نظر آجائے گا یعنی جس طرح قرآن کریم نے،،فیسخرون،،کا ذکر کیا اسی طرح جن سے،،سخریہ،،کیا گیا ان کا پتہ بھی بتایا۔۔۔ٹھیک اسی طرح جیسے موصوف نے،،سخریہ،،کی عادت سے مجبور ہو کر،،دکھ سازیاں،،کو مینار پاکستان پر لٹکایا جس سے ان کو،، فَيَسْخَرُوْنَ مِنْهُمْ ط،،کا ٹھکانہ الاٹ ہو گیا تو ساتھ ہی بے عمل فقیر کو ان نفوس قدسیہ کے قدموں میں جگہ نصیب ہو گئی جن حضرات سے،،سخریہ،،کیا گیا تھا گویا صحابہ کرام کے نقوش پر موجود ہونا تو پایا گیا ساتھ مینار پاکستان پر لٹکانے والے کو اس کی اوقات دکھانے والی ذات کا سہارا بھی نصیب ہو گیا جو اس،، فَيَسْخَرُوْنَ مِنْهُمْ ط،،کے جواب میں فرما رہا تھا۔،،سَخِرَ اللّٰهُ مِنْهُمْ ''(توبہ)

﴿شاگرد رشیدوں کی ضیافت طبع کے لیے﴾

اے،،پیش گفتار!میں پائے جانے والے شاگردان رشید دیکھا آپ نے کہ آپ کے استاذ محترم قرآن کریم کی بتائی ہوئی فہرست کے کس خانے میں پائے جا رہے ہیں اگر ابھی بھی پتہ نہ چلا ہو تو فرصت پا کر اوپر کے چار ورق غور کر کے پڑھ لو پھر دیکھو کہ جس،، فَيَسْخَرُوْنَ مِنْهُمْ ط،، کے ساتھ یہ جا ملے ہیں ان کو اللہ تعالیٰ کن الفاظ کے ساتھ یاد فرماتا ہے؟۔۔۔۔وَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ،،کا تمغہ تو ان کے لیے اسی آیت میں

آ گیاان کا خود کو،،توحیدی ،،کہنا بھی اللہ نے مردود قرار دے دیا جس کا ذکر کچھ پہلے ہوا تھا۔ان کے دعوی ایمان کو بھی اللہ نے اڑا دیا۔ان کو قرآن کریم کی سترہ آیات میں،، کــــفــــرو ا،،اوراس جیسے صیغوں سے متعارف کروایا۔،،، وَ مَا هُمْ بِمُؤْمِنِيْنَ،،،جیسے الفاظ کوئی گیارہ آیات میں نازل کیے۔۔۔ان کو فرعون سے بدتر قرار دیا۔۔۔آخرت میں دی جانے والی ہر ہر سزا کو ان کے بارے میں ذکر کیا۔۔یہاں تک کہ ایسی سزا جوجہنم کی سب سے بدتر ہے وہ ان کے نام الاٹ کی گئی۔۔۔یہ وہ فتاوی ہیں جو اللہ کریم نے قرآن کریم میں نازل فرمائے ہیں جن کی تفصیل اگر جاننا چاہو تو۔۔۔رسائل کشف الکتمان ۵۷ رسائل ۔۔۔رسائل خمسہ ۵ رسائل ۔۔۔آیات الرحمان فی کشف الکتمان ۔۔۔قرآن ہم سے کچھ کہتا ہے ۔۔۔حضار التعلیم وتربیت کورس ۔۔۔وغیرہ ملاحظہ کرو۔

اس منظر کو سامنے رکھ کر غور کرو کہ راقم نے،،دکھ سازیاں،،میں کچھ قابل اصلاح امور کی نشاندہی کی تھی مگر آپ نے اس سب کچھ کو دشمنی اور عداوت جانا اور جو کیا وہ سب آپ کو بہتر علم ہے۔آپ کے خیال میں راقم نے جو لکھا تھا وہ فلاں اور فلاں فتوے تھے جس پر راقم کے خلاف آپ کا جہاد کرنا فرض ہو گیا تھا سو آپ نے وہ کچھ کر لیا۔اب اگر اس سے کہیں سخت فتوے اللہ تعالی کی طرف سے قرآن میں موجود ہوں تو بتایئے آپ اپنے استاد کی عزت ورتبہ کے لیے کہاں تک جائیں گے؟؟؟

اب دیکھیں ناں! آپ کے استاد نے جو،،سخریہ پن،،اختیار کیا اللہ کریم نے اس کا پورا نقشہ بتا دیا اور جن،، فَيَسْخَرُوْنَ مِنْهُمْ ط،،کے ساتھ آپ کے استاذ محترم جا کھڑے ہوئے ان پر لگائے خدائی فتووں کا معمولی سا نقشہ آپ دیکھ چکے ہیں۔کیا اس کے جواب میں بھی آپ کی غیرت جوش میں آئے گی؟؟؟

وہ جو پر آشوب ،پرسوز ،پرملال ،سینہ زور تحریف ،اکاذیب ،زائغین ،کاذبین ،غلو جیسے الفاظ چند سطروں میں لکھے ہیں اور صفحہ ۵۲۔۵۳،۵۴ پر استعمال کی گئی زبان ان خدائی فتووں کے جواب میں بھی استعمال کرو گے؟؟؟ اب یا تو کہو کہ عرض کیے گئے تینوں جملوں میں،،سخریہ،،کا کوئی مفہوم پایا نہیں جاتا یا یہ کہو کہ اللہ تعالی نے،،

لایسخر (الحجرات) جوفرمایااس سے تمہارے استادصاحب کوخصوصی استثنا حاصل ہے یا یہ کہو کہ،، فَیَسْخَرُوْنَ مِنْھُمْ ط،، والے لوگ اپنے توحیدی اور مومن ہونے کا دعوی نہیں کرتے تھے۔جبکہ تمہارے استاد صاحب تو ماشاء اللہ توحیدی ہیں ۔اگر یہ بھی نہیں تو جو کچھ راقم کی تحریر میں تمہیں نظر آیااس سے کہیں زیادہ سخت معاملہ تو اللہ کی کتاب نے تمہارے استاد کے کردار کوسامنے کر کے اختیار کیا ہے۔پھراس کے بارے میں بھی وہی زبان ذرا استعمال کروتا کہ دنیا بھر کے مسلمان تمہارے حقیقی چہرے تو دیکھ لیں۔اگر یہ بھی نہیں کرسکتے کہ کہیں تمہاری اصل شکلیں کسی کونظر نہ آجائیں تو بھول میں مت رہو جس کے ہاتھ میں نظام کائنات ہے وہ سب کچھ جاننے والا ہے تم سب سے خود کو چھپا سکتے ہو پر اس مالک الملک سے نہیں جو اس طرح کے،، سخریہ،، کرنے والوں کوصاف بتار ہا ہے،،،سَخِرَ اللّٰہُ مِنْھُمْ وَ لَھُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ،،،(توبہ)

﴿ایک کڑوا سچ﴾

دنیا میں احترام اور محبت کے لائق جس قدر حضرات ہیں ان میں استاد کوایک بڑا مقام حاصل ہے۔خود نبی رحمت ﷺ اس عظیم الشان منصب پر فائز تھے۔جن سے محبت کرنے والوں نے اپنی محبت وعقیدت کی جو مثال رقم کی ہے وہ رہتی دنیا تک یادرکھی جائے گی۔مگر جس طرح استاد کا رشتہ انتھائی لائق محبت وعقیدت ہے اسی طرح یہ ایک انتہائی نازک اور حساس منصب بھی ہے۔استاد کی تربیت طلباء کو یا تو سونا بنادیتی ہے اور یا پھر مٹی ۔۔نبی رحمت ﷺ بھی استاد تھے۔جن کی تربت نے صدیق،فاروق،عثمان وحیدر جیسے بے مثال حضرات تیار کیے اور عبداللہ ابن ابی وغیرہ بھی استاد اور امام بنے ہوئے تھے (وجعلنا منھم ائمۃ یدعون الی النار) جن کی تعلیم وتربیت نے وہ لوگ کھڑے کیے کہ اللہ کا قرآن آج تک ان کے،،ملعون،، ہونے کا شاہد عدل ہے۔

،،پیش گفتار،، کے لکھاری نے اس منصب کے سلسلہ میں جو طرز عمل اختیار کیا ہے اس کے بارے میں محتاط الفاظ میں کہا جا سکتا ہے کہ یہ ایک نافہم خاتون کا اپنے بچوں کی طبعی وفطری محبت سے غلط فائدہ اٹھا کر بچوں کو

باپ کے خلاف کر دینے جیسا طرز عمل ہے۔کہ جس سے ان بچوں کا مستقبل بلکہ دنیا آخرت تباہ ہو جاتی ہے ۔حالانکہ بچے اپنی سوچ کے مطابق بالکل ٹھیک اور ماں کا حق محبت ادا کر کے جنت کما رہے ہوتے ہیں۔وجہ یہ ہے کہ انکی ماں ان کو باپ کے بارے میں جو کچھ بتا رہی ہوتی ہے،ان کے خیال میں وہ بالکل ٹھیک اور درست ہے اور ماں کی بات کے مقابلے میں ان کو ہر کسی کی بات غلط محسوس ہوتی ہے۔اب اولاد کا ماں کی محبت میں ڈوب کر اپنے والد کے خلاف کوئی سا اقدام کرنا ان کی زندگی پر کس قدر غلط اثرات ڈالے گا؟ یہ جاننے والوں سے مخفی نہیں۔

ٹھیک یہی صورت یہاں بر پائی جا رہی ہے۔کہ استاد صاحب ان بچوں کی اس محبت سے فائدہ اٹھا رہے ہیں جو محبت بچے کو اپنے استاد سے ہوتی ہے۔جس سے استاد کو کوئی وقتی تلذز حاصل ہو تو ہو مگر استاد کی محبت میں ڈوب کر بچے جو پوری امت کو مشرک اور بدعتی بنانے پر تل گئے ہیں اور مسجدوں کو خانہ جنگی بنالیا ہے۔اور اپنوں سے بڑوں کو زبانوں کے استروں پر رکھا ہوا ہے اور عبادات کے مواقع کو جو فتنہ وفساد میں غرقاب کیا ہوا ہے اس کے برے اثرات اور غلط انجام سے بھلا وہ بچے متاثر ہوئے بغیر کیسے رہیں گے؟ جوان جرائم میں آگے سے آگے بڑھ کر مبتلا ہو رہے ہیں ممکن ہے کوئی راقم کو یہ درس سنائے کہ انکے شاگرد ہیں وہ جانیں اور ان کا کام تمہیں ان کے معاملات میں دخل اندازی کی کیا ضرورت پڑی ہے؟
اس پر راقم عرض گزار ہے کہ بے شک اس کے لیے یہ کوئی مسئلہ نہیں جس کی آنکھیں قوم کی ڈوبتی کشتی دیکھ کر سہ جانے کا حوصلہ رکھتی ہوں۔جو ملت کی بربادی پر دل میں درد کی کوئی ٹھیس نہ پاتا ہو۔مگر وہ کہ جس کے پاس قوم کو برباد ہوتا دیکھ کر سہنے کی سکت نہ ہو اس کے لیے اتنی آسانی سے خاموشی اختیار کر جانا اور سب کچھ بیک سانس پی جانا بڑا مشکل کام ہے۔

﴿کیا سادگی میں کوئی فریب ہے؟﴾

صاحب بہادر،،پیش گفتار؛؛میں راقم کی سادگی پر تبصرہ کرتے ہوئے اسے فریب قرار دیتے ہیں۔

(۱) تیری سادگی میں بھی اک فریب ہے۔(جوابی رسالہ ص۳)

(۲) بظاہراتنے سادے اور پیارے بزرگ اصلاح اور خیر خواہی کے دعویدار لیکن۔۔۔(ایضا)

(۳) حضرت کے شدت بھرے جذبات دیکھ کر بارگاہ ایزدی میں مجھے درخواست پیش کرتے ہوئے اور حضرت کی طرف نسبت کرتے ہوئے یوں فریاد کرنا پڑی۔۔۔

خداوند تیرے یہ سادہ دل بندے کدھر جائیں
کہ درویشی بھی عیاری ہے سلطانی بھی عیاری

(ایضا)

اب یہ بات تو اللہ کریم ہی بہتر جانتے ہیں کہ ان کو سادگی کے کس پہلو میں فریب دکھائی دیا کیوں کہ صاحب ،،پیش گفتار،، نے سادگی میں جو فریب ملاحظہ فرمایا اسکی کوئی نشاندہی نہیں کی تا کہ راقم اس فریب سے جان چھڑانے کی کوشش کرے۔بلاشبہ انسان کا ایک سخت جان اور قریب ترین دشمن اس کا اپنا نفس ہے

وَ مَآ اُبَرِّئُ نَفۡسِیۡ ۚ اِنَّ النَّفۡسَ لَاَمَّارَۃٌۢ بِالسُّوۡٓءِ اِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّیۡ ؕ (یوسف)

انسان بسا اوقات اپنے نفس کی شرارتوں سے مطلع نہیں ہو پاتا ممکن ہے کہ یہ عیب راقم میں پایا جاتا ہو جس سے مطلع کرنے والا راقم کا محسن ہے۔اس لیے اس عیب پر اطلاع پانے کا خواہش مند ہوں۔راقم نے اس عیب کی تلاش میں متعدد بار،، پیش گفتار،، کو پڑھا ہے۔جس میں عیاری کے قریب قریب،، مخبوط الحواس ،سیخ پا،آگ بگولہ،طیش میں ہاتھ پاوں نوچنا، دکھایا گیا ہے۔اگر ان کے نزدیک انہی امور کا کسی آدمی میں پایا جانا عیاری ہے تو اول یہ ساری باتیں سراسر الزام ہیں۔جن پر کچھ وضاحت آگے آئے گی لیکن ایسا نہ بھی ہو تو

کیا کسی سادہ آدمی کو غصہ وغیرہ آجانا عیاری کہلاتا ہے؟امید ہے کہ آپ نبی رحمت ﷺ اور صحابہ کرامؓ کے وصف سادگی کا انکار نہیں کریں گے پھر کیا کسی غلط کام کو دیکھ کران تمام حضرات کو غصہ نہیں آتا تھا؟
خود نبی کریم ﷺ جب کسی نافرمانی والے کام کو دیکھتے تو آپ ﷺ کا چہرہ مبارک سرخ ہوجانا کتنی احادیث میں موجود ہے ۔اور غلط کاموں کو دیکھ کر صحابہ کرامؓ کا غصہ ہونا بھی ایسی حقیقت ہے جس سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔
مزید غور کریں کہ خود آنجناب کے بہت سارے اساتذہ کرام ایسے ضرور ہونگے جن کے بارے میں آپ کہیں گے بڑے سادہ تھے ۔کیا وہ استاد اپنے شاگردوں سے غصہ ہوتے ہوئے، ان کو کان پکڑواتے ہوئے، اور سزائیں دیتے ہوئے نہیں پائے گئے؟ پھر کیا آپ کے کاغذوں میں ان سب حضرات کا غصہ کرنا کیا فریب اور عیاری تھا؟

﴿اس طرح کا طنز کرنے والے کون؟﴾

واقعہ تو یہ ہے کہ سادگی میں کسی کو غصہ آجائے تو اس غصہ کا نام فریب نہیں ہے یہ نظریہ خود موصوف کا بھی نہیں ہوسکتا کیونکہ کسی کا خلاف مزاج کام کو دیکھ کر غصہ میں آجانا ایک طبعی امر ہے جس میں انسان کا ذاتی اختیار نہیں ۔۔بلکہ بات یہ ہے کہ موصوف ان الفاظ کے ذریعے سے طنز کررہے ہیں جیسا کہ عبارت کا نشیب وفراز اس پر شاہد عدل ہے ۔بالکل اسی طرح جس طرح اپنی زبان سے خود کو مومن کہنے والوں نے صحابہ کرام کو طنز کا نشانہ بنایا اللہ تعالی فرماتے ہیں۔
وَ اِذَا مَآ اُنْزِلَتْ سُوْرَةٌ فَمِنْهُمْ مَّنْ يَّقُوْلُ اَيُّكُمْ زَادَتْهُ هٰذِهٖٓ اِيْمَانًا (۲۴..التوبہ)
اور جب کبھی کوئی سورت نازل کی جاتی ہے تو انہی میں وہ لوگ ہیں جو کہتے ہیں کہ اس سورت نے تم میں سے کس کے ایمان میں اضافہ کیا؟

اللہ کریم نے تو یہ بتایا تھا کہ جب قرآن پاک کی کوئی سورت نازل ہوتی ہے تو ایمان والوں کا ایمان اس سے بڑھ جاتا ہے

،،،فَاَمَّا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا فَزَادَتۡهُمۡ اِیۡمَانًا وَّ هُمۡ یَسۡتَبۡشِرُوۡنَ،،،(ایضا)

یعنی جہاں تک ان لوگوں کا تعلق ہے جو (واقعی) ایمان لائے ہیں ان کے ایمان میں تو اس سورت نے واقعی اضافہ کیا ہے اور وہ (اس پر) خوش ہوتے ہیں۔

مگر اپنی زبان سے خود کو مومن کہنے والا یہ ٹولہ جو بیشک مسجد میں آتا جاتا، نمازیں پڑھتا اور مال وغیرہ بھی خرچ کرتا تھا۔اس کو ایمان والوں کی یہ صفت فریب نظر آتی تھی۔لہذا اس صفت پر وہ صحابہ کرام پر طنز کرتے ہوئے کہتے جس کا ذکر اوپر آیت میں موجود ہے۔اللہ کریم نے صحابہؓ کی اس صفت کو فریب جاننے والوں اور ان پر طنز کرنے والوں کو جواب دیا کہ

وَ اَمَّا الَّذِیۡنَ فِیۡ قُلُوۡبِهِمۡ مَّرَضٌ فَزَادَتۡهُمۡ رِجۡسًا اِلٰی رِجۡسِهِمۡ وَ مَاتُوۡا وَ هُمۡ کٰفِرُوۡنَ

(توبہ۱۲۵)

رہے وہ لوگ جن کے دلوں میں ٹیڑا پن ہے تو اس سورت نے ان کی گندگی میں کچھ اور گندگی کا اضافہ کر دیا ہے اور ان کو موت بھی کفر کی حالت میں آتی ہے۔

ہم اس پر مزید کچھ اور عرض نہیں کرتے ان کے مذکورہ تینوں طنزیہ الفاظ کو سامنے رکھ کر قرآنی ہدایات کی روشنی میں ان کے مسکن اور ٹھکانے کا جائزہ لے لیں کہ موصوف کس پارٹی کے رکن ثابت ہوئے ہیں؟؟؟

﴿مخبوط الحواس کا دعوی حقیت یا جھوٹ﴾

،،پیش گفتار،، کے لکھاری صاحب نے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ۔۔۔۔حضرت کی تحریر پڑھ کر یوں محسوس ہوا کہ حضرت بے حد مخبوط الحواس اور سیخ پا ہو چکے ہیں (ص۲)

موصوف نے اس جملے میں راقم پر دو الزام عائد کیے ہیں (۱) مخبوط الحواس (۲) سیخ پا ہونا

مگران الزامات کوثابت کرنے کے لیےکوئی دلیل نہیں دی۔

یہ صاحب مذید لکھتے ہیں کہ۔۔۔۔۔حیات شہدا کی عجیب وغریب تحقیق اور پھر جہالت پرمبنی قرآن وحدیث اورامت مسلمہ کےخلاف عقلی گھوڑے دوڑاتے ہوئےنظرآئے (ایضا)

آگےچل کر مذید گوہرفشانی کرتے ہیں۔۔۔۔جہل مرکب تحریرکا جواب میں تواپنی توہین سمجھتاہوں (ص۳)

اپنے بول سے یہ صاحب بہادرخودکوکوئی بہت بڑامحقق اورعلامہ فہامہ اور،،ذخارعلم،،دکھارہے ہیں۔مگرحیرت کی بات ہے کہ ان استاذالعماءکواتنی عام سی بات بھی معلوم نہیں کہ بغیر دلیل کے الزام کی حیثیت جھوٹ سے بڑھ کرکچھ بھی نہیں ہوتی۔ان صاحب بہادرکی ذمہ داری تھی کہ وہ الزام عائدکرتے ہوئے دلیل کےطورپران الفاظ کی نشاندہی کردیتے جس سے پتہ چلتا کہ یہ الفاظ یا عبارت،،مخبوط الحواس،،ہونے کی دلیل ہے۔اور یہ عبارت اس کے،،سیخ پا،،ہونے کی دلیل ہے۔مگرانہوں نے ایسانہیں کیا اب یاتو موصوف بس اردو میں لکھاہوامحقق کالفظ پڑھ کراسی کو پکائے پھررہے ہیں باقی تحقیق کیاہوتی ہے؟اس سے صاحب بہادرکوکچھ لینادینانہیں۔اور یاپھرموصوف ،،دکھ سازیاں،،کی گلے میں اڑجانے والی ہڈی سے مجبور ہوکر بانگ دے رہے ہیں کہ جو ہڈی نہ نگلی جارہی ہے نہ اگلی جارہی ہے۔تاکہ اس طرح کی ہفوات سے،،دکھ سازیاں،،کی کاری ضربوں سےنجات پاجائیں۔ورنہ انصاف کا تقاضایہ تھا کہ موصوف الزام عائدکرنے کے بعدکم ازکم دو میں سےکوئی ایک کام بہرحال کرتے۔

(ا)یاتوعائدکیے ہوئے الزامات کو،،دکھ سازیاں،،کی کچھ عبارتوں سے ثابت کردیتے کہ یہ،،مخبوط الحواس،، ہوگئے ہیں اور،،دکھ سازیاں،،کی یہ عبارت اس بات کی دلیل ہے۔

(۲)اگر یہ خودان عبارتوں کی نشاندہی نہیں کرسکے توکم ازکم اپنے جواب کے ساتھ،،اپنے پیاروں کی دکھ سازیاں،،بھی شائع کردیتے تاکہ ان کے الزامات کو پڑھنے والے،،دکھ سازیاں،،بھی پڑھتے اوراپنی آنکھوں سے دیکھتے کہ اس میں کون کون ساجملہ لکھنے والے کے،،مخبوط الحواس،،ہونےکوثابت کررہاہے۔

جب ان استاذ العلماء صاحب نے الزام تو لگایا مگر نہ الزام کو سچ ثابت کرنے کے لیے کوئی دلیل دی اور نہ ہی ،، دکھ سازیاں،، کو اس الزام کے ساتھ لف کیا۔ تو اب سوال یہ ہے کہ اس بات کا پتہ کیسے چلے گا کہ مدعی کا یہ دعوی سچ ہے یا جھوٹ؟؟؟

چلیں موصوف نے تو گھٹے میں ہاتھ مار کر اپنے غیض وغضب کی بھڑاس نکال لی اب راقم موصوف اس کے رشید شاگرد اور کارندوں کو خدائی زبان میں بتاتا ہے کہ وہ اس الزام کو سچ مانیں یا جھوٹ؟

﴿قرآن کریم کا بتایا ہوا قاعدہ﴾

آیئے کہ اللہ تعالی کے سچے کلام سے اس سوال کا حل ڈھونڈیں چنانچہ مالک کریم ارشاد فرماتے ہیں۔

لَوْ لَا جَآءُوْ عَلَيْهِ بِاَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ ۚ فَاِذْ لَمْ يَاْتُوْا بِالشُّهَدَآءِ فَاُولٰٓئِكَ عِنْدَ اللّٰهِ هُمُ الْكٰذِبُوْنَ(۱۳)(النور)

وہ (بہتان لگانے والے) اس بات پر گواہ کیوں نہیں لے آئے؟ اب جبکہ وہ گواہ نہیں لائے تو اللہ کے نزدیک وہی جھوٹے ہیں۔

قرآن کریم کی اس آیت کو خوب غور سے ملاحظہ کرنا چاہیے۔ جن لوگوں کو اللہ تعالی نے یہاں ،، کاذبون،، کہا وہ اپنی زبان سے خود کو توحیدی و مومن کہتے تھے۔۔۔۔ انہوں نے بھی الزام تو لگایا تھا مگر اس کا ثبوت نہیں دیا تھا ۔۔۔۔ ان کے اس الزام کا مقصد ایمان والوں کو اذیت دینا تھا، جیسا کہ اس موقعہ پر ہوسکتا ہے۔

اب ان ،، مخبوط الحواس،، کہنے والوں کو ان مذکورہ لوگوں کے ساتھ ملا کر دیکھیے پھر اس بیان میں فرمائے ہوئے قاعدہ واصول کو ملاحظہ فرمایئے کہ الزام لگانے والے پر لازم ہے کہ وہ اپنے الزام کو شہادت ودلیل سے ثابت کرے۔ اگر الزام لگانے والا اپنا الزام ثابت نہ کر سکے تب بھی وہ جھوٹا ہے اور اپنے الزام کو ثابت کرنے کی دلیل نہ لا سکے تو بھی وہ اللہ کے نزدیک جھوٹا ہے۔ اب کوئی شاگرد رشید غیرت کا مظاہرہ کر کے ان پیکر اخلاص

صاحب کو،،فاولئک عنداللہ ھم الکاذبون،،کا تمغہ عطا کرنے پر وہ مجلس عزا پڑھے جو،،دکھ سازیوں،،کے جواب میں وہ پڑھتے پائے گئے ہیں۔کہ ظالمانہ فتووں کے دل دہلا دینے والے نشانات۔۔۔موصوف صاحب نے تقریبا سات ظالمانہ فتوے لگائے ہیں۔کہ اس عقیدے کے قائلین مفتری علی اللہ ،کافر،ظالم،جھوٹے ،رافضی،شیعہ اور بھونڈہ بازی کرنے والے ہیں۔۔۔کیا کوئی ہے دیانت وانصاف کا حامی جو ایسی زہر آلود قلم چھین لے اور بے لگام زبان کو گدی سے کھینچ لے (ص۵۲،۵۳)

﴿مخبوط الحواس کون؟﴾

صاحب بہادر نے ٹھیک اسی طرح الزام تو لگائے جس طرح الزام۔۔۵ھجری۔۔غزوہ بنو مطلق۔۔۔سے مدینہ کی طرف واپسی پر دوران سفر اپنی زبان سے خود کو مومن وتوحیدی کہنے والے کچھ لوگوں نے لگایا تھا جس کو سچ ثابت کرنے کے لیے نہ ان کے پاس کوئی ثبوت تھا اور نہ ان کے پاس کوئی ثبوت ہے۔چنانچہ اپنے لگائے ہوئے الزام کا نہ وہ کوئی ثبوت پیش کر سکے اور نہ یہ صاحب اس الزام پر کوئی ثبوت پیش کر سکے ہیں۔چنانچہ اہل ایمان کو دکھی کرنے کے لیے ان خود کو توحیدی ومومن کہنے والوں نے جو الزام عائد کیا۔اللہ کریم نے اس کے سچ جھوٹ کو پہنچانے کے لیے ایک قاعدہ وقانون جاری کر دیا جو قیامت تک کے لیے نافذ العمل رہے گا۔اس قاعدہ کی روشنی میں جیسے وہ خود کو توحیدی ومومن کہنے والے عند اللہ جھوٹے قرار پا گئے، اسی طرح اس نافذ العمل قاعدہ وقانون کی روشنی میں یہ صاحبان بھی،، عِنْدَ اللّٰهِ هُمُ الْكٰذِبُوْنَ ،،یعنی اللہ کے نزدیک جھوٹے قرار پا گئے اب اللہ کریم نے تو اس قاعدہ کی روشنی میں ان کو جھوٹا قرار دے دیا لیکن اس کے باوجود یہ اپنے گمان میں پھر بھی،،گامن سچار،،ہوتے ہیں۔

اس عظیم الشان شہادت کے بعد ذرا میدان مشاہدہ میں بھی ان کے اس الزام کا حال دیکھ لیں۔یہ صاحب مذکورہ الزامات لگانے کے بعد آگے لکھتے ہیں۔۔۔۔۔۔۔۔خلاف توقع یہ تحریر دیکھ کر انتہائی تعجب ہوا کہ حضرت کی دکھتی ہوئی رگ پر کس اشاعتی نے ہاتھ رکھ دیا کہ حضرت آگ بگولہ اور دکھیا ہوئے (ص۳)

یعنی موصوف کوتحریر دیکھنے کے بعد بھی یہ پتہ نہیں چلا کہ کس اشاعتی نے یہ مہربانی کی ہے جس سے آگ بگولہ اور دکھیا ہوکر رسالہ لکھنا پڑاان کے اس تعجب کوسامنے رکھ کراب،،اپنے پیاروں کی دکھ سازیاں،،کے بالکل پہلے صفحہ (جس سے پہلے کوئی خالی صفحہ بھی نہیں جوٹائیٹل وغیرہ کی صورت میں ہوتا ہے) کے دوسرے پیراگراف کو ملاحظہ فرمائیں!

دکھوں،غموں اور پریشانیوں کے گھٹاٹوپ اندھیرے میں کمرتوڑ دینے والا حادثہ اپنے ان عزیزوں کا افتراق، انشقاق وانحراف ہے جوعزیز اپنی نسبت براہ راست دینی مدارس سے رکھتے ہیں ۔اس مبارک نسبت کے باوجودمہربان دنیاداری کے کاموں میں مصروف ایمان والوں کے لئے مسجد میں دور ہونے کا باعث اوردین حق پراعتراض کا سبب بن گئے ہیں (اسکی مزید کچھ وضاحت کے بعدلکھا ہے)یہی وہ المناک صورت حال اور پریشانی کی کیفیت ہے جوان گزارشات کا سبب بنی (دکھ سازیاں ص ۱،۲)

راقم نے یہاں ان صاحب کے طلباء کی جانب سے پھیلائے ہوئے اس افتراق کا صاف ذکر کیا جس سے یہ شیرجوان پورے ماحول ومعاشرہ اور برادری کے بچہ بچہ تک کے سامنے،،سفید کوا،،بن کررہ گئے ہیں۔ان کی فتوی بازیاں یہاں تک ترقی کرگئیں ہیں کہ بھائی بھائی کے پیچھے ۔۔بھتیجا چچا تایا کے پیچھے اور بھانجہ ماموں کے پیچھے نماز پڑھنا حرام جانتا ہے ۔مسجد میں اس قسم کی جنگ بازی سبب بنی کہ نماز پڑھنے کے لیے آنے والے نمازی ان کا یہ حال دیکھ کرمسجد میں داخل ہونے کی بجائے واپس گھر پلٹ گیے اوراب مسجد کی طرف آنے کا رخ نہیں کرتے اب دیکھیے کہ،،دکھ سازیاں،،کی بالکل ابتداہی میں اسکے لکھے جانے کی بالکل صاف اورصریح الفاظ میں وضاحت اور بیان کے بعدبھی ان صاحب کو بالکل بھی پتہ نہ چلا اوروہ اس بات پر حیران وپریشان ہے کہ

پتہ نہیں کس اشاعتی نے ان کی دکھتی ہوئی نبض پر ہاتھ رکھ دیا جو یہ آگ بگولہ اوردکھیا ہو گیے ۔(ص ۳)

،،دکھ سازیاں،،لکھے جانے کی وضاحت اس خط کے بالکل ابتدائی حصہ میں پہلے صفحہ دوسرے پیراف گراف

میں کردی تھی جوسب دیکھنے والے ملاحظہ کرسکتے ہیں مگرصرف ابتداہی میں اپنے دکھ کی وجہ بیان نہیں کی بلکہ اس خط کے بالکل آخری الفاظ ملاحظہ فرمائیں گے تو وہاں بھی صاف الفاظ میں اس دکھ درد کا ذکر اور دکھ دینے والوں سے درخواست موجود ہے پہلے صفحہ کی طرح بالکل آخری صفحہ (جس کے بعد کوئی ٹائٹل وغیرہ کا صفحہ بھی نہیں ہے) کے آخری الفاظ کچھ یوں ہیں۔

خدا کے لیے ایک مسجد میں دو، دو جماعتوں کی فضا قائم کرکے،،" تَفْرِيقًا بَيْنَ الْمُؤْمِنِيْن،،،(۱۰۷)

(التوبہ) والے دشمنان صحابہ کے ایجنڈے کو عملی شکل دیکر دشمنان صحابہ کا ایجنٹ بننے کی کوشش نہ کی جائے۔ یہ ایجنٹی اسلام اور اہل اسلام کے لیے تو خطرناک ہے ہی خود تمہارے لیے بھی بدترین وبال بن جائے گی اگر کسی پر تم کو ترس نہیں آتا تو خود اپنے اوپر ہی ترس کرلو! (دکھ سازیاں کے آخری الفاظ)

اب ابتدا میں بھی صاف الفاظ میں دکھ دینے والے شیر جوانوں کا ذکر اور انکے کردار کا صراحتا بیان ہے اور بالکل آخر میں بھی اس دکھ درد کی وجہ کھلے الفاظ میں لکھی ہوئی ہے مگر اتنی صاف وضاحت وصراحت کے بعد بھی صاحب لوگوں کا یہی ارشاد ہے کہ۔۔۔۔،، پتہ نہیں کس اشاعتی نے ان کی دکھتی رگ پر ہاتھ رکھ دیا؟،،

اب اپنی قبر حشر سامنے رکھتے ہوئے خدا لگتی کہو جس کے حواس اڑ نہ گئے ہوں بلکہ اپنی جگہ پر بحال ہوں وہ اتنی واضح اور صاف صراحت کو دیکھ کر اس شک شبہ اور پریشانی میں رہ سکتا ہے کہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔حضرت کی دکھتی ہوئی رگ پر کس اشاعتی نے ہاتھ رکھ دیا؟ (ص۳)

﴿ایک اور شہادت﴾

،،مخبوط الحواس،، اس کو کہتے ہیں جس کے حواس بجانہ ہوں یعنی ،،بولا ہوجانا،، یہ عربی زبان سے ماخوذ اردو میں بطور صفت کے استعمال ہوتا ہے اردو گرائمر میں اسکا معنی لکھا ہے۔

وہ شخص جس کے حواس مختل ہوگئے ہوں یا جس کے حواس بجانہ ہوں،، باولا،، سڑی،، پاگل،، سودائی،، خبطی،،

(اردو لغت تحت حرف ۔م۔خ)

یہ لفظ نذیر احمد نے اپنے ترجمہ قرآن میں استعمال کیا ہے۔اب یہ صفت ،،دکھ سازیاں،، میں کہیں پائی جاتی ہے یا صاحب بہادروں کی ،،پیش گفتار،، کی رفتار میں؟ آپ اس سلسلے کی چند گزارشات ملاحظہ فرما چکے جس سے آپ کو کچھ اندازہ ضرور ہو گیا ہو گا۔۔مزید تسلی کے لیے ان صاحب کی ،،پیش گفتار،، اور راقم کی ،،دکھ سازیاں،، دیکھی جا سکتی ہیں۔اس سلسلہ کی مزید شہادت یہ بھی ہے کہ برادر صغیر نے راقم کو جوابی رسالہ لکھنے والوں کا یہ پیغام پہنچایا کہ ہم مخصوص الفاظ اپنی کتاب سے حذف کرنا چاہتے ہیں بس آپ ہمارے بارے میں اس قسم کے الفاظ استعمال نہ کرنے کا وعدہ کریں۔راقم نے تو انکو پہلے ہی کہہ دیا تھا کہ میرے مالک کی ہدایت عمل کرنے کے لیے مجھے کافی ہے کہ

،، لَئِنْ بَسَطْتَّ اِلَیَّ یَدَکَ لِتَقْتُلَنِیْ مَآ اَنَا بِبَاسِطٍ یَّدِیَ اِلَیْکَ لِاَقْتُلَکَ ۚ اِنِّیْٓ اَخَافُ اللّٰہَ رَبَّ الْعٰلَمِیْنَ(۲۸) (مائدہ)

اگر تم نے مجھے مارنے کو اپنا ہاتھ بڑھایا تب بھی میں تمہیں مارنے کو اپنا ہاتھ نہیں بڑھاوں گا میں تو،،، اللّٰہَ رَبَّ الْعٰلَمِیْن،،، سے ڈرتا ہوں۔

پس اگر تم ایسا کچھ کرو گے بھی سہی تو میں تمہاری طرح کا غدار نہیں بنوں گا اس کا تعلق کسی شرط کے ساتھ مشروط نہیں اور نہ راقم کو اس قسم کی آفر سے کچھ غرض ہے۔اپنے الفاظ حذف کرنے کا اظہار کرنے والے بھی حیات ہیں اور درمیانی واسطہ بھی !!!!ان سے اس بات کی تسلی کی جا سکتی ہے۔دانا لوگ کہتے ہیں کہ تین چیزیں بہت سوچ سمجھ کر اٹھانا چاہیے۔۔قلم۔۔قدم۔۔قسم،،اس لئے کہ ان کے اٹھائے جانے کے بعد واپسی کی راہ نہیں بچتی۔اب جس نے بقائمی ہوش وحواس عقیدے کی بات لکھی ہو وہ کسی کی دوستی دشمنی یا وعدے وعید پر اپنا لکھا تو نہیں بدلا کرتا۔دنیاداری یا تفریحی ،تاریخی لکھائیاں تبدیل کر لی جائیں تو ممکن ہے مگر دین کی بات بلکہ دین میں بھی خاص عقیدے کی کسی بات کا لکھنا پھر اسے بدل دیا جانا سمجھ سے بالاتر ہے۔

راقم اس آفر کے بعد سوچتا رہا ہے کہ یہ کیسا عقیدہ ہے جو راقم سے وعدے لیکر یہ مماتی بدل دینا چاہتے ہیں؟؟؟ خیر یہ تو ان کا جگرا ہے جو دوسروں سے وعدے لیکر اپنے ہاتھ سے لکھا اپنا عقیدہ بدل سکتے ہیں۔راقم کا خیال ہے کہ عقل وشعور رکھنے والا ادمی بقائمی ہوش وہواس عقیدہ لکھ کر نہ تو مٹا سکتا ہے نہ بدل سکتا ہے اور نہ اس پر کسی سے سودے بازی کر سکتا ہے۔ہاں اگر اس نے عقیدے کے نام پر محض اپنے غیض وغضب کی آگ ٹھنڈی کی ہو یا لکھتے وقت ہواس مخبوط ہو گئے ہوں تو دوسری بات ہے۔

﴿محققین کی اردو﴾

ان صاحبوں کا کہنا ہے کہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔حضرت آگ بگولہ اور اتنے دکھیا ہو گئے (ص۲)

آگ بگولہ کا معنی ہے ۔۔۔تند وتیز ہونا۔۔۔جلا ہوا۔۔۔غصہ میں بھرا ہوا۔۔۔غضب ناک وغیرہ ۔اسکے مترادف الفاظ۔۔برافروختہ۔۔۔تند وتیز۔شوخ ہیں۔جبکہ،،دکھیا،،دردمند عورت کو کہتے ہیں۔

(اردو لغت۔تحت۔آ)

آگ بگولہ وہ ہوتا ہے جو جارحیت اور انتقام پر اتر آئے۔۔۔۔جبکہ،،دکھیا،،وہ دردمند عورت ہوتی ہے جس میں ذلت اور مسکنت پائی جاتی ہے۔۔۔ارباب انصاف غور فرمائیں کہ،،آگ بگولہ،،اور،،دکھیا،،دو متضاد صفات ہیں جو ایک جگہ جمع نہیں ہو سکتیں مگر ان علامہ صاحب نے بیک وقت ان دونوں باتوں کو جمع کر دکھایا ہے۔واقعہ یہ ہے کہ جو،،آگ بگولہ،،ہوتا ہے وہ،،دکھیا،،نہیں ہوسکتا اور جو،،دکھیا،،ہواس کے لئے،، آگ بگولہ،،ہونے کی بات درست نہیں۔

اب اس پر راقم کچھ عرض نہیں کر سکتا کہ جب وہ ابن سلطان محمود(جن کا ان کو وضاحت کے بغیر پتہ بھی نہیں چل سکا کہ وہ ان کا سفر وحضر کا ساتھی مولانا محمد ریاض ہیں)کو،،دکھیا،،یعنی دردمند عورت لکھ رہے تھے اس وقت وہ،،مخبوط الحواس،،تھے یا،،غیر مخبوط الحواس،،اگر تو صاحب بہادر،،مخبوط الحواس،،تھے تو وہ،،مرفوع القلم،،ہوئے کیوں کہ نبی رحمت ﷺ نے جن تین طرح کے لوگوں سے قلم اٹھائے جانے کا ذکر فرمایا ہے ان

میں اس قسم کا ،،مخبوط الحواس ،،بھی کسی نہ کسی طرح آجاتا ہے۔لیکن اگر صاحب لوگ اس بات سے انکار فرمائیں تو پھر دکھی مذکر کو دکھیا کہنے کی کیا دلیل ہے؟ کیا ان کے ہاں ،،اماں ،،کو،،ابا،،اور،،ابا،،کو،،اماں،، کہنے کا عرف جاری ہے؟؟؟ حالانکہ ہمارے رشتہ داروں میں پہلے تو اس قسم کی کوئی مثال نہیں پائی گئی ۔بہرحال راقم عرض گزار ہے کہ ان صاحبوں نے منقولہ اقتباس میں ایک تو اپنے ،،مخبوط الحواس،، ہونے کی دلیل مہیا کی ہے اور دوسرا،،آگ بگولہ،،ہونے کا راقم پر بہتان باندھا ہے جس کی دلیل خود ان کے الفاظ (اور اتنے دکھیا ہو گئے) ہیں۔

﴿طیش غصے اور جارحانہ لہجہ کے الزامات حقیقت یا جھوٹ﴾

صاحب لوگوں کا لکھنا ہے۔۔۔۔۔۔۔۔لیکن جب قلم ہاتھ میں آیا تو اس قدر طیش اور غصے میں کہ کہیں غصے کیوجہ سے اپنے ہاتھ پاوں نہ نوچ ڈالیں حضرت کا یہ جارحانہ لہجہ دیکھ کر (ص۲)

اس جگہ ان صاحب نے راقم پر تین الزامات چتر وڑی سر تال پر گائے ہیں۔(۱)۔۔طیش میں ہیں۔

(۲)۔۔۔۔۔۔غصے میں ہیں،ایسے غصے میں کہ اس کی وجہ سے اپنے ہاتھ پاؤں نوچ ڈالیں گے۔

(۳)۔۔۔۔۔۔جارحانہ لہجہ۔یہ تینوں الزام تو انھوں نے راقم پر عائد کر دیے مگر ان الزامات کو ثابت کرنے کے لئے کوئی دلیل یا ثبوت نہیں دیا نہ ہی اپنے رسالے کے ساتھ ،،دکھ سازیاں،،لف کی ہے۔کہ پڑھنے والے،،دکھ سازیاں،،دیکھ کر تسلی کر لیتے اور ان کو پتہ چل جاتا کہ یہ الزام محض جھوٹ ہیں یا ان میں کچھ حقیقت بھی ہے مگر انہوں نے ایسا بھی نہیں کیا۔

اب سوال یہ ہے کہ یہ تینوں باتیں تم نے ،،دکھ سازیاں،،کے کن جملوں سے یا کس عبارت سے اخذ کی ہے؟ موصوف اور ان کے اسی کام کے لئے پالے ہوئے کارندوں نے تو اس عقدے کو حل کرنے میں کوئی گرم جوشی نہیں دکھائی ،نہ اس کی وضاحت کی۔یعنی الزام عائد کرنے والے نے اپنے الزام کو نہ تو کسی دلیل کے ذریعے ثابت کیا اور نہ اس کی نشاندہی کی کہ انہوں نے ذکر کردہ نتائج کس عبارت سے اخذ کیے ہیں۔۔۔اب جبکہ

مدعی الزام کو دلیل وشہادت سے ثابت نہیں کرتا تو ملزم سے معلوم کیا جاتا ہے کہ وہ اس الزام کو قبول کرتا ہے یا نہیں۔۔۔۔۔ یہاں کی صوت حال یہ ہے کہ جس پر یہ الزام عائد کیا گیا وہ اس سے برائت کا اظہار کرتا ہے ۔اب وہ لوگ جو اس امر کی حقیقت جاننا چاہیں وہ کیا کریں؟

اللہ اپنے بندوں پر بڑے مہربان ہیں کوئی طالب حق ہو سہی اللہ اسے ایک لمحہ کے لئے بھی اندھیرے میں نہیں رہنے دیتے اس موقعہ پر بھی یہی ہوا۔ مالک کریم نے قیامت تک کے لیے قرآن کریم میں قانون جاری کیا ہے جس کا ذکر ہم سورۃ نور کے حوالے سے پیچھے عرض کر آئے ہیں کہ

لَوْ لاَ جَآءُوْ عَلَیْهِ بِاَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ ۚ فَاِذْ لَمْ یَاْتُوْا بِالشُّهَدَآءِ فَاُولٰٓئِکَ عِنْدَ اللهِ هُمُ الْکٰذِبُوْنَ(۱۳)(النور)

ترجمہ: وہ (بہتان لگانے والے) اس بات پر گواہ کیوں نہیں لے آئے؟ اب جبکہ وہ گواہ نہیں لائے تو اللہ کے نزدیک وہی جھوٹے ہیں۔

اللہ کریم کے اس فرمان کے مطابق چونکہ یہ شہادت لانے سے عاجز رہے ہیں اس لئے کہ اللہ کے نزدیک جھوٹے ہیں اور یہ بات ہر کوئی جانتا ہے کہ دنیادار شخص جھوٹ بولے تو برا ہے دین دار اور پھر مولانا صاحب، محقق العصر اور پیکر اخلاص صاحب جھوٹ بولے تو صرف برا نہیں بد سے بدتر ہے۔ مزید یہ کہ معاملہ دنیا کا ہو اور اس میں جھوٹ بولا جائے تو بڑا قبیح اور برا کام ہے مگر یہی کچھ دین کے معاملے میں بلکہ عقیدہ کے باب میں کیا جائے تو اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ اس کی برائی اور قباحت کس درجہ بڑھ جائے گی۔ ممکن ہے صاحب لوگوں کا خیال ہو کہ بس،، **اِنَّکَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰی**،، ہی قرآن ہے اور،،، **لَّعْنَتَ اللهِ عَلَی الْکٰذِبِیْنَ**،،، شاید قرآن نہ ہو۔ ان کو معلوم ہونا چاہیے کہ۔۔ سورۃ آل عمران کی آیت نمبر ۶۱ کے آخری الفاظ۔۔ اور سورۃ ہود کی آیت نمبر ۱۸ میں یہ الفاظ قرآن ہی میں موجود ہیں۔۔ جس میں اللہ تعالی نے جھوٹ بولنے والوں پر لعنت فرمائی ہے بلکہ یوں فرمایا،،، **الالعنة الله علی الکذبین**،،، خبردار اللہ کی لعنت ہے جھوٹوں پر۔

اب ایک بار پھر ملاحظہ کرلیں کہ انکے کارناموں کی بنا پر ان کو جھوٹا بھی اللہ کے قرآن نے قرار دیا ہے۔اور جھوٹوں پر اللہ کی لعنت کا پیغام بھی قرآن میں موجود ہے۔۔۔راقم پر تو مماتیوں نے برس لیا جو برسنا تھا۔۔۔ کہ راقم نے تم پر کوئی فتوے لگا دیے ہیں۔۔چلو ان کو تو آگے دیکھیں گے۔۔۔پہلے اس مقام کو حل کرتے ہیں۔کیا تمہیں قران کریم میں وہ فتوی لکھا ہوا نظر آیا؟ جو وہ فرما رہا ہے کہ،، فالئک عند اللہ ھم الکاذبون،،اور کیا تم دیکھ سکتے ہو جو اس کا اعلان ہے،،لعنۃ اللہ علی الکاذبین،،اب ان ارشادات کے بعد کیا ہے کوئی غیرت مند شیر جوان اور شاگرد رشید جو ایک بار پھر،، دکھ سازیاں،، والے جواب جیسی مجلس عزا برپا کرے اور آسمان سر پر اٹھائے کہ ہمارے ان کو اور ان کو،،کاذب،، کہہ دیا اور ان صاحبوں کو لعنتی قرار دیا گیا۔۔۔لہذا ہے جو ان سے۔۔۔۔۔۔چھین لے۔۔۔۔۔۔لگام دے۔۔۔۔۔۔سابقوا فتجزئاو۔

﴿،،دکھ سازیاں،،پڑھنے کی کہانی﴾

صاحب لوگوں کا کہنا ہے۔۔۔۔۔۔۔۔دکھ سازیوں کو دیکھا جس کو مکمل پڑھنے کا تو موقع نہ مل سکا (ص۲)

کچھ آگے چل کر لکھتے ہیں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔حضرت کا یہ رسالہ پڑھنے کے بعد اندازہ ہوا (ص۲)

کچھ آگے چل کر کہتے ہیں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔حضرت کا یہ جارحانہ لہجہ دیکھ کر مجھے کہنا پڑا (ایضا)

مزید آگے چل کر کہتے ہیں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔جب سرسری نظر سے مزید کچھ مقامات دیکھے (ایضا)

صرف ایک ہی صفحہ پر،،دکھ سازیاں،، پڑھنے کے حوالہ سے موصوف جس تذبذب کا شکار ہیں اسکا اندازہ ان کے الفاظ سے آپ کو ہو جائے گا کہ صاحب لوگوں نے،،دکھ سازیاں،،کو پڑھا بھی ہے۔۔۔نہیں بھی پڑھا ۔۔۔پڑھنا بھی چاہتے ہیں۔۔۔۔۔نہیں بھی پڑھنا چاہتے ان کے اس تذبذب سے قارئین بہت کچھ جان سکیں گے۔راقم نہ تو ان کے اس اضطراب پر کچھ عرض کرنا چاہتا ہے اور نہ ہی تضاد پر۔۔۔نہ اس پر بحث کا ارادہ ہے کہ نیم ملاں کون ہوتا ہے اور اسکا خطرہ ایمان بننا کیا رنگ لگاتا ہے راقم کو اس پر بھی کچھ عرض نہیں کرنا کہ کسی خط وغیرہ کو پڑھے بغیر یا سرسری پڑھ کر یا چیدہ چیدہ دیکھ کر،،مخبوط الحواس،،،طیش،،،آگ بگولہ

،،، جہالت پر مبنی ،،، وغیرہ جیسے الفاظ لکھنے والے کے لیے شریعت کیا حکم لگاتی ہے اور ،، تحقیق ،، کے جہان میں کسی خط ورسالے وغیرہ کو پڑھے بغیر کوئی رائے لکھنا یا الزام عائد کرنا کتنا بڑا جرم اور گناہ ہے ۔ راقم کو یہاں بس اتنی بات عرض کرنی ہے کہ ان پیکر اخلاص صاحب نے جو یہ کہا ہے کہ مکمل پڑھنے کا تو موقع نہیں مل سکا (ص۲) اس میں کتنی واقعیت اور سچائی ہے؟

راقم تو اسوقت ان صاحبوں کے پاس موجود نہیں تھا جب موصوف ،، دکھ سازیاں ،، دیکھا کرتے تھے مگر ان کے رشید شاگرد تو ان کے پاس تھے کیا وہ اس بات کی گواہی دے سکتے ہیں کہ واقعی ان پیکر اخلاص صاحب نے ،، دکھ سازیاں ،، کو بس سرسری پڑھا ہے اور پھر رکھ دیا گویا سرے سے بھلا دیا؟ وہ تو جانتے ہونگے کہ پیکر اخلاص صاحب کے یہ ارشادات کتنا کچھ واقعہ کے مطابق ہیں اور کتنے نہیں ۔ اور ،، **لَّعْنَتَ اللهِ عَلَى الْكٰذِبِيْن** ،، کی وعید سے کتنے بچے ہوئے ہیں اور کتنے نہیں؟

﴿ کیا رراقم کا عقیدہ جہالت پر مبنی ہے؟ ﴾

،، پیش گفتار ،، اپنی رفتار کے زور پر کہتی ہے ۔۔۔۔۔ اور جب سرسری نظر سے مزید کچھ مقامات دیکھے تو حیات شہدا کی عجیب وغریب تحقیق اور پھر جہالت پر مبنی قرآن حدیث اور امت مسلمہ کے خلاف عقلی گھوڑے دوڑاتے نظر آئے (جوابی رسالہ۔۲)

صاحب لوگوں کی اس رام کہانی کے ٹائروں سے ہوا تو ان کے اپنے صرف تین الفاظ (سرسری نظر سے) نے نکال دی ہے ۔ ممکن ہے سرسری نظر سے دیکھی ہوئی کسی ایسی عبارت یا کتاب پر رائے درست ہو جو دنیاداری یا کوئی چھوٹی موٹی عام بحث سے تعلق رکھتی ہو ۔ مگر دین کے بارے میں بلکہ اس سے بڑھ کر دین کے بھی اصولی مسئلہ کے بارے میں سرسری نظر سے دیکھی ہوئی تحریر پر رائے ،، نیم ملاں خطرہ ایمان ،، کے مترادف ہے ۔ مگر اس قبیلہ میں دینی معاملات کے اندر احتیاط نام کے ہر پہلو کو سزائے موت دی جا چکی ہے ۔ جسے ان کے جاننے والے سب جانتے ہیں ۔ یہاں موصوف نے جس گر کا استعمال کیا ہے وہ تو آگے اپنے مقام پر آئے گا ۔

رہا مسئلہ اس عقیدہ کا جس کو صاحب بہادر جہالت پر مبنی قرار دیتے ہیں اس پر تفصیلی معروضات عرض کرنے سے میرے انتہائی محبوب استاذ زادہ نے ،،بری الذمہ،، کر دیا ہے وہ اس عقیدہ پر کتاب وسنت کے دلائل جمع کر کے ایک کتاب منظر عام پر لانے والے ہیں موصوف کی اس گامن سچاری کا جواب وہ کتاب ہے، اسے دیکھ کر موصوف تسلی کر لیں۔ یہاں بس اتنی سی گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ،، دکھ سازیاں،، کی ابتدا میں قرآن کریم کی آیات ہی درج ہیں جن پر عقیدے کی عمارت تعمیر ہوئی ہے۔مگر ان صاحب کو وہ آیات بالکل نظر نہ آسکیں۔ گویا ان آیات کے قریب پہنچ کر ان صاحب کی آنکھوں سے نور جاتا رہا ہو اور وہ آیتیں گزرتے ہی آنکھیں دیکھنے لگ گئیں ہوں۔مگر بات یہ ہے کہ ایک شہد والی مکھی کی مثال ہے جو صرف خوبصورت پھلوں پھولوں پر ہی بیٹھتی ہے اور خراب جگہ پر وہ قدم ہی نہیں رکھتی۔ جبکہ اس جتنی جسامت رکھنے والی وہ دوسری مکھی بھی ہے جو پورا صاف ستھرا جسم وجگہ چھوڑ کر صرف پھوڑے پھنسی گندگی اور زخم وغیرہ پر ہی جا کر بیٹھتی ہے ۔ ہیں تو دونوں مکھیاں۔۔۔مگر ایک کے منہ سے شہد نکلتا ہے اور دوسری کی منہ سے گند۔۔کیونکہ شہد والی مکھی بیٹھنے کے لئے صاف پاک جگہ اور پھل پھول ڈھونڈتی ہے اور یہ گندگی اور زخم تلاش کرتی ہے۔اب جن کے منہ جھوٹ ۔ بہتان اور بدزبانیوں کی فائرنگ کرتے ہیں ان کو قرآن کی آیات والی جگہ کہاں پسند ہوسکتی ہے ؟ وہ تو اس کے سوا کسی اور جگہ کو ہی تلاش کرتے پھریں گے ناں!

﴿زبان خلق اور عقیدہ کی بات﴾

صاحبوں کا کہنا ہے کہ راقم کا عقیدہ جہالت پر مبنی ہے مگر واقعہ کیا ہے؟ سب لوگ راقم کو،، حیاتی،، کہتے ہیں خود صاحب بہادر کو بھی اس نسبت سے انکار نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ وہ اس نام کو راقم اور اس کے اسلاف واکابرین سے علیحدہ نہیں کر سکے البتہ اپنے بڑوں کی وراثت میں دی عادتوں کا حق ادا کرتے ہوئے اسے بگاڑنے کی کوشش کرتے رہتے ہیں اب راقم اور اس کے اسلاف کو،،حیاتی،، کہتے ہیں جن کے عقیدہ کو صاحب بہادر اور انکی پارٹی بلکل قبول نہیں کرتی جس کی وجہ سے وہ مماتی مشہور ہیں اب ذرا قرآن کریم کی وہ

آیات ملاحظہ فرمایئے جواللہ کریم نے نازل فرمائی ہیں۔

وَ لَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ ؕ بَلْ اَحْيَآءٌ وَّ لٰكِنْ لَّاتَشْعُرُوْنَ(۱۵۴) (البقرہ)

ترجمہ:اور جواللہ کی راہ میں مارے گئے انکے بارے میں یہ نہ کہو کہ وہ (ممات) مردہ ہیں بلکہ وہ (حیات) زندہ ہیں لیکن تم کوخبر نہیں۔

آیت میں دوطرح کے لفظ آئے ہیں،،اَمْـوَات،،جس کوممات بھی کہہ سکتے ہیں اسی نسبت سے صاحب لوگ مماتی کہلاتے ہیں دوسرا لفظ،،اَحْیَـــآء،،ہےجس کوحیات بھی کہہ سکتے ہیں اوراسی نسبت سے اہل حق حیاتی کے لقب سے معروف ومشہور ہیں اب جہاں،اَمْوَات،آیا ہےجس سے یہ مماتی کہلاتے ہیں اس کے لیے اللہ تعالی کا ارشاد۔۔وَ لَا تَـقُـوْلُـوْا۔۔کہ تم ان کومردہ نہ کہو۔۔۔اور جہاں،،،اَحْیَـآء،آیا ہےجس نسبت سے حیاتی کی اصطلاح معروف ہوئی تو اس کا اثبات ہے خلاصہ یہ ہے کہ اہل حق ان حضرات کو(حیات) زندہ کہتے ہیں اوراللہ کاحکم ہے،، بَـلْ اَحْیَـآء ،، بلکہ وہ احیاء(حیات) زندہ ہیں اور دوسرا قبیلہ ان کومردہ کہتا ہے اسی نسبت سے وہ مماتی کہلاتے ہیں جبکہ اللہ تعالی ان کو،، اَمْـوَات،،کہنے سے منع فرماتا ہے۔اب آپ اس ہستی کا فلسفہ ملاحظہ فرمائیں کہ جس حیاتی کے لیے اللہ تعالی کا قرآن،، بَـلْ اَحْیَآء ،،کہہ رہا ہےاس کاعقیدہ تو ہوا جہالت پرمبنی۔۔اور جواس اصطلاح کوچھہ مارکر گھڑا ہوا ہےجس کوزبان پرلانے سے بھی اللہ نے روکا اور ،،لَا تَـقُـوْلُوْا ،،کا اشادفرمایاوہ،،ماشاءاللہ،مخبوط الحواس،،بھی نہیں اوراس قرآنی حکم کے مخالف بھی نہیں اور جہالت میں ہونا تو دور کی بات جہالت کے قریب بھی نہیں۔۔۔۔۔اسکو کہتے ہیں۔۔۔۔مماتی عقیدہ۔۔۔ زندہ باد ۔

﴿صاحب بہادروں کی گوہرفشانیاں﴾

صاحب بہادروں کا فرمانا ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔یہ جارحانہ لہجہ دیکھ کر مجھے یہ کہنا پڑا کس بات سے تڑپ اٹھے ہو کہیں کانٹا تو نہیں چبھو گئے ہم (ص ۳)

ویسے تو ان صاحبوں نے راقم کی،، دکھ سازیاں،، پڑھی نہیں یا صرف سرسری سی پڑھی ہے مگر،، دکھ سازیاں ،، میں راقم کا تڑپنا ضرور نظر آ گیا ہے لگتا ہے موصوف کے پاس کوئی جادو کی چھڑی یا خود اس فن میں بڑی مہارت ہے جو،، دکھ سازیاں،، پڑھے بغیر ہی یا صرف سرسری سا دیکھ لینے سے ہی سب کچھ پتا چل جاتا ہے کہ لکھنے والا کہاں کہاں تڑپ رہا ہے۔

موصوف کے اس جملے سے راقم کے تڑپنے پر ان کا لطف اندوز ہونا بھی نمایاں ہو رہا ہے۔۔۔بالکل موصوف کو یہ تاریخی لمحات ضرور انجوائے کرنے چاہیے۔ یہ تو ہوتا آیا ہے کہ دشمن کے تڑپنے پر دشمنی نبھانے والے لطف انداز ہوا کرتے ہیں ان کے لیے انجوائے کرنے کا یہ سنہری موقعہ ہوتا ہے اس سنہری موقع کے ملنے پر اور اس لطف اندوز ہونے پر راقم صمیم قلب سے مبارک باد پیش کرتا ہے اور ماضی میں اس جیسی گزری صورت حال یاد دہانی بھی کرواتا ہے کہ نزول وحی کے زمانہ میں اہل ایمان جب کرب و ابتلا اور تکلیف میں مبتلا ہوتے تو اپنی زبان سے خود کو مومن و توحیدی کہنے والے کچھ اسی طرح سے انجوائے کرتے تھے جسے اللہ کریم نے ان الفاظ سے نقل فرمایا ہے۔

وَ اِنۡ تُصِبۡكُمۡ سَيِّئَةٌ يَّفۡرَحُوۡا بِهَا ؕ (آل عمران۔۱۲۰) یعنی۔۔۔اگر تمہیں کوئی تکلیف پہنچے تو یہ اس سے خوش ہوتے ہیں۔

قران کریم میں اس مفہوم کی بہت ساری آیات ہیں جو آج تک ایسے لوگوں کے بے نقاب چہرے دکھا رہی ہیں کہ کہنے کو تو وہ مومن اور توحیدی ہوتے ہیں مگر اہل ایمان کو دین کی وجہ سے پہنچنے والی تکلیف پر بہت خوش

ہوتے ہیں۔ بہر حال راقم کے تڑپنے پر صاحب بہادر بہت خوش ہیں اور،، کہیں کانٹا تو نہیں چبھو گئے ہم،، جیسے جملےکس کر اپنی خوشیاں دو بالا کر رہے ہیں

راقم اس موقعہ پر بصد عجز و انکسار عرض گزار ہے،، اور اس کے لئے اکٹھے گزرے اچھے لمحات کا واسطہ دیتا ہے کہ جب ہم دونوں بڑی عدالت میں حاضر ہوں گے اور وہاں راقم کی اس،، تڑپ اٹھنے،، والی حقیر سی خدمت پیش ہوگی تو راقم کے اس تڑپنے کی گواہی ضرور دے دینا راقم کے پلے وہاں پیش کرنے کو اور کچھ نہیں شاید یہی تڑپنا کام آجائے۔

باقی اس تڑپنے کے پیچھے جو قومی وحدت کا پرزہ پرزہ ہو جانا۔اور دینی نسبتوں کا پائمال ہو جانا۔ اور حلال رشتوں کا حرام قرار دیا جانا وغیرہ جیسے قیامت خیز حادثات ہیں وہ آپ کے نزدیک بس ایک،، کانٹا چبھونے،، جیسے ہلکے سے ہوں گے مگر جن کو اللہ کریم نے فہم سلیم عطا کی ہے ان کے نزدیک تو یہ حادثے اور لپکتی بے ادبیاں، گستاخیاں، شرارتاں اور ضرر رسانیاں جان لیوا۔۔۔ بلکہ ایمان لیوا حادثات ہیں۔

﴿کیا یہ گھڑنتو عقیدہ ہے؟﴾

صاحب بہادر کا فرمان ہے۔۔۔۔۔۔ایک گھڑنتو عقیدہ (چوں کہ قتل یہ جسم ہوا لہذا زندہ بھی یہی جسم ہی ہے) ایجاد کر کے اصول احناف سے یکسر ہٹ کر جہل پر مبنی ولایتی قسم کے دلائل دیکھنے کو ملے کہ کہیں کی اینٹ کہیں کا روڑا ماں بیٹی نے کنبہ جوڑا (۲،۳)

یہاں جو،، گھڑنتو،، کا لفظ صاحب بہادروں کی زبان پر سجا ہوا ہے یہ خالص چتروڑی اصطلاح ہے جو ان صاحب نے ان (خس کم جہان پاک) کی باقیات و اسباب کو وراثت کی طرح سنبھال رکھا ہوا ہے۔۔ باقی رہی عقیدہ کی بات تو راقم کے محسن و محبوب استاد زادہ نے راقم کو اس ذمہ داری سے بری کر دیا ہے انکی کتاب ملاحظہ کر کے تسلی لیں کہ یہ عقیدہ گھڑنتو ہے یا اللہ کریم کا نازل فرمایا ہوا۔

موصوف کے الفاظ،، اصول احناف سے یکسر ہٹ کر،، سے یاد آیا راقم کے استاد زادہ نے لکھا ہے کہ جب

مولانا شریف شہید کے والد محترم بقضائے الٰہی انتقال کر گئے اس موقعہ پر کچھ علامہ صاحبان نے طرح طرح کی بولیاں بولیں، تب ان کو بتایا گیا کہ انہوں نے مولانا محمد شریف شہید کے عقیدے کی طرف رجوع کر لیا تھا جس پر انکی اپنی زبانی ریکارڈ شدہ بیان موجود ہے جس میں انہوں نے عقیدہ حیات النبی ﷺ پر تسلی سے دلائل سنے اور اس عقیدہ کا اقرار کیا۔

استاذ زادہ فرماتے ہیں کہ جب میں نے سب کے سامنے بتایا کہ دادا جان نے رجوع کر لیا ہے اور واضح طور پر فرما دیا ہے کہ میرا عقیدہ ہے کہ نبی کریم ﷺ اپنے روضہ اطہر میں حیات ہیں اور یہ کہ روضہ اطہر پر پڑھے جانے والے درود و سلام کو سنتے ہیں۔تو ان کے ایک سکہ بند علامہ صاحب نے بھرے مجمع میں ارشاد فرمایا کہ احناف کا اصول یہ ہے کہ اسی سال کی عمر گزرنے کے بعد اس بابے کی کوئی بات قابل قبول نہیں ہوتی ۔۔(زمین کھا گئی آسمان کیسے کیسے)

یعنی احناف کا اصول یہ ہے کہ اسی سال کے بعد کوئی بندہ اگر کفر سے اسلام قبول کرے تو چونکہ وہ عمر رسیدہ بابا ہے لہذا اس کی کوئی بات قابل قبول نہیں اب جو حضرات عمر کے آخری حصے میں مسلمان ہوئے ان علامہ صاحبان کا تیار کیا ہوا،،اصول احناف،،جب انکو مسلمان نہیں ہونے دیتا تو بھلا ہمارے اس ،،عقیدہ حیات النبی ﷺ،،کو اسلام کا عقیدہ کیسے بننے دیگا؟؟؟ یہ احناف کا صرف وہ اصول ہے جو مماتی فرقہ ،،تلی پروٹ کر،، نقد تیار کرتا ہے۔ورنہ جہاں تک احناف اور ان کے اصولوں کا تعلق ہے تو نہ وہ اسی سالہ کسی بابے کے رجوع الی الحق کا انکار کرتے ہیں اور نہ عقیدہ حیات النبی ﷺ کا۔

﴿موصوف کا دوسرا تعجب﴾

،،پیش گفتار،، والے،، دکھ سازیاں،، کو راقم کے فوٹو سمیت مینار پاکستان پر اویزاں کرنے کی نیک خواہش ظاہر کرنے کے بعد لکھتے ہیں۔

مجھے انتہائی تعجب ہوا کہ اتنے بڑے بزرگ اور محقق عالم کہلانے والے اور اس قدر کم ظرفی اور تنگ نظری اور ضد

پرمبنی تحریر کہ الامان والحفیظ۔۔۔(جوابی رسالہ ص۳)

جہاں تک،، دکھ سازیاں،، کو مینار پاکستان پر اویزاں کرنے کی بات ہے تو اس سے روکنے کا کسی کو کوئی حق حاصل نہیں یہ،، مینار،، ہو یا اس کے،، قابضین،، وہ تمہارے اور تم انکے۔۔۔اکیلی،، دکھ سازیاں،، کو اویزاں کرو۔یا ساتھ فوٹو بھی۔۔کیونکہ،، فوٹو،، نبی رحمت ﷺ کی شریعت میں حرام ہے تمہارے ہاں تو نہیں۔۔ رہا راقم کا معاملہ؟؟؟ وہ تو زیر عتاب ہے تمہارا ابھی ان کا بھی جو راقم کے لیے گلے کا ہار تھے وہ چلے گئے تمہارے اس جہاں سے رہا ہو کر اچھے حال اپنے مکان میں جا پہنچے۔راقم نے بھی چلے جانا ہے خدا کرے اچھے حال میں جانا نصیب ہو جائے راقم کو تمہارے اس جہاں سے کیا لینا دینا لہذا اس پر تو راقم مہر بلب ہے۔

البتہ اوپر نقل شدہ عبارت میں آنجناب نے جو گوہر فشانیاں کی ہیں اس پر یاد دہانی کروانا ہے کہ یہاں جو آپ نے لکھا ہے (ا) اتنے بڑے بزرگ (۲) اور محقق عالم کہلانے والے (۳) اسکی کیا دلیل ہے؟۔۔۔راقم نے ان باتوں کا (تحریر، قول، فعل وغیرہ سے) نہ تو کبھی دعوی کیا اور نہ ہی ان کا کبھی گمان ہی گزرا۔اللہ کریم اپنے لطف وعنائیت سے اگر اپنے برگزیدہ بندوں کی جوتیوں والی جگہ نصیب فرما دیں تو راقم سیاہ کار کی یہ بھی خوش نصیبی اور سعادت ہے۔

ان دوالزامات کے بعد تم نے اگلے جملہ میں۔۔۔(ا) کم ظرفی (۲) تنگ نظری (۳) ضد پر مبنی تحریر۔۔۔ (ص۳) کا جو چھکا مارا ہے اس کا کوئی ثبوت؟؟؟

اس سے انکار نہیں کہ راقم،، کم ظرف،، بھی ہے اور،، تنگ نظر،، بھی،، ضد وعناد،، بھی ہے اور،، بغض وحسد بھی۔ اپنا وقت اور صلاحیتیں ضائع کرنے اور بزدلی وآرام پسندی جیسی رزیل عادتوں میں بھی مبتلا ہے اور بداخلاقیوں کا مریض بھی۔راقم اپنے نفس کی رزالتوں سے خود کو،، بری الذمہ،، قرار نہیں دے سکتا۔اپنے گناہوں کے باعث راقم شرمندہ ہے اور مارے ندامت کے خود کو چھپاتا پھرتا ہے۔اپنی کسی لکھی الٹی سیدھی لکیروں پر اپنا نام تک لکھنے کی سکت نہیں ہوتی کہ راقم کی بے ڈھنگی باتوں، بے ربط لکیروں، اخلاص سے خالی

بڑھکوں، کو دیکھ کرعبادالرحمان اور کھرے اساتذہ کرام کی ذوات سے کوئی بدگمان نہ ہوجائے آہ! راقم اپنے اساتذہ کے لیے ایسا تو نہ بن سکا کہ دیکھنے والا دیکھ کران، ،عبادالرحمان یعنی میرے کریم اساتذہ کرام کے کمال مرتبہ سے آگاہ ہو جاتا۔کاش راقم نے اپنے وقت وصلاحیتوں کا خون نہ کیا ہوتا تو شاید یہ سعادت نصیب ہوجاتی۔اب تو بس یہی رہ گیا ہے کہ اپنے اساتذہ کرام اور بڑوں سے بدگمانی کا باعث نہ بن جاوں لہذا راقم اپنی جیسی کیسی لکیروں پر اپنے نام تک درج کرنے کی سکت نہیں پاتا کہ کہیں راقم کی حماقتوں کا اثر ان پر نہ پڑے۔یہی وجہ ہے کہ خود موصوف، ،دکھ سازیاں، ،دیکھ کر چکرا گئے کہ یہ ابن سلطان محمود ہے کون؟

مگر، ،پیش گفتار، ،والوں نے صرف ایک سطر اور کچھ اوپر الفاظ کے ایک جملے میں پورے پانچ ایسے الزامات کا چھکا مارا ہے۔جس کا ثبوت اس کتاب سے مہیا نہیں کر سکے جس خط کو پڑھ کرانہوں نے راقم کی یہ خامیاں پکڑی ہیں۔ظاہر بات ہے کہ جس خط کو پڑھ کران کو یہ غلطیاں اور خامیاں نظر آئی ہیں اس خط سے وہ مقامات دکھانے ان کی ذمہ داری میں شامل تھے جن سے ان پر راقم کی مذکورہ خامیاں منکشف ہوئی ہیں مگر وہ اس میں ناکام رہے جس کے بعد قرآن حکیم کی نظر میں وہ، ، ، ،**فالئک عند اللہ ھم الکذبون** ، ، ، ،کہلاتے ہیں یہ اجمالی بیان سمجھ نہ آئے تو اسکی وضاحت پیچھے گزر چکی ہے وہاں ملاحظہ کرلیں۔

﴿شاگرد کی خواہش اور استاد کا جواب﴾

موصوف آگے لکھتے ہیں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ساتھ ہی مجھے بچے نے کہا کہ استاد جی اگر مناسب سمجھیں تو اس رسالہ کا جواب لکھ دیں میں نے کہا بیٹا کوئی مضبوط بنیادوں پر دلائل پر مبنی تحریر ہوتی جو جواب کے لائق ہوتی تو میں بھی قلم اٹھاتا یہ تو چند ایک بے بنیاد بے عقلی ڈھکوسلوں اور ضد پر مبنی چند بہتان تراشیوں کا مجموعہ ہے ان اوراق کا جواب محض وقت کا ضیاع ہے (جوابی رسالہ ص ۳)

یعنی ان حضرت العلام نے حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کی آب حیات اٹھائی اور اسے اڑے ہاتھوں لیا وہ بڑے محقق اور منطقی بنتے تھے پر فخر اشاعتیت نے ان کی، ،آب حیات، ،کا ایسا جواب لکھا کہ ایک ایک جملہ پر

جلدوں کی جلدیں بھر دیں ۔نقلی دلائل کی بات چلی تو موصوف نے سوسو جواب دے کران کولا جواب کردیا۔ عقلی برہان پر بات ہوئی تو ان فخر اشاعتیت صاحب نے صغری کبری ملا کرایسے نتائج نکالے اور،،آب حیات ،،کے دلائل کوتوڑا کہ،،آب حیات،،کا نام لینے والوں کے سرشرم سے جھک گئے جب،،آب حیات،، کے جواب میں کئی جلدیں لکھ کران کولا جواب کر چکے تو پھرایک بڑاہی جامع جواب لکھا اور چند لفظوں میں،،آب حیات،،کے،،گھڑنتو عقیدہ،،اور مذہب کا بیڑا غرق کردیا. **فلله الحمد** .

پھر یہ ایک اور کتاب کی طرف متوجہ ہوئے جس میں مٹی کے گھروندوں پر بنایاہوا،،گھڑنتو مذہب،، بڑے طمطراق سے پیش کیا گیا تھا یہ،گھڑنتو مذہب،،والے بار باراس،، **المھند** ،،کے بڑے حوالے دیا کرتے تھے چنانچہ استاذ العلماء۔پیکراخلاص صاحب اس کی طرف متوجہ ہوئے اور **المھند** کا مذہب ریزہ ریزہ کر کے فضائے آسمانی میں بکھیر دیا۔اب تم یہ ایک بے بنیاد بے عقلی ڈکوسلوں اورضد پرمبنی چند بہتان تراشیوں کا جو مجموعہ اٹھائے پھر رہے ہواس میں تو کوئی بنیاداور دلیل ہی نہیں بھلاان بے بنیاد عقلی ڈھکوسلوں کے لیے میرے جیسا پیکراخلاص جواب لکھ کراپنا وقت کیسے ضائع کرسکتا ہے؟اگرکوئی دلائل ہوتے،کوئی بنیاد ہوتی تو میں بھی لکھتا جیسے،،آب حیات،،کا جواب لکھ کران کے منہ بند کردیےاور ،،**المھند**،،پرقلم اٹھایااوراس کا مذہب ریزہ ریزہ کر کے فضائے آسمانی میں بکھیر دیااوراس طرح کے کتنے لوگ اٹھے ہیں جنھوں نے کچھ دلائل دے کر کتابیں لکھی ہیں اورمیں نے ان کا جواب دیا ہے۔

کہیں یہ خود فریبی تو نہیں

ان صاحب لوگوں کے بیان پر جوکچھ راقم نے اوپرعرض کیا ہے وہ ان کے بیان کی وضاحت ہےیعنی موصوف نے شاگرد کو جو جواب دیا اس کو معمولی سا کھولا جائے تو وہ یہ ہوگا جوراقم نے اوپرعرض کیا ہے۔اگرشیخ چلی والے خول سے نکل کرغور کیا جائے توان صاحب بہادر کا یہ بیان اس وقت تو درست ہوسکتا ہے جب انہوں نے،،آب حیات،،المھند،،یااس پائے کی کسی اس کتاب کا جواب لکھا ہو جوعقیدہ،،حیات النبی ﷺ،، پر

لکھی گئی۔لیکن موصوف کا حال تو یہ ہے کہ صرف دو ورق ،،پیش گفتار،،کے نام سے لکھے اور اس میں کوئی ایک پیرا گراف بھی ایسا نہ بچنے دیا جس میں جھوٹ نہ ہو(ایسا جھوٹ کہ جس کے لیے،،فالئک عنداللہ ھم الکذبون،، کا اعلان جاری ہے)جس میں اپنی زبان سے خود کو مومن وتوحیدی کہنے والے تقیہ بازوں کی پوری اتباع نہ ہو۔۔۔۔جس میں خود نمائی نہ ہو۔۔۔جس میں تکبر نہ ہو۔۔۔اور علماء اسلام سے بیزاری نہ پائی جاتی ہو۔۔۔حیرت ہے کہ اس پائے کے حضرات صاحب یہ دعوی کریں کہ میں اس کا جواب تب لکھتا جب اس میں کوئی دلائل ہوتے ،کچھ تحقیق ہوتی ،کوئی لائق جواب تحریر ہوتی ۔۔۔اب چونکہ اس میں بے بنیاد عقلی ڈھکوسلے ہیں اور تحقیق وغیرہ بھی کچھ نہیں بس چند بے بنیاد عقلی ڈھکوسلے ہیں لہذا اس کا جواب لکھنا بے بنیاد ہے۔۔۔اسے خود فریبی اور،،شیخ چلی پن،،کے علاوہ اور کیا نام دیا جا سکتا ہے۔

حلانکہ یہ تو ان صاحب کے لیے ایک سنہری موقعہ تھا کہ بہت ہی کمزور سی تحریر تھی جس کا جواب لکھ کر کہہ سکتے تھے کہ ہم نے ،،عقیدہ حیات النبی ﷺ،،والوں کا منہ بند کر دیا اگر ان صاحب کو ان کے ضمیر نے یہ باتیں کہتے ہوئے نہیں جھنجھوڑا تو جواب لکھنے کی درخواست کرنے والے طالب علم ہی کہہ دیتے کہ استاد صاحب کیا بات کرتے ہو ایک تو یہ اتنے بڑے بزرگ اور محقق عالم کہلانے والے (جوابی رسالہ ص۳)فرقہ واہیاتیت کے ایک متبحر و متکبس عالم (ایضا)ہیں دوسرا اس کے دلائل بھی بے بنیاد عقلی ڈھکوسلوں اور ضد پر مبنی چند بہتان تراشیوں کا مجموعہ ہے(ایضا)جس کا جواب لکھنا تو کوئی مشکل کام ہی نہیں اب جو ایک طالب علم نے ان کے مذہب کا بیڑہ غرق کرنا ہے وہی کام آپ ہی کر لیں ظاہر ہے آپ ایک طالب علم سے گئے گزرے تو نہیں ہیں لہذا اس سے بھی زیادہ اچھے اور مضبوط طریقے سے ان کے مذہب کا بیڑہ غرق کر سکیں گے اور ان کے دلائل کو ریزہ ریزہ کر کے فضائے آسمانی میں اڑا سکیں گے۔اور اس کے بعد کسی نے کوئی رسالہ وغیرہ لکھا تو اس کے جواب میں آپ کا ،،پیش گفتار،،لکھ کر یہ کہنا کسی حد تک معقول بھی ہو جائے گا اور لوگوں کو اس قسم کے جملے لکھنے پر اعتراض کا موقعہ بھی نہ ملے گا کیونکہ ہم کہہ سکیں گے کہ ہمارے حضرت نے پہلے بڑے بڑے محقق کہلانے

والوں کے جواب لکھ مارے ہیں بھلا تم کیا چیز ہو۔

﴿کہیں ایسا تو نہیں﴾

ممکن ہے موصوف کو احساس نہ ہو کہ تحریر باقی رہنے والا ثبوت ہوتا ہے جس کو صرف سن کر خاموش رہنے والے شاگرد ہی نہیں پڑھتے کہ جن کو،،پیکر اخلاص،،کا جام پلایا گیا ہو بلکہ اپنے پرائے سبھی پڑھتے ہیں جو طالب علم کی اس خواہش کو یہ کہہ کر رد کر دینے والے بزرگ کے بارے میں سوچیں گے ضرور کہ جو اس رسالے کا جواب لکھنے سے اس لیے انکار کر رہے ہیں کہ اگر اس میں کوئی دلائل ہوتے پھر جواب لکھتا اب جب ہے ہی کچھ نہیں پھر اس کا جواب کیا لکھوں ۔۔۔۔ بھلا دیکھیں تو سہی کہ ان پیکر اخلاص صاحب نے پہلے کتنی کتابوں کے جواب لکھے ہیں؟؟؟ پھر جب وہ ان صاحب کی جوابی تصنیفات کا کھوج لگائیں گے اور موصوف کا بھرم سر بازار ریزہ ریزہ ہو کر فضائے آسمانی میں اڑتا پھرے گا تو ذرا عالم تصور میں سوچئے ان کی نظر میں پیکر اخلاص صاحب کا سراپا،،شیخ چلی،،سے کتنا مختلف ہوگا؟

پس اگر موصوف کے ضمیر نے ان کے مذکورہ جملوں پر ان کو نہیں جھنجھوڑا اور نہ ہی طالب علم نے اس پر کہ حضرت پہلے کون سا آپ نے تیر مار لیے ہیں جواب آپ اس کے جواب لکھنے سے انکار کر رہے ہیں کہ اس میں دلائل کچھ نہیں۔۔۔۔۔۔۔تو کیا ہر پڑھنے والا بس،،پیکر اخلاص،،کی گولی کھا کر مدہوش ہو جائے گا اور نہیں سوچے گا کہ جس کو آج تک یہ کام کرتے نہیں پایا گیا وہ آج جو ایک عجیب اعتراض لگا کر اس کا جواب لکھنے سے انکار کر رہا ہے کہیں اس کے لیے،،،یہ انگور کھٹے تو نہیں،،،؟

کہیں ایسا تو نہیں کہ موصوف کو وہ خوف مسلط ہو کہ،،پیکر اخلاص،،کی کھال میں چھپے ہوئے اصل علامہ صاحب کہیں ظاہر نہ ہو جائیں کیونکہ ۔۔۔۔۔**عند الامتحان یکرم الرجل او یھان**۔۔۔امتحان کے وقت آدمی کی عزت بڑھتی ہے یا وہ ذلیل ہوتا ہے۔۔۔۔اب جواب لکھنے کی صورت میں یا تو حضرت علامہ صاحب کے جواہر علم دیکھ کر پڑھنے والے اور زیادہ عزت کرنے لگتے اور پیکر اخلاص کے ساتھ مزید کئی

القابات کا اضافہ ہوجاتا۔اور یا پھر اصلی حالت کھل آتی اور پتہ چل جاتا کہ ظاہر تو یہ پر اندر کچھ اور۔لہذا علامہ صاحب نے یہی مناسب سمجھا کہ کہہ دو۔۔۔،،انگور کھٹے ہیں ،،تا کہ اپنی اصلیت پر پڑے پردے ذرا مضبوط رہنے دیں،

راقم خدانخواستہ کسی بدگمانی کی بناپر یہ عرض نہیں کرر ہا بلکہ اگر موصوف کا سابق تعلیمی ریکارڈ دیکھ لیا جائے کہ قومی سطح پر منعقد ہونے والے امتحانات میں موصوف کا ریکارڈ کیا رہا؟ تو بڑی امید ہے کہ موصوف کے مذکورہ جملہ کہنے کی اصلیت اور،،انگور کھٹے ہیں،،کی کہاوت بہت حد تک سمجھ آجائے گی۔

﴿موصوف کن لوگوں کی راہ پر؟﴾

جب لوگوں نے انبیاء سے طرح طرح کے سوال کیے حتی کہ عقلی ڈھکوسلے اور انتہائی بے ادبی پر مبنی گستاخانہ اعتراض کیے تو اس موقعہ پر انبیاء کی تعلیم اور انکا طریقہ کیا تھا؟ کیا انبیاء نے یہ کہا کہ ہم اس کا جواب نہیں دیتے کیونکہ یہ کوئی تحقیقی باتیں نہیں بلکہ عقلی ڈھکوسلے ہیں؟

نہیں بلکہ انتہائی بدتر اعتراضات اور برے ترین عقلی ڈھکوسلوں کا بڑی فراخ دلی سے جواب دیا ملاحظہ کریں

حضرت نوحؑ سے قوم نے کہا۔۔۔اِنَّا لَنَرٰکَ فِیۡ ضَلٰلٍ مُّبِیۡنٍ(٦٠) (الاعراف)

ہم تو یقینی طور پر دیکھ رہے ہیں کہ تم تو کھلی گمراہی میں ہو۔

حضرت نوحؑ نے جواب دیا۔۔۔۔لَیۡسَ بِیۡ ضَلٰلَۃٌ (٦١)

مجھے کوئی گمراہی نہیں لگی۔

قوم کے لوگوں نے یہ عقلی ڈھکوسلہ چھوڑا۔۔اَنُؤۡمِنُ لَکَ وَاتَّبَعَکَ الۡاَرۡذَلُوۡنَ ؕ (الشعراء۔١١١)

کیا ہم آپ کو مان لیں اور تمہارے تابعدار تو رذیل لوگ ہیں۔

حضرت نوحؑ نے جواب دیا۔۔قَالَ وَ مَا عِلۡمِیۡ بِمَا کَانُوۡا یَعۡمَلُوۡنَ ۚ(١١٢) (ایضا)

نوحؑ نے کہا مجھے کیا معلوم وہ کیا کرتے ہیں ان کا حساب میرے پروردگار کے ذمہ ہے۔

حضرت ہودؑ پر ان کی قوم نے اعتراض کیا اور عقلی ڈھکوسلے چلائے کہ

اِنَّا لَنَرٰکَ فِیۡ سَفَاھَۃٍ وَّ اِنَّا لَنَظُنُّکَ مِنَ الۡکٰذِبِیۡنَ(٦٦) (الاعراف)

تم تو ہمیں (سفیہ) بے وقوف نظر آتے ہو اور ہمارا خیال ہے کہ تم جھوٹے ہو۔

حضرت ہودؑ نے ان کو جواب دیا۔

یٰقَوۡمِ لَیۡسَ بِیۡ سَفَاھَۃٌ وَّ لٰکِنِّیۡ رَسُوۡلٌ مِّنۡ رَّبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ(٦٧) اُبَلِّغُکُمۡ رِسٰلٰتِ رَبِّیۡ وَ اَنَا لَکُمۡ نَاصِحٌ اَمِیۡنٌ(٦٨) (الاعراف)

ترجمہ: اے میری قوم کے لوگوں مجھ میں بے وقوفی کی کوئی بات نہیں بلکہ میں رب العالمین کا پیغمبر ہوں میں تمہیں اللہ کا پیغام پہنچاتا ہوں اور تمہارا خیر خواہ اور امین ہوں۔

﴿قوم صالح کا حضرت ہودؑ پر اعتراض﴾

پھر حضرت صالحؑ نے قوم کو دین حق کی دعوت دی قوم نے انکی دعوت کو تو نہ مانا البتہ ان پر اعتراض کرنے اور طرح طرح کے الزامات لگانے لگے اللہ تعالیٰ سورۃ ہود میں فرماتے ہیں۔

قَالُوۡا یٰصٰلِحُ قَدۡ کُنۡتَ فِیۡنَا مَرۡجُوًّا قَبۡلَ ھٰذَاۤ اَتَنۡھٰنَاۤ اَنۡ نَّعۡبُدَ مَا یَعۡبُدُ اٰبَآؤُنَا وَ اِنَّنَا لَفِیۡ شَکٍّ مِّمَّا تَدۡعُوۡنَاۤ اِلَیۡہِ مُرِیۡبٍ(٦٢) ۔(ہود)

انہوں کہا اے صالح اس سے پہلے ہم تم سے کئی طرح کی امیدیں رکھتے تھے (اب وہ منقطع ہوگئیں) کیا تم ہمیں ان چیزوں کے پوجنے سے منع کرتے ہو جن کو ہمارے باپ دادا پوجتے آئے ہیں اور جس بات کی طرف تم ہمیں بلاتے ہو اس میں ہمیں سخت شبہ ہے۔

جب قوم کے لوگوں نے یہ عقلی ڈھکوسلے پیش کیے اور حضرت صالحؑ پر اعتراض کیے تو انہوں نے جواب دیا۔

قَالَ یٰقَوۡمِ اَرَءَیۡتُمۡ اِنۡ کُنۡتُ عَلٰی بَیِّنَۃٍ مِّنۡ رَّبِّیۡ وَ اٰتٰىنِیۡ مِنۡہُ رَحۡمَۃً فَمَنۡ یَّنۡصُرُنِیۡ مِنَ اللّٰہِ اِنۡ عَصَیۡتُہٗ ۟ فَمَا تَزِیۡدُوۡنَنِیۡ غَیۡرَ تَخۡسِیۡرٍ (۶۳) (ہود)

ترجمہ: اے میری قوم کے لوگوں! بھلا دیکھوتو اگر میں اپنے رب کی طرف سے کھلی دلیل پر ہوں اور اس نے مجھے اپنے ہاں سے (نبوت کی) نعمت بخشی پھر اگر میں اللہ کی نافرمانی کروں تو اس کے سامنے میری کون مدد کرے گا؟ تم تو میرا نقصان ہی بڑھا رہے ہو۔

ان کی قوم نے بے عقلی کا یہ بھی ڈھکوسلہ چھوڑا۔۔۔ قَالُوا اطَّیَّرۡنَا بِکَ وَ بِمَنۡ مَّعَکَ ؕ (النمل)

ترجمہ: وہ کہنے لگے تم اور تمہارے ساتھی ہمارے لیے برا شگون لائے ہیں۔

حضرت صالحؑ نے انکے اس ڈھکوسلہ کا جواب دیا۔۔قَالَ طٰٓئِرُکُمۡ عِنۡدَ اللّٰہِ بَلۡ اَنۡتُمۡ قَوۡمٌ تُفۡتَنُوۡنَ (۴۷)

فرمایا تمہاری بدشگونی اللہ کی طرف سے ہے بلکہ تم ایسے لوگ ہو جو فتنے میں پڑے ہوئے ہو۔

قوم ثمود نے صالحؑ سے یہ بھی کہا

قَالُوۡۤا اِنَّمَاۤ اَنۡتَ مِنَ الۡمُسَحَّرِیۡنَ (۱۵۳) مَاۤ اَنۡتَ اِلَّا بَشَرٌ مِّثۡلُنَا ۚۖ فَاۡتِ بِاٰیَۃٍ اِنۡ کُنۡتَ مِنَ الصّٰدِقِیۡنَ (۱۵۴) (شعراء)

ترجمہ: کہنے لگے تم جادو زدہ لوگ ہو تم اور کچھ نہیں ہماری ہی طرح آدمی ہو پس اگر تم سچے ہو تو کوئی نشانی پیش کرو۔

ان کے اس ڈھکوسلہ نما مطالبے پر حضرت صالحؑ نے جواب دیا۔

قَالَ ہٰذِہٖ نَاقَۃٌ لَّہَا شِرۡبٌ وَّ لَکُمۡ شِرۡبُ یَوۡمٍ مَّعۡلُوۡمٍ (۱۵۵)

ترجمہ: (فرمایا دیکھو) یہ اونٹنی ہے (جو تمہارے مطالبے پر پہاڑ سے نکالی گئے ہے ایک دن) اس کے پینے کی

باری ہے اور ایک معین روز تمہاری باری ہے۔

﴿انبیاء کی تعلیم اور موصوف کا طرز عمل﴾

نمونہ کی یہ چند آیات ہیں جن میں اللہ کریم نے قوم کے بہت ہی نازیبا سوالوں کو نقل فرمایا ہے پھر انبیاء نے جو بڑے تحمل اور برد باری سے ان کے جوابات ارشاد فرمائے ان کو نقل کیا تا کہ امت اسلام کو انبیاءؑ کا طرز عمل معلوم ہو جائے۔۔۔اب ایک طرف انبیاء کا یہ طریقہ ہے ان کو قوم ،،سَفَاهَةٍ ،، مِنَ الْكٰذِبِيْنَ ،، وغیرہ جیسے انتہائی نازیبا باتیں کہہ رہی ہے اور انبیاء ان کو جواب میں ،،لَيْسَ بِيْ سَفَاهَةٌ ،، کہہ کر جوابات ارشاد فرما رہے ہیں۔

خود نبی رحمت ﷺ سے قوم نے کیسے کیسے سوال کیے اور شاعر، کاھن، دیوانہ و مجنوں اور مسحور تک کے الفاظ کہے جس کے جوابات قرآن میں دیے گئے،،، وما صاحبکم بمجنون،، وغیرہ۔۔ نبی رحمت ﷺ نے اپنے پورے دور حیات میں کبھی کسی سوال یا اعتراض کا یہ کہہ کر جواب دینے سے انکار نہیں کیا کہ یہ تو عقلی ڈھکوسلہ ہے لہذا اس کا جواب میں نہیں دونگا۔۔مگر ایک یہ صاحب لوگ ہیں جن کا ارشاد وہ ہے جو آپ نے اوپر ملاحظہ فرمالیا۔

پس ان قرآنی ہدایات کی روشنی میں یہ بات تو واضح ہے کہ جو کچھ موصوف کہتے ہیں یہ نا تو اللہ تعالی کی تعلیم ہے نہ انبیاء کا طریقہ ہے نہ قرآن کی ہدایت ہے۔گویا موصوف اپنے اس اعلان کی بنیاد پر اس جماعت میں شامل نہیں جس جماعت کو اللہ تعالی کی تعلیم۔۔۔انبیاء کی شریعت اور قرآنی ہدایات کا سایہ نصیب ہے۔جب یہ اس جماعت میں شامل نہیں تو اس کے بالمقابل جس دوسری جماعت میں موصوف شامل ہیں اس کی وضاحت کرنے کی ہمیں ضرورت نہیں مگر اتنی بات ضرور ہے کہ ان کے اس جملہ میں ارشاد فرمائے ہوئے مذکورہ اقتباس کی روشنی میں ان کا سہارا نہ تو اللہ تعالی کا علم ہے نہ انبیاء کرام کی تربیت ان کا سہارا ہے اور نہ ہی قرآن کی ہدایت۔

﴿،،دکھ سازیاں،، کا جواب وقت کا ضیاع﴾

موصوف کا نقل کیا ہوا اقتباس ملاحظہ کریں آخری جملہ یہ ہے کہ۔۔۔۔۔ ان اوراق کا جواب محض وقت کا ضیاع ہے (جوابی رسالہ)

یعنی صاحب لوگوں کا وقت بڑا ہی قیمتی ہے وہ ان اوراق کا جواب دے کر اپنے قیمتی وقت کو ضائع نہیں کرنا چاہتے۔ بلکہ اپنے وقت کو کسی بڑے مقدس کام میں خرچ کرنا چاہتے ہیں۔۔۔ باقی جو حضرت نوحؑ لوگوں کے بالکل بے عقلی ڈھکوسلوں کا جواب ارشاد فرمارہے ہیں۔ اور حضرت ہودؑ جو قوم کو،،،، لَیْسَ بِیْ سَفَاهَةٌ ،،، کہہ کر مطمئن کرنے کی کوشش فرمارہے ہیں۔ اور حضرت صالحؑ نے قوم کے جو ایک ایک عقلی ڈھکوسلے کا جواب ارشاد فرمایا۔ دیگر انبیاء کرام بھی ایسے عقلی ڈھکوسلوں کا جواب ارشاد فرماگئے۔ ان کو تو وقت ضائع کرنے کا شوق تھا یا ان کے پاس کرنے کا کوئی کام بھی نہیں تھا اس لیے وہ لوگوں کے عقلی ڈھکوسلوں کا جواب دیکر یوں ہی اپنا وقت ضائع کرتے رہے یا ان کا وقت کون سا کوئی اتنا اہم اور قیمتی تھا جو ضائع ہوتا یہ تو بس ان صاحب لوگوں کا وقت قیمتی ہے جو،، دکھ سازیاں،، کے ان اوراق کا جواب دینے سے ضائع ہوتا جاتا تھا جسے ان صاحب بہادر نے بڑی مشکلوں سے بچایا۔

چلیں ٹھیک ہے ان اوراق کا جواب لکھنا صرف وقت کا ضیاع نہیں بلکہ محض وقت کا ضیاع ہے۔۔۔ مگر جیسا کہ آگے ایک سطر بعد اپنے رشید شاگرد کو ان صاحب بہادر نے ہدایت کی وہ بھی لائق عبرت کہانی ہے کہ کسی اور کو نہیں اپنے شاگرد کو ایسا کام ذمے لگارہے ہیں جو ان کے نزدیک محض وقت کا ضیاع ہے۔ [سبحان الله] کیا خوب حق استاذیت ادا کررہے ہیں کہ اپنے شاگرد کو ایسا کام بتارہے ہیں جو اس شاگرد کے لیے محض وقت کا ضیاع ہے۔ اپنے شاگردوں سے ایسی محبت شاید ہی کسی نے دیکھی ہوگی۔ راقم کی گناہگار آنکھوں نے جن مہربان اساتذ کرام کو دیکھا ہے ان میں سے کوئی ایک بھی اپنی زندگی بھر کے سفر میں ایسا نہ پایا جو اپنے شاگرد کے لیے ضیاع وقت کو لمحہ بھر کے لیے برداشت کرسکتا ہو۔ بلکہ اساتذہ کرام کا تو طالب علموں سے

بڑاشکوہ اورا کثر ناراضگیاں اسی بات پر دیکھی ہیں کہ یہ طالب علم اپنے وقت کو ضائع کرتا ہے اسباق کے دوران شاید ہی کسی استاد نے طالب علم کو وقت کی اہمیت اوراسے ضائع نہ کرنے کی ترغیب نہ دی ہو۔کم ازکم راقم کی حیات میں یہ پہلا حادثہ ہے جوتحریری ثبوت کے ساتھ راقم کی گناہگار آنکھیں پڑھ رہی ہیں کہ ایک استاداپنے شاگردکوایک ایسے کام پر لگارہاہے جواس کی نظرمیں محض وقت کا ضیاع ہے۔

﴿نبی کریم ﷺ کی ہدایت﴾

وقت اللہ تعالی کی نعمت ہے جس کی اہمیت پراہل علم نے مستقل کتابیں تصنیف فرمائی ہیں،،متاع وقت اور کاروان علم،،بھی اسی عنوان کی ایک عمدہ کتاب ہےاس پر کتاب وسنت کی جو ہدایات ہیں ان کومفصل کتابوں میں دیکھا جاسکتا ہے یہاں ان مہربانوں کو نبی رحمت ﷺ کی اس عظیم الشان ہدایت سے آگاہ کرنا ہے جن کے علم میں بس،،مردے نہیں سنتے،،کے سوا کچھ نہیں۔

ایسانہیں کہ جس نبوی ہدایت سے راقم ان کوآگاہ کرنا چاہتا ہے وہ ہدایت ان کے زیردرس کتابوں میں نہیں بلکہ وہ تو ایسی عام اورمعروف ترین حدیث ہے جوخواص تو اپنی جگہ عام سے عام لوگ بھی جانتے ہیں۔مگران کے ہاں شاید وہ روایت تو ہےمگر قابل عمل نہیں یا دوسروں کے لیے ہے ان کے لیے نہیں۔خیر رحمت عالم ﷺ نے فرمایا

والذی نفسی بیدہ لایومن عبدا حتی یحب لاخیہ مایحب لنفسہ (متفق علیہ)

اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے کوئی بندہ اس وقت تک (کامل) مومن نہیں ہوسکتا یہاں تک کہ اپنے بھائی کے لیے وہی پسند کرے جواپنے لیے پسند کرتا ہے۔

مسند احمد کی روایت میں ہے کہ ایک صحابی سے نبی کریم ﷺ نے فرمایا

اتحب الجنۃ؟ قال قلت نعم! قال فاحب لاخیک ماتحب لنفسک (احمد)

کیاتم کو جنت (میں جانا) پسند ہے؟یعنی کیاتم جنت میں جانا پسند کرتے ہو؟ (صحابی عرض کرتے ہیں) جی

ہاں (تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا) اپنے بھائی کے لیے وہی پسند کرو جو اپنے لیے پسند کرتے ہو۔

اس مفہوم کا وسیع سرمایہ شریعت مطہرہ کی تعلیمات کا حصہ ہے ان روایات وہدایات کو سامنے رکھیے اور پھر صاحب لوگوں کے ارشاد کو دیکھیے جو کام کرنا تم خود پسند نہیں کرتے اس کو اپنے شاگرد کے لیے پسند کرنا کیا نبی کریم ﷺ کی ان تعلیمات کے مطابق ہے؟؟؟

،،دکھ سازیوں،، کا جواب اور صاحب لوگوں کی توہین

صاحب لوگ آگے ارشاد فرماتے ہیں۔۔۔اس جہل مرکب تحریر کا جواب میں تو اپنی توہین سمجھتا ہوں (ص۳)

،،دکھ سازیاں،، کے لیے جہل مرکب کے تبصرہ پر راقم کچھ عرض کرنے کی پوزیشن میں نہیں اس کے لیے تو بڑے فہم والے ہی کوئی رائے قائم کر سکتے ہیں۔اگر ،،دکھ سازیاں،، کے ساتھ کچھ حضرات موصوف کی ،،پیش گفتار،، ملاحظہ کریں گے اور دونوں کو سامنے رکھ کر تجزیہ کریں گے۔تو ان کو یہ فیصلہ کرنے میں آسانی ہوگی کہ،،جہل مرکب،، کس کا نام ہے ہم یہاں اس بات کا مطالبہ بھی نہیں دھراتے کہ ان کے اس الزام کی کیا دلیل ہے اور محض الزام کی صورت میں ان کے اس قول کی حیثیت قرآنی اصول کے تحت کیا ہے البتہ آخری الفاظ کے تحت عرض ہے کہ اللہ تعالی نے جو مقام ومرتبہ انبیائے کرام کو عطا فرمایا ہے وہ اور کسی کو نہیں دیا وہ انبیاء تو کسی معترض کو جواب دینے میں اپنی توہین نہیں سمجھتے کیا ان صاحب کا مقام ومرتبہ انبیاء سے بھی اونچا ہے جو ان کو چند اوراق کا جواب اپنی توہین محسوس ہو رہی ہے؟

ظاہر بات ہے ان علامہ صاحب نے بڑے بڑے نامور علماء ومناظرین کی مایہ ناز کتابوں کے جواب لکھ کر ایک نام پیدا کر لیا ہے لہذا اب اس چند اوراقی مجموعہ کا جواب لکھنا ان کی توہین نہیں تو اور کیا ہے؟ خیر اپنے من میں شیخ چلی بننے پر کوئی پابندی تو نہیں۔۔۔لیکن اتنی بات بہرحال واضح ہے کہ معترض کا سوال کیسا ہی عقلی ڈھکوسلہ کیوں نہ ہو،اس کا جواب دینے سے انکار کرنا یا جواب دینے کو اپنی بلند وبالا شان میں توہین جاننا انبیاء کی تعلیم وتربیت نہیں۔۔۔ نہ اللہ تعالی نے اس کی اجازت دی۔۔۔ نہ انبیاء نے ایسا طرز عمل اختیار

کیا۔۔۔۔۔نہ ہی قرآن کریم کی یہ ہدایت ہے۔ بلکہ کسی عالم سے مسئلہ پوچھا جائے اور جاننے کے باوجود جواب نہ دے تو اس پر سخت وعیدیں شریعت میں لکھی ہوئی موجود ہیں۔

﴿موصوف کس کی اتباع کررہے ہیں؟﴾

صاحب لوگ یہ جو کہتے ہیں کہ،، دکھ سازیاں،، بس عقلی ڈھکوسلے اور جہل مرکب ہے لہذا اس جہل مرکب کا جواب دینا میری توہین ہے۔ تو بھلا بتلایئے اللہ کے نبی کو،،، اِنَّا لَنَرٰکَ فِیۡ سَفَاھَۃٍ ،، کہنا اور ان کو،،، مِنَ الۡکٰذِبِیۡنَ ،،، سے مخاطب کرنا۔ اس سے بڑھ کر بھی کوئی جہل مرکب ہوگا؟ مگر ان جہل مرکب پر مبنی اعتراضات کا بھی نبی وقت نے جواب دیا جس سے معلوم ہوا کہ دین کے جواب چھپانا اور جواب دینے کو اپنی توہین قرار دینا انبیاء کا طریقہ نہیں۔ پھر سوال یہ ہے کہ یہ کن کا طریقہ ہے؟؟

اگر قرآن کریم سے اس بارے میں راہنمائی حاصل کی جائے تو پتہ چلتا ہے کہ یہ صاحب شیطان کی راہ پر چل نکلے ہیں اللہ جل شانہ نے حضرت آدمؑ میں روح ڈالے جانے کے بعد ان کو سجدہ کرنے کا حکم دیا تو تمام فرشتوں نے اس حکم کی تعمیل کی مگر شیطان نے اس حکم کو قبول نہ کیا اللہ جل جلالہ نے پوچھا کہ تمہیں اس حکم کو قبول کرنے میں کس چیز نے روکا ہے؟ تو اس نے جواب دیا۔

قَالَ اَنَا خَیۡرٌ مِّنۡہُ ۚ خَلَقۡتَنِیۡ مِنۡ نَّارٍ وَّ خَلَقۡتَہٗ مِنۡ طِیۡنٍ (۱۲) (اعراف۔۱۲)

ترجمہ: میں اس سے بہتر ہوں آپ نے مجھے آگ سے پیدا کیا ہے اور انہیں خاک سے بنایا ہے۔

ایک دوسری جگہ ہے۔۔۔۔۔۔۔۔قَالَ ءَاَسۡجُدُ لِمَنۡ خَلَقۡتَ طِیۡنًا ۚ(۶۱) (اسرا)

کیا میں اسے سجدہ کروں جسے آپ نے مٹی سے پیدا کیا ہے۔

سورۃ بقرہ میں ہے۔۔۔۔ اَبٰی وَ اسۡتَکۡبَرَ ٭ (البقرہ)۔۔۔۔اس نے انکار کیا اور غرور سے کام لیا۔

سورۃ طہ میں ہے ۔۔۔۔فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِیْسَ ؕ (۱۱۶ طہ)۔۔۔ابلیس کے علاوہ سب نے سجدہ کیا۔

سورۃ حجر میں ہے۔۔۔۔۔۔۔۔ اِلَّآ اِبْلِیْسَ ؕ اَبٰٓی اَنْ یَّکُوْنَ مَعَ السّٰجِدِیْنَ(۳۱) (حجر)

اس مفہوم کی بہت ساری آیات قرآن مجید میں موجود ہیں جن سے حاصل ہوتا ہے کہ اسنے حضرت آدم کو سجدہ کرنے سے انکار کیا اس لیے کہ وہ اس میں اپنی توہین محسوس کرر ہا تھا۔اس نے اللہ کریم کے سامنے،،،اَنَا خَیْرٌ مِّنْہُ ج ،،،(میں اس سے بہتر ہوں)۔۔۔۔کہہ کر ظاہر کیا کہ اس کو سجدہ کرنا میری توہین ہے۔لہذا اسنے حضرت آدمؑ کو سجدہ نہیں کیا۔

ان صاحب لوگوں کے لیے کتاب وسنت کا حکم تو یہی ہے کہ جب ایک طالب علم آپ سے اس کا جواب طلب کرر ہا ہے اور اپ اس کو جانتے بھی ہیں تو آپ کو جواب دینا چاہیے تھا۔مگر جیسے ابلیس نے،،، اسجدوا ،،،والے امر کی تعمیل کو اپنی توہین سمجھا اسی طرح طالب علم کے طلب جواب پر جواب دینے کو انہوں نے اپنی توہین سمجھا۔گویا اس وقت موصوف کے سامنے دوراستے تھے جو قرآن حکیم نے دکھائے ایک انبیاء کا راستہ تھا جو سخت سے سخت اعتراض کا جواب دے رہے تھے اور ایک ابلیس کا تھا۔جو امر الٰہی کو اس لیے نہیں مان رہا تھا کہ اس کے خیال میں یہ اس کی توہین ہے چنانچہ ان صاحب نے انبیاء کا راستہ تو قبول نہ کیا البتہ شیطان کے راستے کو بڑے فخر سے قبول کرلیا اور سینہ تان کر اس پر چل دیے۔جیسے یہ صاحب پیدا ہی اسی راہ پر چلنے کے لیے ہوئے ہیں پس انہوں نے صاف لفظوں میں جواب لکھنے کے خواہش مند رشید شاگرد کو کہہ دیا کہ اس جہل مرکب تحریر کا جواب میں تو اپنی توہین سمجھتا ہوں۔

﴿طالب علم کے لیے موصوف کا اجازت نامہ﴾

موصوف کو تو،،،دکھ سازیاں،،،کا جواب لکھنے میں توہین محسوس ہوئی مگر یہی کام طالب علم سے کروانے میں اس طالب علم کی توہین ان کو محسوس نہ ہوئی،حالانکہ ذرا سا غور کیا جائے تو واقعہ یہ ہے کہ دین کے طالب علم کا مرتبہ

بڑا ہی بلند ہے وہ دین کا علم حاصل کرنے میں محنت کرتا ہے جب کہ اس پوری محنت میں اس کا کوئی دنیاوی مفاد بھی نہیں ہوتا۔اور اس کام کے لیے وہ بہت ساری پابندیوں میں جکڑا ہوا بھی ہوتا ہے۔دینی ادارے سے وابسطہ باقی تمام لوگ اس قدر محنت ،ایثار اور بے لوث کوشش نہیں کرر ہے ہوتے جس قدر دین کا طالب علم کرر ہا ہوتا ہے مگر یہ بات ان کی سمجھ میں آسکتی ہے جو طالب علم کی قدر واہمیت سے آگاہ بھی ہو۔اب ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ جس کو تم اپنے لیے توہین جان رہے ہو اسے دین کے طالب علم کے لیے بڑے درجے کی توہین سمجھتے مگر موصوف کا باوا آدم ہی نرالا ہے۔انکے نزدیک انکی اپنی شان تو بہت بلند ہے مگر دین کے طالب علم کی کوئی وقعت ہی نہیں۔پس ان صاحب نے طالب علم کو کہا

آپ ابھی طالب علم ہیں اگر آپ جواب تحریر کرنا چاہیں تو میری طرف سے اجازت ہے(جوابی رسالہ ص۳)

ان صاحب نے یہ جواب لکھا یا لکھوایا راقم کو بھلا اس سے کیا لینا دینا۔راقم کے لیے قابل تلاش یہ امر ہے کہ اس طرز عمل کی کڑیاں کہاں جا ملتی ہیں؟یعنی انہوں نے یہ طریقہ کہاں سے سیکھا ہے کہ۔۔۔بچوں کو کسی خاص دینی کام کرنے والے کے پیچھے لگا یا جائے تا کہ وہ ان بچوں کے زچ کرنے سے پریشان ہو۔اور اپنے دینی کام کرنے سے ہٹ کر ان لڑکوں میں الجھ جائے۔

چنانچہ ماضی قریب میں یہ کام غیر مقلدین نے شروع کیا کہ وہ بچوں کو مخصوص چیزیں خوب یاد کروا کر کسی بڑے عالم کے پیچھے لگا دیتے تا کہ وہ صاحب علم ان بچوں میں الجھے رہیں۔۔۔چنانچہ وہ بچے عالم دین سے سوال کرتے اور بات بات پر مناظرے کا چیلنج دیتے تا کہ ان عالم صاحب کی تذلیل وتحقیر ہو اور لوگوں کی نظر میں اسکی حیثیت گر جائے۔۔۔۔۔غیر مقلدین نے یہ فارمولہ طائف والوں سے حاصل کیا تھا جبکہ انہوں نے نبی کریم ﷺ کی تذلیل کے لیے بچوں کو ان کے پیچھے لگا دیا تھا۔غیر مقلدین کے ساتھ ٹھیک وہی طائف والوں کا وراثت میں ملا ہوا طریقہ کار آج تک ان علامہ صاحبان نے سنبھال رکھا ہے جس کی بہت ساری مثالوں میں سے ایک یہ مثال بھی ہے۔چنانچہ وہ اپنے اس کارنامے پر بڑے خوش ہیں۔

موصوف کے بغلوں سے نکلتے ہا سے

صاحب لوگ اپنے اس کارنامے پر بڑے خوش ہیں گویا ان کی بغلوں سے ہنسیاں نکل رہی ہیں وہ کہتے ہیں ـــــــــــ ارشادالسعدا دیکھ کرانتہائی مسرت ہوئی کہ ایک چھوٹے سے بچے نے خودتراشیدہ عقیدہ پر مشتمل دلائل کے مٹی کے گھروندے ریزہ ریزہ کر کے فضائے آسمانی میں بکھیر دیے (ص۳)

خوش ہونے پر کوئی پابندی نہیں بلکہ شیخ چلی بننا بھی کسی کی جا گیر نہیں۔البتہ مسرت میں آدمی کو ایسا پھول نہیں جانا چاہیے کہ وہ اپنی کہی بات کو بھی بھول جائے جیسا کہ موصوف اپنی مسرت میں ایسے ہی پھولے سے لگ رہے ہیں جس سے ان کو اپنا کہنا بھی بھول گیا ہے۔

چلو ابھی جشن منالیں پھر جب فارغ ہو جائیں تو اپنے اسی صفحہ کو ایک بار پھر آنکھیں کھول کر دیکھ لیں کہ گنتی کی چند سطریں پہلے ہی تو صاحب بہادر لکھ رہے تھے

یہ تو چند ایک بے بنیاد عقلی ڈھکوسلوں اور ضد پر مبنی چند بہتان تراشیوں کا مجموعہ ہے (ص۳) ایک سطر کے بعد پھر کہتے ہیں ـــــ اس جہل مرکب تحریر کا جواب (ص۳) لیکن موصوف جشن مسرت مناتے ہوئے جب پھولے نہ سمائے تو اسی،، جہل مرکب،، اور،، بے بنیاد عقلی ڈھکوسلوں،، کو عقیدہ پر مشتمل دلائل (ص۳) کہہ گئے یعنی چند سطریں اوپر جو،، دکھ سازیاں،، بے بنیاد عقلی ڈھکوسلے تھی ـــ جہل مرکب تھی اب ایک دم وہ عقیدہ پر مشتمل دلائل بن گئے۔

راقم یہ تو عرض کرنے کی گستاخی نہیں کرسکتا۔کہیں صاحب لوگوں کی توہین نہ ہو جائے کہ موصوف خوشی میں ،،مخبوط الحواس،، ہو گئے اور اتنا بھی پتہ نہ چلا کہ ابھی جس،، دکھ سازیاں،، کو بے بنیاد عقلی ڈھکوسلے کہہ آیا ہوں اور جس،، دکھ سازیاں،، کا نام ابھی جہل مرکب رکھا ہے اب اس،، دکھ سازیاں،، کو عقیدہ پر مشتمل دلائل،، کہہ رہا ہوں اب بھلا ان کو کون سمجھائے کہ جو جہل مرکب ہو اس کا نام،، عقیدہ پر مشتمل دلائل،، نہیں ہوتا اور جو،، عقیدہ پر مشتمل دلائل،، ہوں ان کا نام جہل مرکب نہیں ہوتا۔مگر لگتا ہے زمانہ جاہلیت سے نئے نئے آزاد

ہونے والوں کا نئے زمانے کی نئی روشنی سے خاصا گہرا واسطہ تعلق ہے اسی لیے ان کے مزاج میں،، میرا جسم میری مرضی،، کے بڑے گہرے اثرات پائے جاتے ہیں۔لہذا آپ ہزار کہیں کہ ،، بے بنیاد عقلی ڈھکوسلے،،اور،، جہل مرکب،، کا نام،، عقیدہ پر مشتمل دلائل،،نہیں ہوتا ادہر سے کردار و عمل کے ذریعے جواب یہی آئے گا تم کون ہوتے ہو بتانے والے،، میری کتاب میری مرضی،،

﴿بیڑا غرق کرنے کا کاروبار﴾

موصوف نے،، شیخ چلی زدہ،، فہم میں ڈوب کر اول،، دکھ سازیاں،، کو بے بنیاد عقلی ڈھکوسلے اور جہل مرکب بنایا۔ پھر فرت مسرت میں جھوم کر جہل مرکب کو،، عقیدہ پر مشتمل دلائل،، بنا کر ایک چھوٹے سے بچے کے ہاتھوں آسمانی فضا تک محو پرواز کیا تا کہ وہ مٹی کے ان گھروندوں کو اس فضائے آسمانی میں ریزہ ریزہ کر کے اڑا دے سو،، جہل مرکب،، پھر،، عقیدہ پر مشتمل دلائل،، بن گئے ،ازاں بعد ان کو بچے کے ہاتھ دے کر فضائے آسمانی کی طرف روانہ کیا جو،، دکھ سازیاں،، کو وہاں اڑا آئے ۔اس کامیابی کو دیکھ کر بڑے میاں مسرت کے سمندر میں ڈوب گئے اب ایک کام باقی رہ گیا تھا یعنی راقم کے مذہب کا بیڑہ غرق کرنا پس وہ کام بھی موصوف نے کر دیا چنانچہ لکھتے ہیں اور۔۔۔۔۔۔چند لفظوں سے گھڑنتو مذہب کا بیڑہ غرق کر دیا (**فللہ الحمد**۔۔۔جوابی رسالہ ص ۳)

ممکن ہے موصوف نے،،، شیخ چلی،، والی فہم سلیم سے یہ نتیجہ اخذ کر لیا ہو کہ ہر کوئی ،، شیخ چلی ،، ہے اور ہر پڑھنے والا اس جملے کو پڑھتے ہی ،، شیخ چلی ،، بن جائے گا پھر اس کو ذرا پتہ بھی نہیں چلے گا کہ پچاس ،ساٹھ صفحوں میں بس چند لفظ ہی لکھے جاتے ہیں۔

باقی رہ گیا،، بیڑہ غرق،، کرنے کا قصہ۔۔تو یہی وہ بنیادی فرق ہے جو انبیاء اور ان کے دشمنوں میں پایا جاتا ہے۔انبیاء ہوں یا ان کی راہ پر چلنے والے وہ کسی کا بیڑہ غرق نہیں کرتے بلکہ جنہوں نے خود اپنی آخرت کا بیڑہ غرق کر لیا ہوتا ہے۔ان کی آخرت غرق ہونے سے بچانے کے لیے تدبیریں کرتے اور ہر لمحہ وآن اسی کی

محنت کرتے ہیں۔البتہ جو دشمنان دین ہیں وہ ہر وقت اسی کوشش میں رہتے ہیں کہ کسی طرح ان کا بس چلے اور وہ دین حق کا بیڑہ غرق کر دیں۔

اب ایک طرف،،،اپنے پیاروں کی دکھ سازیاں،،ہے جو صدا لگا رہی ہے کہ یہ اور یہ کام کر کے تم نے اپنی آخرت کا بیڑہ غرق کر لیا ہے اور آخرت کا بیڑہ غرق کر دینے والے اس راستہ کو چھوڑ کر انبیاء کی تعلیم و تربیت کے سایہ میں جگہ بنا لو۔۔۔جبکہ دوسری طرف وہ لوگ ہیں جن کی انتہائی کوشش یہی ہے کہ مذہب کا بیڑہ غرق کر دیں۔اب بیڑہ غرق دینے والی تعلیم انبیاء کی تو نہیں ہے نہ انبیاء کی اطاعت کرنے والوں کی ہے پھر بیڑہ غرق کر دینے والا طریقہ ان لوگوں کو کہاں سے نصیب ہوا؟

﴿بیڑا غرق والے کس کی راہ پر﴾

اس سوال کے جواب کے لیے قرآن حکیم کی سورۃ توبہ دیکھیے جس نے اپنی زبان سے خود کو مومن کہنے والے ایک ایسے گروہ کا حال بیان کیا ہے جو بڑے طمطراق سے اپنے توحیدی اور مومن ہونے دعوی کرتے تھے۔۔وہ نماز بھی پڑھتے اور کچھ مال وغیرہ بھی خرچ کرتے تھے مشکل وقت میں تو ان کا حال اور ہوتا تھا مگر جب خوف جاتا رہتا تو اپنے کارنامے اور خدمات کی لائنیں لگا دیتے قرآن کریم میں ہے

فَاِذَا ذَهَبَ الْخَوْفُ سَلَقُوْكُمْ بِاَلْسِنَةٍ حِدَادٍ اَشِحَّةً عَلَى الْخَيْرِ ؕ (۱۹) (احزاب)

ترجمہ: پھر جب خطرہ دور ہو جاتا ہے، تو تمہارے سامنے مال کی حرص میں تیز تیز زبانیں چلاتے ہیں

یعنی اپنے کارنامے و کمالات بتاتے ہوئے زبانوں کو ہتھیار بنا لیتے ہیں گو یا ان کے علاوہ تو کسی نے فتح حاصل ہی نہیں کی دنیا بھر میں بس یہی تن تنہا اسلام کا علم لہرا دینے والے غازیان وقت تھے۔۔۔۔مگر یہ کون تھے ؟اللہ کریم فرماتا ہے

وَ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مَسْجِدًا ضِرَارًا وَّ كُفْرًا وَّ تَفْرِيْقًاۢ بَيْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَ اِرْصَادًا لِّمَنْ حَارَبَ اللّٰهَ

وَرَسُوۡلَهٗ مِنۡ قَبۡلُ ؕ وَ لَيَحۡلِفُنَّ اِنۡ اَرَدۡنَاۤ اِلَّا الۡحُسۡنٰى ؕ(۱۰۷) (التوبہ)

اور کچھ لوگ وہ ہیں جنھوں نے ایک مسجد اس کام کے لیے بنائی ہے کہ (مسلمانوں) کو نقصان پہنچائیں۔۔۔ کافرانہ کام کریں ایمان والوں میں پھوٹ ڈالیں اور اس شخص کو اڈا فراہم کریں جس کی پہلے سے اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ جنگ ہے اور یہ ضرور قسمیں کھالیں گے کہ بھلائی کے سوا ہماری اور کوئی نیت نہیں۔

اس میں کوئی دورائے نہیں کہ آیت بالا میں مذکور مسجد صحابہ کرام کی مسجد کے مقابلے میں بنائی گئی تھی جس طرح دونوں عمارتیں مسجد کے نام سے معروف ہونے کے باوجود آپس میں ایک دوسرے کی ضد تھیں اسی طرح ان مسجدوں سے وابسطہ کردار اور پیغام بھی متضاد تھا۔

صحابہ کرام کی مسجد سے جو پیغام جاری ہوا وہ۔۔۔۔،،،لااکراہ فی الدین ،،، ہے اس مسجد (تقوی) نے مسجد والوں کو یہ کردار سکھایا کہ اللہ کی زمین پر اللہ کا حکم نافذ کرنے میں نہ ماننے والے رکاوٹ بنیں تو اول ان کو اللہ کے دین کی دعوت دو۔۔۔۔کہ ہمیں تمہاری حکومت سے غرض نہیں اللہ کے دین میں داخل ہوکر اللہ کی زمین پر اللہ کا قانون نافذ کردو۔اس صورت میں تم ہمارے بھائی ہو تمہاری حکومت تمہارے حوالے لیکن اگر نہ مانیں تو ان کے عقیدہ کا بیڑہ غرق نہیں کرنا بلکہ ان سے جزیہ کا مطالبہ کرنا ہے کہ تمہیں اللہ کے پرامن نظام کا سایہ مہیا کریں گے جس سے تمہاری جان، مال، عزت وآبرو سب محفوظ ہوگی۔۔۔اس نظام امن کو جاری اور باقی رکھنے پر جو مصارف خرچ ہونگے وہ جزیہ کی صورت میں تمہیں ادا کرنا ہوں گے۔

اگر وہ اس بات کو بھی نہ مانیں تو پھر بھی ان کے عقیدہ کا بیڑہ غرق نہیں کرنا بلکہ اللہ کا نظام امن اللہ کی زمین پر نافذ کرنے میں جو رکاوٹ انہوں نے کھڑی کردی ہے جہاد کے ذریعے اس رکاوٹ کو ختم کرنے کا اعلان کردیں تاکہ اللہ کے آزاد بندوں کو غلام بنانے کی جو ریث طاقتوروں نے ڈال کر اللہ کی زمین میں فساد پھیلایا ہوا ہے۔اس فساد فی الارض کا سدباب کردیا جائے۔

اس کے برعکس مسجد صحابہ کے مقابلہ میں خود کو مومن وتوحیدی کہنے والوں نے جو مسجد بنائی اسکا پیغام،،ضرار،،تھا

جس کا حاصل یہ ہوسکتا ہے کہ اہل ایمان کے دین کا بیڑا غرق کرنا۔

مسجد کے نام پر تعمیر شدہ اس عمارت نے اپنے ماننے والوں کی یہی تربیت کی تھی کہ جہاں ہو سکے اور جیسے ہو سکے ،،وہ اہل ایمان کے عقیدے کا بیڑا غرق کرنے کی کوشش کرتے رہیں۔چنانچہ وہ کبھی صحابہ کرام کے ایمان کو بےوقوفوں کا ایمان کہتے ،،قَالُوٓا اَنُؤۡمِنُ کَمَآ اٰمَنَ السُّفَهَاءُ ؕ'' (البقرہ) انہوں نے کہا کیا ہم بے وقوفوں کی طرح ایمان لائیں؟)

تو کبھی ان کے ایمان کو جائے مزاق جانتے،

وَ اِذَا مَآ اُنۡزِلَتۡ سُوۡرَةٌ فَمِنۡهُمۡ مَّنۡ یَّقُوۡلُ اَیُّکُمۡ زَادَتۡهُ هٰذِهٖۤ اِیۡمَانًا ۚ (۱۲۴) (التوبہ)

ترجمہ: اور جب کبھی کوئی سورت نازل کی جاتی ہے تو ان (تقیہ بازوں) میں سے وہ لوگ جو کہتے ہیں کہ اس (سورت) نے تم میں سے کسی کے ایمان میں اضافہ کیا ہے؟

اِنَّمَا نَحۡنُ مُسۡتَهۡزِءُوۡنَ (۱۴ البقرہ) ہم تو (خود کو مومن کہہ کر) ان (صحابہ سے) استھزا کرتے ہیں۔

﴿ان مسجدوں کا دوسرا پیغام﴾

صحابہ کرام کی مسجد سے یہ پیغام جاری رہا ہے کہ۔۔۔۔۔۔۔ادع الی سبیل ربک بالحکمة والموعظة الحسنة وجادلھم بالتی ھی احسن (الحجر)

اپنے پروردگار کے راستے کی طرف لوگوں کو حکمت کے ساتھ اور خوش اسلوبی سے نصیحت کر کے دعوت دو اور (اگر بحث کی نوبت آئے) تو ان سے بحث بھی اچھے طریقہ سے کرو جو بہترین ہو

یعنی کبھی بحث کی نوبت آجائے تب بھی کسی کے عقیدے کا بیڑہ غرق کرنا کوئی طریقہ نہیں بلکہ جن لوگوں نے غلط راستہ اختیار کر کے خود اپنی آخرت کا بیڑہ غرق کر دیا ہے۔۔۔تم اچھے طریقہ سے ان کو سمجھا کر ان کا بیڑہ تار دو اور کسی کنارے لگادو۔اس کے برعکس اپنی زبان سے خود کو توحیدی اور مومن کہنے والوں کی مسجد کا پیغام

ضـرارا و کفرا الخ۔۔۔میں کفرا کا ہے۔یعنی اہل ایمان کے دین کا بیڑہ غرق کرنا۔۔۔کیونکہ ایمان والوں کے عقیدے اور دین کا جب تک بیڑا غرق کرنے میں یہ کامیاب نہیں ہوجاتے اس وقت تک ان کا یہ دوسرا مقولہ،،،، کــفــرا ،،،، پورا ہو ہی نہیں سکتا۔یہی وجہ ہے کہ قرآن حکیم نے کم وپیش دوسو کے قریب آیات میں اپنی زبان سے خود کو توحیدی ومومن کہنے والوں کے جو منصوبے بتائے ہیں اس کا مرکزی نقطہ وہی ہے کہ ان کے سارے منصوبے اور تمام سازشیں اہل ایمان کے دین ،مذہب ،عقیدے اور نظریات کا بیڑا غرق کرنے کے لئے تھا۔وہ بہرصورت صحابہ کرامؓ کے دین کا بیڑا غرق کردینا چاہتے تھے تاکہ اپنے کفر کے منصوبہ کی تکمیل کرسکیں۔

﴿ان مسجدوں کا تیسرا پیغام﴾

صحابہ کرام کی مسجد نے مسجد والوں کو یہ پیغام دیا کہ۔۔۔۔۔وَ اعْتَـصِـمُـوْا بِـحَبْـلِ اللّٰهِ جَـمِـیْـعًـا وَّ لَا تَفَرَّقُوْا (۱۰۳) (آل عمران)

ترجمہ؛؛اور اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھامے رکھو اور آپس میں پھوٹ نہ ڈالو۔اور اللہ نے تم پر جو انعام کیا ہے اسے یادرکھو کہ ایک وقت تھا جب تم ایک دوسرے کے دشمن تھے اللہ نے تمہارے دلوں کو جوڑ دیا اور تم اللہ کے فضل سے بھائی بھائی بن گئے اور تم آگ کے گڑھے کے کنارے پر تھے اللہ نے تمہیں اس سے نجات عطا فرمائی۔

اس کے برعکس مسجد کے نام پر ان لوگوں کی بنائی ہوئی وہ عمارت ہے جس کا پیغام اور تربیت یہ تھی۔

،، تَفْرِیْقًا بَیْنَ الْمُؤْمِنِیْنَ،، ۔الخ (التوبہ)(اورانہوں نے مسجد کے نام سے یہ عمارت)ایمان والوں کے درمیان تفریق ڈالنے کے لیے بنائی ہے۔

یعنی صحابہ کی مسجد تو امت کو جوڑنے ،آپس میں ایک دوسرے سے محبت کرنے، جذبہ اخوت کو بیدار کرنے

اورایک دوسرے کے لئے رحم دل بننے کی ترغیب دے رہی تھی۔۔۔۔یہ مسجد بتا رہی تھی کہ اللہ کی اس نعمت کو یاد کرو جو اس نے تمہارے دلوں کو جوڑ کر تم پر انعام کیا ہے۔لہذا اس نعمت کا شکر ادا کرتے ہوئے آپس میں بھائی بھائی بن کر رہو۔۔۔جبکہ اس کے برعکس ضرار خانے کا پیغام،، تَفْرِيقًا بَيْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ،،تھا،ایمان والوں پر کفر وشرک کے فتوے لگانے کی کوشش تھی۔۔تاکہ ان کی،،عزتیں،،حق نکاح میں ہونے کے باوجود بےنکاحی کہلانے لگیں۔ان میں سے ہر جوان سے پہلے کا زمانہ،،جاہلیت کا دور،،بنتا رہے۔۔ان کے باپ دادا ان کی نظر میں زمانہ جاہلیت کے افراد بنتے رہیں۔

﴿ان مسجدوں کا چوتھا پیغام﴾

صحابہ کرام کی مسجد نے مسجد والوں کو یہ دعوت دی کہ تم ظالموں،کافروں اور دشمنوں کے لیے سیسہ پلائی ہوئی دیوار بن جاؤ۔۔تم کفار کے لیے نرم دل اور ان کو فائدہ پہنچانے والے نہ بنو۔فرمایا۔۔ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا بِطَانَةً مِّنْ دُوْنِكُمْ لَا يَاْلُوْنَكُمْ خَبَالًا ۭوَدُّوْا مَا عَنِتُّمْ ۚ (آل عمران۔۱۱۸)

ترجمہ۔اے ایمان والو اپنے سے باہر کے کسی شخص کو راز دار نہ بناؤ یہ لوگ تمہاری بدخواہی میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھتے ان کی دلی خواہش یہ ہے کہ تم تکلیف اٹھاؤ۔

سورۃ فتح کی آخری آیت میں فرمایا۔

اشدآء علی الکفار رحماء بینھم (فتح) ترجمہ۔۔۔وہ (اہل ایمان) کفار کے لئے سخت،آپس میں رحم دل ہیں۔

اس کے برعکس اپنی زبان سے خود کو توحیدی ومومن کہنے والوں کی مسجد تھی جس نے اللہ اور رسول سے جنگ کرنے والوں کی مدد کی،اور اسی کی دعوت دی۔۔۔انہوں نے یہ عمارت اس مقصد کے لئے بنائی تاکہ اس شخص کو اڈا فراہم کریں جس کی پہلے سے اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ جنگ ہے یعنی ان کو ان کی مسجد نے یہ تربیت دی کہ وہ دشمنان دین کو فائدہ پہنچائیں اور ان کی مدد کریں۔

نیز قران کریم نے اس ضرار خانے سے وابستہ لوگوں کی اسلام دشمنوں کے لیے جاسوسی بھی نقل کی ہے۔فرمایا۔

وَ فِیۡکُمۡ سَمّٰعُوۡنَ لَهُمۡ ؕ،(توبہ)ترجمہ خود تمہارے درمیان ان کے جاسوس موجود ہیں۔

سورہ المائدہ میں فرمایا۔۔۔۔ سَمّٰعُوۡنَ لِقَوۡمٍ اٰخَرِیۡنَ ۙ (المائدہ۔۴۱)

اور وہ جاسوسی کرتے ہیں ایسی قوم کے لئے جو تمہارے پاس نہیں آئے۔

ان کی مسجد نے ان کی یہ تربیت کی کہ۔۔۔۔ الَّذِیۡنَ یَتَّخِذُوۡنَ الۡكٰفِرِیۡنَ اَوۡلِیَآءَ مِنۡ دُوۡنِ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ ؕ

(النساء۔۱۳۹)

ترجمہ۔۔۔۔۔۔وہ مسلمانوں کی بجائے کافروں کو اپنا دوست بناتے ہیں۔

فرمایا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ تَرٰى كَثِیۡرًا مِّنۡهُمۡ یَتَوَلَّوۡنَ الَّذِیۡنَ كَفَرُوۡا ؕ ۔(المائدہ۔۸۰)

ترجمہ تم ان میں سے بہت ساروں کو دیکھتے ہو کہ انہوں نے کافروں کو اپنا دوست بنایا ہوا ہے۔

﴿مذہب کا بیڑہ غرق کرنے والے اور ان کی مسجد﴾

اپنی زبان سے خود کو توحیدی و مومنین کہنے والوں نے صحابہ کرامؓ کی مسجد کے مقابلے میں مسجد بنائی۔اللہ تعالی نے اس کے چار بنیادی مقاصد بیان فرمائے۔ان مقاصد کا بیان سورہ توبہ۔۱۰۷ کے لفظ،،ضــــرارا،،سے شروع ہوا۔جس کا حاصل یہی ہے کہ صحابہ کرام کے دین کا بیڑہ غرق کرنے کے لیے انہوں نے مسجد کے نام سے یہ عمارت تعمیر کی۔اس عمارت کے دوسرے مقصد کی اصل بھی یہی ہے کہ وہ صحابہ کرام کے دین کا بیڑہ غرق کر کے اس دین کی جگہ فرقوں کو رکھنا چاہتے تھے جس میں شریعت،،صاحب شریعت،اور حاملین شریعت کی گستاخی،،بےادبی،،وغیرہ سب کچھ شامل ہے۔

ان کی اس عمارت کا تیسرا مقصد ایمان والوں کے درمیان تفرقہ پیدا کرنا ہے۔یعنی اہل ایمان پر کافر و مشرک

اور بدعتی وغیرہ ہونے کے فتوے لگانا اور طائف کے کفار سے سیکھا ہوا سبق دہراتے ہوئے لڑکوں کو دین کے کام میں مصروف لوگوں کے پیچھے لگانا وغیرہ۔اس عمارت کا چوتھا مقصد ظالم وکافر وغیرہ کو مدد فراہم کرنا ان کے سامنے ایمان والوں کی مخبریاں کرنا وغیرہ سب شامل ہیں۔

ان چاروں مقاصد کو سامنے رکھ کر،،اپنے پیاروں کی دکھ سازیاں،، کے جواب میں لکھے جانے والے رسالہ کا مطالعہ کیجئے ان کے اس تحریری،،اعتراف،،کو بغور پڑھئے جس میں وہ مذہب کا بیڑہ غرق کرنے کا دعوی کرتے پائے گئے ہیں۔پھر ان کا ایک مسجد میں الگ الگ جماعتوں کی فضا قائم کرنا جنازے دودو کر دینا مشرک بنانے کی ٹیکسٹائل لگانا ملاحظہ کیجئے تا کہ،،تفریق بین المومنین،، کے عادی لوگوں کا بے نقاب منہ دیکھا جاسکے۔مزید آگے چل کر اپنے رسالے کے لیے چلائے جانے والے اشتہار اور رسالے میں لکھی جانے والی مخبریاں دیکھئے انکے تحریری اعتراف کے ساتھ ایک ایک عادت آپ کے اس یقین کو پختہ کر دے گی کہ ان کا رشتہ صحابہ کرامؓ کی مسجد کے مقابلے میں بنائی جانے والی مسجد سے ہے،،،،

﴿صاحب لوگوں کے دوورق اور قرآن کا آئینہ:﴾

اوپر کے باب اول میں،،پیش گفتار،، کی ایک جھلک دکھائی گئی ہے کہ ان دو ورقوں میں موصوف نے جن باتوں کا تحریری اعتراف کیا اگر ان کو قرآن حکیم کی کسوٹی پر پرکھا جائے اور ان اعترافی بیانات کی روشنی میں قرآن حکیم کا شیشہ لگا کر دیکھا جائے تو ان کی کونسی شکل نظر آتی ہے؟ اور قرآن حکیم ان کو کس گروہ کا ایک فرد قرار دیتا ہے؟ اور کس قسم کی مسجد سے ان کا تعلق دیکھا تا ہے؟ راقم کے سامنے،،پیش گفتار،، کے یہ دو ورق موجود ہیں۔جو دراصل ان کا اعترافی بیان ہے اور راقم کے لئے انکے یہ دو ورق تحریری ثبوت ہیں جن کی بنیاد پر حقائق بیان کرنے کا شریعت اسلامی نے راقم کو حق دیا ہے لہذا شریعت اسلامی کی طرف سے عطاء کئے ہوئے اس حق کو استعمال کرتے ہوئے اوپر کی چند معروضات عرض کی ہیں۔

راقم نے اور کچھ نہیں کیا صرف ان کے اعترافی بیان کو سامنے رکھ کر قرآن حکیم کا شیشہ لگایا ہے جس نے ان کا

اصلی چہرہ دکھادیا۔۔۔اب قرآن حکیم کا شیشہ لگانے کے بعدان کا جو چہرہ سامنے آیا ہے وہ کیسا ہے؟ راقم اس پر کچھ عرض کرنے کی سکت نہیں رکھتا یقیناً دیکھنے والے اپنے ایمان کی آنکھوں سے دیکھ کر رائے قائم کرلیں گے راقم کواس پر تبصرہ کی ضرورت نہیں۔۔۔۔اب اس پر مہربان اگران گزارشات کو،،عقلی ڈھکوسلے،،یا،،کھڑنتو خیالات،،قراردیں تو یہ ان کا شوق ہے جیسے پورا کرنے سے ان کو نہیں روکا جاسکتا۔البتہ اس شوق کو پورا کرنے سے خودفریبی کے سوا کچھ حاصل نہ ہوگا۔

یہ ہیں جناب کے کارنامے جن سے،،اپنے پیاروں کی دکھ سازیاں،،آپ کوروکنا چاہتی تھی مگرآپ کو یہ کوشش دشمنی نظرآئی اوراس پر جو کچھ آپ سے ہوسکتا تھا وہ کرگزرے جسے دیکھ کر دماغ میں یہ خدائی ارشاد گونجتا رہ گیا۔،، وَ نَصَحْتُ لَکُمْ وَلٰکِنْ لَّا تُحِبُّوْنَ النّٰصِحِیْنَ،،(الاعراف۔۷۹)

ترجمہ میں نے تو تمہاری خیرخواہی کی مگرافسوس کہ تم خیرخواہوں کو پسند ہی نہیں کرتے۔

اب اس کا جوانجام ہوتا ہے وہ قرآن کریم کے روشن آئینہ میں دیکھنے سے منظرعام پرآگیا

اس انجام پران کوافسوس ہوگا یانہیں راقم سمیت ہراس مسلمان کودکھ ہوگا جوجذبہ خیرخواہی کے احساس رکھتا ہے مگرافسوس کہ کسی خیرخواہ کے بس میں نہیں کہ وہ فن گستاخی کے ان علم برداروں کوروک سکے۔ایسی صورت میں راقم اوراخوت اسلامی کا جذبہ رکھنے والے بھلااس کے سوا کیا عرض کرسکتے ہیں کہ۔۔۔وَ نَصَحْتُ لَکُمْ ج فَکَیْفَ اٰسٰی عَلٰی قَوْمٍ کٰفِرِیْنَ (ایضا۔۹۳)

ترجمہ میں نے تو تمہارا بھلا چاہا تھامگراب میں اس قوم پر کیاافسوس کروں جوناشکری تھی۔

آخر میں ایک بارپھرراقم عرض گزار ہے کہ راقم کونہ توکسی کی ذات سے کوئی دشمنی ہےاورنہ ہی اس کا کوئی فائدہ ہے،اپنی انتہائی کوشش خیرخواہی اور بےادبیوں،گستاخیوں کے گہرے کنویں سے نکال لینے کی ہے۔امت اسلام میں افتراق،انشقاق وتفرقہ کی تباہ کن راہ سے بچانے کی ہے۔وجہ یہ ہے کہ اس راہ پرچل کرانہوں نے

اپنی آخرت کا بیڑا غرق کرلیا ہے جبکہ،، دکھ سازیاں،،ان کے غرق کیے ہوئے بیڑے کو تارنے کی ایک کوشش تھی۔ جواللہ تعالی کی مدد ونصرت سے جاری رہے گی اگر کسی کے مقدر میں ہدایت کی دولت نہ ہوتو بے شک کوئی بھی ان کواس دولت سے مالا مال کرنے کا اختیار نہیں رکھتا البتہ نبی رحمت کے ارشاد،،، الدین النصیحہ ،، کے تحت خیر خواہی کا فرض نبھانے کی حتی الوسع کوشش جاری رہے گی (انشاءاللہ تعالی)

ان ارید الا الاصلاح ما استطعت

وما توفیقی الا باللہ۔

عليه توكلت وهورب العرش العظيم.

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

الباب الثانی:

پہلے باب میں بڑے میاں نے دوورقوں میں جوگل کھلائے اس کا حال آپ اوپر ملاحظہ فرما چکے۔راقم نے ان دوورقوں کوبل دے کرمعمولی سا نچوڑا تو اندر سے کتاب اللہ،فرمان رسول اللہ اور جماعت رضوان اللہ یعنی آل واصحاب رسول اللہ کی صریح مخالفت وعداوت۔۔۔۔اورخود کوتوحیدی ومومن کہلانے والے دشمنان صحابہ کی بھرپور اطاعت وغلامی سیل رواں کی طرح بہتی چلی آئی۔۔۔۔جس سیل رواں کی سڑاند وبھڑاس کی ایک معمولی سی جھلک پہلے باب میں ازراہ نمونہ ہدیہ قارئین کی گئی۔

بڑے میاں کے بعد جب چھوٹے میاں کا نمبر لگا تو لگے ہاتھوں پہلا تھپڑ اپنے،،پیکر اخلاص استاد،،کی کھتی میں جاتا کیا چنانچہ جیسے بچہ اپنے گھر سے چوری سیکھتا ہے کہ پہلے وہ اپنے باپ،ماں بھائی وغیرہ کی چوری کرتا ہے جس پر اس کی حوصلہ شکنی نہیں ہوتی آگے قدم اٹھاتا ہے یوں رفتہ رفتہ وہ بڑا چور بلکہ نامی گرامی چور بن کر گھر سے حاصل ہونے والی تربیت کے باعث پورے گھر کا نام روشن کرتا ہے لیکن اگر پہلی بار کی چوری پر اسے پوری سزا ملے اور اس کے اس فعل پر حوصلہ افزائی کی بجائے حوصلہ شکنی ہو تو اس کو دوبارہ ایسا جرم کرنے کی ہمت نہیں ہوتی۔۔۔ٹھیک یہی صورت حال یہاں پائی جارہی ہے کہ جس شاگرد رشید کوفن گستاخی کی تربیت دینے کا انتخاب ہوا اس نے اس کی عملی مشق اپنے پیکر اخلاص استاد صاحب پر دہرائی۔

جب گستاخی کا یہ گر اپنے استاذ پر اس شاگرد رشید نے دہرایا اور ڈنکے کی چوٹ پر استاد کی تردید کی تو بجائے حوصلہ شکنی اور گستاخانہ کردار پر سزا کے حوصلہ آفزائی ہوئی بلکہ اس پر بڑے بڑے پیکر اخلاص مارے خوشی کے لوٹ پوٹ ہوگئے اور انکی بغلوں سے ہاسے پھوٹنے لگے تب پھر اس فن میں مہارت کے لئے چنے گئے شاگرد رشید ٹھیک اسی طرح ماہرفن ہوگئے جس طرح گھر سے چوری سیکھنے والا اپنے فن میں ماہر ہوجاتا ہے۔ چنانچہ اگے چل کر اس نے،،دکھ سازیاں،،سمیت اہل حق کی کتابوں کا جوحشر کیا وہ آپ آگے ملاحظہ کرلیں

گے۔

﴿پیکر اخلاص اپنے شاگرد رشید کے نرغے میں﴾

پیکر اخلاص نے اپنے ،،پیش گفتار،، میں ،،دکھ سازیاں،، والے کا تعارف یوں کروایا کہ

بچپن اور سفر وحضر کے ساتھی اتنے سادے اور پیارے بزرگ (ص۳)

گویا وہ ان کو ،،سادے،، کہہ رہے ہیں ۔ بلکہ ان کو تو زیر بحث شخص کی سادگی وغیرہ پر اتنا اعتماد ہے کہ ان کو ،،دکھ سازیاں،، والی تحریر بالکل خلاف توقع لگی ۔۔۔یعنی ان کو توقع ہی نہ تھی کہ یہ سفر وحضر کا ساتھی سادہ اور پیارا بزرگ کبھی ایسی تحریر لکھے گا۔ چنانچہ کہتے ہیں۔

خلاف توقع یہ تحریر دیکھ کر انتہائی تعجب ہوا (ص۳)

مگر چھوٹے میاں اپنے پیکر اخلاص صاحب کی کھلی تردید وتکذیب کرتے ہوئے ،،دکھ سازیاں،، والے کا تعارف اس کے برعکس پیش کرتے ہیں کہ وہ تو

اپنے علاقہ کی ایک پرآشوب شخصیت (ص۴) ہے۔

بھلا جو اپنے علاقہ کا ایک پرآشوب شخص ہو اس کی زیر جواب تحریر خلاف توقع کیسے ہوسکتی ہے؟ اور اسکی ایسی تحریر پر تعجب کا کیا معنی؟؟؟

راقم کو اس سے بحث نہیں کہ ان دونوں میں کس کی بات درست ہے اور کس کی غلط؟ صرف اس بات پر تعجب ہے کہ شاگرد اپنے لکھنے کی ابتدا ہی استاد کی تردید وتکذیب سے کر رہا ہے اور وہی استاد صاحب اس پر آفریں آفریں کے ڈونگرے برسا رہے ہیں اور یہ تحریر دیکھ کر ان کو انتہائی مسرت ہو رہی ہے اور اس قسم کے دین کی اشاعت واحیاء کے لیے وہ بھرپور دعائیں دے رہے ہیں۔

﴿چھوٹے میاں کا پرسوز گایا ہوا ساز﴾

اپنے اس استاد کے ساتھ جن سے ان کو بڑی محبت ہے اور جن کو یہ،، پیکر اخلاص،، کہتے اور اپنے رسالہ کو ان کے نام منسوب بھی کرتے ہیں ان کے ساتھ جو کچھ ان صاحب نے کیا وہ تو عقل والوں سے مخفی نہیں رہ سکتا کہ،، دکھ سازیاں،، لکھنے والے کا جو تعارف ان کے استاد نے کروایا ان چھوٹے میاں نے لکھنے کی ابتدا ہی ان کی تردید سے کی یہ تردید ان صاحب نے جان بوجھ کر کی یا بھول کر اس سے بحث نہیں!!! اتنی بات واضح ہے کہ استاد کے نزدیک اگر،، دکھ سازیاں،، لکھنے والا پرآشوب ہوتا تو وہ نہ اسے سفر وحضر کا ساتھی کہتے نہ ان کی تحریر کو وہ خلاف توقع قرار دیتے نہ ہی اس تحریر پر انکو حیرت ہوتی۔ پس یہ باتیں دلیل ہیں کہ پیکر اخلاص کے نزدیک میں وہ بات نہیں تو چھوٹے میاں کہہ رہا ہے۔ گویا جو تعارف استاد نے کروایا چھوٹے میاں نے اس کو جھوٹ قرار دے دیا۔

اب جس لائق اور قابل شاگرد نے اپنے پیکر اخلاص استاد کا یہ ادب واحترام کیا ہے اس سے میرے جیسا فقیر اور گنہگار آدمی بھلا خیر کی توقع کیسے رکھ سکتا ہے؟

اور جس نے خود اپنے رسالے کی ابتدائی دو ورقوں کو (نادانستہ ہی سہی مگر) رد کر دیا وہ اگر بہت وقت پہلے لکھی ہوئی،، دکھ سازیاں،، کو رد کرتا ہے تو اس میں بھلا تعجب کی کیا بات؟ البتہ ہر عقل مند انسان غور کر سکتا ہے کہ جو چھوٹے میاں خود اپنے استاد کی تردید محض عوام کی خیر خواہی کے لیے اور حصول رضاء الٰہی کے لیے سادہ زبان میں (عرض مولف ۴) کرتا ہے۔ گویا اس کے نزدیک اپنے پیکر اخلاص استاد کی تردید کرنا عوام کے ساتھ خیر خواہی اور اللہ تعالی کی رضاء حاصل کرنے کا ذریعہ ہے ایسے چھوٹے میاں راقم کے رسالہ کو۔۔۔۔۔۔۔ پرسوز اور پر ملال (ص ۳) کہیں۔۔۔۔۔ حیات شہدا کی خوب صورت بگاڑنے والا (ایضا) قرار دیں کتاب وسنت اور فہم سلف کا مزاق اڑانے والا قرار دیں سینہ زوری کرنے والا۔۔۔ محرف۔۔۔ کاذب۔۔۔ کہیں یا اہل غلو میں سے جا ملائیں۔ تو یہ کوئی تعجب کی بات نہیں نہ ہی جواب کی کوئی ضرورت ہے۔۔۔۔ اس لیے کہ ان کو

اپنے بڑوں سے تعلیم وتربیت جو یہی حاصل ہوئی۔۔۔جس کا نقد انعام تو چھوٹے میاں نے پیکر اخلاص استاد صاحب کو دے بھی دیا ہے۔مگر آفریں تو اس استاد پر ہے جو اپنی تردید پڑھ کر بھی خوش ہیں اور اظہار مسرت کا اعلان کرر ہے ہیں۔۔۔۔اب جن استاد صاحب کی فہم وفراست اور عقل مندی کا یہ عالم ہے کہ شاگرابتدا ہی اس کی تردید سے کرر ہاہےاور وہ اس پر تعریفوں کے پل باندھ رہے ہیں،ان کے شاگردوں میں جو کمال عقل ہوگا اور فطانت وفراست کی جس معراج پر ہوں گےاس کا بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

﴿زائغین کون ہیں؟﴾

اپنے استاد پر گستاخی کا گر استعمال کر کے چھوٹے میاں نے جو کامیابی حاصل کی اس کی جھلک تو جوابی رسالے کی ابتدائی ڈیڑھ سطر میں دیکھی جاسکتی ہے،اب اگے جو کچھ ہونا تھا وہ سب ظاہر ہے،جس بھانڈے(برتن) میں گستاخیاں بھردی گئیں ہوں اس کا منہ جب کھلے گا تو سوا گستاخیوں کے اس میں سے کیا برآمد ہوسکتا ہے۔ سو یہی ہوا گستاخیوں کا گٹر ابلا تو اس سے برآمد ہوا کہ

آخر میں زائغین ،کاذبین،اہل غلو کے شبہات کا جواب عرض کیا گیا ہے(جوابی رسالہ۔ص۴)

یعنی جن کا نبی کریم ﷺ کے بارے میں عقیدہ یہ ہے کہ قرانی آیات ،،بل احیاء،،وغیرہ کی بنا پر آپ ﷺ کو حیات بعدالوفات حاصل ہے،وہ ،،زایغین ،،کاذبین،،اور اہل غلو ہیں۔سبحان اللہ یعنی جن حضرات کو اللہ کریم نے باکرامت شہادتیں دیں اور جن کی قبروں سے جنت کی خوشبو مہک اٹھی اور بعدالوفات جن چہروں کی چمک ان کی عنداللہ مقبولیت کا بین ثبوت بنے وہ تو ہوئے ،،زائغین ،،کاذبین،،اہل غلو،، ہیں۔اور جن کی زبانیں گٹر کی طرح گستاکیاں ابلیں،وہ خیر سے صادق اور امین ہوں۔خیران چھوٹوں کا کیا قصور!جب بڑے میاں وہ ہیں جن کا حال پہلے گزرا تو بھلا ان کا کیا قصور!

یہ تو رہا ان کا اخلاق،،مگر زائغین ہوتیکون ہیں؟ذراملاحظہ فرمائیں۔سورۃ آل عمران کے پہلے رکوع میں اللہ

تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

هُوَ الَّذِیْٓ اَنْزَلَ عَلَیْکَ الْکِتٰبَ مِنْهُ اٰیٰتٌ مُّحْکَمٰتٌ هُنَّ اُمُّ الْکِتٰبِ وَ اُخَرُ مُتَشٰبِهٰتٌ ؕ فَاَمَّا الَّذِیْنَ فِیْ قُلُوْبِهِمْ زَیْغٌ فَیَتَّبِعُوْنَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ ابْتِغَآءَ الْفِتْنَةِ وَ ابْتِغَآءَ تَاْوِیْلِهٖ ۚ وَ مَا یَعْلَمُ تَاْوِیْلَهٗٓ اِلَّا اللّٰهُ ۘ وَ الرّٰسِخُوْنَ فِی الْعِلْمِ یَقُوْلُوْنَ اٰمَنَّا بِهٖ ۙ کُلٌّ مِّنْ عِنْدِ رَبِّنَا ۚ وَ مَا یَذَّکَّرُ اِلَّآ اُولُوا الْاَلْبَاب .

(آل عمران)

ترجمہ: اے رسول ﷺ وہی اللہ ہے جس نے تم پر کتاب نازل کی ہے جس کی کچھ آیتیں تو محکم ہیں جن پر کتاب کی اصل بنیاد ہے اور کچھ دوسری آیتیں متشابہ ہیں۔ اب جن لوگوں کے دلوں میں ٹیڑھ ہے وہ ان متشابہ آیات کے پیچھے پڑے رہتے ہیں، تا کہ فتنہ پیدا کریں اور ان آیتوں کی تاویل تلاش کریں، حالانکہ ان آیتوں کا ٹھیک ٹھیک مطلب اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا اور جن لوگوں کا علم پختہ ہے وہ یہ کہتے ہیں کہ ہم اس (مطلب) پر ایمان لاتے ہیں (جو اللہ کو معلوم ہے) سب کچھ ہمارے پروردگا کی ہی طرف سے ہے اور نصیحت وہی لوگ حاصل کرتے ہیں جو عقل والے ہیں۔

اس آیت کے تحت حضرت مولانا عبدالقیوم مہاجر مدنی لکھتے ہیں

دارمی نے حضرت عمرؓ کا فرمان نقل کیا ہے کی عنقریب تمہارے پاس ایسے لوگ آئیں گے جو متشابہات قرآن میں تم سے جھگڑا کریں گے تم سنت رسول سے ان کی پکڑ کرنا کیونکہ اہل سنت ہی کتاب اللہ کو خوب جانتے ہیں۔ حضرت ابو ہریرہؓ کا بیان ہے کہ ایک شخص آیا اور قرآن کے متعلق پوچھنے لگا کہ قرآن مخلوق ہے یا غیر مخلوق؟ حضرت عمرؓ کھڑے ہو کر اس کے کپڑے سے لپٹ گئے اور اس کو کھینچ کر حضرت علیؓ کے پاس لے گئے اور فرمایا ابوالحسن سنتے ہو یہ شخص کیا کہہ رہا ہے مجھ سے آ کر پوچھنے لگا کہ قرآن مخلوق ہے یا غیر مخلوق؟ حضرت علیؓ نے فرمایا اس بات کا برا پھل عنقریب ملے گا خلافت آپ کی ہے اگر میری ہوتی تو میں اس کی گردن

ماردیتا۔(تفسیر فوائد القرآن تحت الایۃ)

مزید دارمی کے حوالے سے متشابہات کے بارے میں پوچھنے والے کا نام صبیغ لکھا گیا ہے جس کو حضرت عمرؓ نے کھجور کی ننگی قمچیوں سے علاج کیا یہاں تک کہ وہ چلا اٹھا کہ میرے سر میں (قرآن کو مخلوق کہنے کی) جو بیماری تھی وہ نکل گئی (ملخص تفسیر فوائد القرآن تحت الایۃ)

اس عنوان کی کچھ روایات مذید بھی ہیں۔جن کو دیگر مفسرین کے علاوہ مذکورہ تفسیر میں بھی اس مقام پر درج کیا ہے جن کو اختصار کی خاطر نقل نہیں کیا جا رہا۔

﴿خلق قرآن والوں کا بعد الوفات جسم وروح کے بارے میں عقیدہ﴾

،،،،فَاَمَّا الَّذِیْنَ فِیْ قُلُوْبِھِمْ زَیْغٌ ،،،، وہ لوگ جن کے دلوں میں ٹیڑھ ہے۔۔۔۔ان کی نشاندہی کرتے ہوئے تفسیر فوائد القرآن میں اوپر کی روایات درج کی گئی جن سے پتہ چلتا ہے کہ وہ خلق قرآن کا عقیدہ ایجاد کرنے والے لوگ ہیں حضرت علیؓ نے ان کے بارے میں یہ بھی بتادیا کہ اس بات کا برا پھل عنقریب نکلے گا!چنانچہ خلق قرآن کا فتنہ پیدا ہوا اور دنیا میں ایسا طوفان برپا کیا جس سے امت کا ہر طبقہ مجروح ہوا یہ خلق قرآن کا فتنہ برپا کرنے والے مرنے کے بعد جسم اور روح کے بارے میں کیا عقیدہ رکھتے تھے؟مفسر قرطبی (المتوفی۔۶۷۱ھ)فرماتے ہیں۔

وقال الاکثرون من المعتزلہ لایجوزتسمیة ملائکة الله تعالی بمنکر ونکیر ...وقال صالح عذاب القبر جائز وانہ یجری علی الموتی من غیر الارواح الی الجسد ...واماالباقون من المعتزلة مثل ضرار بن عمر وبشر المریسی ویحی بن کامل وغیرھم فانھم انکروا عذاب القبر اصلا وقالوا ان من مات فھو میت فی قبرہ الی یوم البعث الخ

(کتاب التذکرہ واحوال الموتی وامور الاخرۃ)

معتزلہ میں سے اکثر کا قول ہے کہ اللہ تعالی کے فرشتوں کا نام منکر اور نکیر رکھنا جائز نہیں۔۔۔اور صالح کا قول

ہے کہ عذاب قبر جائز ہے اور یہ صرف مردہ جسم پر ہوتا ہے جسم کی طرف روح لوٹائے بغیر۔۔۔اور باقی معتزلہ جیسے ضرار بن عمرو اور بشر المریسی اور یحی بن کامل وغیرہ سرے سے عذاب قبر کے منکر ہیں وہ کہتے ہیں کہ جو شخص مرگیا تو وہ قبر میں قیامت تک مردہ ہے (لہذا اس پر عذاب کا کیا مطلب)

،،ابن الملقن شافی المتوفی ۸۰۴ھ معتزلہ کا عقیدہ نقل کرتے ہیں۔

وقال بعضهم عذاب القبر جائز وانه يجرى على الموتى من غير رد ارواحهم الى اجسادهم ...واماالباقون من المعتزله ...فانهم انكر وعذاب القبر اصلا .

(اعلام الفوائد عمدۃ الاحکام لابن الملقن)

اور بعض معتزلہ کہتے ہیں کہ عذاب قبر جائز ہے اور یہ مردوں کو جسم میں روح لوٹائے بغیر ہوتا ہے۔۔۔۔اور باقی معتزلہ۔۔۔عذاب قبر کا سرے سے انکار کرتے ہیں۔

گویا کہ تمام معتزلہ کا یہ تو متفقہ عقیدہ ہے کے فوت ہونے کے بعد قبر میں مدفون میت ہے اور یوم البعث سے پہلے روح کا جسم سے کسی قسم کا کوئی تعلق نہیں ہوسکتا البتہ عذاب قبر میں معتزلہ دو حصوں میں تقسیم ہوگئے ہیں ایک گروہ کہتا ہے عذاب تو ہوگا مگر فقط جسم کو روح کا اس سے کوئی تعلق نہیں۔۔۔۔۔۔۔۔دوسرا گروہ کہتا ہے کہ جب اس سے روح کا کوئی تعلق ہی نہیں تو پھر اس کو عذاب ہونے کا کیا معنی لہذا سرے سے عذاب قبر ہے ہی نہیں۔

﴿روایات میں خوارج کا تذکرہ﴾

اوپر درج آیت کے تحت اہل علم نے یہ بھی نقل کیا ہے کہ وہ لوگ جن کے دلوں میں ٹیڑا پن ہے یہ خوارج ہیں چنانچہ ابن ابی حاتم المتوفی ۳۲۷ھ نے ابو بدر کی سند سے نقل کیا کہ ابوامامہ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ،، فَاَمَّا الَّذِيْنَ فِىْ قُلُوْبِهِمْ زَيْغٌ،، خوارج ہیں

(تفسیر ابن ابی حاتم الوجہ الاول روایت نمبر ۳۱۷۹ تحت الایہ)

ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ المعروف ابن ابی زمینین ۳۹۹ھ فرماتے ہیں۔
(فَاَمَّا الَّذِیْنَ فِیْ قُلُوْبِهِمْ زَیْغٌ) کان الحسن یقول نزلت فی الخوارج۔
(تفسیر القرآن العزیز لابن زمینین ج۱ص۲۷۵)

حسنؒ کا قول ہے کہ یہ خوارج کے بارے میں نازل ہوئی۔
مفسرین کی غالب اکثریت نے نقل کیا ہے کہاس آیت سے مراد خارجی گروہ ہے،جن کے دلوں میں ٹیڑاپن ہے۔۔۔اب ذرا خوارج کے نظریات ومزاج پر بھی ایک نظر ڈال لیں۔
اپنی مخصوص توحیدی فکرونظر میں جو چیزیں ان کو شرک نظر آتی ہیں ان میں عذاب قبر بھی ہے چنانچہ انھوں نے قبر میں جزاسزا کے پورے دینی سرمائے سے صاف انکار کر دیا۔اور ہاتھ دھوکر جواب دے دیا اہل حق بتاتے ہیں
ان مذهب اهل السنة اثبات عذاب القبر کما ذکرنا خلافاللخوارج ۔
(شرح صحیح مسلم للنوی ج۷ص۲۰۱)

یعنی اہلسنت کا مذہب اثبات عذاب قبر ہے۔جبکہ خوارج اس کے منکر ہیں
عذاب قبر کا انکار کرنے کے ساتھ اس گروہ نے اپنے مومن اور توحیدی ہونے کا جوزبردست دعوی کیا اور اپنے اس دعوی کی آڑ میں پوری امت کو دائرہ اسلام سے نکالنے کی جسارت کی اس پر غیر مقلد مصنف ابوجابر عبداللہ دامانوی یوں تبصرہ کرتا ہے
ایک دوسرا فرقہ بھی معرض وجود میں آیا جسے خوارج کہا جاتا ہے اس فرقہ نے اللہ تعالی کی توحید اور قرآن کو ماننے کا زبردست دعوی کیا،مگر اس کی آڑ میں دین کے اہم نظریات کو مشق ستم بنالیا وہ لکھتے ہیں
توحید کا تو ایسا زبردست نعرہ لگایا کہ انہیں اپنے خودساختہ نظریات کے علاوہ ہر چیز شرک نظر آنے لگی۔
(عذاب قبر کی حقیقت۔ص۱۸)

حضرات مفسرین نے اس آیت کے تحت جن،،زائغین،،کا ذکر کیا ہیان میں دوگروہ زیادہ نمایا ہیں (ا) معتزلہ

(۲) خوارج۔ان دونوں کا مشترہ ایجنڈا یہ ہے کہ،،فھو میت فی قبرہ،، چنانچہ اہل علم ان دونوں گروہوں کے بارے میں یہی کچھ بتاتے آئے ہیں کہ

وان مـذهـب اهل السنة تصيح هذه الاحاديث وامرا رجا على وجهها لصحة طرفها وقبول لسلف لهماخلاف لجميع فئها ولارد للعقل .

(اکمال العلم بفوائد مسلم ج۸ص۴۰۱۔ازقاضی عیاضؒ)

اہل سنت ان احادیث کوصحیح مانتے ہیں اور جس طرح وارد ہوئی ہیں اسی طرح قبول کرتے ہیں کیونکہ ان کی اسانید صحیح ہیں اور سلف نے ان کو قبول کیا ہے جبکہ تمام خوارج اور اکابرین معتزلہ اور بعض مرجنہ عذاب قبر کو نہیں مانتے حالانکہ ان میں کوئی عقلی بعد بھی نہیں۔

امام ابوالحسن اشعریؒ فرماتے ہیں۔۔۔۔**واختـلـفـوا فی عذاب القبر فمنهم من نفاه وهم المعتزله والخوارج**۔(مقالات الاسلامیین۔ج۔۲۔ص۔۱۱۶)

عذاب قبر کی نوعیت یہ ہے کہ معتزلہ اور خوارج نے اس کا انکار کیا ہے۔

مسلمانوں کے عقائد وافکار جلد۲ صفحہ ۴۲۹ پر خوارج نے جو عذاب قبر کا انکار کیا ہے اس کا ذکر تفصیل سے کیا گیا ہے وہاں ملاحظہ کرنا چاہیے۔

یہ بات مسلم ہے کہ خوارج و معتزلہ کا عذاب قبر نہ ماننے میں ایک جیسا رویہ ہے جس کی بنیاد ان کی عقل ہے یہ بات چونکہ ان کی عقل میں نہیں آئی لہذا انہوں نے اس کا انکار کر دیا۔اس تفصیل کے بعداب مماتی فرقہ اپنے عقیدہ کا جائزہ لے؟ کہ۔

ارواح شہدا کو ان کے ابدان عنصریہ میں نہیں لوٹایا جاتا (زیر بحث رسالہ ص ۷)

معلوم ہوا کہ ان تینوں اماموں کا بھی یہی مسلک ہے کہ قیامت تک شہدا کے ابدان عنصریہ میں روح نہیں لوٹائی جاتی۔(ایضا۱۴) وغیرہ۔

ایک طرف اپنا یہ عقیدہ رکھیےاور ترازو کے دوسرے پلڑے میں معتزلہ وغیرہ کا یہ عقیدہ رکھیے۔

ان من مات فھو میت فی قبرہ الی یوم البعث (تذکرۃ للقرطبی)

جومر گیا وہ قیامت تک اپنی قبر میں مردہ ہے لہذا عذاب قبر کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا)

وانہ یجری علی (الموتی)من غیر ارواحھم الی اجسادھم (اعلام بفوائد عمدۃ الاحکام)

(قبر میں)جسم کے اندر روح لوٹائے بغیر موتی پر عذاب جاری ہوگا

روایات میں جن کو،،زائغین ،، بتایا گیا ان کا زیر بحث مسئلہ میں عقیدہ اور مماتی فرقہ کا عقیدہ ملاحظہ کر کے انصاف کیجیے۔راقم نے بھی مر کر اپنے رب کے حضور اپنے لکھے ایک ایک حرف کا جواب دینا ہے،،اور تم نے بھی ۔اپنی عاقبت حشر سامنے رکھ کر ذرا جواب دیں کہ زائغین کون ہیں؟۔۔۔مماتی یا اہلسنت والجماعت یعنی تم یا ہم؟؟؟

﴿ٹیڑے دل والوں کی عادت تلبیس﴾

وہ لوگ جن کے دل ٹیڑے ہیں اور وہ فتنہ پروری کے لیے متشابہات کے پیچھے چلتے ہیں یہ،**ابتغاء الفتنۃ**،کون لوگ ہیں؟اہل علم کا بیان ہے۔

عن محمد بن جعفر بن زبیر ابتغاء الفتنۃ ای اللبس... (تفسیر قرطبی روایت ۶۶۲۱ تحت الایۃ)

ابن منذر محمد بن اسحاق کی تفسیر نقل کرتے ہیں کہ۔۔۔**ابتغاء الفتنۃ ای اللبس**

(تفسیر ابن المنذ رج ۱ص ۱۲۸روایت ۲۴۷تحت الایۃ)

ابن ابی حاتم نے اپنی سند کے ساتھ محمد بن حاتم کی یہی تفسیر اپنی تفسیر ابن ابی حاتم تحت الایۃ روایت نمبر ۳۱۹۲میں نقل کی ہے۔

ابوالحسن علی بن محمد الماوردی متوفی ۴۵۰ھ نقل کرتے ہیں۔

ابتغاء الفتنۃ اربعۃ تاویلات والثانی اللبس ..... (النکت والعیون تفسیر الماوردی تحت الایۃ)

ابوالحسن علی بن محمد الواحدی متوفی ۴٦٨ھ فرماتے ہیں

ابتغاء الفتنة قال مجاهد طلب اللبس ليضلوا بهم جهالهم .۔(تفسیر الوسیط للواحدی تحت الایۃ)

امام مجاہد ابتغاء الفتنۃ کے تحت فرماتے ہیں کہ

وہ الجھن کا راستہ اختیار کرتے ہیں تا کہ اپنے جاہلوں کو گمراہ کریں

ابوالمظفر منصور بن محمد السمعانی متوفی ۴٨۹ھ، اپنی تفسیر السمعانی میں ۔۔استاذ مامون اپنی تفسیر،،المامون علی منہج التنزیل والصحیح،، میں یہی نقل کرتے ہیں۔

لبس کا معنی ،،شبہ،اشتباہ ،عدم وضوح ،الجھاؤ، کے ہیں یعنی آسان عام فہم اور صاف بات یا صاف راستہ کو اختیار کرنے کے بجائے اشتباہ اور الجھنوں والی بات اور راستہ کو اختیار کرتے ہیں واضح بات کی بجائے غیر واضح بات کی طرف لپکتے ہیں عوام کو شبہ میں ڈالنے کے گر سیکھتے سکھاتے ہیں۔

اس تفسیر کو سامنے رکھ کر جائزہ لیں بھلا وہ کون لوگ ہیں جو اللہ تعالی کے واضح ارشاد،،بل احیاء،،کو پس پشت ڈال کر۔۔۔روح کب لوٹی ۔۔۔کیسے لوٹی ۔۔۔کیوں لوٹی ۔۔۔۔زندہ ہے تو دفن کیوں کیا۔۔۔وہ چلتے کیوں نہیں۔۔۔جواب کیوں نہیں دیتے وغیرہ وغیرہ جیسے سوال اٹھاتے ہیں،تا کہ،،بل احیاء،، کے واضح اور صاف مفہوم میں الجھن پیدا کریں،اور اس کے مفہوم کو مشتبہ بنائیں،اور اس میں عدم وضوح کا تاثر پیدا کریں،اور اس واضح عقیدہ کے بارے میں اشتباہ پیدا کریں؟؟؟

،،ابتغاء الفتنة،، کی دوسری تفسیر

ٹیڑے دل والے،، **ابتغاء الفتنة** ،، کے جس مرض میں مبتلا تھے اسکی وضاحت کرتے ہوئے اہل علم نے یہ بھی بتایا ہے کہ اس سے مراد شبہات کے متلاشی لوگ ہیں چنانچہ علامہ ابن جریر طبری محمد بن عمرو المثنی اور قاسم کی سند سے مجاہد کی تفسیر نقل کرتے ہیں کہ

،،،**ابتغاء الفتنة،، ،قال الشبهات الخ**...(تفسیر طبری تحت الایۃ روایت ۔۔۔٦٦١٨)

ابو محمد مکی بن ابی طالب متوفی ۴۳۷ھ نے اپنی تفسیر الھد ایہ الی بلوغ النہایہ میں اور علامہ ماوردی، تفسیر ابن منذر ،،علامہ ابن ابی حاتم،،علامہ ثعلبی،،علامہ سمعانی،علامہ بغوی،عبدالرحمان بن تمام بن عطیہ،علامہ فخر الدین رازی،علامہ قرطبی،علامہ ابوحیان،سراج الدین حنبلی نے اپنی اپنی تفاسیر میں یہی قول نقل کیا ہے اسی طرح زین الدین عبدالرحمان بن احمد ابن رجب نے اپنی تفسیر الجامع التفسیر الامام ابن رجب حنبلی میں اور علامہ ثعالبی،علامہ سیوطی،جمال الدین قاسمی،فیصل بن عبدالعزیز مجدی،سید قطب،شیخ شنقیطی،ابوزہرہ،سید طنطاوی،حکمت بن بشیر،علامہ زحیلی،مامون حموض،علامہ خازن وغیرہ حضرات مفسرین نے نقل کیا ہے کہ ،،**ابتغاء الفتنة**،، کی تفسیر شبہات ہے۔۔۔اب،،**ابتغاء الفتنة**،،کے تحت بیان شدہ،،اللبس،،اور،، شبہات،،کیا ہے؟اس کے بارے میں ابن جریر طبری فرماتے ہیں۔۔۔

وهذه الاية وان كانت نزلت فيه من اهل الشرک فانه معنى بها كل مبتدع فى دين الله بدعة فمال قلبه اليهاتاويلا منه لبعض متشابه اى القرآن ثم حاج به وجادل به اهل الحق وعدل عن مواضع من ادلة اية المحكمات ارادة منه بذالک البس على اهل الحق من المومنين۔۔۔(تفسیر طبری تحت الایۃ زیر روایت ۶۶۲۱)

اگرچہ یہ آیت ان مشرکین کے بارے میں نازل ہوئی جن کے بارے میں ہم نے (پہلے) ذکر کیا ہے تو پھر اس کا تعلق ہر دین میں بدعت ایجاد کرنے والے کے ساتھ ہے جس کا دل قرآن کریم کی بعض متشابہات سے تاویل کا سہارا لیتے ہوئے اس بدعت کی طرف مائل ہوگیا۔پھر اس تاویل کو دلیل بناتے اور اس کے ذریعے اہل حق سے جھگڑتے ہیں۔اور محکم آیت سے واضح ہونے والے دلائل سے پھیرتے ہیں اس سے ان کا ارادہ یہ ہے کہ وہ مومنین اہل حق کو الجھن میں ڈالیں۔

تلبیس والے کون؟

،،زائغین،،وہ لوگ ہیں جن کا امتیازی وصف،،ابتغاء الفتنة،،جس کی تفسیر،، اللبس،، سے کی گئی یعنی زائغین وہ ہیں جن کے سامنے ایک صاف واضح اور بے غبار بات ہواور دوسری الجھن والی! تو یہ صاف اور واضح بات کو چھوڑ کر الجھن میں ڈالنے الی بات کی طرف لپکتے اوراس سے چمٹ جاتے ہیں۔جسکی نقد مثال ،،دکھ سازیاں،،کے جواب میں لکھا جانے والا رسالہ ہے۔

ملاحضہ فرمائیں کہ،،دکھ سازیاں،،کی تحریر جس عقیدہ کو ثابت کرنے پر زور صرف کررہی ہے وہ،،عقیدہ حیات النبی ﷺ،،ہے۔قرآنی آیات کا ترجمہ لکھ کرنمرا میں لکھا ہے۔۔

جیسا کہ کلام پاک سے ظاہر ہےاوراس مطلب میں کسی کو اختلاف بھی نہیں کہ راہ خدا میں جان قربان کرنے والوں کو جوانعام عطا ہوا ہے۔۔اس میں شہداء کا تیسرا نمبر ہے۔۔اب انعام یافتہ حضرات کی تیسری جماعت کو جوانعام حاصل ہوا ہےان سے پہلے کی دونوں جماعتوں کو بھی وہ انعام حاصل ہے الخ (دکھ سازیاں ص۳)

،،دکھ سازیاں،،جس عقیدہ کو بیان کرنا چاہتی ہے وہ،،عقیدہ حیات النبی ﷺ،،ہے۔اصل عنوان اسی عقیدہ کا اثبات ہے مگر چونکہ اس مقصد کو حاصل کرنے کے لیے دلیل آیت شہداء ہے لہذا عقیدہ حیات النبی ﷺ کے لیے اساس کی حیثیت رکھنے والی حیات شہداء کی وضاحت ضروری تھی لہذا اسکی وضاحت ہوئی۔گویا اصل مقصد حیات شہداء نہ تھی بلکہ حصول مقصد کا ذریعہ تھی۔

چنانچہ آگے مذکور ہے۔

چونکہ سورۃ بقرہ اورآل عمران دونوں جگہ یہ،، بل احیاء ،،والی آیت لکھی ہوئی ہےاس لیےاس کا انکار کرنا تو پیاروں کے لیے ممکن نہیں لہذا ان کا مجموعی تاثر اور رویہ ان آیات کے بارے میں یہ ہے کہ گویا یہ آیات قرآن میں تو ہیں مگر جیسے ان کے ہاں حجت نہیں یا ،،احیاء،،کا معنی حیات نہیں۔ورنہ،،حیات النبی ﷺ،،کا عقیدہ رکھنے والوں سے اس عقیدہ پر آیات پڑھ لینے کے بعد دلیل مانگنے کا سرے سے کوئی جواز نہیں بنتا مگر آپ

دیکھیں گے کہ۔۔۔مطالبہ جاری رہتا ہے دلیل دو دلیل دوان کا یہ رویہ اس وقت خطرناک صورت حال اختیار کرلیتا ہے جب ان قرآنی آیات سننے کے بعد یہ اصرار ہوتا ہے کہ قرآن پڑھ قرآن۔ گویاان،، تیس مارخانوں،، کے نزدیک یہ قرآن ہی نہیں (ایضاص ۱۷)

گویا اس مفصل بحث کا مقصد،،عقیدہ حیات النبی ﷺ،، کا اثبات تھا کہ یہ عقیدہ قرآن کریم کی ان آیات سے ثابت ہے اور،،دکھ سازیاں،، کی دونوں آیات کے تحت کی ہوئی پوری بحث اسی مقصد کو حاصل کرنے کی جدو جہد تھی مگر جواب لکھنے والوں نے،،دکھ سازیاں،، کے اصل مقصد کو یکسر طور پر نظرانداز کردیا اور اس کی جگہ مقصد تک پہنچنے کا جوذریعہ تھا اس کو ہی مقصد بنا کر کج بحثی شروع کردی۔

﴿ذریعہ کو اصل مقصد بنانے کی وجہ﴾

،،دکھ سازیاں،، میں جس عقیدہ پر زور صرف ہوا وہ،،عقیدہ حیات النبی ﷺ،، ہے ابتدا ہی میں اس کی وضاحت موجود ہے آگے چل کر بھی جگہ جگہ اسکی وضاحت کی ہے مثلا۔۔۔۔۔عقیدہ حیات النبی ﷺ کی دلیل میں آیات قرآنی دومقامات پر موجود ہیں جن میں،،ولاتقوالوا.. اموات،، اور،،بل احیاء،، کے جملے عقیدہ حیات کو ثابت کرنے میں صریح ہیں۔(دکھ سازیاں۔ص۔۱۸)

،،عقیدہ حیات النبی ﷺ،، کا قرآنی آیات میں جو بیان ہے وہ اپنی جگہ واضح ہے (ص۲۰)

،،عقیدہ حیات النبی ﷺ،، کو جس بھونڈے رنگ میں پیش کرتے ہیں کہ کبھی اس عقیدہ کو قبر پرستی اور شرک کہتے ہیں تو کبھی،،زازان،، وغیرہ شیعہ کا عقیدہ قرار دیتے ہیں (ص۲۲)

،،حیات انبیاء،، کے باب میں وارد احادیث الخ (ص۲۳)

دیگر انعام یافتہ حضرات کے جسم کو حیات مہیا کررہا ہے (ص۲۵)

علماء بلد حرام کے فتاوی کے ابتدا کے الفاظ ہی یہ تھے۔۔۔. حی فی قبرہ ۔آپ ﷺ اپنی قبر میں زندہ ہیں (۲۷) وغیرہ

یعنی قدم قدم پر یہ وضاحت موجود ہے کہ ابتدا میں قرآن کریم کی جن دو آیات پر آگے بحث ہونی ہے وہ،، عقیدہ حیات النبی ﷺ،، کو ثابت کرنے کے لیے کی ہے۔اب یہ تو ممکن نہیں کہ جواب لکھنے والوں کو،،عقیدہ حیات النبی ﷺ،،ثابت کرنے کے لیے لکھی گئی دلیل اور اسکی وضاحت تو نظر آ گئی ہو مگر جس،،عقیدہ حیات النبی ﷺ،، کو ثابت کرنے کے لیے یہ قرآنی آیات زیر بحث آئیں اس کا جگہ جگہ بیان انکی نظروں سے مخفی رہا۔ بلکہ واقعہ یہ ہے کہ،،دکھ سازیاں،، میں درج آیات سے عبارت النص کے طور پر،،حیات شہداء کا مسئلہ بیان ہورہا تھا لہذا اسکی وضاحت کی گئی تا کہ دلالت النص کے ذریعے ثابت ہونے والا،،عقیدہ حیات النبی ﷺ،، پائیدار بنیاد پر واضح ہو جائے جسکی وضاحت،،دکھ سازیاں،، میں موجود ہے اب جن کو دلیل میں درج آیات اور انکی وضاحت نظر آ گئی انکو ان دلائل سے ثابت شدہ عقیدہ بھی نظر آیا۔مگر انہوں نے دلیل کو عقیدہ کی جگہ رکھ کر عقیدہ کو ایسے طور پر اڑا دیا گویا،،دکھ سازیاں،، میں،،عقیدہ حیات النبی ﷺ، کی کوئی شئے بیان ہی نہیں ہوئی ان کی یہ کاروائی نہ غلط فہمی کی وجہ سے ہے اور نہ بھول کی وجہ سے ۔۔ بلکہ اس کاروائی میں اس ،،اللبس،، کی عادت کارفرما ہے جو معتزلہ باقیات کا امتیازی وصف ہے۔

﴿عقیدہ حیات النبی ﷺ کے بجائے حیات شہداء کیوں؟﴾

جب یہ بات بہت اچھی طرح واضح ہے کہ،،دکھ سازیاں،،کا،،عقیدہ حیات النبی ﷺ ماننے پر اصرار ہے اور اسی عقیدہ کو ثابت کرنے پر زور دیا جارہا ہے جس کی دلیل میں وہ دو آیات ذکر ہوئیں جن میں،،حیات شہداء ،،کا بیان ہوا تو جواب لکھنے والوں کو چاہیے تھا کہ وہ اپنے جواب میں حقیقت،،حیات الانبیاء،، لکھتے اس میں بتاتے کہ،،دکھ سازیاں،، نے،،عقیدہ حیات النبی ﷺ،، کی خوب صورت بگاڑی ہے اور مذاق اڑایا ہے وغیرہ وغیرہ ۔مگر انہوں نے ایسا نہیں کیا۔ بلکہ،،حیات النبی ﷺ،، کے جواب میں،،حیات شہدا،، کی بحث شروع کر دی ہے ۔اس کی وجہ یہ ہوسکتی ہے کہ ،،عقیدہ حیات النبی ﷺ،، پر بحث کی صورت میں اپنی وہ دیرینہ اور اجتماعی عادت پوری نہ کر سکتے جس کی ،،دکھ سازیاں،،نشاندہی کر چکی ہے چنانچہ،،دکھ سازیاں،،

ص ۲۵ کی آخری سطر میں ہے۔

یہ مہربان ذریعہ کو منزل آلہ کو اصل اور تعبیر کو مسئلہ قرار دیکر ذریعہ اور منزل میں فرق کو یکسر مٹا دیتے ہیں پھر ذریعہ کا منزل نہ ہونا دکھاتے ہوئے جو یہ مہربان جوش وخروش اور چھمک چھلیاں دکھاتے ہیں وہ دیکھنے سے تعلق رکھتی ہیں حالانکہ اس موٹی سی بات کو عام انسان بھی جانتا ہے کہ ذریعہ اور منزل دو الگ الگ چیزیں ہیں منڈی سے لاہور جانے کے لیے گاڑی ذریعہ ہے لاہور نہیں مگر ہمارے عقل وفہم کے غزالی زمان علامہ صاحبان ہیں کہ گاڑی کو لاہور کہہ کر غل مچاتے ہیں کہ دیکھو لوگوں! یہ لاہور ہے۔ بھلا اس میں چڑیا گھر اور انارکلی کہاں ہے؟ (دکھ سازیاں ص ۲۵،۲۶)

جو عقیدہ ثابت کرنے کا ذریعہ ہے اس ذریعہ کو اصل، منزل اور مقصود بنا کر جو کاروائی انہوں نے کی یہ انکی کوئی جدید اور نئی مہربانی نہیں امتیازی عادت ہے جس کی بہت ساری مثالیں عرض کرنے کے بعد دکھ سازیاں میں عرض کیا جا چکا ہے کہ

ان تعبیرات والے ذریعہ کو ہی اصل منزل دکھا کر (یعنی نیوخان کی گاڑی دکھا کر) اس میں ایسی انارکلی ڈھونڈی اور اس گاڑی کا تیا پانچا کر کے شاہی قلعہ کا ایسا کھوج لگایا اور لاہور کی کسی علامت کا بس میں نہ ہونا یوں کھول کھول کر دکھایا کہ ہر طرف واہ واہ اور ہے ہے اور موجاں ہی موجاں ہوگئیں (دکھ سازیاں ص ۲۷،۲۸)

﴿لبس کیا ہے؟﴾

اہل علم نے ،،**ابتغاء الفتنہ**،، کی تفسیر میں جس ،،لبس،، کا ذکر کیا ہے مفسر قرآن ابن جریر طبری نے اس کی وضاحت یوں کی ہے۔۔۔**وعدل عن مواضع من ادلة اية المحكمات**۔ (طبری۔ آل عمران۔۷)

یعنی وہ محکم آیات کے ادلہ کو اسکے اصل مقام سے پھیر دینا ہے۔

جس کو آسان الفاظ میں یوں سمجھایا جا سکتا ہے کہ بات کہنے والا جو کچھ کہہ رہا ہوتا ہے اس کو ایسے طور پر الٹ پھیر کر خلط ملط کر دینا کہ دیکھنے، سننے والا الجھن میں پڑ جائے۔

ابن جریر کی اس وضاحت کو پڑھیے اور پھر،،دکھ سازیاں،،اور اسکا جواب ملاحظہ فرمایئے؟ آپ کو یہ بات سمجھنے میں کوئی دقت نہیں ہوگی کہ جواب لکھنے والوں نے،،دکھ سازیاں،،میں درج،،عقیدہ حیات النبی ﷺ،،کو تقیہ خانہ میں پورے زور کے ساتھ چھپادیا۔اوراس عقیدہ کی دلیل کو عقیدہ کے مقام پر چسپاں کر دیا۔تاکہ،،دکھ سازیاں،،کا بیانیہ اور موضوع پڑھنے والوں پر خلط ملط ہوجائے۔اوراس خط کو دیکھنے والا اوراس کے بارے میں سننے والا الجھن میں پڑجائے۔یہی وجہ ہے کہ انہوں نے،،دکھ سازیاں،،کے بارے میں یہ تاثر پیش کیا کہ یہ تو صرف حیات شہداء کی خوبصورت بگاڑرہی تھی اور بس!

یہ ہے وہ لبس جو،،ابتغاء الفتنة،، کی تفسیر میں بیان ہوا۔اور یہ ان کی وہ عادت ہے جوان کا امتیازی نشان بن گیا ہے ورنہ آپ ملاحظہ فرمائیں کہ،،دکھ سازیاں،، پہلے سے آگاہ کرچکی ہے کہ آپ کی یہ عادت ہے کہ بات کرنے والے کی بات کو ایسے طور پر پھیر دیتے ہو کہ حصول منزل کے ذریعہ کو منزل قرار دیتے ہو۔یہ طریقہ درست نہیں مگر،،دکھ سازیاں،،نے ان کی جو عادت سنائی انہوں نے اس عادت کا عملی مظاہرہ کر کے ثابت کر دیا کہ،،دکھ سازیاں،،نے ان کی جو عادات لکھی ہیں وہ محض الزام نہیں حقیقت ہیں۔

﴿شبہات والے کون؟﴾

،،**ابتغاء الفتنه**،، کے تحت اہل علم نے،،شبہات،،والوں کا ذکر بھی فرمایا کہ،،**ابتغاء الفتنة**،، وہ لوگ ہیں جو،،شبہات،، پھیلاتے ہیں،،شبہات،، یہ ہے کہ لوگوں کے سامنے ایسا طریقہ اختیار کیا جائے، یا ایسی بات کی جائے کہ وہ شک شبہ میں پڑ جائیں۔مثلا،،عقیدہ حیات النبی ﷺ،، والے اپنا عقیدہ بیان کرتے ہوئے،،تفسیر مظہری۔۔کا حوالہ دیں۔مماتی فرقہ کے لوگ جب اپنے عقیدہ کی بات کریں تو وہ بھی،،تفسیر مظہری،،کا حوالہ دیں تاکہ پڑھنے والے شک شبہ میں مبتلا ہوجائیں کہ معلوم نہیں،،صاحب تفسیر مظہری،، کا عقیدہ،،حیات النبی ﷺ،،کا ہے یا مماتی عقیدہ۔

اس ضمن میں ملاحظہ فرمائیں کہ،،عقیدہ حیات النبی ﷺ،،والوں نے کبھی نہیں کہا کہ احمد سعید چتروڑی کا

عقیدہ یہ تھا کہ وہ نبی کریم ﷺ کو قبر میں حیات مانتا ہے یا مولانا عنایت اللہ گجراتی کا عقیدہ حیات النبی ﷺ ماننے والوں کے ساتھ تھا۔مگر مماتی فرقہ والے عوام میں پوری قوت سے ایسی باتیں کہتے رہتے ہیں کہ مثلا مولانا ضیاء القاسمی۔مولانا ضیاء الرحمٰن فاروقی۔وغیرہ کا عقیدہ مماتیوں والا تھا وغیرہ۔ایک صاحب کے بارے میں تو حال ہی میں معلوم ہوا کہ ان کو بتایا گیا کہ حضرت مولانا محمد مکی حجازی حفظہ اللہ کا عقیدہ مماتیوں والا ہے بس اس بات پر وہ مماتی فرقہ کا فرد بن گیا کہ جب مکہ کا یہ مفسر ومحدث مماتی ہے تو ضرور یہ اہل حق کا مذہب ہے۔حالانکہ حضرت مکی صاحب حفظہ اللہ سمیت ان حضرات نے پوری صراحت وضاحت کے ساتھ عقیدہ ،،حیات النبی ﷺ،، کا وہی عقیدہ بیان کیا جو بتعلق روح جسد اقدس کو حاصل ہے۔انکی یہ حرکتیں ان کے ارباب شبہات میں ہونے کی واضح دلیل ہیں۔

ان گزارشات کو ملاحظہ کرنے کے بعد اب اللہ کو حاظر ناظر جان کر بتائیں کہ،،زائغین،،جو فتنہ پروری کے دلدادہ ہیں وہ ،،شبہات،، والے اور ،،اللبس،، یعنی الجھن میں ڈالنے والے کون ہیں؟؟ ؟اگر،،بنظر انصاف،،غور فرمائیں گے تو یہ حقیقت روز روشن کی طرح واضح ہوجائے گی کہ یہ تمغہ،،دکھ سازیاں،،کا جواب لکھنے والوں کے گلے کا ہار بنا ہوا ہے۔

﴿متشابہات اور مماتی فرقہ﴾

سورۃ آل عمران کی مذکورہ آیت نمبر ۱۶۹ میں قرآنی آیت کی دو قسمیں۔محکم،۔متشابہ بیان ہوئیں پھر متشابہات کی دو بنیادی قسمیں اہل علم نے ذکر کی ہیں۔

ان میں ایک وہ آیات ہیں جن کا معنی معلوم نہیں یعنی وہ آیات ہیں جن کا عرب لغت میں معنی ہی نہیں پایا جاتا جیسے،،حروف مقطعات،،ان کو متشاہبات بالمعنی کہتے ہیں(کتاب التعریفات للجرجانی ص۸۶)

دوسری وہ آیات کریمہ جن کے الفاظ کا معنی تو لغت عرب میں موجود ہے لیکن وہ معنی مراد لینے سے محکمات کی مخالفت لازم آتی ہے ایسی آیات کو متشابہ بالمراد کہتے ہیں

(تاج العروس فصل الشین من باب الھا۔ج۹ص۳۹۳)

جیسے لفظ ،،ید،،کا مرادی معنی ،،آلہ جارحہ،، ہے لیکن ،،ید اللہ،، میں یہ مرادی معنی لینے سے محکم آیت (لیس کمثلہ شی ء فی الارض ولافی السماء) کی مخالفت لازم آتی ہے۔لہذا اس متشابہ کو محکم کی روشنی میں سمجھتے ہوئے یہی کہیں گے کہ اللہ تعالی کے لیے یہ لفظ تو آیا ہے مگر اس کی مراد کیا ہے؟اس کو اللہ تعالی کے حوالے کریں گے۔

اب سورۃ بقرہ وآل عمران کی وہ آیات جن سے ،،عقیدہ حیات النبی ﷺ،، دلالت النص سے ثابت ہوتا ہے ان میں حیات بعدالوفات کا بیان تو ،،بَلْ اَحْیَآءٌ،، کے صریح لفظ سے واضح ہے۔مگر یہ حیات ایسی نہیں جس کا ادراک حواس وشعور سے ہوسکے کیونکہ یہ ایک ایسے جہاں کی حیات ہے جس کا انسان کو مشاہداتی علم حاصل نہیں لہذا ،،بَلْ اَحْیَآءٌ،، سے معلوم ہونے والی حیات ایسی ہے کہ اس کا معنی تو معلوم ہے جیسے ،،ید اللہ،، کا معنی معلوم ہے مگر ،،وَّ لٰکِنْ لَّاتَشْعُرُوْنَ ،، کے جملہ نے واضح کیا کہ اس حیات کی تفصیلات یا مراد متعین کرنے کے باب میں متشابہات کی قبیل سے ہے پس جس طرح ،،ید اللہ ،، کا معنی معلوم ہے مگر مراد متشابہ ہے اسی طرح ،،بَلْ اَحْیَآءٌ ،، کا معنی تو معلوم ہے مگر ،،وَّ لٰکِنْ لَّاتَشْعُرُوْنَ ،، نے واضح کیا کہ اس حیات کی تفصیلات متشابہ ہیں کیونکہ تمہارے شعور وادراک سے ماوراہیں۔

،،متشابہ بالمراد،، کے باب میں قاعدہ

راقم نے جوعرض کیا کہ ،،بَلْ اَحْیَآءٌ ،، سے معلوم ہونے والی حیات معنی کے اعتبار سے معلوم ہے مگر تفصیلات کے اعتبار سے متشابہ ہے۔یہ راقم کا ذاتی خیال نہیں۔تفسیر ماجدی میں علامہ عبدالماجد دریا آبادی لکھتے ہیں۔

گویا قرآن وحدیث میں ماوراعقل جن اشیاء کی حقیقت جاننے سے انسانی عقل قاصر ہے وہ متشابہات کے قبیل سے ہے۔۔۔۔(تفسیر ماجدی تحت آل عمران)

چنانچہ ،،بَلۡ اَحۡیَآءٌ ،، کے بعد ،،وَّ لٰـکِنۡ لَّاتَشۡعُرُوۡن ،،فرما کراس حیات کی تفصیلات کومتشابہات کے قبیل سے ہونا بیان کر دیا گیا۔اب حیات کی جوتفصیلات متشابہات میں سے ہیں ان کا ایسا بیان کہ جومحکم آیات سے ٹکراتا ہووہ مردود ہوگا۔

مفسر قرآن حضرت مولانا شیخ سلیم اللہ خان کے جو افادات جامعہ فاروقیہ کے جو شعبہ دار التصنیف نے جمع فرمائے اور اپنے مجلّہ میں سلسلہ وار ان کو شائع کیا جس کا عنوان ،،علم متشابہات کی حقیقت،، ہے اس میں وہ فرماتے ہیں۔

مثلا لفظ ،،ید،، کا مرادی معنی ،،آلہ جارحہ،، کے ہیں۔لیکن ،،ید اللہ ،، میں مرادی معنی لینے سے محکم آیت (**لیس کمثلہ شی ء فی الارض ولافی السماء**) کی مخالفت لازم آتی ہے اس لیے متشابہ کومحکم کی روشنی میں سمجھتے ہوئے یہی کہیں گے کہ اللہ تعالی کے لیے قرآن کریم میں ،،ید،، کا لفظ تو وارد ہوا ہے مگر اس کی مراد کیا ہے؟ اس کی حقیقت اللہ تعالی ہی کے سپرد کرتے ہیں (متشابہات کی حقیقت از مولانا سلیم خان)

پس جس طرح ،،ید اللہ،، قرآن میں وارد ہوا ہے جس کا معنی تو معلوم ہیں ،مگر اس کی مراد متشابہ ہے لہذا اسکی ایسی مراد بیان کرنا جائز نہیں جو محکمات قرآن کے خلاف ہو۔مگر اس پر ایمان لانا بہر حال ضروری ہے اسی طرح ،،حیات بعد الوفات،، کا جو بیان ،،بل احیاء،، میں آیا ہے اس میں کوئی ایسی تفصیل بیان کرنا جائز نہیں جو محکمات قرآن کے خلاف ہو مگر اس پر ایمان لانا بہر حال ضروری ہے۔گویا ایسی متشابہات جن کا معنی تو معلوم ہو مگر مراد معلوم نہ ہو اس کو قرآن کریم کی محکم آیت کے ذریعے معلوم کیا جائے گا۔

﴿حیات کا مفہوم﴾

سورۃ ،،بقرہ وآل عمران،، کی آیات کو دیکھنے سے پتہ چلتا ہے کہ موت وحیات کے اسی مفہوم کو سامنے رکھ کر اللہ کریم نے ،،بل احیاء،، فرمایا ہے جو عام سے عام انسان کو بدیہی طور پر مشاہدے سے حاصل ہوتی ہے کہ جسم سے روح کے تعلق سے حاصل زندگی کو ،،حیات،، اور اس کے خلاف صورت حال کو ،،اَمۡوَات،، سے تعبیر فرمایا

ہے۔اب جب مشاہدہ کرنے والوں نے شہید کے جسم کو دیکھا کہ اس سے روح پرواز کرچکی تو ان کے مشاہدے نے اس پرموت کاحکم لگایا جس پراللہ تعالی نے جواب میں ان کے اس مشاہدے کی بناپرلگائے ہوئےحکم کی تردید کی کہ ٹھیک ہے تمہارامشاہداتی علم یہی کہتا ہے مگر تمہارے رب کاحکم یہ ہے کہ،، وَ لَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ ؕ،،(بقرہ)

یہاں یہ احتمال تھا کہ اللہ تعالی نے ان کوصرف مردہ کہنے سے روکا ہے ورنہ جب روح ہی نکل گئی تو،،اَمْوَات،، ہوگیالہذا صرف،،اَمْوَات،، کہنے سے روکا ہے۔مگراس کی واقعاتی صورت یہی ہے کہ یہ،،اَمْوَات،، ہے۔ اس احتمال کو،،بَلْ اَحْيَآءٌ ،، کہہ کر پورے زور سے رد کردیا۔کہ وہ اپنی واقعاتی صورت میں بھی شہادت کا اعزاز پاجانے کے بعد،،اَمْوَات،،نہیں۔بلکہ،، اَحْيَآءٌ ،،ہے۔یعنی موت وحیات کے عوامی تصور کو سامنے رکھ کرفرمایا کہ وہ،،حیات،، ہیں۔اب،،حیات،،کابدیہی تصور کیا یہ ہے کہ صرف روح زندہ ہےاورجسم تو مردہ ہے؟ یہ سوال آپ کسی عام شخص سے پوچھیں گےتو اس کاتسلی بخش جواب مل جائے گا شرط یہ ہے کہ وہ شخص عثمانی یامماتی فرقہ معتزلہ کےخیالات کا حامل نہ ہو۔اس صورت حال کے برعکس مماتی صاحبوں کاعقیدہ یہ ہے کہ اس حیات سےجنتی اورروح کی حیات مراد ہےجس سے وہ شہداء جنت میں مزے کرتے ہیں

(جوابی رسالہ۔ص۔۱۵)

ان کاحیات کے بارے میں یہ تصوراس بدیہی تصور کےخلاف تو ہےہی جس کا اوپر ذکر ہوا۔قرآن کریم کی محکم آیت کےبھی خلاف ہے چنانچہ سورۃ بقرہ کی آیت۔۔۔۔۔،، كَيْفَ تَكْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ وَ كُنْتُمْ اَمْوَاتًا فَاَحْيَاكُمْ ۚ ،،میں عالم اروح کےاندرروح موجود ہونے کے باوجود اس شخص کے لیے،،اموا تا،، کالفظ آیاہےجس کےجسم سے روح کا ابھی تعلق قائم نہیں ہوا۔یہ،،نطفہ،، پھر،،علقہ،،پھر،،مضغہ،،وغیرہ سےلیکر مکمل وجود بن جانے تک روح ڈالے جانے سے پہلے پہلے،،امـوا تـا،،ہی رہتا ہےحالانکہ اس میں ڈالے

جانی والی یہ روح عالم ارواح میں کب سے موجود ہوتی ہے۔

﴿حیات کا محکم آیت کے مطابق تصور﴾

جیسا کہ عرض کیا گیا یہ بات بھی واضح ہے کہ،، بَلْ اَحْیَآءٌ ،، کا معنی تو معلوم ہے۔ جیسے،، **ید الله**،، کا معنی۔ مگر اسکی تفصیل متشابہ ہے اور،، متشابہ المراد،، الفاظ کے بارے میں قاعدہ یہ ہے کہ ان کو قرآن کریم کی محکم آیات سے سمجھیں گے اگر،، متشابہ المراد،، لفظ کے بارے میں کہی گئی مراد محکم آیت کے خلاف ہوئی تو اس مراد کو قبول نہیں کیا جائے گا جیسے،، **ید الله**،، میں،، ید،، کی مراد،، آلہ جارحہ،، ہے۔ مگر یہ قرآن پاک کی آیت،، **لیس کمثله شی ء فی الارض ولافی السماء**،، کے خلاف ہے۔ لہذا اس مراد کو قبول نہیں کیا گیا اسی طرح ،، بل احیاء،، میں حیات سے جو مراد لی گئی یہ قرآن پاک کی محکم آیت،، کُنْتُمْ اَمْوَاتًا ،، (البقرہ ۲۸) کے خلاف ہے لہذا یہ مراد اسی طرح قابل قبول نہیں جس طرح،، **یدالله**،، میں ید کی مراد،، آلہ جارحہ،، لینے میں قبول نہیں۔ جبکہ آیات محکمات میں حیات کا مطلب بیان کیا گیا ،، **فَاِذَا سَوَّیْتُهٗ وَ نَفَخْتُ فِیْهِ مِنْ رُّوْحِیْ فَقَعُوْا لَهٗ سٰجِدِیْنَ** (۲۹) (الحجر) ٹھیک یہی الفاظ اللہ تعالی نے سورۃ الحجر ۲۹ میں بیان فرمائے ہیں۔

ترجمہ: پس جب میں اس کو ٹھیک کرلوں اور اس میں اپنی روح پھونک دوں تو تم سب اس کے سامنے سجدے میں گر پڑنا۔

اس آیت کے تحت تفسیر مکہ میں درج ہے۔۔۔۔۔ یعنی وہ روح جس کا میں ہی مالک ہوں میرے سوا اس کا کوئی اختیار نہس رکھتا اور جس کے پھونکتے ہی یہ پیکر خاکی زندگی حرکت اور توانائی سے بہرہ یاب ہو جائے گا۔
(تفسیر مکہ از مولانا صلاح الدین بن یوسف مطبع سعودیہ)

یعنی جب تک روح کا جسم سے تعلق قائم نہیں کیا گیا حیات حاصل نہیں ہوئی اور جوں ہی جسم میں روح ڈال دی گئی تو زندگی وحیات بھی حاصل ہوگئی اور انسان کی تعظیم کا عملی مظاہرہ بھی کروا دیا گیا۔

﴿متشابہات کے درپے ہونے والے زائغین﴾

قرآن کریم نے انعام یافتہ شہدااوراوپر کے درجہ والوں کی حیات بعدالوفات کو،،بَلْ اَحْیَآءٌ ،،کے الفاظ سے بیان فرمایا۔جس میں موت کا ذائقہ چکھ لینے کے بعداس دنیاسے پس پردہ ان کے لیے حیات کاعقیدہ رکھنے کاحکم ہے۔اہل حق نے اس حیات کا وہی بدیہی تصوراپنےعقیدہ میں شامل رکھاہے جس کے پیش نظراللہ جل شانہ نے سورہ بقرہ کی زیرنظر آیت کو نازل فرمایااور جس کی تائید سورہ الحجر،اورسورہ ص،سے ہوتی ہے جس کاذکراوپرہوچکاہے۔

باقی اس کی تفصیلات اور کیفیات کیاہیں؟اہل حق ضرورت سے زیادہ اس کے درپےنہیں ہوتے۔اس لئے کہ اس کی تفصیلات اور کیفیات عقل وشعور سے ماوراہونے کے باعث متشابہ ہیں۔اس کے برعکس مماتی فرقہ کا کل سرمایہ اور ساراکھیل تماشہ ہی نفوس قدسیہ کے بارے میں عقیدہ حیات بعدالوفات کومشق کج بحثی بنانا ہے۔وہ عقل وشعور سے ماورااسی حیات بعدالوفات کواپنی بےنورآنکھوں سے دیکھ لیناچاہتے ہیں۔ان کے بڑے میاں ہوں یا چھوٹے میاں،،سبھی اس،، **متشابہ المراد**،،امرکی کھودکرید میں مصروف کار ہیں گویایہی ان کاکل دین اور سارامذہب ہے۔

اب آپ ہی ایمانداری سے بتائیں کہ جس کی کل کمائی اورٹوٹل سرمایہ ہی،،**متشابہ المراد**،،امرکی کھودکرید اوراسکاتعارف وپہچان ہےاوراسی متشابہ المرادامر کے درپے رہتا ہو بھلاوہ کون ہے؟

﴿مماتی فرقہ کی الٹی گنگا﴾

اعتقادونظریہ کسی بھی شخص کا وہ عظیم سرمایہ ہوتاہے جس پراس کی فکرونظراپنی عمارت قائم کرتی ہےاگروہ بنیاد سیدھی ہوتو فکرونظرکازاویہ سیدھارہتاہےورنہ گنگاالٹی بہتی ہے۔

،،دکھ سازیاں،،نے ۱۶نمبرمیں وضاحت سے بتایاکہ صریح الفاظ میں بتایا گیاعقیدہ تو بالکل واضح ہے۔۔۔۔

۔۔مگر چونکہ وہ زندگی ایک دوسرے جہان کی ہے جس کا ادراک نص صریح کے مطابق ،،حواس،، سے نہیں ہو سکتا چنانچہ،،**مابعد الطبعیات**،،،احیاء،،(زندگی) کے بہت سارے امور بہت حدتک متشابہات کی قبیل سے ہیں ۔۔۔۔۔۔۔اس عقیدہ کی یقینیات اور ۔۔۔۔۔۔نصوص کی تحقیق و تفشیش سے کوئی تسکین حاصل ہی نہیں ہوتی ہاں البتہ جوں ہی بات ،، **مابعد الطبعیات**،، میں داخل ہوتی ہے۔تب یہ پیارے کھل کر کھیلتے اور خوب جوش وخروش دکھاتے ہیں گویا یہ میدان ان ہی کا ہے۔(ص ۱۵،۱۶)

راقم نے ،متشابہ المراد، میں رائے زنی اور تمام صلاحیتیں اس پر صرف کرنے سے روکا کیوں کہ یہ تو ایسے لوگوں کا کام ہے جن کو اللہ تعالی نے ٹیڑے دل والے بتایا ہے۔اور ایسے لوگ فتنہ پرور ہوتے ہیں ۔فرمایا،،

فَاَمَّا الَّذِیۡنَ فِیۡ قُلُوۡبِہِمۡ زَیۡغٌ فَیَتَّبِعُوۡنَ مَا تَشَابَہَ مِنۡہُ ابۡتِغَآءَ الۡفِتۡنَۃِ وَ ابۡتِغَآءَ تَاۡوِیۡلِہٖ (آل عمران،۷)

اب جن لوگوں کے دلوں میں ٹیڑھ ہے وہ ان متشابہ آیتوں کے پیچھے پڑے رہتے ہیں تا کہ فتنہ پیدا کریں۔

،دکھ سازیاں، نے ان کو جو متشابہات کے درپے ہونے سے روکا تا کہ یہ ٹیڑے دل والوں میں سے اور فتنہ پرور لوگوں میں سے نکل آئیں ۔مگر،،دکھ سازیاں،،کی اس بھلائی اور نصیحت کا یہ صلہ دیا کہ ان خیر خواہوں کو ہی ،،زائغین ،، کہنے لگ گئے۔

۔مگر یہ کوئی پہلا موقعہ نہیں ۔۔۔،،**فالئک عند اللہ ھم الکاذبون** ،،کہہ کر جن باکرداروں کو اللہ ،،**کاذبون**،،کہتا ہے۔وہ اس طرح کی وعید سے بچنے کی نصیحت کرنے والوں کو پہلے بھی ،،اکاذیب،،کا تعنہ دیتے آئے ہیں۔۔۔ **وَّ اِنَّا لَنَظُنُّکَ مِنَ الۡکٰذِبِیۡنَ** (اعراف۔٦٦)

﴿مماتی غیر اصولی کا اصولی جواب﴾

چھوٹے بڑے میاں صاحبان نے ،،دکھ سازیاں،،کو نشانہ ستم بناتے ہوئے پہلی کاروائی تو یہ کی کہ،، دکھ سازیاں،،جس،،عقیدہ حیات النبی ﷺ،،کو قرآنی آیات سے ثابت کررہی تھی ان صاحبان نے اس عقیدہ کو پس پشت ڈال دیا۔گویا،،دکھ سازیاں،، میں،،عقیدہ حیات النبی ﷺ،،کا سرے سے کوئی وجود ہی نہ ہو۔

اوراس کی جگہ دلیل کوعقیدہ بنا کر یہ غل بپا کیا کہ خدانخواستہ ،،دکھ سازیاں،، نے ،،حیات شہداء،، ہی بگاڑ دی ان صاحبان نے یہ کاروائی کیوں کی؟؟؟

جن حضرات کواس فرقہ سے واسطہ پڑتا رہتا ہے وہ اس کاروائی کو اچھے طریقہ سے جانتے ہیں۔دراصل،، عقیدہ حیات لنبی ﷺ،، پران کے دامن میں دھوکہ دہی کا جس قدرسرمایہ ہے وہ بہت حدتک امت کومعلوم ہوچکا ہے۔بلکہ اس عقیدہ کے باب میں حضرت مولانا غلام اللہ خان جیسے حضرات بھی ان کا ساتھ چھوڑ گئے اور عقیدہ حیات النبی ﷺ کا صاف اقرار کر کے اپنے ماہنامہ رسالہ تعلیم القرآن میں چھاپ گئے اب اگر،، دکھ سازیاں،، میں بتائے گئے ،،عقیدہ حیات النبی ﷺ،، پراپنے قدیم دھوکوں اور مکاریوں کا سہارا لیتے بھی،،تو شاید ان کے اپنے بھی ان کے گلے پڑ جاتے۔اورممکن ہے کوئی سمجھ دار ایک عدد مزید،، خس کم جہان پاک،،لکھ کران کی اصلیت واضح کر دیتا۔اس لیے انہوں نے ایک جدید طریقہ اختیار کر کے اپنے باطل عزائم کی کھٹارا گاڑی کودھکہ لگایا تا کہ اپنے جیسوں کوشبہات کی دلدل میں دھکیل سکیں۔

اصولی طور پران صاحبوں کی ایجاد کی ہوئی مذکورہ مکاری کا جواب صرف اتنا ہے کہ جس عنوان کوتم نے مشق ستم بنایا،، دکھ سازیاں،، میں بیان کیا ہوا عقیدہ اس کے علاوہ ہے۔اگرتم ،،عقیدہ حیات النبی ﷺ،، پراعتراض کرتے جس کو،،دکھ سازیاں،، نے بیان کیا ہے۔تواس کا جواب دینا،، دکھ سازیاں،، والوں کے ذمہ تھا مگرتم تو،،عقیدہ حیات النبی ﷺ،، سے بھاگ کر حیات شہداء کی طرف چلے گئے۔لہذا اصولی طور پراس کا جواب ،،دکھ سازیاں،، والوں کے ذمہ نہیں۔مگرعوام الناس میں سے کسی پران کا یہ مکران کے ایمان برباد کرنے کاباعث نہ بن جائے،کہ ہماری کتاب کا جواب نہیں دیا گیا۔ چنانچہ اس غرض سے ان کی مکاریوں کا پردہ ہٹانے کی کوشش کی جائے گی تا کہ سادہ دل بندے ان کے دام تذویر سے بچ جائیں۔اگراللہ کریم کی مدد شامل حال رہی تو انشاءاللہ یہ مکاریاں تارعنکبوت بن کرمعمولی پھونکوں سے تارتارہو جائیں گی۔

:واللہ المستعان والیہ المصیر :

﴿علامہ آلوسی اور عقیدہ حیات شہداء﴾

اپنا موروثی ریکارڈ بحال رکھتے ہوئے مماتی فرقہ نے جوابی رسالے کی ابتداحضرات مفسرین کے نظریات پر حملہ اور ملت کو دھوکہ دینے سے کی اور علامہ الوسیؒ کی عبارت ایک ٹکڑا ایسے رنگ میں پیش کیا جو ان کے مقصد کے خلاف ہے۔اس کی وضاحت یہ ہے کہ علامہ الوسیؒ نے ابتدا ہی میں فرمایا

بل.. قولوااحیاء.. لان المقصود اثبات الحیاۃ لھم لاامرھم بان یقولوافی شانھم انھم احیاء وان کان ذلک ایضا صحیحاولکن لاتشعرون ای لاتحسون ولاتدرکون ماحالھم بالمشاعر لانھامن احوال البرزخ التی لایطلع علیھا ولاطریق للعلم بھا الابالوحی .واختلف فی ھذہ الحیاۃ فذھب کثیر من السلف الی انھاحقیقۃ بالروح والجسد ولکنھالاندرکھا فی ھذہ النشاۃ الخ..... (روح المعانی تحت الایہ)

(یعنی تم ان کو اموات نہ کہو) لیکن زندہ کہو کیونکہ اس کا مطلب ان کے لیے زندگی کا ثبوت ہے معاملہ ایسا نہیں جیسا وہ ان (شہدا) کے بارے میں کہتے ہیں بے شک وہ زندہ ہیں اگرچہ یہ بات صحیح ہے لیکن تم اس کا شعور نہیں رکھتے یعنی نہ تم اس کو محسوس کرسکتے ہو اور نہ ان کے حالات کا ادراک اپنے مشاعر کے ساتھ کرسکتے ہو۔ اس لیے کہ برزخ وہ احوال ہیں جن پر مطلع ہونے کی کوئی صورت نہیں نہ وحی کے بغیر اس کا علم حاصل ہونے کا کوئی دوسرا طریقہ ہے اور اس حیات کے بارے میں اختلاف ہے سلف میں سے جمہور اس طرف گئے ہیں کہ یہ حقیقی حیات ہے جو روح اور جسم کو حاصل ہے لیکن ہمیں (حیات کا مکمل) ادراک نہیں

آگے جمہور کے اس قول کی دلیل اور مخالفین کا جواب نقل کرنے کے بعد مزید چار قول نقل کیے ہیں۔

دوسرا قول۔۔۔۔۔۔ وذھب البعض سے۔۔۔۔۔۔۔ تیسرا قول۔۔۔۔۔۔ ذھب البلخی سے۔۔۔۔۔ چوتھا قول۔۔۔۔۔ وذھب بعضھم سے۔۔۔۔ اور پانچواں قول۔۔۔۔ وحکی عند الاصم سے نقل کیا ہے۔۔۔۔ان اقوال کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں۔

والمشهور ترجیح القول الاول ونسب الی ابن عباس وقتادہ ومجاھد والحسن وعمرو بن عبید(ایضا)

یعنی پہلے قول کوترجیح حاصل ہے۔ یہ قول ابن عباس ،قتادہ ،مجاہد،حسن ،عمرو بن عبیدہ وغیرہ حضرات کی طرف منسوب ہے۔

گویاعلامہ آلوسی نے سب سے پہلے جمہور کا قول نقل کیا کہ وہ روح مع الجسم حیات کے قائل ہیں پھر دیگر اقوال نقل کیے جن میں سے اکثر کوخود مماتی فرقہ والے بھی قبول نہیں کرتے اب علامہ آلوسی کے بیان فرمائے ہوئے جمہورامت کے قول کوتو مماتیوں نے قبول نہیں کیا حالانکہ علامہ الوسیؒ نے اس قول کوراجح بھی بتایا۔ چلیں اگر جمہوراہل علم کا قول مماتی فرقہ کوقبول نہیں تو عرض ہے کہ خودعلامہ آلوسی نے مزید تین اقوال اور بھی نقل کیے ہیں

(۱) بلخی کا قول ہے کہ نہ جسم کوحیات حاصل ہے اور نہ روح کو۔۔۔ **ذھب البلخی الی نفی الحیاۃ بالفعل عنھم مطلقا** (روح المعانی تحت الایہ)

(۲) کچھ دوسرے لوگ کہتے ہیں کہ حقیقتا نہ جسم کوحیات حاصل ہے اور نہ روح کو بلکہ صرف حکما ایسا کچھ ہے۔ ۔۔۔۔ **ذھب بعضھم الی اثبات الحیات الحکمیہ** الخ (ایضا)

(۳) اصم کا قول ہے کہ یہاں موت اور حیات سے گمراہی اور ہدایت مراد ہے۔یعنی یہاں موت سے روح یا جسم کی موت۔اور حیات سے روح یا جسم کی حیات مرادنہیں،، بلکہ موت سے مراد گمراہی اور حیات سے مراد ہدایت ہے۔**حکی عن الاصم ان المراد بالموت والحیاۃ الضلال والھدی** (ایضا)۔

اس وضاحت کے بعدغورفرمائیں کہ مماتی فرقہ نے امام آلوسی کے نام پر کیسا فراڈ کیا ہے اور پہلے حوالے کی اینٹ کس کمال دھوکہ پررکھی ہے کہ جومفسر صاف الفاظ میں جمہور کا مذہب نقل کرتا اور صاف بتا تا ہے کہ اس کو ترجیح حاصل ہے۔ یہ روح مع الجسد حیات ہے،، **فذھب کثیر من السلف الی انھاحقیقة بالروح**

والجسد،، جبکہ ٹھیک اس نظریے کے خلاف تاثر ہے جو مماتی فرقہ علامہ آلوسی کے نام پر بیان کرتا ہے کہ ان کے نزدیک تو صرف ورح کو حیات حاصل ہے۔،،لاحول ولاقوۃ الا باللہ،،

﴿قاضی بیضاوی اور مماتی فرقہ﴾

جوابی رسالے نے ابتداہی میں سورہ بقرہ کی آیت شہدادرج کرنے کے بعداس کی تفسیر میں جو پہلا حوالہ لکھا اس کا حال آپ ملاحظہ فرما چکے کہ علامہ الوسی نے حیات بعدالشہادت کے بارے میں لوگوں کے کچھ تفردات بھی درج فرمائے اور جمہور کا راجح مذہب بھی لکھا مگراس موقعہ پرشہدوالی مکھی بن کر جمہور والے مثل گلاب مذھب پر جا بیٹھنے کی بجائے مماتی فرقہ وہ دوسری مکھی ثابت ہوا جوشہدوالی مکھی کے برعکس ہوتی ہے۔اس پہلے حوالے کے بعد اپنی سابقہ روش قائم رکھتے ہوئے شیخ بیضاوی کا صرف چھ الفاظ پر مشتمل جو قول نقل کرتے ہیں، وہ انصاف کا خون کرنے کے مترادف ہے۔اللہ جانے اس کاروائی سے وہ کس کو دھوکہ دینا چاہتے ہیں اور کیا وہ خود اپنے ضمیر کو مطمئن کر پائے ہیں یا نہیں مگر شاید انہوں نے قسم اٹھا رکھی ہے کہ کسی طرح ،،حیات النبی ﷺ،، والوں کا عقیدہ مشکوک ہو جائے بے شک اس کے بدلے اپنے نظریے کی ساری عمارت مسمار ہی کیوں نہ ہو جائے۔ملاحظہ فرمایئے قاضی بیضاویؒ نے منقولہ عبارت کی وجہ یہ بیان کی وجہ ہے کہ

،،، ان الارواح جواھر قائمة بانفسھا مغایرۃ لمایحس به من ا لبدن تبقی بعدالموت دار که،،.....(بیضاوی تحت الایہ)

بے شک روح جواہر ہیں جو بذات خود قائم ہیں محسوس ہونے والے جسم کے مغایر ہیں،موت کے بعد باقی رہتی ہیں۔۔۔۔علامہ آلوسی نے بھی ارواح کے بارے میں یہی بات اپنی تفسیر میں درج کی ہے اور کہا ہے کہ

،،وعندی ان الحیاۃ فی البرزخ ثابت لکل من شھید وغیرہ،،(روح المعانی۔تحت الایہ)

یعنی میرے نزدیک برزخ میں ہر مرنے والے کو حیات حاصل ہے شہید ہو یا غیر شہید

گویا قاضی بیضاویؒ اور علامہ آلوسیؒ کے نزدیک ہر مرنے والے کو برزخی حیات حاصل ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ

روح جوہر ہے جو بذات خود قائم ہوتی ہے اور مرنے کے بعد فنا نہیں ہوتی بلکہ باقی رہتی ہے۔اب علامہ آلوسیؒ اور علامہ بیضاوی تو ایک ایسی بنیاد پر بات کر رہے ہیں جس سے تمام موتی کی برزخی حیات ثابت ہو جائے (جس کی علامہ الوسی نے اپنی تفسیر میں وضاحت بھی کر دی ہے)

یہی وجہ ہے کہ قاضی بیضاویؒ کو اس اشکال کا جواب دینے کے لئے عبارت لانا پڑی ہے کہ جب روح جوہر ہے جس کی بنیاد پر وہ مخصوص حیات حاصل ہوتی ہے جس کا آپ نے اوپر ذکر کیا تو اس کا تعلق ہر مرنے والے سے ہے۔صرف شہید کی روح ہی تو جوہر نہیں بلکہ ہر مرنے والے کی روح اسی صفت سے متصف ہے۔

تو انہوں نے اس اشکال کو قبول کیا اور فرمایا کہ ہاں ہر مرنے والے کو یہ حیات حاصل ہوتی ہے باقی ہم نے جو شہید کی حیات میں اس کا ذکر کیا تو اس کی وجہ ان کے شرف وفضیلت کا بیان کرنا ہے کہ ہماری بتائی ہوئی حیات تو سب کو حاصل ہے مگر اپنی قربانی کی وجہ سے شہداء کو باقیوں پر شرف وفضیلت حاصل ہے اب جو دلیل عام موتی کی حیات ثابت کرنے کے لئے بیان کی گئی ہے یار لوگ اس کو خاص شہداء کی حیات پر فٹ کر رہے ہیں ۔غور فرمائیں کیا عقیدہ بیان کرنے میں دیانت داری کا یہی تقاضہ ہے کہ عام موتی کی حیات ثابت کرنے والی بات کو خاص شہدا کی حیات پر فٹ کر دیا جائے؟

﴿مماتی فرقہ اپنی دلیل کی زد میں﴾

علامہ آلوسی نے قاضی بیضاوی والے وہی الفاظ نقل کیے جو وہ اپنی تفسیر میں نقل کرتے ہیں کہ

،،**وان الارو ح، وان كانت جواهر قائمة بانفسها**،،(روح المعانی۔تحت الایہ)

یعنی روحیں ایسے جواہر ہیں جو بذات خود قائم ہیں۔

اس دلیل کو نقل کرنے سے پہلے اپنا وہ نظریہ بیان کیا جو ہم اوپر نقل کر چکے ہیں کہ

ان الحیاۃ فی البرزخ ثابت لکل من یموت،،(روح المعانی۔تحت الایہ)

یعنی ہر مرنے والے کو برزخی حیات حاصل ہوتی ہے

اسی بنا کو کھڑا کر کے قاضی بیضاوی نہیں تاثر دیا کہ ان کے نزدیک بھی سب ،،اموت،، کو برزخ میں حیات حاصل ہوتی ہے ان دونوں حضرات کو ہی اپنا وکیل بنا کر یار لوگوں نے اپنا مطلوبہ ترجمہ ثابت کیا ہے اور یہ دونوں حضرات ہی برزخی حیات کے قائل ہیں اور ایک ایسی بنیاد قائم کر رہے ہیں جس سے صرف ،،شہداء،، یا اس سے بلند درجے والے ،،منعم علیہ،، لوگوں تک ،،حیات بعد الموت،، محدود نہ رہے بلکہ تمام ،،اموات،، کی ،،حیات بعد الموت،، ثابت ہو جائے۔

اب ذرا ،،انک میت، ،آیت کی تسبیح پڑھنے والوں اور ،،مردے نہیں سنتے،، کے فلک شگاف نعرے لگانے والوں کو ہلا جلا کر دیکھیں ان کی رگ مماتیت میں کوئی سانس اور زندگی کی رمق باقی ہے؟؟؟ مگر یہ سب باتیں تو ان کے لیے باعث ندامت ہوتی ہیں جن میں کوئی رتی شرم حیا کی باقی بھی ہو۔رہے وہ مہربان جو ان جیسی سب چیزوں سے بری ہیں ان کو بھلا کیا پروا۔۔ایک قاضی بیضاویؒ کیا سیکڑوں بیضاویؒ آلوسیؒ ان جیسی سیکڑوں بنیادی قائم کرلیں ان کو اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔

ماننے والوں کے لئے مکرر عرض ہے کہ ان دونوں حضرات نے عام موتی کی حیات پر نہ صرف ٹھوس بنیاد باندھی بلکہ ،،،**وعندی ان الحیاة فی البرزخ ثابت لکل من یموت**،،،(روح المعانی) فرما کر اس کی صاف وضاحت کر دی اب مماتیوں کا حال دیکھیے جو اپنے قابل اعتماد مفسرین کی تفاسیر کے منقولہ مقامات کے ذریعے خود اپنے خیالات کا جنازہ نکلوا بیٹھے اور،،،انبیاء،،اور،،شہداء،، کی حیات جو گلے میں اٹکی ہوئی تھی اور اس سے فرار کی راہیں تلاش کر رہے تھے۔۔۔وہ ان کی حیات بعد الوفات کسی تاویل وغیرہ سے تو ،،ممات،، میں تبدیل نہ کر سکے البتہ ان کے اپنے خیالات مفسرین کے ہاتھوں تحلیل ہو گئے۔

ہم اس پر بحث نہیں کرتے کہ علامہ آلوسیؒ وقاضی بیضاویؒ نے ،، **لکل من یموت**،، کے لیے جو حیات ثابت کی ہے اس کی حقیقت کیا ہے۔بس اتنا عرض ہے کہ ،، **لکل من یموت** ، ، کے لیے ،،**ان الحیاة فی البرزخ** ،، کا صریح اور کھلا ہوا اعلان یہاں موجود ہے۔یہ دونوں حضرات وہ مفسرین ہیں جن پر مماتیوں نے

اعتماد کیا ہے، لہٰذا اب دیانتداری کے ساتھ ان کو چاہئے کہ وہ اعلان کریں کہ ہم جواب تک یہ تقریریں کرتے اور لوگوں کو سکھاتے سناتے رہے کہ،، مردے نہیں سنتے،، یہ ہم نے جھوٹ بولا ہے۔ چھوٹے چھوٹے بے گناہ بچوں کو،، مردے نہیں سننے،، کا جو نعرہ سکھاتے رہے اور مسجدوں میں اس کی تشہیر کی یہ سب جھوٹ تھا اس لیے کہ مرنے کے بعد مرنے والے تو،، ان الحیاۃ فی البرزخ،، یعنی یقینی طور پر برزخ میں حیات ہوتے ہیں۔ لہٰذا جو،، حیات فی البرزخ،، تھے ہم نے ان کو مردہ قرار دے کر جھوٹ بولا اور بیگناہ چھوٹے بچوں کو جھوٹ سکھایا اگر مرنے والے،، ان الحیاۃ فی البرزخ،، ہونے کے باوجود نہیں بھی سنتے تو یہ جملہ جھوٹ ہے کہ مردے نہیں سنتے بلکہ یہ کہنا چاہیے کہ،، زندہ نہیں سنتے،، مگر اللہ گواہ ہے کہ انہوں نے آج تک یہ نہیں کہا کہ زندہ نہیں سنتے حالانکہ ان کے دو قابل اعتماد مفسرین نے ان کو ان کے قابل اعتماد مقامات پر بتایا کہ مرنے کے بعد،،،، **وعندی ان الحیاۃ فی البرزخ ثابت لکل من یموت**،(روح المعانی) برزخ میں حیات ثابت ہے۔

﴿انصاف کی بات﴾

واقعہ یہ ہے کہ حیات برزخی کی جو کیفیت ان حضرات نے لکھی ہے وہ انکے اس عمومی ضابطہ کی بنا پر ہے جو ان حضرات نے روح کو،، جوہر،، قرار دے کر قائم کی ہے ان کی اس،، بنا،، کے ساتھ وہ خصوصی ارشاد الٰہی جڑا ہوا نہیں جو بعض انعام یافتہ جماعتوں کے بارے میں وارد ہوا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ اپنی،، بنا،، بیان کر کے تمام ،، موتی،، کی حیات برزخی کا صاف اعلان کرتے ہیں اب تمام،، موتی،، کے لئے اللہ تعالیٰ کا یہ انعام تو جاری نہیں ہوا جو بعض مخصوص،، **منعم علیہ**،، جماعتوں کے لئے اللہ جل شانہٗ نے بیان فرمایا ہے۔

گویا علامہ آلوسیؒ و قاضی بیضاویؒ سے انہوں نے جن اقتباسات کو نقل کیا ہے اس میں وہ عمومی بات کر رہے ہیں جس میں تمام،، اموات،، شامل ہیں اور ان کے لیے وہ مخصوص انعام جاری نہیں ہوا جو ہمارا زیر عنوان ہے جبکہ جوابی رسالہ لکھنے والوں نے ان عبارات کو نقل کر کے خاص انعام یافتہ حضرات پر فٹ کیا اور یہ تاثر دیا ہے کہ گویا ان حضرات مفسرین نے اس خاص انعام کی بنیاد پر یہ وہ بات کہی ہے جو یہاں نقل کر رہے ہیں حالانکہ

جوبات حضرات مفسرین کررہے تھے وہ ایک عمومی ضابطے کی بنیاد پر تھی۔

پس راقم عرض گزار ہے کہ،،دکھ سازیاں،،نے جوعرض کیا کہ انعام یافتہ بندوں کواللہ تعالی نے،،**حیات بعد الوفات**،،کا جوانعام دیا ہے وہ ،،**روح مع الجسد**،،کوحاصل ہے اس،،عرض،،کی وجوہ ہیں۔

(۱)۔ان حضرات کے لئے سورہ بقرہ وآل عمران میں حکم ہے کہ ان کومردہ نہ کہو مزید فرمایا،،،بَلْ اَحْیَآء،،،یہ وہ خاص اعلان ہے جوشہدا کے علاوہ حضرات انبیاء کے لیے خصوصی امتیاز ہے۔یہ اعزاز ان تمام حضرات کو حاصل نہیں جن موتی کے لیے مذکورہ دونوں حضرات مفسرین نے حیات برزخی کا ذکرفرمایا۔

(۲)۔،،،بَلْ اَحْیَآء ،،کا یہ اعلان،،معترضین،،کے اس تصور کی تردید میں نازل ہوا جوانہوں نے،،شہدائے بدر،،کے بارے میں پیش کیا گویا موت وحیات کا جوتصور معترضین کے ذہن میں تھا اس کے مطابق،،بَلْ اَحْیَآء،،نازل ہوا۔

(۳)۔،،،بَلْ اَحْیَآء ،،میں حیات کا وہ تصور جس کے مطابق روح کے جسم سے تعلق سے حیات حاصل ہوتی ہے یہ محکم آیات (الحجروغیرہ) کے مطابق ہے۔

(۴)۔،،،بَلْ اَحْیَآء ،،میں حیات کا وہ تصور جو یارلوگوں نے اختیار کیا ہے۔(یعنی صرف روح کوحیات حاصل ہے)وہ قران کریم کی محکم آیات (بقرہ۔۲۷) کے خلاف ہے۔کمامر۔

(۵)۔،،،بَلْ اَحْیَآء ،،میں حیات کا وہ تصور جو،،دکھ سازیاں،،نے بیان کیا وہ علامہ آلوسیؒ اور قاضی بیضاویؒ وغیرہ کی تفسیر کے خلاف نہیں کیوں کہ ان کی بنا،،اثبات حیات اموات،،یعنی عام مردوں کی حیات ثابت کرنے کے بارے میں ہے جب کہ،،دکھ سازیاں،،کی بنا اور حیات خاص،،**منعم علیہ**،، حضرات کے بارے میں ہے

(۶)ان دونوں مفسرین نے،،،بَلْ اَحْیَآء،،میں حاصل شدہ حیات کی تفصیلات کوعقل سے ماورا کہا یہی کچھ،،دکھ سازیاں،،نے عرض کیا اور **متشابہ المراد** کو جاننے کا جوضابطہ اہل علم کے ہاں مسلم ہے اس کے مطابق

حیات کا تعین کیا گیا جو حضرات مفسرین کے مطابق ہے خلاف نہیں۔

(۷)۔،،دکھ سازیاں،، نے عرض کیا کہ انبیاء کی روح اور جسم دونوں کو حیات حاصل ہے۔تین سے سات نمبر تک بلکہ آخر تک یہی بات کہی جاتی رہی ہے کہ روح اور جسم دونوں کو حیات حاصل ہے۔پس وہ روایات جو یار لوگوں نے بیان کی ہیں اوران میں روح کی حیات کا ذکر ہے وہ،،دکھ سازیاں،، کے خلاف نہیں اس لئے کہ،، دکھ سازیاں،، نے روح کی حیات کا انکار نہیں کیا۔

اب یارلوگوں نے جو روح کے جنت میں ہونے یا حیات ہونے پر روایات نقل کی ہیں یہ محض عوام کو دام فریب میں مبتلا کرنے کے لئے ایک،،گر،،اور،،حربہ،، ہے۔ورنہ،،دکھ سازیاں،، نے روح اور جسم دونوں کو حیات قرار دیا اس کی تائید ان روایات سے ہوتی ہے جو یار لوگوں نے ذکر کی ہیں۔کہ وہ،،دکھ سازیاں،، کے ایک حصہ کو ثابت کرنے کا کام دیتی ہیں۔

﴿مماتی عادت اپنے عروج پر﴾

قرآنی آیت اور دو تفسیروں کا حوالہ لکھ کر یار لوگ کہتے ہیں۔

جب یہ معلوم ہو گیا کہ شہداء کو جو حیات حاصل ہو وہ شعور سے بالاتر ہے تو یہ بھی معلوم ہو گیا کہ وہ زندگی دنیوی، جسمانی نہیں کیونکہ دنیوی زندگی شعور سے بالاتر نہیں ہوتی (جوابی رسالہ۔۵۔۶)

گویا شہدا کی حیات کا شعور سے بالاتر ہونا صرف،،مماتی ٹبر،،کو ہی معلوم ہوا ہے اور،،عقیدہ حیات النبی ﷺ، والوں کو تو اس کا پتہ ہی نہیں چلا اور،،دکھ سازیاں،، نے جو کہا ہے اس کی تو کوئی حیثیت ہی نہیں کہ۔

وہ زندگی چونکہ ایک دوسرے جہان کی ہے جس کا ادراک نص صریح کے مطابق،،حواس،، سے نہیں ہوسکتا۔

(دکھ سازیاں،،ص۔16)

واقعہ یہ ہے کہ موت کا ذائقہ چکھنے کے بعد جس حیات کا ذکر ان آیات میں آیا ہے اس کا شعور وحواس سے بالاتر ہونا معلوم ومعروف ہے جس،،دکھ سازیاں،، کا یہ جواب لکھ رہے ہیں اس میں صاف اور کھلے الفاظ میں

یہ بات بیان ہوچکی ہے مگر شاید اپنے بڑوں کی ایجاد شدہ بدعت کے خلاف لکھا دیکھ کر انکی آنکھیں بے نور سی ہو گئی ہیں۔اور اس بات کا بلکل پتہ نہیں چلا کہ کیا لکھا ہوا ہے۔

یارلوگوں کی اس عادت اور،،دکھ سازیاں،،کی منقولہ عبارت کو تحریری ثبوت کے طور پر سامنے رکھ کر غور فرمائیں کہ،،دکھ سازیاں،،جس حیات کو شعور وحواس سے بالاتر بتا کر کہہ رہی ہے کہ اس بارے میں استعمال ہونے والی تعبیرات اصل نہیں بلکہ اصل وہ عقیدہ ہے جو،،بل احیاء،،کے صاف الفاظ میں بیان ہوا ہے۔لہذا تعبیرات کو اصل مسئلہ بنا کر شور مچانا دیانت وانصاف کا خون کرنا ہے۔،،دکھ سازیاں،،نے اس پر کافی بحث کی ہے۔اس کے باوجود یارلوگوں پر اس کا رائی برابر اثر نہیں ہوا اور پھر وہی راگ ان کے قلم پر جاری ہے گویا ،،عقیدہ حیات النبی ﷺ،،والے اس حیات کو،،شعور وحواس،،سے بالاتر نہیں جانتے۔

اب اہل حق کروڑ بار کہیں کہ وہ حیات،،حواس،،سے بالاتر ہے مماتیوں نے پھر بھی وہی راگ الاپتے رہنا ہے جوان کوان کے،،باوا صاحبان،،نے رٹوا دیا ہے کہ یہ تو اس حیات کو شعور سے بالاتر نہیں جانتے۔کیا اس طرح کی افترا بازی حق والوں کا شیوہ ہے؟نہیں تو پھر کس کا شیوہ اور عادت ہے؟ خود ہی غور کرلیں ہم عرض کریں گے تو ان صاحبوں کی چیخیں سات سمندر پار تک سنائی دیں گی کہ اشاعت والوں کو شیعہ اور فلاں فلاں کہہ دیا ۔وغیرہ،وغیرہ۔پس خود غور کرو کہ۔۔۔۔قرآن حکیم۔۔۔۔نبی رحمت ﷺ اور اہل حق۔۔۔صدیق اکبر ؓ کے،،خلیفہ بلا فصل،،ہونے پر جو مرضی کہتے رہیں دوسری طرف سے،،تین وقتہ اذانوں،،کے نام پر ،،آواز آئی ہے،،کچھ اور ہی ہوگی۔

﴿اصول اہلسنت کا دھوکہ اور مماتی چالبازیاں﴾

چھوٹے میاں کہتے ہیں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔اب ہم اس حیات کو جو مذکورہ آیت میں بیان کی گئی ہے اصول اہلسنت والجماعت کے مطابق بیان کرتے ہیں (جوابی رسالہ۔ص۸) آگے تفسیر قرآن بالقرآن کا عنوان دے کر سورۃ آل عمران 169۔التحریم اور یاسین کی آیات بیان کیں کہ۔۔۔۔۔۔شہدا کی حیات

برزخی روحانی جنت والی ہے۔اور۔۔۔۔شہداء کی ارواح کو ابدان عنصری میں ہرگز نہیں لوٹایا جاتا (ایضا)

کیا واقعی مماتی فرقہ اس حیات کو اصول اہل سنت کے مطابق مانتا ہے اور انکا حیات شہداء کے بارے میں نظریہ معتزلہ خیالات کی ترجمانی نہیں؟؟؟ اس کی تفصیلات تو آپ،،الحیات فی الکتاب،، کے اندر ملاحظہ فرما سکیں گے جو راقم کے استادزادہ نے لکھ کر راقم پر بار احسان ڈالا اور راقم کا بوجھ ہلکا کیا ہے۔راقم ان صاحبوں کی اس تفسیر کا وہی حوالہ یاد کرواتا ہے جو علامہ آلوسی کی تفسیر،،روح المعانی،، سے نقل کیا ہے اوپر عرض کیا جاچکا ہے کہ،،علامہ آلوسی،، نے اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے جو پانچ مذاہب بیان فرمائے ان میں پہلا وہی جمہور کا مذہب ہے جو فرماتے ہیں کہ شہداء کو،، **روح مع الجسد**،،حیات حاصل ہے۔علامہ آلوسی نے وہاں حقیقی حیات کا ذکر بھی فرمایا اور جمہور کے اسی قول کو راجح بھی بتایا ہے۔علامہ آلوسی پر تو یہ اعتماد کا تاثر دے رہے ہیں پر نا معلوم ان کے اس ارشاد سے ان کی آنکھیں بے نور کیوں ہیں؟؟؟

یہ تو بات ہے حیات شہداء کی۔ جہاں تک اسی آیت سے حیات انبیاء کے ثبوت کی بات ہے؟ تو اس پر اہل علم کہتے آرہے ہیں کہ

۔۔۔۔۔مسئلہ حیات انبیاء،،آیات قرآن،،احادیث مبارکہ اور اجماع امت سے ثابت ہے۔اور اہلسنت میں،،**خیر القرون**،، سے آج تک مسلمہ حقیقت کے طور پر منقول ہوتا چلا آیا ہے پوری اسلامی تاریخ میں کسی بھی اہل سنت سے اس عقیدہ کے خلاف کوئی تصنیف منقول نہیں۔ہاں بے لگام۔عقل کے نابینا غلام۔معتزلہ ضرور اس کے منکر ہوئے اور کرامیہ فرقہ نے بھی اس عقیدے سے انحراف کیا۔لیکن ان میں سے کوئی بھی اہل سنت نہیں کہلاتا۔(حیات شہداء اور انبیاء از استاذ المحدثین مولانا شیخ سلیم اللہ خان)

اب نا معلوم کونسا اصول اہلسنت ہے جس کے مطابق یہ معتزلہ والے فکر و خیال کو درست ثابت کرنا چاہتے ہیں۔حالانکہ اہل سنت والجماعت تو اس آیت سے ثابت ہونے والے،،عقیدہ حیات النبی ﷺ،،کو روح کے جسم سے تعلق کے ساتھ مانتے چلے آئے ہیں اب اگر پوری امت خواہ جتنی مرتبہ مرضی ان کو کہتی رہے کہ بھلے

لوگواہلسنت والجماعت عقیدہ حیات النبی ﷺ کے قائل ہیں اوراس کے خلاف ان اہل حق کی کوئی ایک کتاب وغیرہ دستیاب نہیں ۔مگرانہوں نے پھربھی تین وقت اذان والوں کی طرح وہی راگ الاپنا ہے کہ نہیں (معتزلہ وکرامیہ فرقہ سے لیاہوا) ہمارا عقیدہ ہی اصل اہل سنت والا ہے۔

﴿یارلوگوں کا حیران کن طریقہ واردات﴾

واقعہ یہ ہے کہ مماتی فرقہ کا عقیدہ حیات النبی ﷺ سے انکار اصول اہلسنت سے کھلی بغاوت ہے اورانہوں نے یہ عقیدہ کرامیہ فرقہ سے لیا ہے۔مگراپنی کمال مکاری کا مظاہرہ دیکھاتے ہوئے دھوکا دیا کہ یہی مماتی فرقہ والا عقیدہ اہل سنت کے اصول پر درست ہے۔ یہ فرقہ اس دھوکہ سے آگے بڑھا تو قرآن حکیم کونشانے پر رکھ لیا اور اعلان کیا کہ قرآن کی تفسیر قرآن کے مطابق یہ ہے کہ

معلوم ہوا کہ آل عمران میں جو،،عندربھم،،ہے(اپنے رب کے پاس زندہ ہوتے ہیں) اس سے مراد جنت میں زندہ ہونا ہے۔۔۔(جوابی رسالہ۔٦)

معلوم نہیں ان لوگوں کواللہ تعالی کے دین سے کیا دشمنی ہے کہ اپنی الٹی بات کوسیدھا دکھانے کے لئے اللہ کے دین میں اعتقادی تخریب سے بھی باز نہیں آتے۔اب یہاں یہ صاحب ،،عندیت،،کی آڑ میں اللہ کریم کی شان،،لیس کمثلہ شئی،،میں چھیڑ خانی پرآ لگے ہیں۔،،عندیت،،کا کیا یہ مفہوم ہے کہ اللہ کریم کے لیے مکان اور جہت کوثابت کیا جائے کہ اللہ تعالی جنت میں ہےاورشہداءاس کے پاس جنت میں زندہ ہیں اورکسی دوسری جگہ پرنہیں ہے؟

اگر،،عند یت،،کا یہی معنی ہے کہ اللہ تعالی جنت میں ہیں اور ،،عندربھم،،کامعنیٰ یہ ہے کہ شہداء جنت میں اس کے پاس زندہ ہیں تو اللہ تعالی کے ارشاد۔۔۔۔۔۔،، وَ اِذَا سَاَلَکَ عِبَادِیۡ عَنِّیۡ فَاِنِّیۡ قَرِیۡبٌ ؕ،،

(بقرہ۔۱۸۶) کا کیا معنی ہے؟

اللہ کریم کے فرمان۔۔۔۔۔،، وَ نَحْنُ اَقْرَبُ اِلَیْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِیْدِ (ق۔۔۱۶) کا کیا حاصل ہے؟

اگر ،،عند یت،، کا یہی معنی ہے تو اللہ تعالی کے فرمان ،،اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللہِ الْاِسْلَامُ ،،(العمران۔۱۹)

(بیشک معتبر دین تو اللہ کے نزدیک اسلام ہی ہے) میں ،،عِنْدَ اللہِ الْاِسْلَام،، کا کیا حاصل ہے؟

یہاں ،،عِنْدَ اللہ ،، کا کیا یہ معنی ہے کہ اسلام اللہ تعالی کے پاس جنت میں ہے اور دنیا میں اسلام نام کی کوئی شئی نہیں؟۔۔۔۔۔۔ پھر تو مذکورہ تصور رکھنے والے جو خود کو مومن یا مسلمان کہتے ہیں ، انکا یہ دعوی قرآن کریم کی اس آیت کے خلاف ہوا۔

ان علامہ صاحبان کیلئے مشورہ ہے کہ اپنے اس مفروضے کا تسلی بخش جواب پانے کے لئے اپنے علامے سعید چتروڑی کا وہ اکلوتا مناظرہ سن لیں جو اس نے ،،حضرت مولانا محمد امین اوکاڑویؒ،، سے کیا تھا۔ اس کو بھی ،،عندربھم،، میں تلبیس کا شوق چڑھا ہوا تھا جو اس مناظرہ کے بعد ایسا اترا کہ پھر کبھی مناظرہ کا نام بھی نہ لیا حضرت اوکاڑوی فرماتے ہیں۔

چتروڑ گڑھی سے میرا مناظرہ ہوا اس نے بڑا شور مچایا ،،عندربھم،، کا معنی آپ کو آتا ہے؟ میں نے کہا کہ آپ بتا دیں۔ کہنے لگا کہ ،،عندربھم،، کا معنی ہے کہ اللہ تعالی کے پاس انکی زندگی ہے۔ اس زمین پر بالکل زندگی نہیں ہے۔ میں نے کہا پہلی بات تو یہ ہے کہ ،،عندربھم،، کا تعلق ،، احیاء ،، کے ساتھ ہے ہی نہیں۔ بلکہ ،، یرزقون ،، کے ساتھ ہے، کہ اللہ کے پاس رزق پا رہے ہیں اور جو تو نے معنی کیا ہے اگر یہی معنی ہے کہ زمین مراد نہیں ،، آسمان ،، یا ،، علیین ،، ہی مراد ہے تو پھر ،،اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللہِ الْاِسْلَامُ ،، کا معنی یہ کر کہ اسلام میرے اور میری جماعت کے قریب تو آیا ہی نہیں اللہ نے اوپر سنبھال کر رکھا ہوا ہے اس لیے میں بالکل مسلمان نہیں ہوں۔۔۔۔۔(تسکین الاذکیاء فی حیاۃ الانبیاء صفحہ-528)

﴿یارلوگوں کی دوسری واردات﴾

ان کا کہنا ہے۔۔۔۔بایں طور کہ ارواح شہداء کو جنت میں داخل کر دیا جاتا ہے اور جنت کی نعمتوں میں ارواح شہداء سیر کرتی ہیں اور وہاں ان کو رزق دیا جاتا ہے ارواح شہداء کو ابدان عنصری میں ہرگز نہیں لوٹا جاتا (جوابی رسالہ۔ ۷)

ان صاحبوں نے قرآن کریم کی جو تین آیات درج کی ہیں ان آیات میں،، جنت کے نعمتوں میں اروح شہدء سیر کرتی ہیں،، کا جملہ کسی آیت کا ترجمہ نہیں۔ اگر چہ احادیث میں اس کا ذکر موجود ہے مگر آخری جملہ (ارواح شہداء کو ابدان عنصری میں ہرگز نہیں لوٹا جاتا) تو ایسا ہے کہ نہ تو قرآن کریم کی کسی آیت کا ترجمہ ہے اور نہ کسی حدیث پاک کا۔ بلکہ محدثین نے اعادہ روح کی جو احادیث نقل کی ہیں یہ جملہ ان کے خلاف ہے۔ اب ذرا مماتی فرقہ کی اصلیت ملاحظہ فرمائیں۔

عنوان ہے۔۔،، **تفسیر القرآن بالقرآن** ،،۔۔یعنی اس عنوان کے تحت وہ قرآن کی ایسی تفسیر کریں گے جو قرآن میں ہوگی۔۔۔پھر قرآن کے نام سے وہ کہا جو قران میں نہیں بلکہ حدیث میں ہے۔۔۔۔اگر چہ یہ بھی دھوکہ بازی کی ایک مثال ہے کہ لوگوں کو کہتا ہے کہ میں قرآن کی تفسیر قرآن سے کر رہا ہوں مگر قرآن کے نام پر حدیث والی بات بیان کرتا ہے مگر کسی درجہ میں اس پر خاموشی اختیار کی جاسکتی ہے۔۔۔۔لیکن قرآن کے نام سے ایسی دروغ گوئی۔۔۔کہ اپنا خود ساختہ یا معتزلی و کرامیہ کا نظریہ۔۔۔۔جو نہ قرآن کریم کی کسی آیت کا ترجمہ ہے اور نہ ہی کسی حدیث پاک کا بلکہ بہت ساری ایسی احادیث کے سراسر خلاف ہے جن کو محدثین نے صحیح قرار دیا ہے۔ اس کو **تفسیر القران بالقران** کے نام سے لکھا گیا ہے۔

کیا ایمانی غیرت سے سرشار کوئی مسلمان ایسا ہے جو ان سے پوچھے کہ تم نے جو،، **تفسیر القرآن بالقرآن** ،،کے نام سے یہ دعوی کیا ہے کہ۔۔۔جنت کی نعمتوں میں ارواح شہداء سیر کرتی ہیں۔۔۔یہ کس آیت کا ترجمہ ہے؟؟؟

اورتم نے جو،،تفسیر القران بالقران،، کے عنوان سے کہا ہے کہ۔۔۔۔،،،ارواح شہدا کوابدان عنصری میں ہرگزنہیں لوٹایا جاتا،،، یہ کس قرآنی آیت کا ترجمہ ہے چلو یہ آخری جملہ قرآن کی آیت کانہیں تو وہ حدیث پڑھیں جس حدیث کے الفاظ کا یہ ترجمہ ہو؟؟؟

﴿اس کرتوت کا انجام﴾

بڑے میاں چھوٹے میاں سبھی صاحبان نے،، **تفسیر القران بالقران** ،،کے نام سے جو کھلواڑ کیا ذراسی جستجو سے اپ اسکی حقیقت معلوم کر سکتے ہیں کہ اپنے خود ساختہ یا معتزلہ وکرامیہ سے حاصل شدہ نظریے کو بڑی بے باکی سے قران کی قرانی تفسیر کے نام پر پھیلانے لگ گئے۔اب ذرا غور فرمائیں بھلا کسی مسلمان میں قرآن کریم کے نام سے ایسا دھوکہ دینے کی ہمت ہوسکتی ہے؟

اندازہ لگائیں کہ اخری سے پہلے والے جملے پر صرف نظر کی کوئی گنجائش کسی طرح نکل بھی آئے تو یقیناً آخری جملہ میں قرآن کے نام پر پائی جانے والی دروغ گوئی، مکاری، اور دھوکہ بازی سے صرف نظر کی کوئی گنجائش موجود نہیں۔ پھر اس کارشر کو سرانجام دینے والوں کے بارے میں اللہ کریم کا فیصلہ کیا ہے؟ وہ قرآن سے پوچھ دیکھیں یقیناً توحیدی لوگ جو قرآن کو ماننے کے بڑے بلند بانگ دعوے کرتے ہیں ضرور وہ اس قسم کے کرتوت سرانجام دینے والوں کے بارے میں اللہ تعالی کے فیصلے کو قبول فرمائیں گے فرمایا۔

،،**وَيۡلٌ لِّلَّذِيۡنَ يَكۡتُبُوۡنَ الۡكِتٰبَ بِاَيۡدِيۡهِمۡ ۚ ثُمَّ يَقُوۡلُوۡنَ هٰذَا مِنۡ عِنۡدِ اللّٰهِ لِيَشۡتَرُوۡا بِهٖ ثَمَنًا قَلِيۡلًا ؕ فَوَيۡلٌ لَّهُمۡ مِّمَّا كَتَبَتۡ اَيۡدِيۡهِمۡ وَ وَيۡلٌ لَّهُمۡ مِّمَّا يَكۡسِبُوۡنَ**،،(البقرہ۔۷۹)

ترجمہ؛؛؛ پس تباہی ہے ان لوگوں کی جو اپنے ہاتھوں سے کتاب لکھتے ہیں پھر لوگوں سے کہتے ہیں کہ یہ اللہ کی طرف سے ہے تاکہ اس کے ذریعے تھوڑی سی آمدنی کمالیں۔پس تباہی ہے ان لوگوں پر اس تحریر کی وجہ سے بھی جو ان کے ہاتھوں نے لکھی اور تباہی ان پر اس آمدنی کی وجہ سے بھی جو وہ کماتے ہیں۔

﴿اہل حق کی تائید﴾

ان دھوکہ بازیوں کے علاوہ آیات میں جو درج ہے

کہ ارواح شہداء کو جنت میں داخل کر دیا جاتا ہے۔۔۔وہاں ان کو رزق دیا جاتا ہے (جوابی رسالہ۔۷) وغیرہ

ان میں سے کوئی بات اہل حق کے خلاف نہیں،، دکھ سازیاں،،۔۔7۔۔8اور۔۔9 نمبر میں اسی حوالے سے گزارشات عرض کی گئیں ہیں کہ

حدیث پاک سے معلوم ہونے والے مفہوم کا بھی اہل حق نے کبھی انکار نہیں کیا،، کہ روح جنت کی سیاحت بھی کرتی ہے۔۔اور عرش سے لٹکے قندیلوں پر بھی بسیرا کرتی ہے۔ان حدیثی نظریات کو ماننے میں اہل حق کی فکر ونظروزنی دلیل کے مطابق ہے (دکھ سازیاں۔۱۰)

۔۔۔حدیث والے مفہوم کو بھی بسر وچشم کو قبول کیا ہے (دکھ سازیاں۔۱۰)

،،یرزقون،،فرما کر بتایا کہ وہ،،رزق،،دیے جاتے ہیں (دکھ سازیاں۔٦)

گویا قرآن پاک کا نام لے کر انھوں نے جو مکاریاں کی ہیں وہ تو ان کا مقدر ہے باقی جو باتیں قرآن کے مطابق ہیں،،دکھ سازیان،،ان کا پہلے ہی اعلان واقرار کر چکی ہے۔یار لوگوں نے ان میں اپنی دھوکہ بازی کا اضافہ کرنے کے سوا اور کچھ نہیں کیا،،،

﴿چھوٹے میاں کی درج کردہ احادیث﴾

یہاں مسلم،،ابوداؤد،،درمنثور،،ترمذی،،احکام القرآن للجصاص،،مشکوۃ،،بخاری،،ابن کثیر،،وغیرہ کے حوالے سے ص ۸ سے ۱۵ تک دس احادیث درج کی ہیں۔جن میں سے ابتدائی پانچ روایات درج کر کے ایک تبصرہ لکھا گیا ہے۔ان پانچ روایات کا حاصل یہ ہے کہ۔

(۱)۔۔۔وہ سبز پرندوں کے قالب میں بہشت کے میوے کھاتی پھرتی ہیں۔

(۲)۔۔۔عرش الٰہی سے لٹکے قندیلوں میں رہتی ہیں۔

(۳)۔۔دوبارہ زمین پرلوٹ کر جہاد کرنے کی آرزومند ہیں۔

(۴)۔۔۔اپنے(دنیامیں موجود)بھائیوں کواپنے حال واکرام کی خبر پہنچانا چاہتی ہیں الخ(ملخص)

جیسا کہ احادیث سے واضح ہے ان روایات میں نبی اکرم ﷺ نے شہدائے کرام کے اعزاز واکرام،فضائل و مناقب اورعزت وتوقیرکوبیان فرمایاہے۔یہاں پردرج تیسرے نمبرکی روایت میں اس بات کی تصریح موجود ہے کہ

فیقول الرب هل تعلمون کرامة اکرم من کر امة اکرمتکموها ۔۔۔۔۔پھراللہ رب العزت ان سے فرماتے ہیں کہ جو میں نے تم کوعزت دی ہے کیااس سے بڑھ کرکوئی عزت وتوقیرتمہارے علم ہے؟ (جوابی رسالہ ص-11) آگےروایت میں الفاظ ہیں کہ۔۔۔۔**فیقولون لا** ۔ وہ کہتے ہیں کہ نہیں(اے اللہ یہاں پرآپ کی دی ہوئی عزت وتوقیرسے بڑھ کرکوئی عزت نہیں)

رسول اللہ ﷺ نے اللہ کریم کے ان الفاظ کونقل کرکے اس بات کی وضاحت فرمادی ہے کہ یہ احادیث وروایات شہداءکرام کی عزت وتوقیر،مقام ومرتبہ اوراعزازواکرام کوبیان کرنے پرمشتمل ہیں۔صرف یہی نہیں خوداللہ جل شانہ نے قرآن کریم کے اندراس اعزازواکرم کی تصریح فرمائی ہےسورۃ یٰس میں جس شہید کاذکر ہےاورجس کوچھوٹے میاں نے بھی تلبیس کاشکاربنانے کے لیےص ےپرنقل کیاہے کہ جب اس شہیدکو جنت میں داخل کیاگیاتواس نے کہا،،،یالیت قومی یعلمون بماغفرلی ربی وجعلنی من المکرّمین،،،(یٰس) کاش میری قوم کومعلوم ہوجائے کہ اللہ نے میری کس طرح بخشش کی ہےاور مجھے باعزت لوگوں میں شامل کیاہے۔

مغفرت کی عطااورمکرمین میں سے کردیاجاناعزت افزائی ہےحقیقت حیات نہیں۔کتاب اللہ اور حدیث رسول اللہ ﷺ کی اس کھلی وضاحت کے بعد ذراملاحظہ فرمایئے؟ کہ ان ایات کودرج کرنے کے بعدمماتی فرقہ کیابانگ دیتاہے۔

﴿مماتی فرقہ کی تلبیس﴾

جن روایات میں رسول اللہ ﷺ نے شہداء کے اعزاز واکرام کو بیان فرمایاان کو دیکھ کر یار لوگوں نے حیات کی تفسیر وکیفیت قرار دے دیاانکا کہنا ہے

قارئین کرام !اس حدیث کا ترجمہ بھی دیکھیے یہاں پر بھی موجود ہے کہ شہدا کی ارواح اللہ تعالی کے عرش کے نیچے جنت میں ہیں (نہ کہ جسم میں)اور وہاں کھاتی پیتی بھی ہیں۔(جوابی رسالہ۔ص۱۲)

یہاں۔۔۔،،شہداء کی ارواح اللہ تعالی کے عرش کے نیچے جنت میں ہیں،،(ص۱۲)۔۔۔۔کے آگے جو،،، نہ کہ جسم میں،،،کا ٹوٹکا شامل کیا ہے۔یہ نہ تو حدیث پاک کے کسی لفظ کا ترجمہ ہے نہ حدیث پاک کا مقتضی، اسکی توضیح وتشریح،یاوضاحت ہے بلکہ ان احادیث کے لیے ،،،وضع الشی فی غیر محلّہ،،، یعنی احادیث کوان کے مقام ومحل سے ہٹا کر اسکے خلاف فٹ کرنے کی کاروائی اوراحمد رضاخان کی کامل اتباع کانمونہ ہے۔وہ سورۃ کہف کی آخری آیت،، قُل اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثۡلُکُمۡ ،،کاترجمہ لکھتا ہے کہ۔۔۔۔۔تو فرماؤ ظاہر صورت بشری میں تو میں تم جیسا ہوں۔۔۔۔یہاں جواس نے،،ظاہر صورت بشری میں،،کا اضافی ٹوٹکا لکھا ہے وہ نہ تو قرآن کریم کی اس آیت میں کسی لفظ کا ترجمہ ہے اور نہ ہی قرآن کریم کا مقتضی یااسکی تفسیر بلکہ اس نے یہ اضافی الظاظ لکھ کر آیت قرآن کواس کے محل سے ہٹانے کی کوشش کی ہے۔

ٹھیک اسی طرح ان صاحب نے خان صاحب کی اتباع کرتے ہوئے یہ اضافی ٹوٹکا لکھ کر احادیث کوان کے محل سے ہٹانے اور پھیرنے کی کوشش کی ہے۔

اللہ تعالی کا کلام اوررسول اکرم ﷺ کا ارشادتو واضح طور پر ان احادیث کوشہداء کرام کااعزاز بیان کرنے والی بتارہاہےاور یہ صاحب ایک ٹوٹکاملا کراس حیات کودایرہ شعور میں لا رہا ہے جسے اللہ کریم نے،، وَّ لٰـکِـنۡ لَّاتَشۡـعُـرُوۡنَ، ،فرما کرشعور سے ماورابتایا ہےہم،،انشاءاللہ،،اسکی وضاحت آگے چل کراس سلسلہ کی دیگر احادیث واقوال کے بعدعرض کریں گے۔سردست بس یہ بات نوٹ کرلیں کہ شہدا کے اعزاز واکرام بتانے

والی روایات کواس حیات کی تعیین والی روایت بنا کر(کہ جو،،وَّ لٰـکِـنْ لَّاتَشْعُرُوْنَ ،،ہے)جواب سازوں نے،،وضع الشی ء فی غیر محله،، یعنی احادیث پرظلم اور کتاب اللہ سے کھلی بغاوت کی ہے۔اوراپنے اعتزال ذوہ نظریات بچانے کی خاطر حدیث نبوی پر ایسا ظلم روار کھتے ہوئے ان کی راہ میں کسی قسم کی شرم وحیاء رکاوٹ نہیں بنی۔

﴿احادیث نبوی پر زیادتی کی ایک اور مثال﴾

ان احادیث میں شہدا کی اس خواہش کا ذکر بھی ہے جواللہ تعالی کے پوچھنے پر وہ عرض کریں گے کہ یاالہ تو ہماری روحوں کو ہمارے جسموں میں لوٹا دے تا کہ ہم دوبارہ تیری راہ میں جہاد کریں اور شہید ہوں چنانچہ، پہلی، تیسری اور دسویں روایت میں اس کا ذکر موجود ہے۔۔۔جہاں تک شہدا کی اس خواہش کا تعلق ہے تو احادیث میں یہ بھی ہے کہ قیام قیامت کے بعد جب جنتی جنت اور جہنمی جہنم میں داخل کر دیے جائیں گے وہاں بھی شہداء اپنی اس خواہش کا اظہار کریں گے کہ یااللہ ہمیں دوبارہ دنیا میں بھیج دے تا کہ ہم دوبارہ جہاد کریں اور آپ کی راہ میں شہید کیے جائیں۔۔۔ان روایات کا مطلب تو روایات کے اپنے الفاظ سے ظاہر ہے کہ وہ عرض کرتے ہیں

یارب نرید ان ترد اروا حنا فی اجسادنا حتی نقتل فی سبیلک مرۃ اخری ....

اے ہمارے پروردگار ہماری بس یہی خواہش ہے کہ ہماری روحوں کو ہمارے جسموں میں واپس کردے اور ہمیں دنیا میں واپس بھیج دے تا کہ ہم ایک باراور تیری راہ میں مارے جائیں(جوابی رسالہ۔۸،۹)

تیسری روایت میں بھی اسی طرح کے الفاظ ہیں

لاالاانـاوددنا انک اعدت اروا حنا فی اجسادنا حتی نقاتل فنقتل مرۃ اخری فی سبیلک

۔۔۔نہیں البتہ ہماری ایک خواہش ہے کہ اے اللہ آپ ہماری روحوں کودوبارہ بدنو میں لوٹا دیں تا کہ ہم ایک بارپھر تیرے لیے جنگ کریں اورایک بارپھر تیرے راستے میں شہید ہوں۔(ص۱۰،۱۱)

دسویں حدیث میں بھی اسی طرح کا ترجمہ لکھا گیا ہے

ان الفاظ سے یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہے کہ شہدا کی یہ خواہش دارالعمل میں لوٹ کر قتال کرنے کی ہے۔جس کا تعلق اس،،احیاء،، سے نہیں جس کا ذکر اللہ کریم نے سورۃ بقرہ وآل عمران کی آیت میں فرمایا۔مگر یارلوگ ہیں جو شہدا کی اس خواہش اور جسم میں دوبارہ روح کے لوٹانے کی درخواست کو اس،، **بل احیاء**،، والی حیات سے جوڑتے اور اللہ تعالی کی طرف سے ارواح کو اجساد میں دوبارہ نہ لوٹانے کا فیصلہ دکھا کر حق تلبیس ادا کرتے رہتے ہیں۔کہ دیکھو شہدا تو کہہ رہے ہیں ہمارے جسموں میں ہماری روحوں کو لوٹا دو مگر اللہ تعالی اس کو نہیں لوٹا رہے۔حالانکہ جہاد،قتال وغیرہ جیسے صریح الفاظ موجود ہیں جو صاف بتا رہے ہیں کہ وہ دنیا یعنی دارالعمل میں لوٹ کر آنے کی خواہش کر رہے ہیں نا کہ،، لاتشعرون ،،حیات کی طرف لوٹنے کی خواہش!!! مگر یارلوگ اس کو اس حیات کے ساتھ جوڑ کر اپنی مماتیت کا ثبوت دے رہے ہیں جس حیات کو شعورو ادراک سے ماورا رکھا گیا ہے۔(وَّ لٰکِنْ لَّاتَشْعُرُوْنَ)

﴿بقیہ احادیث﴾

اوپر مذکور پانچ روایات کے بعد جو احادیث لکھی گئیں ان کا حاصل یہ ہے کہ

(۱) ربیع بنت برا کا سوال اور آپ ﷺ کی تسلی کہ حارثہ جنت میں ہیں۔

(۲) صحابیؓ کا بعداز شہادت اپنا انجام پوچھنا اور اپ کا جنت کی بشارت دینا۔

(۳) فاروق اعظمؓ کا سوال اور آپ ﷺ کی شہدا کے لئے جنت کی بشارت۔

(۴) نسمۃ المومن کا جنت کے درختوں سے معلق ہونا۔

(۵) آپ ﷺ کی حضرت جابرؓ کو بشارت دینا۔

علامہ ابن کثیر کے حوالہ سے منقول نویں نمبر کی روایت جس میں۔۔۔،، **حتی یرجع اللہ الی جسدہ یوم یبعثہ**،، کے الفاظ ہیں۔کہ روح قیامت کے دن جسم میں لوٹائی جائے گی۔اس روایت میں،،**نسمۃ**

المومن،، کا جملہ ہے،،**نسمة الشهيد،،** کانہیں پھراس روح کوطیر(پرندہ)کےلفظ سےتعبیر کیا گیا ہے یہی وجہ ہے کہ اہل علم کے درمیان اس بارے میں بحث چلی ہے کہ یہ روایت خاص شہدا کے بارے میں ہے یا شہداء کے علاوہ مومنین کے بارے میں یا شہدااور غیر شہدا ومومنین کے بارے میں۔ چنانچہ علامہ زرقانی موطا کی شرح میں فرماتے ہیں

واختلف فی ان هذا الحديث عام فی الشهداء وغيرهم اذالم يحبسهم كبيره ولادين اوخاص بالشهدا دون غيرهم . (شرح زرقانی موطاامام مالک ج۲ص۱۲۰)

یعنی اس بارے میں اختلاف ہوا ہے کہ یہ حدیث شہدااوران کےعلاوہ مومنین کے لیے عام ہے جوکہ گناہ کبیرہ کےمرتکب اورمقروض نہ ہوں یا خاص شہدا کےحق میں ہے۔

پھرآگےفرماتے ہیں

واختارالاول ابن كثير فقال فی هذا الحديث ان روح المومن تكون علی شكل طير فی الجنة وامااروا ح الشهدا ففی حواصل طير خضر الخ (ایضا)

علامہ ابن کثیر نے پہلاقول اختیار کیااوراس حدیث کے بارے میں کہا کہ مومن کی روح تو پرندہ کی شکل میں جنت کےاندر ہوتی ہےاورشہدا کی روحین سبز پرندوں کی پوٹو میں ہوتی ہیں۔

لہذااس روایت کوخاص شہدا کےساتھ فٹ کرنا درست نہیں بلخصوص اس وقت جبکہ خودناقل علامہ ابن کثیراسے عام مومنین سے منسوب کررہے ہیں پھرروایت میں الفاظ بھی وہ آئے ہوں جو۔عام ہیں،،یہ تو وہ وضاحت ہے جواہل علم نے اختیار کی مگرجن کواہل علم کی بات زہرلگتی ہےاوروہ ان کی باتوں کو یہ کہہ کرہڑپ کرجاتے ہیں کہ ہم قران کی مانیں یاان علما کی،،ان کی بانگ یہ ہے کہ

اس روایت میں بھی واضح ہے کہ شہداء کی حیات جنتی اورروح والی ہوتی ہے نہ کہ جسم والی۔(جوابی رسالہ۔۱۴)

اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ خودیارلوگ حدیث کا مطلب بیان کرتے وقت یہ کہنے پرمجبور ہیں کہ۔۔۔,,مومن کی

روح (بعدازموت)۔(جوابی رسالہ۔ص۱۴) نہ کہ شہید کی روح بعداز شہادت۔مگر حدیث پاک کے نام سے جب دھوکہ دینے کا موقعہ ملاتو وہ ،نسمة المومن،،شہداء کی حیات بن گئی۔

یہ ہیں وہ لوگ جو محض عوام کی خیر خواہی کیلیئے اور حصول رضاء الٰہی کیلیئے سادہ زبان میں (ص۴) اس رسالہ کو لکھنے کے دعویدار ہیں گویا انہوں نے قرآن کریم اور حدیث پاک کے نام پر سادہ لوح لوگوں کو جو دھوکے دیئے وہ سب دراصل عوام کی خیر خواہی تھی اور رضاء الٰہی حاصل کرنے کے گر تھے۔جو وہ سادہ زبان میں استعمال کر کے دھوکہ دہی کا حق ادا کر رہے تھے۔تاکہ لوگوں سے خیر خواہی کر سکیں اور اللہ کی رضا حاصل کرلیں

﴿روح جسم میں لوٹائے جانے کا مسئلہ:﴾

اس حدیث پاک پر یار لوگوں نے جو دوسرا بھاری حملہ کیا ہے وہ،،**حتی یرجعه الله الی جسده یوم یبعثه**،،کے مطلوب ومفہوم میں تصرف کا ہے۔ان کا کہنا ہے.

.اس سے معلوم ہوا کہ تینوں اماموں کا بھی مسلک یہی ہے کہ قیامت تک شہداء کے ابدان عنصریہ میں روح نہیں لوٹائی جاتی۔(جوابی رسالہ ص۱۴)

گویا (۱): حدیث میں بیشک،،مومن،،کا عام لفظ لکھا رہے یار لوگوں کے نزدیک بہر حال،،نسمۃ المومن،،بس شہید کی روح ہے۔

۔(۲) قیامت تک روح جسم میں نہیں لوٹائی جاتی۔

۔(۳) تینوں اماموں کا مسلک بھی یہی ہے۔

جہاں تک،،**نسمة المومن**،،کے عام جملے کو خاص ارواح شہدا قرار دینے کی نوازش ہے تو اس کا مختصر سا تذکرہ اوپر ہو چکا۔باقی جو دوسری شق کی بات ہے؟اس بارے میں کچھ عرض کرنے سے پہلے ملاحظہ فرمائیں کہ اہل علم اس حدیث کی شرح میں کیا فرماتے ہیں؟؟؟

ملا علی قاری مرقات میں اس حدیث کے تحت پہلے عذاب قبر کا مسئلہ بیان فرماتے ہیں کہ

ان المنعم والمعذب جزء من البدن یبقی فیه الروح .الخ

(مرقات المفاتیح شرح مشکوۃ المصابیح ج۳ص۱۱۸۲)

نعمت وعذاب کا حاصل ہونا اس بدن کا جز ہے جس میں روح ہو۔

آگے چل کر مذکورہ حدیث کے آخری جملہ کی ان الفاظ سے وضاحت کی کہ۔

ای یرد الیه رداکاملا فی بدنه(ایضاص۱۱۸۳)

یعنی روح جسم میں کامل طور پر قیامت کے دن لوٹائی جائے گی۔

شیخ سلیمان بن خلف قرطبی (م۔۴۷۴ھ) المنتقیٰ میں اس روایت سے پہلے درج روایت کی شرح میں ،،قرع نعال،، کی معروف روایت کا حوالہ درج کر کے قبر میں ہونے والے سوال وجواب کا تذکرہ کرتے ہیں۔آگے زیرعنوان حدیث کی شرح میں ۔۔۔۔۔۔۔عذاب قبر کا تذکرہ کرنے کے بعد لکھتے ہیں،

حتی یرجعه الله تعالیٰ ای جسده یوم یبعثه یرید ان احیاء جمیع الجسد باعادۃ الروح الیه یکون یوم البعث .الخ...(المنتقیٰ شرح موطا، جامع الجنائز ج۲ص۳۱)

یعنی: یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ روح کو قیامت کے دن اس کے جسم کی طرف لوٹا دے گا۔اس سے اس کا ارادا یہ ہے کہ پورے جسم کو اعادہ روح کے ساتھ جو زندہ کرے گا۔یہ(معاملہ) قیامت کے دن ہو گا۔

علامہ زرقانی معروف محدث علامہ باجیؒ کا دوسرا احتمال نقل کرتے ہیں کہ،،

ویحتمل انه شیء من محل الروح تبقی فیه الروح۔۔۔۔۔(شرح زرقانی علی المؤطا۔ج۲ص۱۲۳)

اور یہ احتمال بھی ہے کہ روح کے محل سے جسم کے ساتھ روح کا تعلق باقی رہے۔

﴿اس حدیث کے تحت عذاب قبر کا بیان﴾

شارح حدیث علامہ شرف الدین الحسین بن عبداللہ الطیبیؒ فرماتے ہیں،

ان ھذاالمنعم والمعذب من الارواح جزء من الجسد تبقی فیه الروح فھوالذی یلاح ویعذب ویتلذذوینعم .الخ..... (الکاشف عن حقائق السنن،شرح الطیبی علی مشکاۃ ج۴ص۱۳۳۸)

بیشک انعام پانے والا اورعذاب پانے والا روح جسم کا حصہ ہےجس میں روح ہوتی ہے۔پس وہ جسم تکلیف وعذاب اورنعمت ولذت پاتا ہے۔

یہی بات قاضی عیاض نے،،اکمال شرح صحیح مسلم ج ٦ص ٣٠٧،،میں علامہ سیوطیؒ نے ترمذی کی شرح،، **قوت المقتدی** ،،میں اور دوسرے مفسرین ومحدثین نے مختلف الفاظ میں ارشادفرمائی ہے۔نیز عذاب قبر اوراس سے متعلقہ امورکا تذکرہ فرمایاہے۔

سوال یہ ہے کہ شہداء کی کرامت واعزاز بیان کرنے والی اس روایت کے باب میں علمائے حدیث کوعذاب قبر وغیرہ کے بیان کی کیاضرورت پیش آئی؟؟بالخصوص اس وقت جبکہ اس روایت میں روح کے بارے میں یہ الفاظ بھی موجود ہیں کہ،،،**حتی یرجعه الله الی جسده یوم یبعثه** ۔کہ قیامت قائم ہونے سے پہلے اللہ تعالیٰ انکی روح کوجسم میں واپس نہیں لوٹائے گا؟

معمولی غورکرنے سے معلوم ہوتاہے کہ علمائے حدیث کو زیرعنوان مجمل الفاظ حدیث کے ظاہر سے فائدہ اٹھانے والے معتزلہ کی تردید کیلئے یہ بحث کرنا پڑی۔کیونکہ معتزلہ کا عقیدہ ہےاوروہ اس روایت کے ظاہر سے استدلال کرکے کہتے ہیں کہ مرنے کے بعدروح جسم میں اس وقت ہی لوٹے گی جب قیامت قائم ہوگی۔ رہاعذاب قبر کا مسئلہ!تو اس میں معتزلہ کے دوفریق ہیں۔ایک کا کہنا ہے کہ سرے سے عذاب قبر ہے ہی نہیں۔ کیونکہ روح کا جسم سے کوئی تعلق نہیں رہا۔دوسرافریق کہتا ہے کہ عذاب قبرتو ہےمگرمردہ بلاروح کو۔کہتے ہیں،

وقال بعض المعتزلة ان الله یعذب الموتیٰ فی قبورھم ویحدث فیھم الالام وھم

لایشعرون .....واماالباقون من المعتزلة ....فانهم انکرواعذاب القبر اصلاًوقالوا ان من مات فهو میت فی قبره الیٰ یوم البعث . (التذکرہ باحوال الموتیٰ وامورالآخرۃللقرطبی)

تقریبا یہی الفاظ،،ذخیرۃ العقبی فی شرح المجتبی ،،سمیت متعدد شروحات میں موجود ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ ۔۔۔اور بعض معتزلہ نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ مردوں کو قبروں میں عذاب دیتا ہے اوران کو اس کا شعور نہیں ہوتا ...اور باقی معتزلہ۔۔۔۔۔عذاب قبر کا سرے سے انکار کرتے ہیں ان کا کہنا ہے کہ جو مر گیا وہ قیامت تک کیلئے اپنی قبر میں مردہ ہے۔

﴿معتزلہ کا عقیدہ اوراسکی تردید:﴾

،،حافظ ابن حجرؒ،، نے ،،فتح الباری،، میں۔۔ شیخ علاء الدین حنفیؒ نے،، اعلام بالسنۃ علیہ السلام،، میں ۔۔،علامہ نوویؒ نے،،المنہال شرح صحیح مسلم،، میں۔۔،قاضی عیاضؒ نے،،اکمال المعلم بفوائد مسلم،، میں ۔۔،علامہ عینیؒ نے،،عمدۃ القاری،، میں۔،ابن الملقن شافعیؒ نے،،الاعلام بفوائد عمدۃ الاحکام،، میں اورامام اشعریؒ نے،،مقالات الاسلامیین،، میں معتزلہ کے مذکورہ نظریہ کا ذکر کیا ہے کہ ان کے دوفریق ہیں۔علامہ سید انورشاہ صاحب کشمیریؒ سمیت دسیوں علمائے حدیث نے بیان کیا ہے کہ معتزلہ کے نزدیک قیام قیامت سے پہلے روح کا جسم سے ہر طرح کا تعلق منقطع ہے اسی وجہ سے وہ کہتے ہیں کہ قبر میں عذاب وثواب کا کوئی تصور نہیں ہے کیونکہ قبر میں رکھا ہوا جسم ایسا میت ہے جس میں قیامت سے پہلے روح نہیں ڈالی جائے گی ۔البتہ بعض معتزلہ نے عذاب قبر کا اقرار کیا ہے مگر وہ بھی یہی کہتے ہیں کہ

،،**عذاب القبر جائزوانه یجری علی الموتیٰ من غیررد ارواحهم الی اجسادهم .** الخ

(الاعلام بفوائد عمدۃ الاحکام لابن ملقن)

عذاب قبر جائز ہے اور وہ صرف مردوں کو ان کے جسموں میں روح ہوتا ہے۔

یعنی۔اگر کسی معتزلی نے عذاب قبر کا اقرار بھی کیا تب بھی ان کا عقیدہ یہی ہے کہ قیامت سے پہلے روح کا جسم

سے کسی طرح کا کوئی تعلق قائم نہیں ہوسکتا۔چونکہ نویں نمبر پر یار لوگوں کی طرف سے درج کی ہوئی روایت کے آخری الفاظ مجمل ہیں جن کے ظاہری الفاظ سے یہ شبہ ہوتا تھا کہ معتزلہ کا نظریہ حق پر مبنی ہے اور اہلسنت کا نظریہ اس حدیث کے خلاف ہے اس لئے علمائے حدیث کو وضاحت کی ضرورت پیش آئی کہ مرنے کے بعد سے قیامت تک کا سارا اثاثہ بس یہی ایک روایت نہیں بلکہ ذخیرہ احادیث میں قبر کے اندر ہونے والے سوال وجواب سے لیکر۔۔۔۔،انما القبر روضۃ من ریاض الجنۃ اوحفرۃ من حفر النار۔۔۔۔تک اور دعاؤں میں ...**اللھم انی اعوذبک من عذاب القبر....** تک پھیلے ہوئے بیسیوں عنوانات ہیں جن کے بارے میں ہادی عالمﷺ امت کو آگاہ فرما گئے ہیں۔

اب ایسے مقامات پر کچھ لوگ تو،،**لاصلوۃ لمن یقرأبفاتحۃ الکتاب** ،کا بہانہ کرکے،،**من کان لہ امام فقراءۃ الامام لہ قراءۃ**، ،وغیرہ جیسی متعدد روایات کا انکار یا تاویل باطل کرجاتے ہیں۔جبکہ اہل حق ہر ہر حدیث کیلئے اس کا محل تلاش کر کے اس پر فٹ کرتے اور ہر ہر حدیث کو قبول کرتے جاتے ہیں۔کچھ یہی حال اسی روایت کے تحت معتزلہ وغیرہ اور اہلسنت والجماعت کا ہے۔معتزلہ نے حدیث کے آخری جملے کو عالم برزخ کا سارا اثاثہ قرار دیا اور قیامت سے پہلے جسم سے روح کے تمام تعلقات منقطع کرنے کا ایسا زوردار شور برپا کیا کہ دنیا عش عش کرا ٹھی۔اس کے برعکس اہل حق نے اس روایت کو اپنے محل پر اور عذاب قبر کی روایات کو اپنے محل پر فٹ کیا اور جسطرح،،**لاایمان لمن لا امانۃ لہ** ،،کا معنیٰ یہ نہیں کہ امانت میں خیانت کرنے والا کافر ہوجاتا ہے۔حالانکہ ظاہری معنیٰ اس کا یہی ہے مگر دوسرے دینی ذخیرہ کو سامنے رکھ کر بتایا گیا کہ یہاں ظاہری معنیٰ مراد نہیں بلکہ ایمان میں کمال مراد ہے اور کمال ایمان کی نفی ہے۔ٹھیک اسی طرح زیر عنوان روایت میں آخری جملہ کا وہ ظاہری مطلب نہیں جسے ظاہر پر رکھ کر معتزلہ بغلیں بجاتے پھرتے ہیں بلکہ وہ معنیٰ ہے جو ملاعلی قاری کے الفاظ میں ہم نقل کرآئے ہیں۔

﴿کیا آئمہ ثلاثہ کا عقیدہ یہی ہے؟﴾

زیرعنوان روایت کے آخری جملے میں جوالفاظ آئے ہیں ان کے ظاہر کو دیکھتے ہوئے معتزلہ نے جوعقیدہ اختیار کیا وہ اوپر بیان ہو چکا ان کے اس خیال کے خلاف ذخیرہ احادیث کا جو انبار موجود ہے اس کو معتزلہ نے بڑی بے دردی سے خلاف عقل قرار دے کر یا تاویل باطل کا شکار بنا کر رد کر دیا۔اب انکی راہ پر چلنے والوں نے جو انکی راہ اختیار کی تو انہوں نے جو گل کھلائے اس میں یہ بھی ہے کہ جن معتزلہ کی تردید میں ان حضرات کی زندگیاں بسر ہو گئیں ان پر یہ تہمت لگادی کہ معتزلہ والا عقیدہ ان آئمہ ثلاثہ نے بھی اختیار کیا ہوا ہے اوران کا مذہب بھی یہی ہے کہ قیامت سے پہلے روح کا جسم سے کسی قسم کا کوئی تعلق نہیں ہوتا۔حالانکہ ان خدا شناس حضرات فقہاء نے اپنی زندگیاں معتزلہ وغیرہ فرق باطلہ کی تردید میں صرف فرمائی ہیں۔

کیا آئمہ ثلاثہ کا یہی مذہب ہے جو یارلوگوں نے بیان کیا ہے؟حقیقت حال ملاحظہ فرمائیں۔

امام احمد بن حنبلؒ فرماتے ہیں،، **الایمان بالحوض والشفاعة والایمان بمنکرونکیروعذاب القبروالایمان بملک الموت بقبض الارواح ثم ترد فی الاجساد فی القبور فیسألون عن الایمان والتوحید۔۔۔۔۔** (کتاب الصلوٰۃ لامام احمد بن حنبلؒ ص ۴۵)

ترجمہ: حوض کوثر،شفاعت،قبر میں منکر نکیر کا آنا،عذاب قبر،اس بات پر ایمان لانا کہ ملک الموت روحیں قبض کرتا ہے پھر یہ روحیں قبروں میں اپنے اجساد میں لوٹائی جاتی ہیں اور وہاں ایمان اور توحید کے بارے میں پوچھ لیا جاتا ہے(یہ سب امور حق ہیں)

عقیدہ طحاویہ عقائد میں تمام اہلسنت کی نمائندہ کتاب ہے اس میں ہے۔

،،**نؤمن بعذاب القبر ونعمه ...وبسوال منکر للمیت فی قبره** (عقیدہ طحاوی مع الشرح ص ۶۰)

ترجمہ: اور ہم قبر اور اس کی نعمتوں پر۔۔۔۔۔۔اور قبر میں میت سے سوال وجواب پر ایمان رکھتے ہیں۔

قاضی عیاض مالکی فرماتے ہیں۔

،، واذاجاز ان یکون المؤمنون قد احیوافی قبورھم .الخ ۔۔۔(احکام القرآن ج۱ص۱۰۸)

ترجمہ:اور جب یہ جائز ہے کہ مومن کوقبر میں زندہ کیا جائے (تو کافرکوزندہ کیا جانا بھی جائز ہے)

شافعی مسلک کے امام بیہقی ،ابوالمظفر الاسفرائنی ابوالقاسم عبدالکریم القشیر ی نے لکھا ہے کہ

ان الـملکین یجیئان فی القبر الی المیت ویحی الله المیت فیسئالان عماذکرناوقد انکر المعتزله وعامة المبتدعه هذا.۔۔۔(اصول الدین للاسفرائنی ص۱۲۵)

قبر میں دوفرشتے میت کے پاس آتے ہیں اوراللہ تعالیٰ میت کوزندہ کرتا ہےاوروہ ان سےسوال کرتے ہیں جو ہم نے ذکر کئے ہیں۔معتزلہ اور بدعتی لوگ اس کے منکر ہیں۔

آئمہ ثلاثہ کے علاوہ احناف بھی اسی عقیدے کومسلسل بیان کرتے آئے ہیں ۔اہل علم نے ہر ہرصدی کے اہلسنت فقہاء ومحدثین سے اس عقیدے کونقل کیا ہے ۔اب غورکرنا چاہیے کہ خودامام احمد بن حنبل اورشوافع ومالکیہ جس عقیدے کا اثبات کررہے ہیں اورقبر میں ہونے والےسوال وجواب کوحق بتارہے ہیں اوراس عقیدے کے انکارکومعتزلہ ومبتدعہ کی کاروائی قراردے رہے ہیں ۔ یہ شریف آدمی اس انکارکوآئمہ ثلاثہ کا مذہب قراردیتے ہوئے ذرابرابر بھی شرم محسوس نہیں کرتے۔

﴿اس حدیث پرمماتیوں کے تین حملے﴾

حدیث پاک کے بارے میں ان لوگوں کی جرأت کااندازہ لگائیں کہ زیرعنوان نویں حدیث پرتبصرہ لکھ کریک دم تین حملےکرگزرے۔

(ا)۔۔پہلاحملہ یہ کیا کہ جوحدیث عام مومنین کے بارے میں تھی اورناقل نے جس ابن کثیر سےنقل کیا اور انہوں نے مسنداحمد سے اس روایت کولیاان ابن کثیرؒیعنی ناقل نے خوداس بات کی تصریح کردی کہ اس میں عام مومنین کو بشارت دی ہے کہ ان کی ارواح جنت میں ہوں گی ۔ان الفاظ پرمشتمل روایت کے تحت تقریباًسارے مفسربھی اس بات کی نشاندہی کرتے چلے گئے ہیں کہ حدیث کے الفاظ میں عموم ہےجس سے

معلوم ہوتا ہے کہ یہ حدیث عام مومنین کے بارے میں ہے مگران مماتی حملہ آوروں نے سب کچھ کونظر انداز کرتے ہوئے حدیث کو خاص شہداء پرمحمول کر دیا اور یہ حکم لگایا کہ اس میں شہداء کی حیات بیان ہوئی اوران کی زندگی کی حقیقت بتائی گئی ہے۔

(۲)۔۔دوسراحملہ آئمہ ثلاثہ کے مذہب پر ہے یعنی یہ حضرات تو ارواح کے قبض ہونے کے بعد کا حال صراحتاً بتاتے ہیں کہ

،،**ثم ترد فی الاجساد فی القبور** (کتاب الصلوٰۃ،لاامام احمد بن حنبلؒ)

پھرارواح قبروں میں ان کے جسموں میں لوٹادی جاتی ہیں۔

مگر یہ صاحب ان کی اپنی تحریرکواس ڈھٹائی کے ساتھ جھٹلاتے ہیں جیسے ان کے عقیدے پر مماتیوں کوکارساز بنایا گیا ہے۔اوران ائمہ کا عقیدہ وہ ہوگا جو یہ مماتی لوگ بتائیں،وہ نہیں ہوگا جوخودوہ آئمہ بتائیں۔اب جن لوگوں کا یہ حال ہوآپ ہی بتائیں بھلاان کوکون ہراسکتا ہے؟

(۳)۔۔تیسراحملہ اس روایت کے آخری جملے کا معنیٰ بیان کرتے وقت کیا۔اہل حق تو عالم برزخ کے حوالے سے موجود سرمایہ حدیث سامنے رکھ کراس کا مطلب بیان کرتے ہیں کہ کامل طور پرروح کوجسم میں ڈال کرقبر سے اس دن نکالا جائے گا جس دن،،نفخہ ثانیہ،،یعنی دوسری بارصور پھونک دیا جائے گا۔اس سے قبل روح کا جسم سے تعلق تو قائم ہوگا تا کہ عذاب قبر کی صحیح روایات اپنے محل پر فٹ ہوسکیں البتہ اس کی حقیقت اللہ تعالیٰ ہی جانتے ہیں۔اس کے برعکس یارلوگ مصر ہیں کہ قیامت سے پہلے جسم کا روح سے تعلق ہوہی نہیں سکتا جیسا کہ معتزلہ کہتے ہیں کہ قیامت سے پہلے روح کا جسم سے تعلق ہوہی نہیں سکتا .**فھو میت فی قبرہ الیٰ یوم البعث** ،،(التذکرہ)

یعنی ان کے نزدیک اس حدیث کے آخری جملے کا وہی معنیٰ درست ہے جومعتزلہ کے عقیدے کے مطابق ہے جبکہ اہلسنت نے عالم برزخ سے متعلق نقل شدہ ذخیرہ احادیث سامنے رکھ کر جوترجمہ مرادلیا ہے وہ ٹھیک نہیں۔

اب جن کے بحرِ علم سے یہ مواد برآمد ہوگا اور حدیث پاک جیسے مقدس علم پر اس بے باکی سے حملہ آور ہوں ان سے خیر کی کیا توقع رکھی جاسکتی ہے؟

﴿چھوٹے میاں کی اعتزال زدگی:﴾

دس احادیث، دس اقوال صحابہ، دس مفسرین وغیرہ کے اقوال اور گیارہ علمائے دیوبند کی تصریحات لکھ کر ان صاحب نے ان دو باتوں پر زور لگایا ہے۔

(۱)۔۔:ایک یہ کہ حیات شہداء کی حقیقت فقط یہ ہے کہ صرف روح زندہ ہے۔

(۲)۔۔:دوسرا یہ کہ شہید کا جسم بالکل زندہ نہیں۔

ان کے نزدیک ان کی نقل کردہ دس احادیث کا مطلب بھی یہی ہے کہ صرف روح زندہ ہےاور جسم زندہ نہیں۔ اقوال صحابہ، تابعین ومفسرین اور علمائے دیوبند کی تصریحات کا بھی یہی مطلب ہے کہ صرف روح زندہ ہے اور جسم زندہ نہیں۔۔۔۔یہی وجہ ہے کہ چھوٹے میاں کسی حدیث یا قول وغیرہ کو نقل کر کے کچھ تبصرہ کرنے لگتے ہیں تو یہ تسبیح پڑھنا نہیں بھولتے کہ صرف روح زندہ ہےاور جسم زندہ نہیں۔انکی تسبیح پر جاری نظریہ کچھ اس طرح کا ہوتا ہے۔

،،شہداء کے اجسام بالکل مردہ ہوتے ہیں قیامت تک روح ان میں نہیں لوٹائی جاتی (ص۲۰)

شہداء کے جسم مردہ ہوتے ہیں (ص۳۲)

قیامت تک شہداء کے اجسام عنصریہ میں روح نہیں لوٹائی جاتی (ص۱۴)

شہید کا جسم روح اور جان کے بغیر رہ جاتا ہے۔(ص۵۰)

ان کی اس تسبیح کو ذہن میں رکھ کر جب آپ کبھی اس سلسلے کا معتزلی مذہب اور اہلسنت والجماعت کا مذہب ملاحظہ کریں گے۔تو مماتی مذہب کا قارورہ ان کو اپنے بڑوں سے ملانے میں دیر نہیں لگائے گا۔مثلاً آپ ایک طرف معتزلہ کا عقیدہ رکھیں کہ،،فھو میت فی قبرہ الیٰ یوم البعث ،،(التذکرہ) وہ میت ہے اپنی قبر میں

قیامت کے دن تک۔

جبکہ اس کے برعکس اہلسنت والجماعت کا عقیدہ رکھیں۔۔امام احمد بن حنبل یوں بیان کرتے ہیں

،،ولایمان بملک الموت بقبض الارواح ثم ترد فی الاجساد فی القبور ،،

(کتاب الصلوۃ لاامام احمد بن حنبل)

اور ملک الموت پر ایمان (لانا کہ) روح قبض کرتا ہے پھر (روح) لوٹادی جاتی ہے جسموں میں قبر کے اندر...

اب اگر آپ غور فرمائیں گے تو اللہ کی توفیق سے آپ راقم کو اہل السنّت والجماعت کی صف میں پائیں گے اور یار لوگوں کو معتزلہ کا پورا جانشین اوران کے مزاج ونظریات بلکہ انکی بہت ساری عادات کا مجسمہ پائیں گے اس اضافی احسان کے ساتھ ! کہ معتزلہ اپنے الگ نظریات کے بعد خود کو اہل السنّت نہیں کہتے تھے باوجودیکہ انہوں اہل سنت حضرات کے پاس تعلیم حاصل کی تھی۔ بلکہ اہل سنت کے مدرسوں میں اوراہل سنت کے پاس پڑھنے کے باوجود جب ان سے الگ عقائد پر کھڑے ہوگئے تو اپنا نام بھی الگ رکھ لیا۔انہوں نے اس بات پر ضد نہیں کی کہ جب ہم بھی اہل سنت مدرسہ کے پڑھے ہوئے ہیں تو ہمارے عقائد بھی اہل سنت ہوئے۔نہیں بلکہ انہوں نے دیانتداری کا مظاہرہ کرتے ہوئے الگ عقائد اختیار کرنے کے باعث نام بھی الگ بنالیا اور خود کو توحیدی کہنے لگ گئے ،یعنی ،۔۔۔اہل العدل والتوحید،۔

مگر یار لوگوں نے عقیدے معتزلی اپنائے اور نام اہل سنت مشہور کیا۔عقیدے کرامیہ فرقے کے اختیار کئے اور خود کو منسوب علمائے دیوبند سے کیا۔صرف اس وجہ سے کہ ہمارے کسی صاحب نے دیوبند مدرسے میں اور دیوبندی استادوں سے پڑھا اب دیوبند اور دیوبندی اساتذہ کے عقائد بھی نہ مانیں تب بھی ہم دیوبندی ہیں کیونکہ ہمارے فلاں ملانے دیوبند مدرسے میں پڑھا تھا۔

﴿ کیا احادیث کا یہ مطلب ہے کہ صرف روح زندہ ہے اور جسم زندہ نہیں؟ ﴾

یہاں درج احادیث میں پہلی روایت کے تحت علامہ نووی نے جو بحث کی ہے اس میں یہ بھی فرمایا ہے کہ

،،**ان هذا المنعم والمعذب من الارواح جزء من الجسد تبقى فيه الروح** ،،

(المنهال، شرح مسلم للنوی تحت روایت ۱۸۸۷ ج ۱۳ ص ۱۳، باب **ان ارواح الشهداء فی الجنة**)

بیشک یہ نعم پانے والی یا عذاب پانے والی روح جسم کا حصہ ہوتی ہے جس میں روح باقی رہتی ہے۔

قاضی عیاض اس حدیث کے تحت فرماتے ہیں

،،**وفيه دليل على مجازاة الموت بالثواب والعقاب قبل القيامة وقد ترىٰ من هذافى عذاب القبر** .الخ۔۔۔(اکمال المعلم بفوائد مسلم، باب بیان ارواح الشہداء، ج ۶ ص ۳۰۶)

اوراس میں قیامت سے پہلے مرنے والوں کو ثواب وعقاب ہونے کی دلیل موجود ہے اور تحقیق آپ اس کی تفصیلات عذاب قبر (کے باب میں) دیکھیں گے،،

پس اس روایت سے یہ اخذ کرنا کہ صرف روح زندہ ہے اور جسم زندہ نہیں یہ اعتزال زدہ فکر وخیال کے بخارات ہیں اہل علم ان کے اس خیال کی تائید نہیں کرتے۔

﴿ دوسری روایت عن ابن عباسؓ ﴾

دوسری روایت کے تحت شیخ عبدالمحسن بن حمد البدرؒ نے ارواح شہداء کی یہ تفصیل بیان فرمائی ہے کہ

،،**وتنعم ايضاًمتصلة باالاجساد** ،،یعنی روحیں نعمتیں پاتی ہیں ان کا اجسام کے ساتھ اتصال ہوتا ہے

،،فرماتے ہیں۔۔۔۔ **فتكون الارواح فى الجنة ولهااتصال باالاجساد**.الخ۔

(شرح سنن ابی داؤد للعباد تحت شرح حدیث ابن عباس فی فضل الشہداء ص ۳)

شیخ محمد بن علی اپنی شرح ذخیرۃ العقبیٰ میں لکھتے ہیں،،

واکثر المحققین علی ان حیاۃ الشهداء بالروح والجسد لاندر کهافی هٰذه الدار.الخ

(ذخیرہ العقبیٰ شرح المجتبیٰ ج۱۶ص۹۷)

اکثر محققین یہی فرماتے ہیں کہ شہداء کو جو حیات حاصل ہے وہ روح اور جسم (دونوں) کی ہے جس کا ہم اس جہاں میں ادراک نہیں کر سکتے،،

﴿تیسری روایت﴾

تیسری روایت میں ارواح الشہداء فی طیر خضر،، کے تحت علامہ سیوطی نقل کرتے ہیں کہ

،، وقال الامام شمس الدین بن القیم ،فان الروح شانا آخر فتکون فی الرفیق الاعلیٰ وهی متصله بالبدن۔۔۔(حاشیہ سیوطی علی سنن نسائی ج۴ص۱۰۶)

علامہ ابن قیمؒ فرماتے ہیں کہ روح کی اپنی الگ شان ہے پس وہ رفیق اعلیٰ میں ہوتے ہوئے بدن کے ساتھ متصل رہتی ہے۔

آگے چل کر انہوں نے معراج کی رات حضرت موسیٰ کو قبر میں نماز پڑھتے دیکھنے والی روایت کا حوالہ بھی نقل کیا ہے جس سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ ان کے نزدیک قیامت سے پہلے روح کا جسم کے ساتھ تعلق رہتا ہے اور یہ اس روایت کے خلاف نہیں جس میں قیامت کے دن روحوں کا ان کے جسموں میں ڈال کر قبروں سے اٹھانا مذکور ہے۔

﴿چوتھی حدیث﴾

چوتھی حدیث میں جو ارواح شہداء کا جو ذکر ہے ان کے بارے میں شارح حدیث شیخ محمد بن اسماعیل بن صلاح فرماتے ہیں کہ روح اور جسم کی حالت ایک جیسی نہیں جسم تو ایک ہی جگہ رہتا ہے مگر روح کا معاملہ جسم سے مختلف ہے۔

،،لان لها شاناً غیر شان البدن لانهافی کونها فی الجنة وهی فی السماء وتتصل بفناء القبر وبالبدن ،،(التنویر تحت الھمزہ مع الام ج۳ص۵۷۱)

یعنی روح جسم جیسی نہیں اس لئے کہ روح جنت میں ہے اور جنت آسمان میں ہے اور صحن قبر اور بدن سے اس کا اتصال رہتا ہے۔

﴿پانچویں روایت﴾

پانچویں روایت کے الفاظ ،،ارواحھم فی حواصل طیور،، کو پیش نظر رکھ کر شیخ محمد بن علی روح کی مفصل بحث ملاحظہ فرمائیں جس میں انہوں نے اس سلسلے کا ذخیرہ احادیث سامنے رکھ کر بحث کی اور ،،وانت اذاتاملت السنن والآثار فی هذا الباب ،، کہہ کر دعوت انصاف دی کہ اس باب کی تمام روایات سامنے رکھ کر غور کریں تو نتیجہ نکلتا ہے کہ

،،وانها مع کونها فی الجنة فهی فی السماء وتنفعل بفناء القبر وبالبدن فیه،

(ذخیرۃ العقبیٰ ،شرح المجتبیٰ ،باب ارواح المومنین ج۲۰ص۱۲۶)

اور باوجودیکہ روح جنت میں ہے اور جنت آسمان میں ہے روح قبر کے احاطہ میں اور بدن میں اثر انداز ہوتی ہے۔

یعنی ذخیرہ احادیث کا وہ حصہ جو عالم برزخ میں روح ،جسم اور حیات کے بارے میں وارد ہوا ہے اس کا نتیجہ یہ ہے کہ روح جنت میں ہوتی ہے اور اس کے اثرات قبر میں موجود جسم کو حاصل ہوتے رہتے ہیں۔

﴿چھٹی ،،تا،، دسویں،، روایت﴾

چھٹی روایت میں حارثہؓ کا فردوس اعلیٰ میں ہونا ،ساتویں روایت میں مجاہد کا آخرت میں اپنے مقام معلوم کرنا اور اس کو جنت کی بشارت دیا جانا ،آٹھویں روایت میں صحابہ کرام کے شہیدوں کا جنت میں ہونا بتایا گیا۔ اگر

اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ حضرات فی الحقیقت کامل طور پر جنت میں داخل کردیئے گئے تو نویں روایت کا جملہ ،حتیٰ یرجعہ اللہ الیٰ جسدہ یوم یبعثہ،،کا کیا یہ معنیٰ ہوگا کہ قیامت کے دن ان کو جنت سے نکال دیا جائے گا؟؟؟ واقعہ یہ ہے کہ ان احادیث میں شہداء کیلئے بشارت کا بیان ہے۔یوم الجزاء سے پہلے برزخ کا جوزمانہ شہداء پر گزرے گا اس میں ان کیلئے راحت کا سامان تو ہوگا مگر اس کی پوری حقیقت کا ادراک ممکن نہیں کہ یہ سب کچھ ،،لاتشعرون،،کے دائرہ میں محصورامور ہیں جس کے درپے رہنا راسخین فی العلم کا کام نہیں۔

نویں روایت کے ضمن میں چندگزارشات پہلے گزرگئیں اور دسویں روایت کا جوترجمہ نقل کیا گیا اس میں بھی شہید کیلئے بشارت کا بیان ہے جس طرح کی بشارت ام حارثہؓ کوسنائی گئی۔

ارباب انصاف غورفرمائیں کہ ان کی نقل کردہ احادیث کے تحت اہل علم تو صاف فرمارہے ہیں کہ

،،من الجسد تبقی فیہ الروح ،، (منہال)....**،،واکثر المحققین علی ان حیاۃ الشھداء بالروح والجسد،،** (ذخیرۃ العقبیٰ)----**،، وھی متصلہ بالبدن** ---(حاشیہ سیوطی علی سنن نسائی)---**،،وتتصل بفناء القبروبالبدن ،،** (التنویر)---**،،وتنفعل بفناء القبر وبالبدن فیہ،** (ذخیرۃ العقبیٰ) جس کا حاصل یہی ہے کہ محققین کے نزدیک اس حیات کا تعلق نہ اکیلی روح کے ساتھ ہے اور نہ اکیلے جسم کے ساتھ-- بلکہ اس حیات کا تعلق روح اور جسم دونوں کے ساتھ ہے۔اس کے برعکس مماتی فرقہ ان احادیث کولکھ کر نبی کریم ﷺ کی امت کودھوکہ دے رہا ہے کہ

،،شہداء کے اجسام بالکل مردہ ہوتے ہیں قیامت تک روح ان میں نہیں لوٹائی جاتی (جوابی رسالہ ص۲۰)

شہداء کے جسم مردہ ہوتے ہیں (ایضاص۳۲)

قیامت تک شہداء کے اجسام عنصریہ میں روح نہیں لوٹائی جاتی (ایضاص۱۴)

شہید کا جسم روح اور جان کے بغیر رہ جاتا ہے۔(ایضاص۵۰)

الغرض اختلاف احادیث پر نہیں ان کا مطلب بیان کرنے پر ہے۔یعنی ان احادیث کا ایک مطلب وہ ہے جو

اہلسنت والجماعت نے بیان کیا جیسا کہ اپ اوپر ملاحظہ فرما چکے۔۔۔دوسرا مطلب وہ ہے جو معتزلہ نے بیان کیا کہ،،**فھو میت فی قبرہ الیٰ یوم البعث**،،(التذکرہ) وہ قیامت کے دن تک اپنی قبر میں میت ہے ۔امید ہے اب ہر عام وخاص کے لئے یہ فیصلہ کرنا اسان ہوگا کہ مماتی فرقہ نے اپنا عقیدہ بنانے کے لئے کن لوگوں کا بیان کیا ہوا مطلب اختیار کیا۔اہلسنت والجماعت کا،یا معتزلہ کا؟؟؟

حیرت کی بات ہے کہ احادیث کا مطلب ماننے کی بات ہو یا عقیدہ بنانے کی!مماتی فرقہ ان میں راستہ معتزلہ کا اختیار کرتا ہے اور لوگوں میں خودکو،،اہلسنت والجماعت،، کا فرد مشہور کرتا ہے،اتنا بڑا جھوٹ بولتے ہوئے ان کے راستے میں نہ شرم رکاوٹ بنتی ہے اور نہ حیا اس راہ میں حائل ہوتی ہے۔

﴿ناقل محدثین کا عقیدہ﴾

نبی کریم ﷺ کی حیات بعد الوفات کا عقیدہ رکھنے والے اھل سنت والجماعت کے حضرات جوابی رسالہ میں درج احادیث کو اپنی آنکھوں کا سرمہ رکھتے ہیں،مماتی فرقہ کی گمراہی یہ ہے کہ ان مبارک احادیث کو نقل کر کے اس مطلب کے پیچھے چلتے ہیں جو معتزلہ نے اپنی عقل پرستی کے زیر اثر تراش لیا جیسا کہ اوپر واضح ہوا یہی وجہ ہے کہ مماتی فرقہ اہل حق میں سے جن کے حوالے اور مبہم عبارتیں نقل کر کے اپنی گمراہی کو غذا دینا چاہتا ہے انہی حضرات کے ہاتھوں اس فرقہ کو اپنی ذلت وبربادی دیکھنی پڑتی ہے چنانچہ ملاحظہ فرمائیں کہ جن حضرات سے ان روایات کو نقل کیا گیا ہے وہ نہ تو یہ عقیدہ رکھتے تھے کہ زندگی صرف روح کو حاصل ہوتی ہے جسم کو نہیں اور جسم کے ساتھ روح کا کوئی تعلق نہیں ہوتا یہاں تک کہ قیامت قائم ہوجائے۔اور نہ اس معتزلی عقیدے پر خاموش رہتے تھے بلکہ ان کا عقیدہ ٹھیک وہی تھا جو اھل سنت والجماعت کا ہے۔

یہ عنوان تو خاصہ طویل اور تفصیل کا طالب ہے مگر طوالت سے بچنے کی غرض سے محض ایک آدھ حوالہ پر اکتفاء کریں گے۔مماتی رسالے کی جانب سے پہلا حوالہ صحیح مسلم سے منقول ہے،لہذا پہلے ان کا عقیدہ ملاحظہ فرمائیں۔۔۔وہ اپنی صحیح میں نقل فرماتے ہیں:

،،مر النبی ﷺ بقبرین فقال انهما لیعذبان ،الخ (مسلم ج ا ص ۱۴۱)

یسمعکم من عذاب القبر (مسلم ج ۲ ص ۳۸۶)

ان روایات کے علاوہ کتاب صفۃ المنافقین واحکامہم ،اور،، کتاب الجنۃ وصفۃ نعیمھا،، میں ان روایات کونقل کیا ہے جو وفات کے بعد قبر میں جزاء وسزا بیان کرتی ہیں۔ان روایات سے عالم برزخ میں روح کا جسم سے تعلق روز روشن کی طرح واضح ہوتا ہے۔اسی طرح معراج کی رات نبی کریم ﷺ نے حضرت موسیٰ کو دیکھا کہ ،،وھو قائم یصلی فی قبرہ ...(مسلم ج ۲ ص ۲۶۸)

ابن حجر عسقلانیؒ حدیث کے تحت فرماتے ہیں۔

فدل ذالک علیٰ حیاتھم (فتح الباری، کتاب الانبیاء)

امام مسلم کی ان تصریحات کوملاحظہ کرنے کے بعد یارلوگوں کی وہ تسبیح بھی دیکھ لی جائے جو وہ قبر میں شہید کا جسم مردہ ہونے پر پڑھتے چلے جارہے ہیں تاکہ معلوم ہوجائے کہ امام مسلم جس عقیدے کی تردید کررہے ہیں یار لوگ اس عقیدے کوان کے نام سے ثابت کرنے میں لگے ہوئے ہیں۔

﴿امام ترمذی کا عقیدہ﴾

پہلی،چوتھی اور دسویں روایت کو یارلوگوں نے امام ترمذیؒ سے نقل کیا ہے جیسے امام ترمذیؒ کا بھی وہی عقیدہ ہو جو یارلوگوں نے بنالیا ہے کہ مرنے کے بعد قیامت سے پہلے روح کا جسم سے کوئی تعلق نہیں ہوتا اور قبر میں رکھا ہوا جسم بیشک شہید کا ہی کیوں نہ ہو وہ بے جان بے روح اور مردہ ہے۔مگر کیا واقعی وہ قبر میں رکھے جسم سے روح کا کوئی تعلق نہیں مانتے؟ ملاحظہ فرمائیں۔

امام ترمذیؒ نے عذاب قبر کی روایت نوصحابہ کرامؓ سے نقل کی ہے یہ تمام صحابہ کرامؓ مرفوع حدیث نقل کرکے قبر میں پیش آنے والی راحت یا آلام کو بیان کرتے ہیں فرماتے ہیں۔

، وفی الباب عن علیؓ وزیدؓ بن ثابت ،،وابن عباسؓ،،والبراء ابن عازبؓ،،وابیؓ،، وایوبؓ،،

وانسؓ،،وجابرؓ،،وعائشہؓ،، وابی سعید،،ؓ کلھم رووا عن النبی ﷺ فی عذاب القبر،

(جامع ترمذی ج۱ص۱۲۷)

جس عقیدے کونو صحابہ کرام نبی کریم ﷺ سے نقل کر رہے ہوں کہ مرنے کے بعد قبر میں راحت یا الم ہوتا ہے اس سے انکار کی جرأت معتزلہ یا ان کی اتباع کرنے والے عثمانی، چتروڑی، مماتی فرقہ کے لوگوں کو ہو تو الگ بات ہے کوئی ایمان والا شخص تو اس طرح کی کسی بات کو سوچ بھی نہیں سکتا۔ بہرحال امام ترمذیؒ کی اس تصریح سے روز روشن کی طرح واضح ہوگیا کہ ان کا عقیدہ وہ نہیں ہے جو مماتی فرقہ ان کے نام سے بیان کر رہا ہے۔

﴿ابن ماجہ کا عقیدہ﴾

پہلی روایت کے تحت ابن ماجہؒ کا حوالہ دے کر یہ تاثر دینے کی کوشش کی گئی کہ جیسے ان کا عقیدہ مماتیوں والا ہو، کیا یہ درست ہے؟ ملاحظہ فرمائیں۔ابن ماجہ نقل کرتے ہیں کہ

،ان المیت یصیر الی القبر فیجلس الرجل الصالح فی قبرہ ، الخ۔۔۔(ابن ماجہ ص۳۲۵)

کہ میت قبر کی طرف لائی جاتی ہے تو نیک آدمی کو قبر میں بٹھا دیا جاتا ہے الخ

آگے احوال قبر کی تفصیل درج ہے کہ اس پر کوئی گھبراہٹ نہیں ہوتی اس سے سوال ہوتے ہیں،،،وغیرہ۔اسی طرح،،حیات انبیاء،،کی روایات نقل کرتے ہوئے کہتے ہیں

،،ان اللہ حرم علی الارض اجساد الانبیاء (سنن ابن ماجہ ص۷۷=۱۱۹)

،،اللہ تعالٰی نے زمین پر انبیاء کے اجساد کو نقصان پہنچانا حرام کر دیا ہے۔

ابن ماجہؒ کی یہ تصریحات مماتی فرقہ کے اس بہتان سے برات کا واضح اعلان ہیں جو مماتی فرقہ ان کے نام سے منسوب کر رہا ہے کہ عالم برزخ میں روح کا جسم سے کوئی تعلق نہیں رہتا اور قبر میں رکھا ہوا جسم بے جان اور مردہ ہے۔

﴿ولی الدین ابن عبداللہ خطیب تبریزی صاحب مشکوٰۃ المصابیح کا عقیدہ﴾

یار لوگوں نے پہلی ،دوسری چھٹی اور ساتویں روایت کے تحت مشکوٰۃ شریف کا حوالہ درج کیا ہے جیسے ان کا عقیدہ وہی مماتیوں والا ہو۔کیا ان کے اس تاثر میں کوئی حقیقت ہے؟ ملاحظہ فرمائیں کہ خطیب تبریزی نے عذاب قبر کے عقیدے کو کتاب الایمان میں شامل فرما کر مماتی فرقہ کی نالائق کوشش کو تشت از بام کر دیا ہے۔ چنانچہ مشکوٰۃ کتاب الایمان میں اس مسئلے کو واضح کرنے والے پانچ ابواب ہیں۔

(۱)۔۔۔۔الکبائر علامات النفاق۔(۲)۔۔۔۔الوسوسہ،(۳)۔۔۔۔الایمان بالقدر،(۴)۔۔۔۔اثبات عذاب القبر ،(۵)۔۔۔۔الاعتصام باالکتاب والسنۃ۔

اہل علم نے یہاں ایک اور بات کی طرف بھی متوجہ کیا ہے کہ صاحب مشکوٰۃ نے اثبات عذاب قبر کو،،الایمان بالقدر،، کے ساتھ بیان کیا ہے جس میں وہ اس طرف اشارہ فرما گئے ہیں کہ جیسے تقدیر کا انکار اہل سنت کا مسلک نہیں بلکہ معتزلہ کا شعار ہے اسی طرح عذاب قبر کا انکار بھی معتزلہ کی علامت ہے اہل السنّت کی نہیں۔

﴿امام سلیمان بن اشعث ابوداؤدؒ کا عقیدہ﴾

جوابی رسالہ نے دوسری روایت سنن ابی داؤد سے نقل کی ہے تا کہ یہ لوگ ان کو اپنے عقیدے میں ہمنوا ہونے کا تاثر دے سکیں۔مگر کیا امام ابوداؤد اس عقیدے میں ان کے ہمنوا ہیں کہ قبر میں رکھے جسم کا روح سے کوئی تعلق نہیں ہوتا ؟؟ ملاحظہ فرمائیں ،امام ابوداؤدؒ نے اپنی سنن میں ابواب کا ایک مرکزی عنوان، کتاب السنۃ، کے نام سے قائم فرمایا اس میں یہ باب قائم ہے۔

،،**المسئلۃ فی القبر وعذاب القبر**،،۔۔۔۔۔۔اسمیں روایات ذکر کر کے قبر میں روح کے جسم سے تعلق کو بیان فرمایا ہے۔انہوں نے وہ روایت بھی ذکر کی ہے جس میں ہے

،،**قال المسلم اذا سئل فی القبر یشهد**،،۔۔۔۔۔(سنن ابی داؤد ج ۲ ص ۶۵۳)

جب مسلمان سے قبر میں سوال ہوتا ہے تو مسلمان کلمہ شہادت کی گواہی دیتا ہے۔
انہوں نے قرع نعال کی وہ معروف روایت بھی نقل کی ہے جس میں مرنے والا سوال کرنے والے فرشتوں سے پہلے بھی باخبر ہوتا ہے۔اسی طرح مسئلہ حیات انبیاء کے تحت روایت میں نقل کیا ہے کہ
،،ان اللہ عزوجل حرم علی الارض اجساد الانبیاء (ابوداؤد،ج۱ص۱۵۰)
ردالله علی روحی حتی ارد علیه السلام(ایضاً ج۱ص۲۷۹)
اندازہ فرمائیں جو حضرات صاف الفاظ میں اثبات عذاب قبر کے عنوان قائم کرر ہے ہیں (**رداللہ علی روحی**) یعنی بعداز وفات اللہ تعالیٰ میری روح کو مجھ پر لوٹاتے ہیں،کا صاف اعلان نقل کر کے قبر میں روح کے جسم سے تعلق کو بیان فرمار ہے ہیں ان کی طرف منسوب کر کے یارلوگ یوں کہتے پھرر ہے ہیں کہ جسم قبر میں مردہ ہے اور قیامت تک اس سے روح کا تعلق ہو ہی نہیں سکتا۔

﴿امام بخاری کا عقیدہ﴾

چھٹی اور آٹھویں روایت کے تحت بخاری کا حوالہ نقل کیا گیا تا کہ یہ تاثر دیں کہ امام بخاریؒ کا عقیدہ بھی یہی ہے کہ جسم قبر میں مردہ ہوتا ہے اور اس سے روح کا کوئی تعلق نہیں ہوتا،جبکہ امام بخاری کا اپنا بیان ہے۔
(یادرہے کہ امام بخاریؒ نے اپنی صحیح میں جو ابواب قائم فرمائے ہیں یہ فقہ البخاری کہلاتے ہیں۔گویا یہ ان کا مسلک ہے)
انہوں نے ترجمہ قائم کیا ہے،،باب التعوذ من عذاب القبر ،،یہ باب عذاب قبر سے پناہ مانگنے کے بیان میں ہے۔پھر اس باب میں عذاب قبر کی روایات ذکر کی ہیں۔انہوں نے وہ مشہور روایت بھی ذکر فرمائی ہے کہ آپ ﷺ کا گزر دو قبروں پر ہوا جن کو عذاب ہورہا تھا (بخاری،ج۱،ص۳۵)
یہ روایت بھی نقل فرمائی کہ ،**اذا سئل فی القبر یشهد ان لااله الاالله** ،الخ۔(بخاری ج۲،ص۱۸۲)
مسلمان سے قبر میں جب سوال ہوتا ہے تو وہ کلمہ پڑھتا ہے۔

جن کواللہ تعالی نے شعور بخشا ہے وہ جان سکتے ہیں کہ قبر میں سوال و جواب دینے والا مسلم مردہ نہیں ہوسکتا بلکہ روح کے تعلق سے اس میں حیات قائم ہوتی ہے جس سے وہ جواب دیتا ہے۔ یہ تو ہے امام بخاریؒ کا اعتقاد: اب ذرا امام بخاریؒ کے حوالے سے روایت لکھنے والوں کا حال بھی دیکھئے جو کہتے ہیں کہ شہید کا جسم قبر میں مردہ ہوتا ہے اور یہ کہ جسم سے روح کا کوئی تعلق قائم نہیں ہوتا۔کیا ان کے اور امام بخاریؒ کے نظریات میں کوئی نسبت ہوسکتی ہے؟؟؟

﴿اقوال صحابہؓ اور ناقلین کا حال﴾

جوابی رسالہ کے ص۱۰ پر آیات مبارکہ کی تفسیر اقوال الصحابہ سے، کے عنوان سے دو صفحات پر شرح الصدور سے ۱۰ حوالے نقل کئے گئے ہیں۔شرح الصدور کے نام سے دو کتابیں پائی جاتی ہیں۔ایک محمد بن علی الشوکانی کی،، شرح الصدور بتحریم رفع القبور،، اور دوسری علامہ جلال الدین سیوطی کی،، شرح الصدور بشرح حال الموتی والقبور،،۔اول الذکر کتاب کا عنوان قبروں پر قبے، عمارتیں وغیرہ بنانے کی تحریم بیان کرنا ہے۔اس میں تو وہ بحث موجود نہیں جو جوابی رسالے والوں نے لکھی ہے البتہ علامہ سوطی کی کتاب اسی عنوان سے تعلق رکھتی ہے۔ اس کتاب کا باب نمبر ۳۹، باب،، **المقر الارواح**،،، ہے جس میں نقل کرنے والوں کی کچھ روایات دستیاب ہوئی ہیں۔

مسروق تابعی کے حوالے سے جو پہلا قول مماتیوں نے نقل کیا ہے ان کے نقل کردہ الفاظ کے ساتھ یہ قول پوری شرح الصدور میں موجود نہیں۔البتہ سنن دارمی کا ساتھ انہوں نے حوالہ دیا ہوا تھا اس میں یہ روایت باب،، ارواح الشہداء ج ۳ ص ۱۵۶۰۔ پر روایت نمبر ۲۴۵۴ کے تحت ہے باقی حوالے اور کتاب وصاحب کتاب کو دیکھتے ہوئے راقم کا غالب گمان ہے کہ یار لوگوں نے اصل کتاب کی شاید زیارت تک نہیں کی۔

حیرت کی بات ہے کہ جس کتاب میں جگہ جگہ ایسی حکایات موجود ہیں جن میں مرنے والے خوابوں میں آکر لوگوں کو اپنے حالات بتاتے ہیں اور قبروں سے اٹھ کر قبر کے حالات سے آگاہ کرتے ہیں اور جس کتاب کو

بریلوی دین اپنے سچے ہونے کی دلیل کے طور پر دکھاتے ہیں یہ کتاب ان کیلئے ماخذ کے درجہ پر کیسے فیض ہوگئی ؟مگر شاید اس میں کوئی تعجب کی بات نہیں،،**الجنس یمیل الیٰ جنسه**،،۔

۲۔دسمبر۲۰۲۰بروز سوموار جامعہ امینیہ رضویہ فیصل آباد میں علامہ سعید احمد اسد صاحب کی خدمت میں (جو یہ علامے۔راقم) حاضر ہوئے (منقول بلفظہ) اور وہاں انہوں نے ان کو اس تصور کے خلاف پایا اوران کے درد دل سے بہت متاثر ہوئے اور مل بیٹھ کر سب ٹھیک کر لینے کا عزم کیا یہ سب کاروائی اوپر مذکور ،،**الجنس یمیل الیٰ جنسه**،،کا عملی مظاہر اور ہاتھی کے اصل دانت ہیں۔

البتہ راقم کو اس پر حیرت ہوئی کہ۔۔۔۔وہ تیرا ظاہر۔۔۔۔اور۔۔۔۔یہ تیرا باطن!

خیر علامہ سیوطی کی یہ کتاب بھی انکی دیگر کئی کتابوں کی طرح کچی باتوں سے محفوظ نہیں۔یہی وجہ ہے کہ بریلوی مکتب فکر کی اس کتاب سے خاصی دلچسپی قائم ہے۔ان کے علامہ فیض احمد اویسی نے ،لمعۃ النور، کے نام سے اس کا ترجمہ کیا جس میں مترجم نے فہرست میں کچھ عنوان یوں لکھے۔۔۔اہل قبر سے گفتگو۔۔۔۔،،قبر سے سورۃ ملک پڑھنے کی آواز۔۔۔۔،،امام حسین کا سر بولتا ہے۔،،مردہ سورۃ یٰسین پڑھتا ہے۔۔۔۔۔،،کون کہتا ہے کہ ولی مر گیا۔۔۔۔،،ولی اللہ نور اللہ،،

اب اس قسم کی کتاب یار لوگوں کیلئے ماخذ کا درجہ رکھتی ہے تو یہ ان کا کمال ظرف ہے۔راقم اس پر کیا عرض کرسکتا ہے بس اتنا کہنا ہے کہ علامہ سیوطیؒ نے بعد از وفات جسم سے روح کے تعلق کو پورے زور سے ثابت کیا ہے لہذا نہ وہ تمہارے عقیدہ کے مؤید ہیں اور نہ اسے درست جانتے ہیں۔

﴿تابعینؒ اور مفسرینؒ کے ارشاد سے﴾

صاحب لوگوں کا کہنا ہے کہ۔

،،ہم یہاں پر اجمالی طور پر چیدہ چیدہ تابعین اور مفسرین کے حوالہ جات ذکر کرتے ہیں (جوابی رسالہ۔۱۷)

چنانچہ پہلا حوالہ وہی شرح الصدور کا درج کیا جس ،،شرح الصدور،، میں قبر کے اندر سے تلاوت کی آواز کا

سنائی دینا بیان ہوا ہے اور جس کے مترجم نے سماع موتی کے دلائل ص ۲۰۹ جیسے عنوانات درج ہیں۔
آگے جوابی رسالے نے مفسرین کے حوالے نقل کئے ہیں۔ راقم ان مفسرین کا زیر بحث عنوان کے بارے میں عقیدہ بیان کرنے والے مفسرین سے پہلے ان مفسرین کا عقیدہ عرض کرتا ہے جن کے حوالے روایات کے تحت گزرے ہیں۔

﴿علامہ ابن کثیرؒ کا عقیدہ﴾

پہلی دوسری اور نویں روایت کے تحت انہوں نے علامہ ابن کثیرؒ کا حوالہ دیا ہے جس سے یہ اپنا مدعا ثابت کر رہے تھے مگر علامہ ابن کثیرؒ کا عقیدہ کیا یہ ہے کہ مرنے کے بعد روح کا جسم سے کوئی تعلق قائم نہیں ہوتا اور قبر میں جسم مردہ ہوتا ہے اگر چہ وہ جسم شہید کا ہی کیوں نہ ہو؟ ؟ ملاحظہ فرمائیں کہ علامہ ابن کثیرؒ نے سورۃ ابراہیم آیت نمبر ۲۷،، **يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ** کی تفسیر لکھتے ہوئے۔ دسیوں روایات درج کی ہیں جو تقریباً ۱۳ اصفحات پر پھیلی ہوئی ہیں۔ پہلی روایت کی ابتداء،، المسلم اذا سئل فی القبر،، کے متن سے ہوئی جس کو تمام محدثین نے نقل کیا ہے۔

پھر آگے۔۔۔۔،**فتعاد روحه فی جسده۔۔۔۔اذامات اجلس فی قبره۔۔۔۔اذاوضع فی قبر۔۔۔۔۔فیأتیه ملکان فیقعدانه۔۔۔۔فاذاادخل المومن قبره۔۔۔۔جاء ملک ۔۔۔۔فاذاالانسان دفن وتفرق عنه اصحابه جائه ملک۔۔۔۔ان المیت تحفره الملئکة** ۔الخ وغیرہ ایسے صریح الفاظ استعمال کرتے گئے ہیں جن سے قبر میں دفن کئے ہوئے شخص سے گفتگو ،راحت یا عذاب والم کا پتہ چلتا ہے اور صاف الفاظ میں روح کا جسم سے تعلق بیان کیا گیا ہے۔ یہ تو ایک مقام ہے جہاں لگا تار تیرہ صفحات پر وہ اپنے اس نظریئے کو بیان کر رہے ہیں باقی مقامات اس کے علاوہ ہیں۔ اس وضاحت کے بعد بھی اگر کوئی یہ سمجھتا ہے کہ علامہ ابن کثیرؒ کا ارواح شہداء کے فضائل کے بارے میں روایات

نقل کرنے کا وہی مقصد ہے جو مماتی فرقہ بیان کر رہا ہے تو اس کے کمال فہم ودانش کے شادیانے بجائے جانے چاہیئں واقعہ بہر حال اس کے خلاف ہے۔

﴿علامہ سیوطی کا عقیدہ﴾

روایات کے تحت یار لوگوں نے ،درمنثور، کا حوالہ بھی نقل کیا ہے جو علامہ سیوطیؒ کی تفسیر ہے علاوہ ازیں علامہ سیوطیؒ کی ،،شرح الصدور،، سے بھی یار لوگوں نے استفادہ فرمایا اور ماخذ کا درجہ عنایت کیا ہے۔ جس کا مختصر حال اوپر گزر چکا۔ شرح الصدور کی طرح تفسیر درمنثور بھی علامہ سیوطیؒ کی وہ کتاب ہے جس میں انہوں نے رطب ویابس ،کچی پکی، روایات درج کر دی ہیں جن کے حوالے امامیہ دین والے بھی بکثرت دیتے رہتے ہیں۔ امامیہ دین والوں کی طرح یار لوگوں کی دلچسپی بھی اس طرح کی کتابوں سے بڑی گہری ہے۔

بہر حال علامہ سیوطیؒ کی ،،ارواح شہداء،، کے بارے میں محولہ روایات نقل کرنے کی غرض وہ نہیں جو یار لوگ ان کے ذمہ لگانا چاہتے ہیں کہ۔۔۔۔۔۔۔۔صرف روح زندہ ہوتی ہے اور قیامت تک روح کا جسم سے کوئی تعلق قائم نہیں ہوتا۔۔۔۔۔،جسم قبر میں مردہ ہے وغیرہ وغیرہ۔۔۔۔۔ بلکہ انہوں نے شہداء کا اعزاز واکرام بتانے کی غرض سے روایت نقل کی ہے کہ روح کو اللہ تعالیٰ جنت میں پہنچاتا ہے اور اس کا تعلق جسم سے قائم فرماتا ہے چنانچہ سورۃ ابراہیم ۲۷ کی تفسیر میں قبر کے اندر ہونے والے سوال اور وہاں کے الم وراحت کو بیان کرنے والی روایات بڑی تعداد میں نقل کرتے ہیں جن میں۔۔۔۔۔... ،،**فتعاد روحہ فی جسدہ** ۔۔۔۔۔،،**جاء ملکان الیٰ الرجل والقبر فقالالہ** ۔۔۔۔۔۔،،**وذکر قبض روح المومن فیاتیہ اٰت فیقول** ،الخ۔۔۔۔ **ان المومن اذا مات اجلس فی قبرہ** ؛الخ،،وغیرہ جیسے الفاظ آئے ہیں ۔۔۔۔۔باقی شرح الصدور میں اس عنوان پر جو روایات ہیں ان کو جمع کیا جائے تو ایک پوری کتاب بن جائے گی۔

﴿ابوبکر الجصاص کا عقیدہ﴾

پانچویں روایت نقل کرتے ہوئے احکام القرآن للجصاص کا حوالہ دیا ہے جیسے ان کا عقیدہ بھی مماتی فرقہ والا ہو حالانکہ امر واقعہ ایسا نہیں وہ صراحتاً ایسے عقیدے کی نفی فرماتے ہیں کہ

،،**واذاجاز ان یکون المومنون قد احیوافی قبورھم قبل یوم القیامه وھم منعمون جازان یحیی الکفار فی قبورھم فیعذبون**،الخ۔۔۔۔(احکام القرآن للجصاص)

اور جب جائز ہے کہ ایمان والے اپنی قبروں میں قیامت والے دن سے پہلے (اس حد) تک زندہ ہوں کہ نعمتوں سے لطف اندوز ہوں تو یہ بھی جائز ہے کہ کفار اپنی قبروں میں (اتنی سی) زندگی (کا احساس پالیں کہ) عذاب کو محسوس کرسکیں۔

علامہ جصاص کا یہ ارشاد حیات شہداء کے تحت آیا ہے وہ فرماتے ہیں کہ

ولایجوز ان یکون المراد انھم سیحیون یوم القیٰمة .

یعنی اس سے یہ مراد لینا جائز نہیں کہ وہ قیامت کے دن (ہی) زندہ ہونگے۔

پھر آگے ان روایات کا حل بھی بتا دیا کہ یہ حیات وہ ہے جو عقل وشعور سے ماوراء ہے۔جبکہ وہ روایات جن میں آتا ہے کہ قیامت کے دن جسموں میں روح لوٹائی جائے گی اس سے مراد روح کا لوٹا کر وہ کامل حیات قائم کرنا ہے جو دائرہ شعور میں آتی ہے۔ چلتے چلتے وہ یار لوگوں کی اس مکاری پر بھی لات مار گئے جو وہ حیات سے روحانی حیات قرار دیتے ہیں کہ یہ حیات وہ ہے جو۔۔۔۔۔۔ **فی قبورھم** ۔۔۔ہے۔جبکہ ارواح تو جنت میں مکین ہیں۔پس معلوم ہو گیا کہ علامہ جصاص مماتی فرقہ کے نظریہ کا نہ صرف انکار کرتے ہیں بلکہ پوری شدت کے ساتھ تردید فرماتے ہیں۔

﴿علامہ ماوردی کا عقیدہ﴾

شیخ ابوالحسن علی بن محمد بن محمد بن حبیب البصری البغدادیؒ جو ماوردی کے لقب سے مشہور ہیں یہ پانچویں صدی کے معروف مفسر ہیں جن کا حوالہ نقل کر کے مماتی فرقہ نے اپنی اصلیت دکھانے میں کمال کر دیا ہے۔اس فرقہ کے باقی معاملات سے راقم کو بھی اختلاف ہے مگر جو مہربانی اس حوالے کو نقل کر کے انہوں نے فرمائی ہے اس پر راقم ان کا تہہ دل سے شکر گزار ہے۔ساتھ اپنے پرائے ہر ایک سے یہ سچی بات عرض کرنی ہے کہ اس حوالے کو دیکھ کر بھی کسی کو مماتی فرقہ کی اصلیت معلوم نہیں ہوئی تو اللہ تعالیٰ کے حضور توبہ کرنی چاہیئے کہ کہیں اللہ کریم نے فہم سلیم کی دولت سلب نہ فرمالی ہو۔واقعہ یہی ہے کہ اس فرقے کا کل سرمایہ اسی طرح کے دھوکے،مکر اور فریب ہیں جن میں ان کو کافی مہارت حاصل ہے۔

ملاحظہ فرمائیں مفسر ماوردی نے ،،،بل احیاء،،، کے تحت دو تاویلیں ذکر کیں ہیں پہلی تاویل وہی ہے جو یار لوگوں نے نقل کی جس کے تین لفظ اول سے اور دو لفظ اس تاویل کے آخر سے ہڑپ کر گئے ہیں باقی سب وہی ہے۔پوری عبارت یوں ہے۔

،،**انهم ليسوا امواتاوان كانت اجسامهم اجسام ا لموتىٰ بل هم عندالله احياء النفوس منعموا الاجسام** ۔۔۔(تفسیر ماوردی)

یہاں آپ ملاحظہ فرمائیں کہ شروع کے تین الفاظ اور ایک واؤ ہڑپ ہو گئے اس لئے کہ صاحب کتاب نے اس میں اپنا عقیدہ بیان کیا ہے کہ وہ اموات نہیں ہیں۔۔۔۔پھر اس حیات کے دائرہ شعور سے باہر ہونے کا باعث بتایا ہے کہ جسم سے جان تو نکل چکی جیسے دوسرے موتی کے جسم سے جان نکل جاتی ہے اس کے باوجود زندہ ہیں۔۔۔۔پھر،،احیاء،،کی وضاحت کی اور آخر میں بتایا کہ صرف روح ہی زندہ نہیں ہوتی بلکہ اس روح کا جسم سے اتنا تعلق ہو جاتا ہے جس سے اس میں حیات کا اثر ظاہر ہو۔چنانچہ شہداء کے اجسام نعمت یاب ہوتے ہیں۔

مماتیوں نے اس مقام پر شروع سے تو۔۔۔۔۔۔۔،،انھم لیسوااامواتا،،۔۔۔کاٹ دیا ہے جس کا مطلب ہے کہ وہ اموات نہیں ہیں ۔ کیونکہ یہ جملہ بے چاروں کے معتزلی مزاج سے ٹکراتا تھا اور آخر سے ، منعمو الاجسام ،کاٹ دیا۔جس کا مطلب یہ ہے کہ شہداء کے اجسام نعمت یاب ہوتے ہیں ۔ کیونکہ اس جملے میں مفسر موصوف نے اپنا عقیدہ بتا کر مماتیت کا جنازہ نکال دیا۔کہ صرف روح ہی،،احیاء،،نہیں جسم بھی اس احیاء سے مستفید ہوکر نعمتیں پا تا ہے۔اس لئے یہ آخری جملہ بھی ہڑپ کر گئے۔
اگر غور کریں گے تو اس فرقے کا کل سرمایا یہی نکلے گا کہ اہل علم کے عقیدے کو بدل کر لوگوں کو ایسے دکھاتے ہیں گویا وہ ان کے عقیدے کے ہیں حالانکہ وہ صاف طور پر انکی تردید کر رہے ہوتے ہیں ۔پس یہ ہے مماتی فرقہ اوران کا اصلی روپ۔

﴿ابن عطیہ اندلسیؒ کا عقیدہ﴾

یار لوگوں کا کہنا ہے کہ ابن عطیہ اندلسی کے نزدیک شہداء جنت میں ہیں اور یہی عقیدہ ان کے ہاں مدلل ہے جس کا ان کے نزدیک مطلب یہ ہے کہ صرف روح ہی زندہ ہے اور جسم تو قبر میں مردہ ہے ۔کیا ابن عطیہ کا یہی عقیدہ ہے؟؟ ملاحظہ فرمائیں...سورۃ ابراہیم آیت ۲۷ کے تحت فرماتے ہیں ۔

؛**الحیاۃ الدنیا،ھی مدۃ حیاۃ الانسان وفی الآخرۃ ،ھی وقت سوالہ فی قبرہ ،الخ۔**

(تفسیر ابن عطیہ،تحت ابراہیم ۲۷)

،،**حیات الدنیا**،،..سے مراد انسان کی (دنیاوالی) حیات کی مدت ہے۔اور،،الآخرۃ،،سے مراد قبر میں سوال وجواب کے وقت والی حیات ہے۔آگے براء ابن عازبؓ وغیرہ حضرات کا قول نقل کرتے ہیں کہ۔

،،**قال البراء بن عازب وجماعت فی حیات الدنیاھی سوالہ فی قبرہ** ،الخ (ایضاً)

یعنی براء بن عازبؓ اور مفسرین کی ایک جماعت کا یہ قول ہے کہ،،**حیات الدنیا**، ،سے مراد قبر میں سوال کے وقت حاصل ہونے والی حیات ہے۔

مزید فرماتے ہیں کہ براء بن عازبؓ نے مرفوع روایت سے اس تاویل کونقل کیا ہے۔

ملاحظہ فرمائیں یہاں حیات اور قبر کے الفاظ صاف طور پر موجود ہیں، جومماتی فرقہ کی نظریاتی عمارت زمین بوس کررہے ہیں۔ باقی رہاان کا مماتی فرقہ کی جانب سے نقل کیا ہوا مقولہ!!! تو اس کا مطلب یہی ہے کہ روح جنت میں ہے جس کا جسم سے اتنا تعلق ہوجاتا ہے کہ اس میں حیات کے اثرات پیدا ہوجائیں۔

﴿حضرت حسن بصریؒ کا عقیدہ﴾

حضرت حسن بصریؒ کے نام سے جوقول نقل کیا گیا ہے اس کو راقم نے علامہ سیوطیؒ کی اکلیل وغیرہ تفسیر، احادیث ،شروح میں تلاش کرنے کی کوشش کی۔ چھ ہزار تین سو چھتیس اہل اسلام کی بنیادی کتب میں ان کے نقل کردہ الفاظ کے ساتھ راقم کو یہ قول نہیں مل سکا۔ باقی رہا علامہ سیوطی کا نظریہ!!! تو اس کا بیان پہلے گزر چکا ہے، وہاں ملاحظہ کر کے تسلی کرلیں۔۔۔

باقی جن حضرت حسن بصریؒ کے نام سے یہ قول منسوب کیا گیا اگر یہ ان کا قول ہو بھی سہی تو مماتی فرقہ کے غلط خیال کی وہ تائید نہیں کرتا۔۔۔اس لئے کہ ان کا یہ عقیدہ ہرگز نہیں کہ فوت ہونے کے بعد صرف روحیں ہی زندہ رہتی ہیں اور ان روحوں کا جسموں سے کوئی تعلق قائم نہیں ہوتا اور یہ کہ قبر میں ان کا جسم مردہ ہے۔ بلکہ ان کا عقیدہ وہ ہے جو خود وہ رسول اللہ ﷺ سے نقل کرتے ہیں کہ آپ ﷺ اپنی سواری پر سوار ایک قبر پر سے گزرے تو سواری بدکنے لگی آپ ﷺ نے فرمایا

، مات عن رجل یعذب فی قبرہ من رجل النمیمه ،الخ۔۔(اثبات عذاب القبر للبیہقی ص۸۰)

یعنی یہ سواری ایک آدمی سے بدک کر گزری جس کو قبر میں چغل خوری کی وجہ سے عذاب ہورہا تھا۔

سورۃ بنی اسرائیل آیت ۷۵ کے الفاظ۔۔۔ ضعف الممات .الخ کی تفسیر میں حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ۔۔۔۔ هو عذاب القبر (ایضاً ص۸۰)

اسی طرح سورۃ طٰہٰ آیت ۱۲۴ کے الفاظ۔۔۔۔،معیشة ضنکاً،، کی تفسیر میں نقل کرتے ہیں کہ اس مراد

عذاب قبر ہے۔

لہذا ان کے بارے میں یہ گمان کرنا ان پر بہتان ہے کہ وہ خدانخواستہ مماتیوں والا عقیدہ رکھتے تھے۔ بلکہ ان کا عقیدہ وہ تھا جسے وہ خود نقل کررہے ہیں۔

﴿حاشیۃ الشہاب کا حوالہ اور اس کی حقیقت﴾

صاحب لوگوں نے ،،حاشیۃ الشہاب،، کا حوالہ نقل کر کے اپنی مماتیت کا جو ثبوت دیا ہے وہ اس تفسیر کی بس دو ،تین سطریں پیچھے مڑ کر دیکھنے سے معلوم ہوسکتا ہے وہ فرماتے ہیں

،فذھب کثیر من السلف ای انھا حیاۃ حقیقیۃ بالروح والجسد ولکنھا لاندرکھا ولانعلم حقیقتھا لانھا من احوال البرزخ التی لایطلع علیھا الخ۔

(حاشیہ الشہاب۔۔تحت الایہ)

جمہور سلف اس طرف گئے ہیں کہ شہداء کو روح اور جسم کے ساتھ حقیقی حیات حاصل ہے لیکن ہم اس کا ادراک نہیں کرسکتے اور نہ اس حیات کی حقیقت کو جان سکتے ہیں کہ یہ برزخ کے احوال سے متعلق ہے جس کی اطلاع اس جہان میں رہتے ہوئے نہیں ہوسکتی۔

پھر آگے چل کر انہوں نے ایک اور بحث کی ہے۔یعنی روح کے جوہر یا عرض ہونے کے بارے میں اختلاف کی طرف اشارہ کیا اور تمام اموات کے بارے میں حکم بیان کیا۔۔۔یہ جو جملہ یار لوگوں نے نقل کیا ہے یہ صرف شہداء کے بارے میں نہیں بلکہ۔۔۔،**بل جمیع الاموات**،۔۔کہہ کر بتایا کہ یہ قاعدہ،،جمیع اموات،، کے بارے میں ہے جس سے،،جمیع اموات،،کا،،احیاء،،ہونا بتایا گیا۔

اللہ جانے ان مذہبی سوداگروں نے نبی کریم ﷺ کی امت کو گمراہ کرنے اور دین کے نام پر دھوکہ بازی کرنے کا ٹھیکہ کیوں اٹھالیا ہے کہ بات بات پر دھوکہ دہی دیئے جاتے ہیں۔اندازہ لگائیں کتاب والا صراحت کے ساتھ شہداء کے بارے میں جمہور کا مذہب صاف الفاظ میں نقل کرتا ہے پھر،جمیع الاموات،، کا لفظ بول کر

عام،،اموات،،کے بارے میں اپنا نظریہ بیان کرتا ہے اور یہ شہداء کے بارے میں بتائے گئے مذہب کوتو ،،پی،،جاتے ہیں۔جبکہ،،جمیع الاموات،،کے بارے میں ان کے نظریئے کوخاص شہداء کا نظریہ بنا ڈھول پیٹتے ہیں::**لا حول ولا قوۃ الا باالله .**

باقی رہا قاضی شہاب الدینؒ کا وہ عقیدہ جس کا تعلق عالم برزخ کے ساتھ ہے تو وہ آپ ان کی اسی تفسیر میں سورۃ ابراہیم کی ستائیسویں آیت،، **يُثَبِّتُ اللهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِى الْاٰخِرَةِ** کے تحت دیکھ سکتے ہیں وہ کہتے ہیں۔

،**ثبتھم فی سوال القبر** ،الخ۔۔۔یعنی اللہ تعالی ایمان والوں کوقبر میں ہونے والے سوال کے وقت ثابت قدم رکھتا ہے۔۔۔۔۔۔مزید کہتے ہیں،

عن براء بن عازبؓ وصححوہ وھذا یدل علی ان المراد من الآخرۃ القبر ...واعادۃ الروح فی القبر عندالسوال کما فی حال ،الخ۔۔۔(حاشیۃ الشہاب علی تفسیر البیضاوی،تحت الآیۃ)

(ابوداؤدوغیرہ نے)براء بن عازبؓ سے روایت کی ہے اوراس کوصحیح قرار دیا ہے اور یہ اس پر دلالت کرتی ہے کہ،**من الآخرۃ** ،،سے قبر مراد ہے.....اور(مرنے والے سے)قبر میں سوال کے وقت روح اس کی طرف لوٹائی جاتی ہے۔

قاضی صاحبؒ نے اس مقام پر قبر میں پیش آنے والے کچھ احوال بھی نقل کئے ہیں۔جن سے حیات فی القبر کے بارے میں ان کا نظریہ خوب واضح ہورہا ہے شائقین ان احوال کوان کی تفسیر **تحت الایۃ المذکورہ** ملاحظہ فرما کر تسلی کرسکتے ہیں۔۔۔مماتی فرقہ کی کج بحثی کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ جو قبر میں اعاہ روح کا واضح اظہار کررہے ہیں یارلوگ ان کوبھی اپنا ہم عقیدہ قرار دینے پر مصر ہیں۔

﴿شیخ نظام الدین نیشا پوریؒ کا عقیدہ﴾

یار لوگوں نے مفسر نظام الدین الحسن بن محمد بن حسین القمی النیشا پوریؒ کا چھٹے نمبر پر ایسا حوالہ نقل کیا جو انہوں نے ،قیل، کے ذریعے نقل کیا ہے۔یعنی وہ قول تو نقل کر دیا جس میں انہوں نے اشارہ کیا کہ یہ قول قابل قبول نہیں مگر وہ عقیدہ جو ان کا مختار ہے اس کی ہوا بھی نہ لگنے دی، حالانکہ مفسر موصوف اسی مقام پر اپنا عقیدہ پہلے لکھ آئے ہیں کہ

،،اکثر المحدثین علیٰ انھم احیاء فی الحال فمن الجائز ای یجمع اللہ تعالیٰ من اجزاء الشھید جملة فیحییھا،ویوصل الیھاالنعیم وان کانت فی حجم الذرة فیرٰی معظم جسد الشھید میتاًفلایحس بحیاتہ والیہ الاشارة بقولہ ..ولٰکن لاتشعرون.. ومما یؤیدھذاالقول الآیات الدالة علیٰ اثبات القبر ...القبر روضة من ریاض الجنة او حفرة من حفرة النیران .الخ۔۔۔۔(تفسیر نیشا پوری تحت بقرہ ۱۵۴)

حاصل یہ ہے کہ اکثر مفسرین فرماتے ہیں کہ شہداء فی الحال (ابھی سے) زندہ ہیں اس طرح اللہ تعالیٰ شہید کے تمام اجزاء کو جمع کرتا ہے پھر اس کو (روح کے تعلق سے) زندہ کرتا ہے اور اس کو نعمتوں سے مستفید کرتا ہے اگر چہ شہید چھوٹے ٹکڑوں میں ہو اور لوگ اس کی حیات محسوس نہیں کرتے اور اسی طرف ،،ولٰکن لاتشعرون،، سے اشارہ کیا ہے اور یہ ان آیات میں سے ہے جو عذاب قبر ثابت کرنے کی دلیل ہیں۔۔۔۔(نبی کریم ﷺ نے فرمایا) قبر یا تو جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے اور یا جہنم کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا ہے۔

صاحب تفسیر نے اہل حق کا عقیدہ بیان کرنے کے بعد ،قیل، سے معتزلہ وغیرہ کے عقیدے کو نقل کیا جس پر یار لوگ بڑے خوش دکھائی دیئے۔اور پھولے نہ سمائے۔یہاں تک کہ،،قیل و قال،، کے عادیوں نے،،قیل،، والے نظریئے کو چھا مارلیا۔باقی قبر میں جسم مردہ ہے یا کچھ اور؟؟اس کی وضاحت ان کی اسی تفسیر میں سورة ابراہیم آیت ۲۷ کے تحت ملاحظہ کر سکتے ہیں جہاں وہ لکھ رہے ہیں کہ

عن ابن عباس .فی الحیاۃ الدنیایثبۃ اللہ علیھا فی قبرہ... (تفسیر نیشا پور تحت الآیۃ ابراہیم ۲۷)

(**فی الحیاۃ الدنیا**)۔اللہ تعالیٰ ثابت قدم رکھتا ہے (مومن کو) قبر میں....

مزید فرماتے ہیں۔۔۔۔۔،**ویثبتھم فی الآخرۃ انھم اذا سئلوا فی القبور** (ایضاً)

اور وہ ان کو ثابت قدم رکھتا ہے جب قبر میں وہ سوال کئے جاتے ہیں۔

وقد ورد فی حدیث سوال القبر عن البراء ابن عازبؓ .الخ۔

مفسر موصوف نے یہاں تفصیل سے بحث فرمائی ہے جس سے پتہ چلتا ہے کہ قبر میں مرنے والے سے جب سوال ہوتا ہے تو اللہ اس کو اتنی حیات عطاء فرماتا ہے کہ جس سے وہ سوال کرنے والے کو جواب دے۔اب ان سے پوچھیئے جو کہتے ہیں کہ قبر میں رکھا جسم تو مردہ ہے اوراس میں حیات کی کوئی قسم نہیں پائی جاتی کیا نیشا پوری کا یہی عقیدہ ہے جو تم ان کی طرف منسوب کرنا چاہتے ہو؟؟؟

﴿ابوالفداءؒ کا عقیدہ﴾

صاحب لوگوں نے ابوالفداء اسماعیل حقیؒ کا حوالہ بھی نقل کیا ہے تا کہ وہ یہ تاثر دیں کہ ان کا عقیدہ وہی ہے جو یہ صاحبان بتارہے ہیں۔امر واقعہ کیا ہے؟ ملاحظہ فرمائیں اس مقام پر مفسر موصوف اس بات پر بحث کر رہے ہیں کہ۔۔ **وفی الآیۃ دالۃ علی ان الارواح جواھر قائمۃ بانفسھا**،،(روح البیان تحت بقرہ ۱۵۴)

اس آیت میں روحوں کے جواہر ہونے پر دلالت ہے کہ ارواح جواہر ہیں خود اپنی ذات سے قائم ہیں۔

یہی وہ بحث تھی جو علامہ آلوسیؒ اور قاضی بیضاویؒ نے کی تھی اوراسی بنیاد پہ کہا تھا کہ جب روح جوہر ہے خود اپنی ذات کی وجہ سے قائم ہے تو جسم پر موت کا ورود ہو بھی جائے تب بھی روح پر نہیں ہوتی۔لہذا ہر مرنے والے کی روح حیات ہوتی ہے۔چنانچہ علامہ آلوسیؒ نے تصریح کی تھی کہ تمام موتی کو حیات حاصل ہے۔

اسی بحث کے حوالے یار لوگوں نے وہاں یعنی شروع میں بھی نقل کئے تھے اور یہاں بھی !اس سے یہ اپنی اس بات کو تو ثابت نہیں کر سکے کہ شہید کا جسم مردہ ہوتا ہے کہ ان حضرات نے خود دوسرے مقام پر اس کی وضاحت

کر دی ہے البتہ ان کے اس حوالے کو قبول کر کے یہ بات بہر حال مان لی ہے کہ ہمارا یہ جملہ۔کہ،،مردے نہیں سنتے،،جھوٹ پر مبنی ہے کیونکہ یہ جملہ بولتے وقت مراد یہی ہوتی ہے کہ،،مرنے والے مردہ،، ہیں اور،،مردے نہیں سنتے،،حالانکہ اس حوالے کے علاوہ آلوسیؒ،بیضاویؒ،اور حاشیہ شہاب علیٰ بیضاوی کو قبول کرنے کا مطلب یہ ہے کہ تمام مرنے والے حیات ہیں۔اب ان حضرات کے بقول مرنے والے حیات ہیں اور ان حوالوں کو قبول کرنے والے،مردے نہیں سنتے،کے نعرے لگاتے پھرتے ہیں۔حالانکہ ان حضرات مفسرین کے نزدیک وہ زندہ ہیں۔اب اگر یہ لوگوں کو یہ بتانا چاہتے ہیں کہ مرنے والے نہیں سنتے تو ان کو یہ کہنا چاہئیے کہ ،،زندہ نہیں سنتے،،کیونکہ جن کے حوالے ان کے ہاں حجت ہیں وہ ان حوالوں کی بنیاد پر مرنے والوں کو حیات ثابت کر رہے ہیں....

باقی رہا ابوالفداءؒ کا عقیدہ تو سورۃ ابراہیم آیت ۲۷ کے تحت ان کی تفسیر ملاحظہ کریں وہ فرماتے ہیں

،ای یثبتھم فی القبر عندسوال منکر ونکیر .الخ۔۔۔۔۔۔۔۔والآیة دلیل علیٰ حقیقة السوال القبر وعلیٰ تنعیم المؤمنین فی القبر ۔۔۔۔۔.قال بعضھم یجعل الروح فی جسدہ کما کان فی الدنیا ۔۔۔۔۔۔.وقال بعضھم یکون الروح بین جسدہ وکفنه ۔۔۔۔۔۔.وقال بعضھم یدخل الروح فی جسدہ الیٰ صدرہ وفی کل ذالک قد جاء ت الآثار والصحیح ان یقر الانسان بعذاب القبر ولا یشتغل بکیفیته ؛الخ۔۔۔(روح البیان)

عربی عبارات کا خلاصہ یہ ہے کہ۔۔۔یعنی اللہ ان کو قبر میں منکر نکیر کے سوال کے وقت ثابت قدم رکھے گا۔۔۔.اور یہ آیت قبر میں سوال ہونے کی دلیل اور ایمان والوں کو قبر میں راحت حاصل ہونے پر دلیل ہے۔۔۔۔.بعض کہتے ہیں کہ(قبر میں سوال وجواب کے وقت)روح جسم میں ایسے ہوتی ہے جیسے دنیا میں تھی۔۔۔۔۔.اور بعض کہتے ہیں کہ روح جسم اور کفن کے درمیان میں ہوتی ہے۔۔۔۔۔اور بعض کہتے ہیں کہ وہ داخل کرتا ہے روح کو سینے تک۔۔۔۔۔۔۔۔اور ان تمام اقوال کی تائید میں آثار وارد ہوئے ہیں۔

اور صحیح بات یہ ہے کہ انسان عذاب قبر کا اقرار کرلے اور اس کی کیفیت معلوم کرنے کے بارے میں مشغول نہ ہو۔۔۔۔اس تفصیل کے بعد بھی ان حضرات کے بارے میں یہ گمان کرنا کہ یہ حضرات بعد از وفات روح کے جسم سے ہر طرح کے تعلق کو منقطع مانتے ہیں اور قبر میں رکھے ہوئے جسم کو بس مردہ ہی مانتے ہیں,, بڑی حیران کن بات ہوگی.

﴿علامہ قرطبیؒ کا عقیدہ﴾

ایک حوالہ علامہ قرطبیؒ کا بھی مہربانوں نے نقل کیا ہے تاکہ وہ لوگوں کو تاثر دیں کہ ان کا عقیدہ وہی ہے جو یار لوگ بیان کرتے ہیں مگر امر واقعہ یہ ہے کہ علامہ قرطبیؒ ان کے تراشے ہوئے عقیدے تو رد کرنے والوں میں پیش پیش ہیں۔ حیرت ہوتی ہے کہ ان لوگوں کو اللہ تعالیٰ کا خوف نہیں آتا۔ ایک ایسا مفسر جو صاف الفاظ میں ان کی تردید کررہا ہو یہ ان کو بھی ایسا دکھاتے ہیں گویا وہ ان کا ہم مذہب ہے۔ ملاحظہ فرمائیں کہ علامہ قرطبیؒ کی جو عبارت انہوں نے نقل کی ہے اس عبارت سے کوئی دو تین سطریں آگے علامہ قرطبیؒ مماتیت ومعتزلیت کی زوردار تردید کرتے ہوئے اہل علم کا قول نقل کرتے ہیں کہ

,,ترد الیھم الارواح فی قبورھم فینعمون. الخ۔(قرطبی)

یعنی شہداء کی ارواح (ان کے جسموں کے اندر) ان کی قبروں میں لوٹا دی جاتی ہیں جس سے وہ نعمت یاب ہوتے ہیں۔

پھر آگے **،فرحین ،یستبشرون ،فضل**، پر بحث کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ یہ وہ اوصاف ہیں جن کا اثر چہروں پر ظاہر ہوتا ہے۔

لان الانسان اذافرح ظھر اثرالسرور فی وجھه ،،(قرطبی)

اس لئے کہ انسان جب خوش ہوتا ہے تو اس کی خوشی اس کے چہرے پر ظاہر ہوتی ہے۔

گویا یہ تمام اوصاف فقط روح کی حیات پر قناعت نہیں کرتے بلکہ جسم کو بھی ساتھ رکھتے ہیں۔ اسی طرح امام

قرطبی جگہ جگہ اس مسئلے کو بیان کرتے گئے ہیں۔۔ بلکہ احوال آخرت پر مستقل کتاب۔۔۔۔،،التذکرۃ باحوال الموتیٰ وامور الآخرۃ،، ۔۔۔،لکھی ہے جس میں مماتی فرقہ کی معتزلی فکرونظر کا زوردار رد کیا گیا مگر حیرت ہے جن حضرات نے مستقل طور پر ان کے باطل خیالات کی تردید پر مستقل کتابیں تصنیف کیں یہ ان کواپنا ہم مذھب دکھاتے پھررہے ہیں اس کوملاحظہ کرنا چاہیئے۔

﴿علامہ نسفیؒ کا عقیدہ﴾

ایک عنقاءقسم کی کتاب اکلیل سے علامہ نسفیؒ کا ایک قول نقل کیا گیا ہے اس کی واقعی حیثیت کیا ہے؟؟ ہم اس پر صرف یہ عرض کرسکتے ہیں کہ علامہ نسفیؒ کی اپنی،تفسیر مدارک التنزیل وحقائق التاویل،کے نام سے موجود ہے اس کوتو ہاتھ لگانے کی ان کوتوفیق نہ ہوئی حالانکہ علامہ نسفیؒ کا قول ان کی اپنی تفسیر سے بہتر اور کس کتاب سے پیش کیا جاسکتا۔مگر انہوں نے ایسا نہیں کیا اس کی وجہ اس کے سوا اور کیا ہوسکتا کہ علامہ نسفیؒ نے اپنی تفسیر میں مماتیت کی تردید کی چنانچہ آپ اندازہ لگاسکیں گے کہ علامہ نسفیؒ نے اپنی تفسیر میں بقرہ/۱۵۴کے تحت فرماتے ہیں۔

.ھم احیاء ...لان حیاۃ الشھید لا تعلم حساً۔۔۔۔(تفسیر نسفی،تحت الآیۃ)

یعنی(شہید زندہ ہیں)اس لئے کہ حسا شہید کی حیات تم معلوم نہیں کرسکتے۔

سورۃ ال عمران کے تحت حیات شہید یوں سمجھاتے ہیں کہ

(یرزقون) مثل مایرزق سائر الاحیاء یاکلون ویشربون وھوتاکیدلکونھم احیاء ووصف لحالھم التی ھم علیھا من التنعیم برزق اللہ .الخ (ایضاً تحت ال عمران/ ۱۶۹)

وہ رزق دئے جاتے ہیں جیسے تمام زندوں کورزق ملتا ہے وہ کھاتے پیتے ہیں اور یہ اس بات کی تاکید ہے کہ وہ زندہ ہیں اوراللہ کے رزق سے نعمت یاب ہوتے ہیں اپنی اسی حالت پر ہیں جس پر وہ (زندگی میں تھے)

سورۃ ابراہیم/ ۲۷کے تحت فرماتے ہیں۔

(وفی الآخرۃ) الجمهور علیٰ المراد به فی القبر بتلقین الجواب وتمکین الصواب ،فعن البراءؓ ان رسول الله ﷺ ذکر قبض الروح المؤمن فقال ثم تعاد روحه فی جسده.الخ.

(ایضاً تحت ابراہیم/ ۲۷)

جمہور(وفی الآخرۃ) کے تحت فرماتے ہیں کہ اس سے مراد قبر میں (سوال کا) جواب تلقین کرنا اور راہ حق پر قائم رکھنا ہے پس براء بن عازبؓ سے منقول ہے کہ مومن کی روح قبض کی جاتی ہے۔ پھر فرمایا پھر روح اس کے جسم میں لوٹا دی جاتی ہے۔

آپ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ جو حضرات اس قدر صراحت سے قبر میں رکھے جسم کے اندر روح لوٹائے جانے کا ذکر کر رہے ہیں یہ لوگ ان کو بھی اپنا ہم مذہب بتا کر اپنے ڈھیٹھ ہونے کا عملی ثبوت فراہم کرتے ہیں۔

(علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کا عقیدہ)

،،علامہ شبیر احمد عثمانیؒ،،سورۃ ابراہیم فائدہ نمبر ۴۷ میں فرماتے ہیں۔

قبر کی منزل جو دنیا و آخرت کے درمیان برزخ ہے اس کو ادھر یا ادھر جس طرف چاہیں شمار کر سکتے ہیں ....قبر میں نکیرین سے سوال وجواب ہو،محشر کا ہولناک منظر ہوش اڑا دینے والا ہو، ہر موقع پر یہ کلمہ توحید انکی پامردی اور استقامت کا ذریعہ بنے گا۔(تفسیر عثمانی تحت الآیۃ)

سورۃ ال عمران/ ۱۶۹ کے تحت فرماتے ہیں

:شہیدوں کو مرنے کے بعد ایک خاص طرح کی زندگی ملتی ہے جو اور مردوں کو نہیں ملتی (ایضاً فائدہ نمبر ۲۶۳)

سورۃ بقرۃ کے تحت فرماتے ہیں۔۔۔۔۔۔:یعنی جنہوں نے اللہ کیلئے جان دی وہ اس جہان میں جیتے ہیں مگر تم کو ان کی زندگی کی خبر اور اس کی کیفیت معلوم نہیں۔(ایضاً فائدہ نمبر ۲۱۹)

فتح الملہم میں فرماتے ہیں:

اخرجه ابو الشیخ فی کتاب الثواب بسند جید ، من صلیٰ علی عند قبری سمعته .الخ

(فتح الملہم، ج۱،ص۳۳۰)

ابوالشیخ نے اپنی کتاب الثواب میں جید سند کے ساتھ روایت نقل کی ہے کہ جو شخص میری قبر کے پاس درود پڑھے اس کو میں خود سنتا ہوں۔

اب ظاہر بات ہے مماتی فرقہ تو اس قسم کی بات کہنے والے پر بے حجاب فتوٰی صادر کرتا ہے پھر مذکورہ عقائد رکھنے والا مماتی فرقہ کے عقیدے کی تائید کیسے کرسکتا ہے؟؟

حضرات مفسرین کے ارشادات اور مماتیوں کی نوازش کو آپ حضرات نے ملاحظہ فرمایا کہ مماتیوں نے کہیں جملہ کے ابتدائی اور آخری الفاظ کاٹ کر ان کے اصل نظریئے کو مسخ کیا تو کہیں سیاق وسباق کاٹ کر ایسی تحریر پیش کی جس سے لوگوں کو دھوکہ دے سکیں۔جبکہ ان کی طرف سے پیش کیا گیا کوئی مفسر بھی ایسا نہیں جو ان کے نظریات کی تائید کرے۔بلکہ وہ حضرات صاف الفاظ میں قبر کے اندر دفن کئے ہوئے جسم سے روح کے تعلق کو بیان کررہے ہیں۔سورۃ ابراہیم کی آیت نمبر ستائیس کے تحت تقریباً تمام مفسرین نے قبر میں دفن کئے ہوئے شخص سے تین سوال پوچھے جانے کا اجمالی یا تفصیلی تذکرہ فرمایا ہے جس میں بعض نے روح کے جسم سے تعلق کی مختلف اقسام کو بھی مفصل بیان کیا تو بعض نے صرف اعادہ روح کے ذکر پر اکتفاء کیا اور بعض نے قبر میں پہنچنے والی راحت یا الم کا ذکر کرکے روح کے جسم سے تعلق کو بیان کردیا۔یہ وہ بیان ہے جس نے ان کے نظریہ ،،قیامت تک ان میں روح نہیں لوٹائی جاتی،،(جوابی رسالہ،ص۳۰) کو کھلے الفاظ میں رد کیا ہے۔

مگر یہ ہیں کہ اپنے اسی دھوکے پر مصر ہیں کہ۔

آپ نے آیات،احادیث مبارکہ اور صحابہ کرام وتابعین ومفسرین کرام کے فرامین واقوال پڑھ لئے جن کے اندر وضاحت کے ساتھ ہے کہ شہداء کو جو حیات ملتی ہے وہ روحانی،جنتی اور برزخی حیات ہے شہداء کے اجسام بالکل مردہ ہوتے ہیں۔۔۔۔۔(جوابی رسالہ ص۲۰)

اب ایک طرف ان کا عقیدہ ملاحظہ کریں جن کے حوالے انہوں نے دیئے دوسری طرف ان کے اس دعوے کو

رکھیں تا کہ آپ سچ اور جھوٹ میں فرق کر سکیں اور جان سکیں کہ جوابی رسالہ والوں نے جن حضرات کے حوالے دیئے ہیں ان کا عقیدہ اور حوالہ لکھنے والوں کا عقیدہ ایک جیسا ہے؟؟؟

کیا جن حضرات مفسرین نے قبر میں اعادہ روح کا عقیدہ اپنی تفسیروں میں لکھا ہے اور ،،حیات النبی ﷺ بجسدہ،، کا عقیدہ بیان کیا ہے اس کو جوابی رسالہ لکھنے والے مانتے ہیں؟؟؟

اگر نہیں تو پھر سوچیں کہ انہوں نے کس کو دھوکہ دیا اور کیوں دھوکہ دیا؟ یہ بھی موازنہ فرمائیں کہ توحیدی دعوٰی میں لپیٹ کر کیا ہوا دھوکہ دوسرے دھوکوں کے مقابلے میں کتنا سخت،ضرر رساں، بدترین اور خطرناک ہوگا؟

﴿تصریحات علماء دیوبند اور مماتی فراڈ﴾

اپنی روایات کے عین مطابق معتزلی باقیات المعروف مماتی فرقہ نے علمائے دیوبند کے نام سے بھی وہی مکر اور فراڈ کیا ہے جو حضرات مفسرین کے نام سے وہ پہلے کر آئے ہیں۔ باوجودیکہ ان حضرات نے صاف الفاظ میں قبر کے اندر مدفون میت سے روح کے تعلق کا ذکر فرما دیا ہے جس کا بین ثبوط انکی تفاسیر ہیں مگر یار لوگ ان حضرات کا نام لے کر دھوکہ دیتے ہوئے پوری ڈھٹائی کے ساتھ کہتے ہیں کہ

ہم نے ،،حیات شہداء کی حقیقت.. **علی وجہ الاتم** بیان کردی،، (جوابی رسالہ ص۲۰،،)، **سبحان اللہ**، ان الفاظ کو پڑھ کر اوپر درج حقائق کو ایک نظر ملاحظہ فرمالیں تا کہ آپ بھی بے اختیار کہہ سکیں ,,

بڑے میاں تو بڑے میاں چھوٹے میاں،، **سبحان اللہ**،،۔۔ ,,یعنی ایں ہمہ خانہ (کذاب۔راقم) است،،

۔۔خیر آگے دیکھیے اکابرین علمائے دیوبند کا عنوان قائم کر کے یہ کیا گل کھلاتے اور کارہائے نمایا سرانجام دیتے ہیں ذرا اس پر بھی ایک نظر ڈال لیں۔

﴿مولانا اشرف علی تھانویؒ اوران عقیدہ:﴾

پہلے چھوٹے میاں کا نوٹ ملاحظہ فرمالیں جس میں لکھا ہے،اس سے معلوم ہوا کہ

حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کا،،حیات شہداء،کے بارے میں یہی نظریہ ہے کہ شہداء کو جنت میں حیات ملتی ہے نا کہ دنیامیں جسمانی حیات (ص۲۱)

اب اس نوٹ میں مکس کیئے ہوئے بیان القرآن کے جملوں والی پوری عبارت ملاحظہ فرمائیں۔شاید آپ کو بھی اپنی جان پرظلم کرنے والےان عاقبت نا اندیش مماتیوں کی اصلی شکلیں نظرآ جائیں۔

(ف) حضرت حکیم الامت اس مقام پر لکھتے ہیں: ایسے مقتول کوشہید کہتے ہیں اوراسکی نسبت گو یہ کہنا کہ وہ مر گیا صحیح اور جائز ہےلیکن اس کی موت کودوسرے مردوں کی سی موت سمجھنے کی ممانعت کی گئی ہے وجہ اس کی یہ ہے کہ بعد مرنے کے گو برزخی حیات ہر شخص کوحاصل ہے اوراسی سے جزاءوسزا کاادراک ہوتا ہےلیکن شہید کو اس حیات میں اورمردوں سے ایک گونہ امتیاز ہےاوروہ امتیاز یہ ہے کہ اس کی یہ حیات آثار میں اوروں سے قوی ہے۔۔۔۔۔حتی کہ شہید کی اس حیات کی قوت کاایک اثر برخلاف معمولی مردوں کے اس کے جسد ظاہری تک بھی پہنچتا ہے کہ اس کا جسد باوجود مجموعہ گوشت پوست ہونے کے خاک سے متاثرنہیں ہوتااور مثل جسدزندہ کے صحیح سالم رہتا ہے۔۔۔یہی حیات ہے جس میں حضرات انبیاءعلیہم السلام شہداء سے بھی زیادہ امتیاز وفوقت رکھتے ہیں حتی کہ بعد موت ظاہری کے سلامت جسد کے ساتھ ایک اثر اس حیات کااس عالم کے احکام میں یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ مثل ازواج احیاء کے ان کی ازواج سے کسی کو نکاح جائزنہیں ...پس اس حیات میں سب سےقوی ترانبیاءعلیھم السلام ہیں پھرشہداء۔۔۔۔(بیان القرآن ج اص ۱۰۹)

حضرت تھانویؒ کی یہ وہ عبارت ہے جس سے مماتی فرقہ کے مجتہدوں نے اپناعقیدہ ثابت کرلیا ہے ذرا بنظر انصاف ملاحظہ فرمائیں کہ

جنت میں حیات ملتی ہے نا کہ دنیامیں جسمانی حیات (جوابی رسالہ ص۲۱)

اس حیات کی قوت.....جسم ظاہری تک بھی پہنچتا ہے.....بعد موت ظاہری کے سلامت جسد کے ساتھ ایک اثر اس حیات کا.....اس حیات میں سب سے قوی تر انبیاء ہیں پھر شہداء۔(بیان القرآن)

ان دونوں بیانوں کو ذرا ملا کر دیکھیں اور بتائیں جو نتیجہ یار لوگوں نے اخذ کیا ہے وہ درست ہے؟؟؟

حضرت تھانویؒ تو جسم میں حیات کا اثر ثابت کر رہے ہیں اور مماتی ذاکر بین بجا رہے ہیں کہ حضرت تھانویؒ کا نظریہ یہ ہے کہ جسم کو حیات حاصل نہیں ہوتی: اب آپ ہی بتائیں ایسے مہربانوں کا بھلا کیا علاج ہے جو ڈٹ کر دھوکہ دیتے اور اس پر ذرا بھی نہیں شرماتے گویا ان کے دھوکے کا نہ اللہ کو پتا چلتا ہے اور نہ اللہ کے بندوں کو:۔

مذید ملاحظہ فرمائیں، حضرت تھانویؒ نشر الطیب میں،،،ان **اللہ حرم علی الارض اجساد الانبیاء**،، کے تحت فائدہ لکھتے ہیں: پس آپ کا زندہ رہنا بھی قبر شریف میں ثابت ہوا۔(نشر الطیب ص ۳۵۷)

مزید فرماتے ہیں: آپ بنص حدیث قبر میں زندہ ہیں۔(التکشف ص ۴۴۶)

ملاحظہ فرمائیں حضرت تھانوی تو قبر میں رکھے جسم کی حیات پر احادیث پیش کر رہے اور اسے دلائل دے کر ثابت کر رہے ہیں اور یہ ہیں مماتی مہربان، جو ان کے حوالے سے اخذ کر رہے ہیں کہ حضرت تھانویؒ دنیا والے جسم میں حیات کے منکر ہیں۔

﴿سحبان الہند حضرت مولانا احمد سعید دھلویؒ کا عقیدہ:﴾

مماتی فرقہ نے جوابی رسالے کے ص۔۲۱۔ سے تفسیر کشف الرحمٰن کا اقتباس نقل کیا ہے۔اگر چہ یار لوگوں کی نقل کی ہوئی عبارت ایسی ہے کہ اس سے وہ خود اپنے ضمیر کو بھی مطمئن نہیں کر سکتے، دوسروں کو مطمئن کرنا تو دور کی بات ہے، کہ ان کی عبارت سے ان کے مطلب کی کوئی بات دور دور تک بھی موجود نہیں۔مگر چونکہ انہوں نے تاثر یہی دیا ہے کہ جیسے ان کی عبارت کا مطلب یہ ہے کہ قبر والے جسد عنصری کو کسی قسم کی کوئی حیات حاصل ہی نہیں ہوتی۔لہذا وضاحت کی ضرورت پیش آئی۔چنانچہ اسی آیت کے تحت سحبان الہند اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں ،،انبیاء علیہم السلام کی ارواح کا ان کے ابدان مقدسہ کے ساتھ قائم رہنا اور قبر پر جا کر سلام کرنے والے کے

سلام کوسننااوراس کا جواب دینا(ثابت) ہے۔(تفسیر کشف الرحمٰن ،تحت الآیۃ)

لہذا یارلوگوں نے جو یہ تاثر دیا ہے کہ صاحب کشف الرحمان کے نزدیک روح کا قبر والے جسم سے کوئی تعلق نہیں ہوتا اور قبر میں جسم مردہ ہوتا ہے وغیرہ یہ ان کی اپنی خرافات ہیں واقعہ اور اکابرین علمائے دیوبند کا اس سے کوئی تعلق نہیں:

﴿حضرت مولانا عبدالحق حقانیؒ کا عقیدہ﴾

اکابر علمائے دیوبند کے باب میں تیسرے نمبر پر صاحب تفسیر حقانیؒ حضرت مولانا عبدالحقؒ حقانی کا قول نقل کیا جیسے ان کے نزدیک روح کا جسم سے تعلق صرف قیامت والے دن قائم ہوگا۔اوراس سے پہلے تو قبر میں رکھے ہوئے شہداء کے جسم مردہ ہیں۔۔مگر کیا واقعہ یہی ہے؟؟اور جن مولانا صاحب کا یہ حوالہ دے رہے ہیں مماتی فرقہ کے لوگ ان کی کوئی بات مانتے ہیں؟۔ملاحظہ فرمائیں۔مولانا عبدالحق حقانیؒ فرماتے ہیں۔

لیکن کبھی پاک روحوں کا اثر جسم خاکی تک بھی پہنچتا ہے اور یہ جسم سڑتا گلتا نہیں جیسا کہ انبیاء علیھم السلام اور اولیائے کرام اور شہدائے عظام کے اجساد سے ظاہر ہوا ہے۔(تفسیر حقانی،ج ا،ص ۱۵۷ تحت بقرۃ....)

یارلوگوں کی نقل کردہ عبارت سے اوپر یہ بھی لکھا ہے،،بعض حمقانے اس سے مجازی معنیٰ مراد لئے ہیں کہ ان کا نام زندہ رہتا ہے۔۔۔۔(یہ) تاویل باطل ہے پھر جوان کو بالفعل زندہ مانتے ہیں۔بعض علماء یہ کہتے ہیں کہ ان کے اسی جسم میں حیات دی جاتی ہے۔شاید اس سے یہ مراد ہو کہ شہیدوں کی روحانیت اور بقاء باللہ کا اثر بعض اوقات ان کے اجساد تک پہنچتا ہے اس لئے سینکڑوں برسوں کے بعد جو کبھی شہیدوں کی لاشیں برآمد ہوئیں تو ان کا جسم بھی تروتازہ تھا۔(تفسیر حقانی تحت آل عمران/ ۱۶۹)

صاحب تفسیر کے نقل کئے ہوئے اقتباس کا یہی مقصد ہے کہ روحوں کا جسم سے اتنا تعلق ہوجاتا ہے کہ جسم کو حیات حاصل ہوجائے۔ان کا یہ مقصد ہرگز نہیں کہ صرف روح زندہ ہے اورروح کا جسم سے کسی قسم کا تعلق نہیں ہے۔روح کا جسم سے تعلق تو بس قیامت کے دن ہی قائم ہوسکے گا۔مگر روح کے جنت میں ہونے کا جو تذکرہ

صاحب کتاب نے کیا اس کو بہانہ بنا کر یار لوگ معتزلیت کا طبل بجاتے رہتے ہیں۔

﴿کیا اس حوالہ جلیلہ والے کی بات مماتی مانیں گے؟؟؟﴾

راقم ،،دکھ سازیاں،، نے ان کو جو کچھ کہا تھا یہی تھا کہ معتزلہ والے عقیدے کو اختیار کرنے کیلئے تم نے جو خود کو اہلسنت یا دیوبندی کہنا شروع کیا ہوا ہے یہ تمہارا دھوکہ اور فراڈ ہے۔مگر یار لوگوں کو ہماری یہ درخواست گراں گزری اور انہوں نے راقم پر تبراء بازی کا جو بازار گرم کیا وہ جاننے والوں سے مخفی نہیں۔اب جو حوالہ جلیلہ کا بڑا ہی محبت بھرا اور ادب سے لبریز عنوان اختیار کر کے حوالہ نقل کیا تو ایک طمع سا پیدا ہو گیا کہ شاید یہ ان کی مان جائیں اور ایک دینی عقیدہ میں دھوکہ میں مبتلا ہو کر کہیں اپنی آخرت نہ تباہ کر بیٹھیں۔صاحب تفسیر سے پہلے بطور یاددہانی کے مماتی فرقہ کا معتزلی نظریہ پیش نظر رکھ لیں کہ

شہداء کے جسم مردہ ہوتے ہیں اور دیگر اموات کی طرح شہید کا بدن عنصری بھی قیامت کے دن زندہ کیا جائے گا۔(جوابی رسالہ ص ۳۲)

شہدا کے اجسام بالکل مردہ ہوتے ہیں قیامت تک ان میں روح نہیں لوٹائی جاتی (ایضا)

اب صاحب تفسیر کی بات ملاحظہ فرمائیں جو فرماتے ہیں۔

(فوائدا) شہیدوں کے زندہ ہونے سے ابولقاسم وغیرہ معتزلہ نے یہ مراد لی ہے کہ وہ قیامت کو زندہ کیے جائیں گے۔۔۔۔اہل سنت کے نزدیک یہ قول غلط ہے اس لیے کہ خدا تعالی ان کو احیاء (یعنی بالفعل زندہ ہیں) فرمارہا ہے۔۔۔۔(تفسیر حقانی ج ۲ ص ۱۰۷ تحت آیت آل عمران ۱۶۹)

معتزلی عقیدہ نقل کرتے ہوئے صاحب تفسیر کے جو الفاظ ہیں آپ ان کو بھی ملاحظہ فرمائیں اور ان کے بھی کہ وہ قیامت کے دن زندہ کیے جائیں گے۔(معتزلہ کا عقیدہ)

شہید کا بدن عنصری بھی قیامت کے دن زندہ کیا جائے گا (مماتی عقیدہ)

اس کے بعد اہلسنت کا وہ انکار بھی دیکھ لیں جو صاحب تفسیر نے نقل فرمایا ہے کہ۔

اہل سنت کے نزدیک یہ قول غلط ہے اس لیے کہ خداتعالی ان کو احیاء (یعنی بالفعل زندہ ہیں)فرمارہاہے(تفسیر حقانی ج ۲ص ۱۰۷)

امید ہے تفسیر حقانی کے اس انکشاف سے آپ کو مماتی مذہب کی حقیقت معلوم ہوگئی ہوگی۔اب عرض ہے کہ کیا مماتیوں کیلئے یہ انکشاف حقیقت قابل قبول ہے؟۔

﴿حیرانگی کی بات﴾

حیرانگی کی بات تو یہ ہے کہ جو حضرات ان کے اس نظریہ کی تردید کررہے ہوتے ہیں اوران کے خیال کو معتزلہ کا نظریہ بتارہے ہوتے ہیں یہ ان کے وہ الفاظ اورعبارات تو جان بوجھ کر چھپالیتے ہیں جس سے انکی تردید کی گئی ہو۔اوران کی عبارات کے سیاق وسباق کو کاٹ کر ایسے طور پر پیش کرتے ہیں گویا وہ مفسر وغیرہ تو مماتی اوران کے نظریہ کا مبلغ ہو۔۔۔۔تاکہ لوگوں کو دھوکہ دینے کا فرض ادا کرسکیں اب آپ اسی مفسر کو دیکھ لیں انہوں نے صاف الفاظ میں ان کے نظریہ کو معتزلہ کا عقیدہ قرار دیا ان کی اس عبارت کو تو یارلوگوں نے نقل نہ کیا حالانکہ یہ عبارت اسی عنوان کا حصہ ہے اور ایک ایسی عبارت کو پیش کردیا جو سیاق وسباق سے کاٹ لی گئی تھی جس پر حاشیہ آرائی کرکے اہل اسلام کو دھوکہ دیا وہ آپ اس مقام پر ملاحظہ کرچکے ہیں۔

غور کیجیے!اس قوم کا یہ طریقہ واردات کس قدر حیران کن اورافسوس ناک ہے؟؟؟۔

﴿علامہ سید امیر علی کا عقیدہ﴾

یارلوگوں نے چوتھے نمبر پر سید امیر علی کی تفسیر مواہب الرحمان کا حوالہ نقل کرکے یہ تاثر دیا ہے جیسے انکا عقیدہ بھی معتزلہ کی طرح یہی ہو کہ جسم تو قبر میں مردہ ہے اور اس سے روح کا کوئی تعلق نہیں ۔حالانکہ یہی سید صاحب اپنی اسی مواہب کی تیرہویں جلد میں سورۃ ابراہیم آیت ۲۷ کے تحت بلا مبالغہ پچاسیوں روایات لکھ کر اپنا عقیدہ رقم کرتے ہیں کہ

(وفی الاخرۃ)۔۔۔سے مراد بعض نے کہا ہے کہ یعنی قبر کے سوال منکر ونکیر ہیں اور یہی اصح ہے۔ابوسعید سے روایت ہے کہ۔ قولہ فی الاخرۃ ۔کہا،،فی القبر ،،۔۔۔۔۔آگے حضرت عائشہؓ،حضرت عثمانؓ،کی روایات نقل کرنے کے بعد۔۔حضرت براء بن عاذبؓ سے نقل کرتے ہیں کہ جب مومن سے قبر میں سوال کیا جاتا ہے تو وہ شہادت دیتا ہے،، لاالہ الا اللہ ،،۔۔۔پھر اسکی روح اسکے جسم میں دھرائی جاتی ہے تب اس کے پاس دوفرشتہ آتے ہیں اور اس کو بٹھا کر اس سے کہتے ہیں کہ کون تیرا پروردگار ہے؟۔۔۔۔۔پھر اس کی روح اس کے جسم میں اعادہ کی جاتی ہے اور اس کے پاس دوفرشتہ آتے ہیں اور اس کو بٹھاتے ہیں الخ

(مواہب الرحمان ج ۱۳ص ۳۱۹ تا ۳۲۱ تحت ابراہیم ۲۷)

سید صاحب نے فل سائز کے ۹ صفحات پر باریک لکھائی سے اس عنوان کی کثیر تعداد میں روایات نقل کی ہیں جن میں قبر میں ملنے والے عذاب وسزا کا ذکر بھی ہے اور راحت وسکون کا بھی یہ سب کچھ مردہ جسم کے ساتھ نہیں بلکہ اعادہ روح کا صریح بیان موجود ہے کہ قبر میں روح لوٹائی جاتی ہے۔

کیا مماتی فرقہ سید صاحب کے اس عقیدہ کو نگل سکے گا ؟؟؟یا اگل دے گا ؟ کہ یہاں وہ مماتی نظریہ کے غبارے سے ہوا نکالتے دکھائی دے رہے ہیں۔

ان کے لیے تو یہ کوئی مشکل نہیں کہ وہ سید صاحب کو دوغلا کہہ دیں اور ان کے جوابی رسالہ میں نقل عبارت کو اس کے مقابلے میں لاکر متضاد قرار دے لیں مگر واقعہ یہ ہے کہ سید صاحب کا جو مطلب یار لوگوں نے کشید کیا ہے وہ غلط کیا ہے۔

﴿حضرت مولانا مفتی محمد شفیع عثمانیؒ کا عقیدہ﴾

مماتی فرقہ کا پانچویں نمبر پر نقل کیا ہوا حوالہ جلیلہ معارف القران سے منقول ہے جو حضرت مولانا مفتی محمد شفیع عثمانیؒ کی شہرہ آفاق تفسیر ہے۔مماتی فرقہ نے اس حوالے سے بھی یہی تاثر نمایا کیا کہ ان کا عقیدہ تو حضرت مولانا مفتی محمد شفیع عثمانیؒ سے تائید شدہ ہے مگر واقعہ کیا ہے؟ان کا بیان ان کے الفاظ میں ملاحظہ فرمائیں۔سورہ

بقرہ۱۵۴کےتحت فرماتے ہیں

یہ توسب کومعلوم ہے کہ اسلامی روایات کی رو سے ہر مرنے والے کو برزخ میں ایک خاص قسم کی حیات ملتی ہے جس سے وہ قبر کے عذاب یا ثواب کومحسوس کرتا ہے۔۔۔آ گے حضرت تھانوی کی وہی عبارت نقل فرمائی ہے جواوپر درج کی گئی کہ شہدا کے جسموں کواس حیات کا اثر حاصل ہوتا ہے ملخص (معارف القرآن ج ا ص ۳۹۷)

شیخ عثمانیؒ ایک اور مقام پر مذید فرماتے ہیں۔

اکابر دیوبند کا مسلک یہ ہے کہ وفات کے بعد اپنی قبروں مین زندہ ہیں اوران کے ابدان مقدسہ بعینہ محفوظ ہیں اور جسد عنصری کے ساتھ عالم برزخ میں ان کوحیات حاصل ہے۔(ضرب المھند علی القول المفند)

یہ ان دس حضرات کا فتوی ہے جن میں حضرت بنوریؒ ،مولا شمس الحق افغانیؒ ،مفتی محمد حسنؒ ،مولانا عبدالحقؒ ،مولانا ظفر احمد عثمانیؒ ،مولانا ادریس کاندھلویؒ ،حضرت مولانا احمد علیؒ لاہوری ،مفتی محمد شفیعؒ ،مولانا رسول خانؒ ،اورمولانا محمد صادقؒ شامل ہیں۔۔۔مفتی صاحب مزید فرماتے ہیں

مرنے اور دفن ہونے کے بعد قبر میں انسان کا دوبارہ زندہ ہوکر فرشتوں کے سوالات کا جواب دینا پھراس امتحان میں کامیابی اورنا کامی پرثواب یا عذاب کا ہونا قرآن مجید کی تقریبا دس آیات میں اشارتا اوررسول کریم ﷺ کی ستر احادیث متواترہ میں بڑی صراحت وضاحت کے ساتھ مذکور ہے جس میں مسلمانوں کوشک شبہ کی گنجائش نہیں۔۔۔۔(معارف القرآن ج۵ص۶۳۶)

جن سے مرنے کے بعد قبر میں خاص قسم کی حیات کا پتہ چلتا ہےاس طرح کی عبارات حضرت مفتی محمد شفیعؒ سے متعدد مقامات پرمنقول ہیں۔اب ان عبارتوں کو سامنے رکھ کر یارلوگوں کے نقل کیےاس حوالہ جلیلہ کوبھی ملاحظہ فرمالیں کہ۔۔۔یہاں تک کہ قیامت کے روز اپنے جسموں میں پھرلوٹ آئیں۔(جوابی رسالہ۔ص۲۴)

کیااس کا وہی مطلب ہے جوان کے اعتزال زدہ دماغ تراش رہے ہیں؟ ہرگزنہیں بلکہ جیسا کہ ملاعلی قاریؒ نے مرقات میں اس کا مطلب بیان کردیا کہ کامل طور پرروح کا جسم میں داخل کردیا جانا قبروں سے اٹھائے

جانے کے وقت ہوگا۔اس سے قبل روح کا جسم سے ایسا تعلق رہے گا جیسا کہ بطن مادر میں یا حالت نیند میں انسان کے ساتھ رہتا ہے اس تعلق کا قوت وضعف لوگوں کے احوال مختلف کے اعتبار سے کم یا زیادہ ہوسکتا ہے ۔مگراس کا یہ معنی نہیں کہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔شہدا کے جسم مردہ ہوتے ہیں (جوابی رسالہ ص ۳۳)

حضرت مولانا حسین علی الوانی اور مولانا غلام اللہ خان کا عقیدہ

جہاں تک ان حضرات کے عقیدہ حیات النبی ﷺ کی بات ہے تو وہ ایک کھلی ہوئی اور واضح بات ہے کہ یہ حضرات نبی کریم ﷺ کو اپنی قبر میں حیات مانتے تھے اور جو شخص وہاں جا کر درود شریف پڑھے اس کے سلام کو سننے کے قائل تھے۔

حضرت مولانا حسین علی الوانیؒ کی تحریرات حدیث ص ۳۳۱، ۵۴۷، ۵۴۸ میں حیات انبیاء اور سماع انبیاء درودوسلام کی روایات درج ہیں اور ان کو صحیح قرار دیا ہے بلکہ وہ تو توسل کے بھی قائل تھے۔جس پر انکی کتابیں اور انکے شاگرد مولانا سلیم اللہ خانؒ، مولانا سرفراز خان صفدرؒ، اور مولانا عبداللہ بہلویؒ گوہی دیتے ہیں اسی طرح حضرت مولانا غلام اللہ خان کا صلح نامہ ۱۹۶۲ء میں کرداراس پر دستخط انکے رسالہ تعلیم القرآن میں درج ہیں اس عنوان کے دسیوں فتاوی جات میں صاف درج ہے کہ اکابر علماء دیوبند نے اپنی تحریروں میں تصریح کی ہے کہ **عند القبر** انبیاء کا سماع بلا شبہ ثابت ہے۔خصوصا سید الانبیاء کا مقام بہت بلند ہے اور آپ کے سماع میں تو کچھ شبہ ہی نہیں۔

مفتی عبد الرشید ۲۷صفر ۱۳۹۷ھ ۲۳ستمبر ۱۹۵۹ء الجواب صحیح لاشی غلام اللہ خان (ماہنامہ تعلیم القرآن ستمبر ۱۹۵۹ء) ان فتاوی جات کو حضرت شیخ القرآن کے شاگرد حضرت مولانا عبدالمعبود نے عقیدہ،،شیخ القرآن،، کے نام سے جمع فرمادیا ہے اس کو دیکھ کر تسلی کی جا سکتی ہے۔

﴿قاسم العلوم والخیرات کا حوالہ﴾

بانی دارالعلوم دیوبند قاسم العلوم والخیرات کی دینی خدمات سے بھلاکون واقف نہیں ان کی آبیاری سے دارالعلوم دیوبند کی صورت میں جوشجر سایہ دار تلبیس والحاد کی چلچلاتی دھوپ میں ٹھنڈی چھاؤں بنااسکاانکارتو متعصب دشمن بھی نہیں کرسکتا۔یارلوگوں نے اپنے نظریے کے اثبات میں ان کا سہارا لینے کی جسارت بھی کی ہے جیسے۔۔،،آب حیات،،اور،،جمال قاسمی،،میں انہوں نے انکاعقیدہ بیان کیا ہے۔۔۔کیاواقعی؟

اگرآب حیات میں مماتیوں والاعقیدہ بیان ہواہےتو پھر یہ جو،،آب حیات،،کا نام آتے ہی مماتی ذریت کی فلک شگاف چیخیں نکل جاتی ہیں اور بانی دارالعلوم کی تحریرات سے ان کی شرعیت کی چولہیں ہل جاتی ہیں وہ سب کیا ہے؟؟؟

خدشہ ہے کہ کوئی ایک آدھ صدی بعد جومماتی پیدا ہوں گے وہ،،دکھ سازیاں،،سے بھی اپناعقیدہ ثابت کرنے میں کامیاب ہوجائیں گے آج تو بس یہ خطرہ ہے کہ خود لکھنے والا زندہ ہےاوراسکی طرف سے نقد تردید آجانے کاخوف ہے جیسے حضرت مولانا مکی حجازیؒ حضرت مولانامنظور مینگلؒ وغیرہ حضرات کے معاملے میں ہوبھی چکا مگر جب کچھ عرصہ گزرجائے گا تو یارلوگ،،دکھ سازیاں،،کی آگے پیچھے سے کاٹ کر وہ عبارت بھی لکھیں گے جس میں ہے کہ وہ۔۔۔۔۔حدیث پاک میں جوروحوں کا جنت میں داخل کیا جانا وارد ہے ہم اس کو مانتے ہیں اوراس پر ہماراایمان ہے۔۔۔یہ عبارت درج کرکے آگے حاشیہ لگادیں گے کہ معلوم ہوا،،دکھ سازیاں،، والے کاعقیدہ بھی یہی تھا کہ صرف روح زندہ ہےاورجسم تو قبرمیں مردہ ہے [**لاحول و لاقوۃ الاباللہ**]

واقعہ یہ ہے کہ قبر میں حیات کا معاملہ ،،**لاتشعرون**،،حواس وشعور سے بالاتر ہے۔لہذااس کوسمجھانے کے لیے مختلف تعبیرات استعمال ہوتی رہتی ہیں چونکہ یہ،،حیات،،شعور سے بھی ماورا ہےاور دنیاوالی حیات سے بھی مختلف ہے۔اس لیےاس کی کیفیت بتانے والی کوئی تعبیر حتمی نہیں مگراس کا یہ معنی بھی نہیں کہ چونکہ وہ حیات شعور سے بالاتر ہےتواس کا نام سرے سے حیات ہی نہیں یا حیات کی وہ کیفیت ہے جو یارلوگوں کے دماغ میں

آسکتی ہے۔ چنانچہ حضرت مولانا قاسم نانوتویؒ نے اس حیات کومختلف درجے والے لوگوں کے حال پر منطبق کرنے پر بحث کی ہے کہ ایک تو یہ زندگی ضعیف درجہ کی ہے جیسے بطن مادر والی حیات یا نیند والی حیات پھراس میں بھی درجات کا طویل سفر ہے لہذاانبیاء وغیرانبیاء کی یہاں والی حیات ایک جیسی نہیں کہ دونوں کی ارواح کاتعلق ابدان کے ساتھ ایک جیسا ہو۔۔۔اب اس فرق کومماتی فرقہ اپنی تعصب والی عینک لگا کر دیکھے گا تو اس کوتو وہی کچھ نظر آئے گا جو انکے پیالے میں ہے جبکہ تعصب والی عینک کا حقائق کے خلاف دیکھنا معلوم ومعروف ہے۔

﴿مسئلہ حیات النبی ﷺ کے متعلق نزاع کا خاتمہ﴾

حسب عادت مولانا عبدالرحمٰن صاحب کے غیرمعروف ترین رسالہ مصالحت حیات النبی ﷺ ص ۲۸،۲۹ کا حوالہ انہوں نےنقل کیا۔۔۔کوشش کے باوجود وہ رسالہ تو دستیاب نہ ہوسکا کہ ان کی لکھی حقیقت دیکھی جاسکتی کہ یہاں پران کی قطع وبرید نے کیا کارہائے نمایاسرانجام دیے۔البتہ اس نزاع کا حال اس قدر معروف ومشہور ہے کہ اس سے کسی کوانکار کی مجال نہیں ہوسکتی۔

حضرت مولانا غلام اللہ خان کے مدرسہ تعلیم القرآن سے جاری ہونے والے رسالے ماہنامہ تعلیم القرآن اگست ۱۹۶۲ء میں اس مسئلہ کونمایاں طور پر شائع کیا گیا۔جس کا عنوان تھا مسئلہ حیات النبی ﷺ کے متعلق چار سالہ نزاع کا خاتمہ اسکی ابتدامیں درج ہے

برزخ میں انبیاء کی حیات کا مسئلہ مشہورومعروف اور جمہور علماء کا اجماعی مسئلہ ہے علمائے دیو بند حسب عقیدہ اہلسنت والجماعت برزخ میں انبیاء کرام کی حیات کے اس تفصیل سے قائل ہیں کہ نبی کریم ﷺ اورانبیاء کرام وفات کے بعد اپنی اپنی قبروں میں حیات جسمانی کے ساتھ زندہ ہیں۔اوران کے اجسام کے ساتھ ارواح مبارکہ کا ویسا ہی تعلق قائم ہے جیسا کہ دنیوی زندگی میں قائم تھا۔وہ عبادت میں مشغول ہیں نمازیں پڑھتے ہیں انہیں رزق دیا جاتا ہے وہ قبور مبارکہ پر حاضر ہونے والوں کا صلوۃ وسلام سنتے ہیں وغیرہ۔

علمائے دیوبند نے یہ عقیدہ کتاب وسنت سے وراثتا پایاہے اوراس بارے میں ان کے سوچنے کا طرز بھی متوارث رہاہے۔الخ۔۔۔۔۔آگے اس نزاع کی تفصیل اور فیصلہ کن تحریر درج ہے کہ

وفات کے بعد نبی اکرم ﷺ کے جسد اطہر کو برزخ (قبرشریف) میں بہ تعلق روح حیات حاصل ہےاوراس حیات کی وجہ سے روضہ اقدس پر حاضر ہونے والوں کا آپ صلوۃ وسلام سنتے ہیں۔۔۔۔۔۔۔۔آگے مولانا غلام اللہ خان سمیت حضرات کے دستخط ہیں۔۔۔۔(ماہنامہ تعلیم القرآن اگست ۱۹۶۲ء)

یہ حضرت مولانا غلام اللہ خان کا ماہنامہ رسالہ ہے جسمیں یہ تفصیلات درج ہیں کیا مماتیوں کو اللہ تعالی توفیق دے گا کہ وہ اس کو قبول کریں؟

﴿حضرت مولانا سید انور شاہ کشمیریؒ کا عقیدہ﴾

یارلوگوں نے دسواں حوالہ حضرت کشمیریؒ کا نقل کیاہے مگر انکی عبارت نقل کرنے کے بجائے ترجمہ لکھ دیا تاکہ بوقت ضرورت چوردروازہ سے بھاگ نکلنے کا راستہ محفوظ رہے۔مذید یہ بھی کہ ان کا ترجمہ خرد برد سے خالی نہیں محدث العصر مارچ ۲۰۱۶ میں مشکلات القرآن کا ترجمہ محترم مولانا محمد مزمل بدایوانی استاد دارالعلوم دیوبند نے لکھاہے اس میں آخری جملہ۔۔۔،،جس کا دنیا کی قبر یا بدن سے کوئی تعلق نہیں ہوتا،،،تو مکمل طور پر موجود نہیں ہے۔دیگر تصرفات اس کے علاوہ ہیں مگر مماتی فرقہ نے یہاں جو کمال دکھایاہے وہ اور ہے

حضرت کشمیری نے سورۃ بقرہ ۲۸،،،،**ثم یحییکم** ،،،کے تحت حضرات مفسرین کا اختلاف نقل کیاہے۔کہ اس،،،**یحییکم** ،،،سے مرنے کے بعد قبر کی حیات مراد ہے یا حشر کے بعد والی؟؟؟حضرات مفسرین کی ایک جماعت اس سے قبر کی حیات مراد لیتی ہے چنانچہ حضرت مولانا محمد مزمل کے ترجمہ کے مطابق اس اختلاف کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا

بعض مفسرین نے اس کو حیات قبر پر محمول کیاہے اور یہ کہاہے کہ حیات حشر کا بیان،،**ثم الیہ ترجعون**،،میں ہے۔۔۔۔۔(مشکلات القرآن ترجمہ مولانا محمد مزمل محدث العصر مارچ تامئی ۲۰۱۶ ئص ۷)

اس اختلاف کا دوسرا قول وہ ہے جس کو یار لوگوں نے نقل کیا ہے ان میں اتنی ایمانی و اخلاقی جرات نہیں کہ وہ اس اختلاف کی نشاندہی کرتے اور اس آیت کے لفظ ،،کنتم امواتا،، سے ان کے مکر و فریب پر جو ضرب لگی ہے اس کا ذکر کرتے ۔۔باقی رہا حضرت شاہ صاحب کا نظریہ تو وہ حضرت کشمیریؒ نے جگہ جگہ بیان فرمایا ہے چنانچہ۔۔.. **الانبیاء احیاء فی قبورھم یصلون** ،، کے تحت فیض الباری ج۲ص۶۴ میں اور حدیث ۔۔..**رد اللہ علی روحی** ،، ،،کے تحت عقیدۃ الاسلام ص۵۲ میں اپنے عقیدہ کا اظہار فرمایا ہے اسی طرح فرماتے ہیں

ان کثیر من الاعمال ثبت فی القبور کالاذان والاقامۃ .....عند الدارمی وقرات القرآن عند الترمذی ....(فیض الباری شرح بخاری ج۱ص۱۸۲)

بے شک قبور میں بہت سارے اعمال ثابت ہیں جیسا کہ دارمی کی روایت میں (قبر کے اندر اذان و اقامت کہنے کا ثبوت ملتا ہے)اور ترمذی میں قرآن کریم کی تلاوت کرنے کا۔

تحیۃ الاسلام میں،،، **الانبیاء احیاء** ،،کے تحت فرماتے ہیں۔

یرید بقولہ الانبیاء احیاء مجموع لاشخاص لاارواح فقط.......(تحیۃ الاسلام ص۳۶)

نبی کریم ﷺ کے ارشاد الانبیاء احیاء کا مطلب یہ نہیں کہ فقط ان کی ارواح زندہ ہیں بلکہ اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ انبیاء روح و بدن کے مجموعہ کے ساتھ زندہ ہیں۔

اس صراحت کے بعد بھی اگر مماتی لوگ حضرت مولانا انور شاہ کشمیریؒ کے ذمہ یہ عقیدہ لگاتے ہیں کہ وہ تو صرف روح کو زندہ مانتے ہیں اور ان کے نزدیک جسم تو مردہ ہے العیاذ باللہ] تو یہ انکا جگر اور ہمت ہے جس پر اس کے سوا کیا کہا جا سکتا ہے کہ

اذالم تستحی فافعل ماشئت ..(بخاری)

یعنی جب تجھ میں حیا ہی نہ رہے تو پھر جو چاہے کرتا پھر (تجھے کونسی چیز روک سکتی ہے؟)

﴿حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ کا عقیدہ﴾

اس بحث کا آخری حوالہ حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ کی،،علم الکلام،، سے نقل کرکے اپنی اصلیت دکھانے میں پورا زور صرف کیا ہے یارلوگوں نے تو یہی کچھ نقشہ نویسی کی ہے کہ حضرت کاندھلویؒ نے بس روح کو حیات قرار دیا ہے جبکہ جسم تو مردہ ہے اور روح کا اس جسم سے کوئی تعلق نہیں مگر واقعہ یہ ہے کہ یارلوگوں کا قطع برید کے بعد تیار کیا ہوا یہ وہ مفہوم ہے جس کا حضرت کاندھلویؒ کو کبھی وہم وگمان بھی نہیں ہوا ہوگا۔

ذرا علم الکلام کے نقل کیے ہوئے مقام کا جائزہ لیں۔ حضرت کاندھلویؒ یہاں منکرین معاد جسمانی کے اعتراضات کا جواب دے رہے ہیں عنوان ہے،، معاد جسمانی پر بعض شکوک وشبہات اور ان کے جوابات،،۔

(پھر نقل کیا کہ) اور مشہور اعتراض یہ ہے کہ جب ایک انسان دوسرے کو کھا جائے اور وہ اس کا جزو بدن بن جائے اور دونوں مل کر ایک ہو جائیں۔ (تو جزا سزا کس کو اور کیسے ہوگی؟)۔۔۔ایک اعتراض یہ ہے کہ پرانے مردوں کی لاشوں کے اجزا اکثر زمین میں مل جاتے ہیں ۔۔۔ ایک اعتراض یہ ہے کہ انسان نام صورت کا ہے مادہ کا نہیں پس جب انسان کی وہ صورت ہی باقی نہ رہی تو اس انسان کو ثواب وعقاب نہ ہوا۔۔۔۔

جواب یہ ہے کہ بدن انسانی میں دو طرح کے اجزا ہیں ایک اجزا اصلیہ جو اول سے آخر تک باقی رہتے ہیں اور دوسرے اجزا زائدہ ۔۔۔ ہر شخص اپنے اجزئے اصلیہ کے ساتھ اٹھایا جائے گا ۔۔۔ لہذا ہر شخص کا حشر اپنے اپنے اجزاء اصلیہ کے ساتھ ہوگا۔ تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ ۔۔۔۔ (آگے عبارت جوابی رسالہ نے نقل کی ہے) انسان فقط روح کا نام نہیں بلکہ انسان روح اور جسم کے مجموعہ کو کہتے ہیں اور جسم میں دو قسم کے اجزا ہیں اجزاء اصلیہ ۔۔۔ اجزاء زائدہ ۔۔۔۔ پس روح کا اصل تعلق انہیں اجزا اصلیہ اور ذرات کے ساتھ ہے ۔۔۔ اسی انسان سے قبر میں سوال ہوتا ہے اور یہی انسان بعینہ دوبارہ زندہ کیا جائے گا۔ اور اسی کو ثواب وعقاب ہوگا۔ اس تقریر سے بحمد اللہ تمام اشکال دور ہو گئے ۔۔۔۔۔ (علم الکلام ص ۳۸۲ تا ۳۸۵)

جن حضرات کے دل میں اللہ تعالی نے قبر حشر کا کوئی ذرہ برابر یقین رکھا ہے وہ اللہ کو حاظر ناظر جان کر اور اپنی

عاقبت سامنے رکھ کرغور فرمائیں کہ سیاق وسباق کو کاٹ کر جوعبارت پیش کی ہے اس کو پڑھ کراوراعتراض کے پورے جواب کو پڑھ کر جوخا کہ پڑھنے والے کے ذھن میں آتا ہے کیا وہ ایک جیسا ہے؟؟؟

﴿ایسا،،گر،،جس میں یہ ماہر ہوتے ہیں﴾

ان مہربانوں نے حوالہ نقل کر کے صاحب کتاب کا مقصود بدلنے میں جو کمال حاصل ہے اوراس قسم کی دھوکہ بازی کرتے وقت جواللہ کریم کے غضب وجلال اوراسکی پکڑ سے بےخوف ہوجاتے ہیں وہ آپ ان مماتیوں کے جوابی رسالے میں نقل کیے ہوئے ان حوالوں سے ملاحظہ کر سکتے ہیں۔ پہلے حوالہ سے آخری حوالہ تک ان کی یہ کاروائی تسلسل سے جاری رہی ہے۔

یہاں آپ دیکھ سکتے ہیں کہ حضرت کاندھلوی صاف فرمارہے ہیں کہ صرف روح کا نام انسان نہیں صرف جسم کو بھی انسان نہیں کہتے بلکہ ان دونوں کے مجموعہ کو انسان کہتے ہیں۔اوراسی روح اور جسم کے مجموعہ انسان سے قبر میں سوال وجواب ہوتا ہے اوراسی کو عذاب وثواب ہوتا ہے۔ یہ پوری وضاحت کوئی نقل کیے ہوئے اقتباس سے سینکڑوں صفحات کے فاصلہ پرنہیں بلکہ اسی اعتراض کے جواب میں درج ہے۔جس کے کچھ الفاظ یار لوگوں نے نقل کیے ہیں اب ایک ہی مقام کی بحث میں جو کچھ صاحب کتاب نے کہا اس کو ان لوگوں نے یکسر طور پر کیسے بدلا؟

یعنی صاحب کتاب نہ تو اکیلے روح کو انسان مانتے ہیں اور نہ جسم کو،،، پھر روح وجسم کے اسی مجموعہ سے قبر میں سوال وجواب کا صاف اعلان کررہے ہیں مگر یارلوگ کہتے ہیں کہ حضرت کاندھلویؒ کے نزدیک صرف روح زندہ ہوتی ہے اور جسم تو قبر میں مردہ ہوتا ہے۔

حالانکہ حضرت کاندھلویؒ نے اعتراض کرنے والے کو جواب دیتے ہوئے جسم کی دو قسمیں بنائی ہیں۔ایک اجزائے اصلیہ دوسرا متغیر پذیر اجزاوہ فرماتے ہیں جسم کے اجزائے اصلیہ باقی رہتے ہیں اوراسی سے روح کا تعلق ہوتا ہے جبکہ اجزائے زائدہ سے روح کا تعلق نہیں ہوتا مگر آپ دیکھ لیں کہ انہوں نے ان کی پوری بحث

کا حلیہ کیسے بگاڑ دیا کہ

۔۔۔اور ادریس کاندھلوی وغیرہ نے یہ وضاحت فرمادی ہے کہ ارواح کا تعلق حیات شہدا کے ابدان عنصریہ سے بالکل نہیں ہوتا بلکہ شہدا کے جسم مردہ ہوتے ہیں۔اور دیگر اموات کی طرح شہید کا بدن عنصری قیامت کے دن زندہ کیا جائے گا (جوابی رسالہ ص۳۲)

اس گوہرفشانی کو سامنے رکھ کر حضرت کاندھلوی کی علم الکلام ملاحظہ فرمائیں!

لیکن انسان فقط روح کا نام نہیں بلکہ انسان روح اور جسم کے مجموعہ کو کہتے ہیں اور جسم میں دو قسم کے اجزا ہیں ایک اجزا اصلیہ دوسرا اجزا زائدہ روح کا اصل تعلق اجزاء اصلیہ اور ذرات کے ساتھ ہے۔۔اسی انسان سے قبر میں سوال ہوتا ہے۔۔۔۔اسی کو ثواب وعقاب ہوگا۔۔۔۔۔(علم الکلم ص۳۸۴،۳۸۵)

﴾احادیث میں حیات شہدا کی حقیقت یا اکرم﴿

اب تک نقل کیے گئے حوالوں میں اصحاب کتاب کے نظریات مسخ کر کے پیش کرنے کی جو جسارت کی گئی ہے، اس کا مختصر سا خا کہ عرض کیا گیا اب ملاحظہ فرمائیں کہ مماتی مجتہدین نے ان کا خلاصہ کس رنگ میں رنگین کر کے پیش کیا ہے،،اول یہ کہ ان حوالہ جات کا خلاصہ درج کرتے ہوئے شاید پنج تنوں سے اپنی حقیقی نسبت کی طرف اشارہ کرنے کی خاطر انہوں نے پانچ نمبر لگائے ہیں،تا کہ پنج پیریوں (مماتی فرقہ) کا پنج تنوں سے قرب اور رشتہ سب کو معلوم ہو جائے۔

چلیں آئیں کہ پنج تنوں کے رنگ میں رنگے پنج پیریوں کی ان پنج نمبریوں کا حال بھی دیکھ لیں۔۔۔پہلے نمبر کے تحت یہ خلاصہ درج کیا کہ

(ا) دونوں آیات کا مطلب یہ ہے کہ شہدا کی حیات برزخی روحانی فی الجنۃ ہے نہ کہ حیات دنیوی حقیقی

(جوابی رسالہ ص۳۱)

قرآن کریم کی آیات شہدا کے تحت درج احادیث واقوال سے شہدا کی حقیقت حیات کا بیان ہوا یا نکلے اکرام

،اعزاز وقدر ومنزلت کا؟ اہل حق قرآن کریم کو بھی مانتے ہیں اور حدیث پاک کو بھی! چنانچہ اہل حق میں سے کسی ایک شخص کو بھی بطور مثال کے پیش نہیں کیا جا سکتا جس نے ان احادیث کا انکار کیا ہو خود،، دکھ سازیاں،، نے اس پر کئی صفحات لکھے ہیں بلکہ یار لوگوں نے بھی،، عقیدہ حیات النبی ﷺ فی قبرہ،، کا کھلا اعلان کرنے والوں کے حوالے اور ان کتابوں سے ان احادیث کا بیان نقل کیا ہے جو ان کی طرف سے ان احادیث کو ماننے کا اعتراف ہے۔

گویا ان احادیث کو،، دکھ سازیاں،، نے بھی مانا ہے اور اس کے جوابی رسالہ نے بھی۔۔۔۔ مگر دونوں میں فرق وہی ہے جو حضرت علیؓ کے لیے نبی کریم ﷺ کے فرمان،، من کنت مولاہ فعلی مولاہ،، کے باب میں اہل اسلام اور روافض کے درمیان ہے۔۔۔ اس حدیث کو اہل اسلام بھی مانتے ہیں اور دوسری طرف والے بھی۔۔۔ مگر اہل اسلام کے ماننے کو روافض ماننا شمار ہی نہیں کرتے بلکہ ہزار دفعہ اس حدیث کو اہل اسلام بیان کریں دوسری طرف سے جواب یہی ملے گا کہ تم نہیں مانتے۔۔۔۔ فرق یہ ہے کہ اہل اسلام اس حدیث کو قرآن حکیم کے خلاف بنا کر نہیں مانتے کہ،، آیت استخلاف،، میں اللہ تعالی کے کیے ہوئے وعدے کے مطابق خلیفہ اول صدیق اکبرؓ ہیں جبکہ روافض کے ماننے کا مطلب ہی یہ ہے کہ جب تک اس حدیث کو قرآن کریم کے خلاف نہ بنایا جائے اس وقت تک اس کا ماننا کوئی ماننا ہی نہیں۔

﴿ان روایات کا موضوع ومحل﴾

جس طرح روافض کے ہاں حضرت علیؓ کے فضائل میں وارد احادیث کو ماننے کا معیار قرآن کریم کی آیت استخلاف کی خلاف ورزی ہے اسی طرح مماتی فرقہ کے نزدیک شہدا کے اکرام واعزاز میں وارد احادیث کو ماننے کا معیار اللہ تعالی کے فرمان،، وَّ لٰکِنۡ لَّاتَشۡعُرُوۡن،، کی خلاف ورزی پر منحصر ہے اس کے برعکس اہل حق ہزار بار کہیں کہ ہم ان احادیث کو مانتے ہیں جیسے،، دکھ سازیاں،، نے پورے اصرار کے ساتھ اس کا اظہار کیا مگر جوابی رسالہ کا تاثر یہی ہے کہ گویا،، دکھ سازیاں،، والے ان احادیث کو مانتے ہی نہیں۔۔۔۔۔ وجہ

وہی ہے کہ اہل حق ان احادیث کو اپنے محل پر فٹ کر کے مانتے ہیں تا کہ ان کا قرآن کریم کے مطابق ہونا معلوم ہو جائے۔چنانچہ سورۃ یس میں شہید کا اپنا بیان منقول ہے۔قَالَ یٰلَیۡتَ قَوۡمِیۡ یَعۡلَمُوۡنَ (۲۶ یس)

(کاش میری قوم کو معلوم ہو جائے کہ) میرے رب نے میری مغفرت فرمادی اور مجھے مکرمین میں سے بنادیا یہ الفاظ بتاتے ہیں کہ شہید کو جو جنت میں داخلہ ملا یہ انکی حیات کا تعین اور حیات کی حقیقت نہیں بلکہ ان کے اعزاو اکرام کا بیان ہے۔اسی طرح کے الفاظ احادیث میں بھی بیان ہوئے ہیں لہذا قرآن وسنت سے معلوم ہوا کہ ارواح شہدا کو جنت میں داخل کرنا ان کے اکرام واعزاز کے لیے ہے گویا ان احادیث کے دومحل ہو گئے ایک یہ کہ یہ احادیث شہدا کے فضائل ومناقب اوراعزاز واکرم کے باب میں وارد ہوئی ہیں
دوسرا یہ کہ یہ احادیث شہدا کی حیات متعین کرنے کے لیے اورانکی حیات کی حقیقت بتانے کے لیے وارد ہوئی ہیں۔
مماتی فرقہ نے اپنی افتادطبع سے مجبور ہوکر اور پنج تنی ذوق کے تحت ان احادیث کو دوسرے محل پر فٹ کیا کہ یہ احادیث اس حیات کی حقیقت بتانے کے لیے آئی ہیں جس حیات کو اللہ جل شانہ نے ،،وَّ لٰکِنۡ لَّاتَشۡعُرُوۡن ،، کہہ کر حواس وشعور سے ماوراقرار دیا ہے۔جبکہ اہل حق نے ان احادیث کو شہدا کے فضائل ومناقب پر محمول کیا ہے،جس سے کتاب وسنت اپنے محل پر پورے فٹ آ گئے اور کسی قسم کا کوئی اشکال باقی نہ رہا۔

﴿کیا جسم کو حیات حاصل نہیں؟﴾

یہاں یار لوگوں نے بڑی کوشش کر کے انتہائی مبہم الفاظ،،۔۔۔نہ کہ حیات دنیوی حقیقی،،۔۔استعمال کیے ہیں تا کہ اہل ایمان میں شک شبہ پیدا کرنے کا جہاد کریں۔مگر دیگر مقامات پر چونکہ وہ حیات دنیوی کے باب میں ،،جسم مردہ ہے،، جیسے الفاظ لکھ چکے ہیں۔لہذا حیات جسمانی کی نفی کرنا دراصل یوں کہنا ہے کہ جسم مردہ ہے اور اس سے روح کا کوئی تعلق نہیں ہوتا۔۔۔اب دیکھنا یہ ہے کہ واقعہ اوراصل حقیقت کیا ہے؟

آپ ان کیطرف سے دیے گئے ایک ایک حوالہ کا جواب ملاحظہ فرمائیں؟ جس میں خود ان کے پیش کردہ حضرات نے وفات کے بعداعادہ روح وغیرہ جیسی تفصیلات کو بیان کیا قرآنی آیت کے تحت علامہ آلوسیؒ کے پہلے حوالہ سےلیکر حضرت کاندھلویؒ کےآخری حولہ تک ہرایک نے اپنے اپنے الفاظ میں بیان کیا ہے کہ انسان روح اور جسم کے مجموعہ کو کہتے ہیں اوراسی انسان سے قبر میں سوال ہوتا ہے (علم الکلام)

یہ وہ حقائق ہیں جو کسی سامرا کی غار میں چھپے ہوئے نہیں ہیں بلکہ اکثر مقامات پرتو چندسطروں یاخودانہیں سطروں یاصفحوں پرآگے پیچھے لکھے کھڑے ہیں ۔جن مقامات کے حوالے یارلوگوں نےنقل کیے ہیں بعض مقامات تو ایسے بھی ہیں جہاں الفاظ کا فاصلہ بھی نہیں جیسےتفسیر الماوردی کا حوالہ نقل کیا کہ

ان کانت اجسامھم اجسام الموتی بل ھم عند اللہ احیاء

ترجمہ:اگرچہ شہدا کےجسم مردوں کےجسموں کی طرح ہیں بلکہ اللہ کے پاس انکی روحیں زندہ ہیں

جبکہ وہاں لکھی ہوئی پوری عبارت یوں ہے

انھم لیسوا اامواتاوان کانت اجسامھم اجسام الموتی بل ھم عند اللہ احیاء النفوس منعمو الاجسام

ترجمہ:بےشک وہ مردہ نہیں اگرچہ ان کےجسم مردوں کےجسموں کی طرح ہیں بلکہ اللہ کےنزدیک ان کے نفوس زندہ ہیں اوراجسام نعمتوں میں ہیں۔

انہوں نے ماوردی کا یہ عقیدہ ثابت کردکھایا کہ ان کےنزدیک اللہ کے ہاں صرف روحیں زندہ ہیں اور جسم تو انکےمردوں کےجسموں کی طرح ہیں جبکہ وہ فرمارہے ہیں وہ مردہ نہیں بلکہ زندہ ہیں ان کےجسم نعمت یاب ہیں۔اب جس طرح شیخ ماوردی نے۔،،، **انھم لیسوا اامواتا**،،، بےشک وہ مردہ نہیں۔۔۔۔اور۔۔۔۔۔ **منعموالاجسام** ۔۔۔۔۔کہ جسم نعمتوں میں ہیں۔۔۔۔سےشہدا کی حیات جسمانی کاعقیدہ صاف لفظوں میں بیان کیا۔اسی طرح باقی حضرات نے بھی بعدازوفات روح کےجسم سےتعلق کو بیان کیا ہے۔اب یہ تو

ہونہیں سکتا کہ علامہ ماوردی کے درمیان والے چار الفاظ تو ان کو نظر آئے ہوں اور ۔۔۔ **انھم لیسوا اموا تا** ۔۔۔ والے ابتدائی الفاظ اور ۔۔۔ **منعموا الاجسام** ۔۔ والے آخری الفاظ نظر نہ آئے ہوں بلکہ ان الفاظ کی طرف نظر جاتے ہی اندھی ہوگئی ہو۔ بلکہ واقعہ یہ ہے کہ جو بھی ان مذکورہ کتابوں کو دیکھے گا تو ان کو ان حضرات کا عقیدہ بھی نظر آجائے گا۔ مگر مماتی فرقہ نے بہرحال اپنے حق مماتیت کو خوب ادا کیا اور اپنے بڑوں کو اس کا خوب ایصال اجر کیا۔

﴿پریشان کن صورت حال﴾

ان گزارشات کو لکھتے وقت راقم بے حد پریشان ہے کہ ایسے لوگوں کو کیا کہا جائے جنہوں نے دھوکہ و مکاری میں رفض کو بھی پانچ قدم پیچھے چھوڑ دیا ہے اندازہ لگائیں کہ جو حضرات کہتے چلے جارہے ہیں۔

والایمان بملک الموت بقبض الارواح ثم ترد فی الاجساد فی القبور ۔۔۔

(کتاب الصلوۃ امام احمد بن حنبل ص ۴۵)

اور ہم ایمان رکھتے ہیں روحیں قبض کرنے والے ملک الموت پر پھر وہ روحین قبروں میں ان اجسام کی طرف لوٹائی جاتی ہیں۔

فتکون الارواح فی الجنۃ ولھا اتصال باالاجساد .۔۔۔

(شرح سنن ابی داؤد للعباد تحت شرح حدیث ابن عباسؓ)

روحیں جنت میں ہوتی ہیں اور ان کا جسموں سے تعلق قائم ہوتا ہے

فتعاد روحہ فی جسدہ ۔۔۔ (درمنثور، تفسیر نسفی، تفسیر ابن کثیر تحت ابراہیم ۲۷)

(مرنے کے بعد) اسکی روح اسکے جسم میں لوٹائی جاتی ہے۔

قداحیوا فی قبورھم .۔۔ (احکام القرآن للجصاص)

تحقیق وہ (اہل ایمان) اپنی قبروں میں زندہ کیے جاتے ہیں

وفی الاخرۃ .ھی سوالہ فی قبرہ.۔۔۔۔۔۔۔(تفسیر ابن عطیہ تحت ابراہیم ۲۷)

اور(فی الاخرۃ)اس سے مراد قبر میں سوال(جواب)ہے۔

فذھب کثیر من السلف الی انھا حیات حقیقۃ بالروح والجسد لکنھالاندرکھا ولانعلمھاحقیقۃ لانھامن احوال البرزخ ..الخ۔۔(حاشیۃ الشہاب)

جمہور اسلاف کا مذہب یہ ہے کہ شہید کو روح وجسم کے ساتھ حقیقی حیات حاصل ہے لیکن ہم اس حیات کا ادراک نہیں کرسکتے اور نہ اس حیات کی حقیقت کا ہمیں علم ہے اس لیے کہ یہ برزخ کے احوال میں سے ہے

واعادۃ الروح فی القبر عند السوال الخ (ایضا)۔۔اور قبر میں سوال کے وقت روح کو لوٹایا جاتا ہے۔

الجائز ان یجمع اللہ تعالی من اجزاء الشہید جملۃ فیحییھا ویوصل الیھا النعیم

(تفسیر نیشاپوری تحت البقر ۱۵۴)

جائز ہے کہ اللہ تعالی شہید کے اجزائے جسم کو جمع کر کے اس میں حیات پیدا کرے اور ان کو نعمتیں پہنچائے

ترد الیھم الارواح فی قبورھم فینعمون.۔۔۔(قرطبی تحت آیت شہدا)

ان کی روحیں ان کی قبروں میں لوٹائی جاتی ہیں جس سے وہ نعمتیں پاتے ہیں

مگر ان حضرات کا نام لیکر مماتی لوگ یہ اعلان کررہے ہیں کہ

دونوں آیات کا مطلب یہ ہے کہ شہدا کرام کی حیات برزخی روحانی فی الجنۃ ہے نہ کہ حیات دنیوی حقیقی (۳۱)

اینٹیں پیس کر اسے سرخ مرچ کہنا اور بیچنا تو دھوکا ہے۔،،،**یجمع اللہ تعالی من اجزاء الشہید جملۃ فیحییھا ویوصل الیھاالنعیم**،،،کو صرف روح کی حیات کہنا دھوکہ نہیں؟؟؟

ودھ میں پانی ملا کر بیچنا تو گناہ کا کام ہے،،**انھا حیات حقیقۃ بالروح والجسد** ،،کو حیات غیر حقیقی کہنا کیا فریب کاری اور گناہ کا کام نہیں؟؟؟

﴿حیات برزخی کے لیے روح کا تعلق جسد عنصری کے ساتھ ہونا ضروری نہیں؟﴾

دوسرے نمبر پر یار لوگوں کا اخذ کیا ہوا خلاصہ یہ ہے کہ حیات برزخی کے لیے روح کا جسد عنصری کے ساتھ ہونا کوئی ضروری نہیں۔۔۔۔۔اس کا یہ مطلب ہے کہ عالم برزخ میں روح کے جسم سے تعلق کے بغیر حیات ہوتی ہے۔اب مہربانوں کے اس قاعدہ کو قرآن پاک کے سامنے پیش کیجیے اور دیکھیے کہ قرآن حکیم ان معتزلیوں کو کیا جواب دیتا ہے؟

سورۃ۔ص۔۔۔میں اللہ تعالی نے فرشتوں کو فرمایا۔۔۔۔میں گارے سے ایک انسان پیدا کرنے والا ہوں ،، **فَاِذَا سَوَّیْتُہٗ** ،،جب میں اسے پوری طرح بنادوں۔۔۔،،**فَقَعُوْا لَہٗ سٰجِدِیْنَ**،،۔۔۔ تو تم اس کے آگے سجدے میں گر جانا۔

ملاحظہ فرمائیں کہ روح حضرت آدمؑ کا جسد خاکی بنانے سے بہت پہلے بنائی جا چکی تھیں پھر روح پھونکنے سے پہلے حضرت آدم کا جسد خاکی تو بنالیا گیا مگر نا تو عالم ارواح میں بنائی ہوئی روح کو سجدہ کا حکم ہوا اور نہ ہی جسد خاکی بنانے کے بعد اس میں روح ڈالنے سے پہلے سجدہ کا حکم ہوا بلکہ روح اور جسم دونوں کا تعلق ہو جانے کے بعد یہ حکم دیا گیا اور یہیں سے انسانی حیات کا آغاز ہوا

ارباب انصاف توجہ فرمائیں کہ یہ جنت ہے(جس جنت میں مماتی فرقہ اکیلی روح کو حیات کہتا ہے)اس میں روح بھی ہے اور جسم بھی ہے مگر حیات نہیں ہے۔پھر جوں ہی اس جنت کے اندر روح کو جسم میں ڈالا گیا تو حضرت آدمؑ کو حیات بھی حاصل ہوگئی اور فرشتوں کو سجدہ کا حکم بھی تکمیل پا گیا۔اب بتایا جائے کہ اس قرانی فیصلہ کے بعد مماتی فرقہ کے ڈھکوسلہ کا کیا وزن رہ جاتا ہے؟

مماتی فرقہ کے مقدر میں خیر انصاف کرنا کہاں لکھا ہے راقم امت اسلام کے سمجھ داروں سے عرض گزار ہے کہ وہ ذرا قرآن کریم کھول کر ترجمہ دیکھ لیں کہ آیات شہدا کیا کہہ رہی ہیں۔تا کہ سورہ ص اور سورہ الحجر کے مقابلے میں تراشے گئے مماتی ڈھکوسلے کی حقیقت جان سکیں کہ آیات شہدا کے نام پر کھڑا گیا یہ مماتی ڈھکوسلہ ان

آیات پر بہتان ہے ملاحظہ فرمائیں آیات شہدا کا ترجمہ یہ ہے

جو لوگ اللہ کی راہ میں مارے گئے ان کو مردہ مت کہو بلکہ وہ زندہ ہیں تمہیں ان کی زندگی کا شعور نہیں (بقرہ)

دوسری جگہ۔۔۔تم راہ خدا میں مارے جانے والوں کو مردہ گمان بھی نہ کرو بلکہ وہ زندہ ہیں اپنے رب کے ہاں سے رزق دیے جاتے ہیں (آل عمران)

اب غور کریں ان آیات کے کس مقام سے معلوم ہو رہا ہے کہ۔۔۔۔حیات برزخی کے لیے روح اور جسم کا آپس میں تعلق ہونا کوئی ضروری نہیں؟؟؟

جبکہ سورۃ ص وغیرہ میں جو فرمان ہے

کہ اے فرشتوں میں مٹی سے ایک انسان بنانے والا ہوں جب میں اسے بنالوں اور اس میں اپنی روح پھونک دوں تو تم اس کے آگے سجدے میں گر جانا۔

دیکھیں کہ روح پہلے سے موجود تھی مگر اس کو سجدہ کا حکم بھی نہیں اور حیات انسانی کا آغاز بھی نہیں۔ پھر جسم بنالیا گیا تب بھی نہ اس جسد خاکی کو سجدہ کا حکم دیا اور نہ اس جسد خاکی بننے کے ساتھ حیات انسانی آغاز پذیر ہوئی۔ پھر جب روح جسم کا باہمی تعلق قائم ہو گیا تو سجدہ کا حکم بھی آ گیا اور انسانی حیات کا آغاز بھی ہو گیا۔اب آپ فیصلہ کر سکتے ہیں کہ مماتی فرقہ نے یہ قاعدہ بنا کر قرآن پاک کی ترجمانی کی یا قرآن پاک پر جھوٹ بولا!!

﴿مزید تسلی فرمالیں﴾

قرآن پاک کا نام لیکر مماتی فرقہ نے جو قاعدہ ایجاد کیا ہے اس کا باطل ہونا تو سورۃ ص وغیرہ کی مذکورہ آیات سے واضح ہو گیا مگر ان کج بحثوں سے کیا بعید جو یہ بیچارے سیدھے سادھے مسلمانوں کو دھوکہ دیں کہ

دیکھو یہاں تو سجدہ کا حکم دیا گیا ہے حیات یا موت کا لفظ تو نہیں لکھا ہوا؟ حالانکہ بات اپنی جگہ بالکل واضح ہے کہ روح تو حضرت آدم کے جسد خاکی کی بہت پہلے پیدا کی جا چکی تھی مگر اکیلی روح کو سجدہ کرنے کا حکم نہ دیا پھر جسد خاکی بن گیا تب بھی صرف جسد خاکی کیلئے یہ حکم نہ دیا جس کی وجہ یہ ہے کہ صرف روح کا نام انسان

اول نہ تھا نہ صرف جسد خا کی کا نام انسان اول تھا۔ ہاں جب دونوں کا باہمی جوڑ قائم ہوگیا تو انسان اول بن گیا۔اوران کوسجدہ کرنے کا حکم آ گیا مگر علم کی ان باتوں کوعوام تو سمجھ نہیں سکیں گے وہ تو حیات اور موت کا لفظ تلاش کرتے رہیں گے اور یوں ان مکاروں کا یہ حربہ ان کے ایمانوں پر ڈاکہ زنی کر جائے گالہذا مزید تسلی کے لیے عرض ہے کہ روحوں کا وجود حضرت آدم اوران کی نسل پیدا کرنے سے پہلے بنا دیا گیا تھا جس کو مماتی لوگ نہ صرف مانتے ہیں بلکہ جوابی رسالہ کے ص۳۶ پر اس عالم ارواح کے مسئلہ کو بڑے طمطراق سے بیان کر آئے ہیں۔گویا یہ مسلمہ امر ہے کہ ارواح پہلے سے موجود تھیں اب ذرا سورۃ بقرہ کی آیت نمبر ۲۸ دیکھیے جس میں اللہ کریم کا ارشاد ہے

كَيْفَ تَكْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ وَ كُنْتُمْ اَمْوَاتًا فَاَحْيَاكُمْ ۚ ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيْكُمْ ثُمَّ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ(۲۸) (البقرہ)

تم اللہ تعالی کا انکار کیسے کرتے ہو حالانکہ تم ،،اموات،، تھے پس اس نے تمہیں زندہ کیا۔پھر وہ تمہیں موت دے گا، پھر وہ تمہیں زندہ کرے گا، پھر تم اس کی طرف لوٹائے جاوگے۔

یہاں لفظ ،،اموات،،اور،، احیاء،،، ہے روح کے موجود ہونے کے باوجود اللہ تعالی اس صاحب روح کو،، اموات،، کہہ رہے ہیں۔اس لیے کہ اس کی روح کا جسم سے ابھی تعلق قائم نہیں ہوا پھر روح کے جسم سے تعلق ہوجانے کے بعد،،احیاکم،،کا حکم آ گیا ہے۔مماتی ذریت کے اس قاعدہ کے باطل اورخلاف قرآن ہونے کا اس سے زیادہ ٹھوس اورواضح ثبوت کوئی اور بھی ہوسکتا ہے کہ باوجودیکہ روح موجود ہے مگر چونکہ ابھی تک اس روح کے لیے جسم مکمل نہیں ہوا اوراس جسم سے اس کا تعلق نہیں ہوا تو وہ ،،امواتا،، ہے اور جوں ہی جسم سے روح کا تعلق قائم ہوجاتا ہے تو وہی جو پہلے ،،امواتا،،تھاوہ،،امواتا،،سے،،احیاکم،،ہوجاتا ہے۔
پس معلوم ہوا کہ مماتی قوم کا یہ ڈھکوسلہ قرآن کریم کی نص صریح کے خلاف ہے۔

﴿خلاصہ کے نام سے یارلوگوں کی تیسری واردات﴾

خلاصہ کے تحت تیسرے نمبر پر نبی پاک ﷺ صحابہ کرام، تابعین، آئمہ مفسرین کرام کے نام سے یہ کہا ہے کہ ۔۔۔۔یہ حیات روحانی ہے اور جنتی ہے ۔۔۔۔۔یہ لوگ پوری کوشش سے الفاظ کے استعمال میں احتیاط برتنے اور الفاظ کے زور پر اپنی الٹی گنگا سیدھی دکھانے کی کوشش بہرحال کررہے ہیں مگر کامیابی نہ قدم چوم رہی ہے نہ منہ۔

اب یہاں جوانہوں نے کہا ہے کہ سب حضرات شہدا کی صرف روح کو زندہ بتاتے ہیں کہ روح زندہ ہے اور جسم تو مردہ ہے اس میں کتنی سچائی ہے؟ کیا واقعی آنحضرت ﷺ صحابہ کرامؓ وغیرہ کے فرامین کا حاصل یہی ہے جو یارلوگ بتارہے ہیں؟ اگر تو حوالے نقل کرنے کا وہی معیار ہو جو انہوں نے قائم کیا ہے کہ جہاں وہ کہیں،، انھم لیسوااامواتا،،، (ماوردی) وہ تو کاٹ دیں۔اس کے آگے چار لفظ لکھ کر پھر آخر میں جہاں وہ فرمائیں،، منعمو الاجسام،، تو وہ بھی کاٹ دیں۔۔۔۔ پھر بلے بلے کریں اور خلاصہ لکھ کر اپنی فتح کے جھنڈے لہرائیں کہ دیکھو ماوردی بھی ہمارے عقیدہ کا ہے اور انکی تفسیر سے ہمارا عقیدہ ثابت ہو گیا۔ پھر تو ممکن ہے کہ ان کی بات درست ہو بصورت دیگر اس طرح عقیدہ تو ثابت نہیں ہوتا،، پنج تنی،، یا پنج پیری،، ہونا ثابت ہو جائے تو یہ البتہ ممکن ہے کہ اہل علم بیشک لکھتے رہیں۔

شہیدوں کے زندہ ہونے سے معتزلہ نے یہ مراد لی ہے کہ وہ قیامت کے دن زندہ ہوں گے۔۔۔اہلسنت کے نزدیک یہ قول غلط ہے (تفسیر حقانی)

مگر ان کی اس بات کو لوگوں کا پتہ چل گیا تو مماتی فرقہ کے پلے کچھ بھی نہیں بچے گا اس لئے یہ بات لوگوں کی پہنچ سے بہرحال دور رکھنی ہے مگر ان کی تفسیر سے کچھ بے ربط الفاظ لکھ کر یہ اعلان ضرور نشر کرنا ہے کہ تفسیر حقانی سے ثابت ہو گیا کہ۔۔۔۔شہیدوں کی صرف روح زندہ ہے اور بس۔

اس طرز تحقیق سے تو ان جیسوں نے قرآن سے شراب کو بھی حلال بنالیا لیکن اگر حقائق کی بنا پر بات کی جائے تو

جن جن حضرات کا مماتیوں نے نام لیا ہے ان میں سے کسی ایک کو بھی راقم نے پس پردہ نہیں رکھا اور ان کا عقیدہ عرض کر دیا ہے۔جس میں وہ کہتے ہیں اور بجا کہتے ہیں

،،فتكون الارواح فی الجنة و لها اتصال باالاجساد ،،(شرح سنن ابی داوٗدللعباد)

کہ روحیں تو جنت میں ہیں اوران کا اجساد کے ساتھ اتصال وتعلق ہے۔

اہل انصاف کو دعوت عام ہے وہ ان کے اس دھوکہ،مکروفریب اوران نفوس قدسیہ پر لگائی جانے والی تہمت کی حقیقت معلوم کرنے کے لیے زیادہ نہیں تو صرف ان حضرات کی کتابیں ملاحظہ کرلیں۔جن کے حوالے یارلوگوں نے دیے کہ وہ اس سلسلہ میں اپنا نظریہ کیا بیان کرتے ہیں۔مختصر وضاحت راقم اوپر عرض کر چکا ہے۔

﴿مماتی خلاصہ کی چوتھی واردات﴾

مماتی فرقہ کا کہنا ہے کہ۔۔۔۔،،چونکہ قتل پورا جسم ہوا تولہذا زندہ بھی جسم ہے،،(حیات شہدا کا یہ مطلب کسی نے۔راقم)بیان نہیں بتایا۔(جوابی رسالہ۔۳۲)

احباب نوٹ فرمالیں کہ،،چونکہ قتل پورا جسم ہوا تولہذا زندہ بھی جسم ہے،،کا جملہ ان الفاظ کے ساتھ،،دکھ سازیاں،،میں موجود نہیں بلکہ خود اپنے مقولہ۔۔۔۔۔۔کہیں کی اینٹ کہیں کا روڑا ماں بیٹی نے کنبہ جوڑا (جوابی رسالہ۔ص،۳۰)کا عملی مظاہرہ ہے۔مماتی پارٹی نے جس طرح اپنی بددیانتی کے جھنڈے گاڑ کر حوالے نقل کرنے میں خیانت کا مظاہرہ کیا ہے اس کی ایک مثال یہ بھی ہے۔باقی رہا ان کا مذکورہ دعوی؟ کہ یہ مطلب کسی نے بیان نہیں کیا۔لیجیے ہم ازراہ نمونہ بتادیتے ہیں کہ یہ مطلب کس کس نے بیان کیا ہے۔۔۔اس سلسلہ میں چندایک بیانات ملاحظہ فرمائیں!

علامہ سید امیر علی مماتی فرقہ کے کافی معتمد علیہ معلوم ہوتے ہیں کہ چوتھے نمبر پر،،حوالہ جلیہ،،کے عنوان سے ان کا حوالہ نقل کرتے ہیں ان کی یہ وہی،،مواہب الرحمان،،ہے جس کا حوالہ یارلوگوں نے طمطراق سے پیش کیا تھا اسکی دوسری جلد میں آیت شہدا کے تحت انہوں نے پہلے تو یہ لکھا کہ جس نے اپنے نفس کو چار مقامات

سے ذبح کیا تو اس کو چار لباس حاصل ہوتے ہیں (پھر تھوڑا آگے چل کر لکھا) وہ لوگ **مقتول فی اللہ ھیں** **اور جو شخص مقتول فی اللہ** ہو وہ بحیات الٰہی زندہ ہے (مواہب الرحمان ج۲ص۳۸)

تفسیر معارف الفرقان میں ہے

،،،قتیل،،،**شھید فی سبیل اللہ** کا وجوداور جسم ہے لہذا شہید کے وجوداور جسم کو مردہ نہیں کہہ سکتے وہ زندہ ہے۔۔۔یقتل میں ضمیر،،من،،کی طرف راجع ہے جو جسم اور روح دونوں کے مجموعہ کو شامل ہے اور مشاہدہ بھی ہے۔۔۔اور اموات خبر ہے مبتدا محذوف،،ھم،،کی اور،،احیاء،، کی ضمیر مبتدا محذوف ہے،، ھم،،کی یہ ضمیریں بھی اسی،،من،،کی طرف راجع ہوں گی جو ،،من یقتل ،،میں مذکور ہے۔اور وہ مقتول جسم ہی تھا لہذا شہدا کرام کے اجسام ہی وہ ہیں جن کی دائمی موت کا اعتقاد ممنوع ہے اور ان کی دائمی حیات کا اعتقاد لازمی ہے (تفسیر معارف الفرقان لشیخ مولانا عبدالقیوم قاسمی تحت الایہ البقرہ۱۵۴)

حضرت مولانا عبدالماجدؒ دریا آبادی فرماتے ہیں

غزوہ بدر میں جب کچھ صحابہ شہید ہوگئے تو نافہم کافروں نے کہنا شروع کردیا کہ انہوں نے خواہ مخواہ اپنی زندگی گنوادی اور زندگی کے لطف سے محروم ہوگئے انہیں جواب مل رہا ہے کہ تم جس معنی میں انہیں مردہ سمجھ رہے ہو اس میں وہ سرے سے مردہ ہیں ہی نہیں بلکہ وہ زندوں سے کہیں بڑھ کر لذت یاب ہو رہے ہیں

(تفسیر ماجدی تحت سورۃ بقرہ۵۴۔فائدہ۵۶۶)

حضرت مولانا مفتی محمود صاحب فرماتے ہیں

الشی اذاثبت ثبت بلوازمہ ۔۔۔یعنی کوئی چیز جب وجود پاتی ہے تو اپنے جملہ لوازم کے ساتھ وجود پاتی ہے۔۔۔۔۔(تفسیر محمود تحت آیت بقرہ۱۵۴)

کسی دعوی کو ثابت کرنے کے لیے شہادت کا بڑا عدد چار ہے اس گواہی کو ملاحظہ کریں کہ۔۔۔۔یہ حضرات مفسرین صاف الفاظ میں نہیں کہہ رہے کہ

وہ مقتول جسم ہی تھالہذا شہدا کرام کے اجسام ۔۔۔۔کی دائمی حیات کا اعتقاد لازمی ہے۔(معارف الفرقان)

جوشخص مقتول فی اللہ ہووہ بحیات الٰہی زندہ ہے(مواہب الرحمان ج۲ص۳۸)

جس معنی میں انہیں مردہ سمجھ رہے ہواس میں سرے سے وہ مردہ ہی نہیں (ماجدی)

الشی اذا ثبت ثبت بلوازمہ(محمود)

اب آپ بتائیں کفار شہدا کو کس معنی میں مردہ سمجھ رہے تھے؟ کہ ان کی روح مردہ ہے اور جسم مردہ نہیں؟

اور حیات جب ثابت ہو تو اس کے لوازم میں روح کا زندہ ہونا ہے جسم کا نہیں؟

پس یہ بات ہر عام وخاص جانتا ہے کہ کفار صحابہ کے اجسام کو مردہ قرار دے رہے تھے اور اللہ انکے اس قول کی تردید فرما رہا ہے اور حیات کے لوازم میں جیسے روح ہے ویسے جسم ۔۔۔دونوں کے ملاپ کو حیات کہتے ہیں ۔پس یارلوگوں کا چوتھے نمبر پر درج خلاصہ بھی نرا جھوٹ نکلا کہ یہ بات کسی مفسر وغیرہ نے بیان نہیں کی۔

﴿چھوٹے میاں کی ضیافت طبع کی خاطر مزید چند حوالے﴾

درمنثور میں حضرت ابن عباس سے صحیح روایت کے ساتھ منقول ہے کہ

،،**نزلت ھذہ الایۃ فی حمزۃ و اصحابہ**،،۔۔۔۔اس سے اگلی روایت ابی الضحی سے بھی اسی طرح کی ہے کہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔**نزلت فی قتلی احد** الخ (درمنثور ج۲ص۳۷۱)

یعنی یہ آیت شہدا احد حضرت حمزہ وغیرہ حضرات کے بارے میں نازل ہوئی

نزلت ھذہ الایۃفی شھداء احد(تفسیر ثعلبی)

بعض حضرات نے شہدا بیر معونہ کو سبب نزول بتایا۔**نزلت فی شھدا بیر معونہ** (ایضا)

جس کی تفصیل یہ ہے کہ کفار کہنے لگے کہ دیکھو یہ لوگ مارے گئے اور دنیا کی لذتیں ونعمتیں ان سے چھن گئیں

مات فلان وذھب عنہ نعیم الدنیاولذتھا(بغوی بقرہ۱۵۴)

یہ قول بھی ہے کہ ان شہدا کے وارث جب کسی نعمت کو پاتے تو اس طرح کی باتیں کہتے

ان اولیاء الشھدا ......قالوانحن فی النعمة والسرور وآبائنا ابنائنا واخواننا فی القبور فنزلت ھذہ الایة ذکرہ علی بن احمد النیسابوری. (زادالمیسر فی علم التفسیر تحت،آل عمران ۱۶۹)

یعنی شہدا کے ورثا کہتے کہ ہم نعمتوں اور خوشیوں میں ہیں اور ہمارے باپ اور اولادیں اور بھائی (جوشہید ہوگئے ہیں) وہ قبروں میں ہیں اس پر یہ آیت نازل ہوئی

ابن رجب حنبلی مناقب شہدا کی روایات نقل کر کے فرماتے ہیں

کلھا فیمن قتل فی سبیل اللہ ...وبعضھا صریح فی ذلک . ---والایہ نص فی المقتول فی سبیل اللہ الخ---(ابن رجب حنبلی تحت آل عمران ۱۶۹)

تمام روایات اس بارے میں ہیں جواللہ تعالی کے رستے میں شہید ہوگیا-----اور بعض روایات اس بارے میں صریح ہیں-----اور،،لاتحسبن الذین،،آیت مقتول فی سبیل اللہ کے بارے میں صریح ہے

اب غور کریں کہ جن مشرکوں ،منافقوں نے شہدا کو اموات کہا تھا تو وہ جسم کو اموات کہہ رہے تھے یا روح کو؟ کوئی ہے جس میں کوئی رتی بھر غیرت ہو کہ وہ کسی دلیل کی بنیاد پر کہے کہ انہوں نے تو شہید کے جسم کو،، اموات،،نہیں کہا تھا بلکہ وہ تو صرف روح کو،،اموات،، کہہ رہے تھے۔اگر نہیں اور یقیناً نہیں تو پھر اللہ تعالی نے انہی کو جواب دیا ہے جوشہدا کے اجسام کو مردہ کہہ رہے تھے اور اللہ کریم ان کے خیال باطل کی تردید فرمارہا تھا کہ جس کو تم مردہ کہہ رہے ہو وہ،،اموات،،نہیں،،**بل احیاء**،، بلکہ وہ زندہ ہے۔

مگر ممکن ہے یہاں بھی یار لوگوں کی نارمماتیت بھڑک اٹھے اور کہنے لگیں کہ یہاں قبر والا مردہ تو نہیں لکھا ہوا ہمیں دکھاؤ بھلا قبر والا،،اموات،، کہاں ہے؟؟؟ اس لیے عرض ہے کہ ذرا آنکھوں کا نور بحال فرما کر،،، زادالمیسر ،،،دیکھ لو جہاں شہدا کے ورثا کہہ رہے ہیں کہ ہم تو یہاں پر نعمتیں استعمال کررہے ہیں اور شہید قبروں میں (ان نعمتوں سے محروم) ہیں۔

لیجیے حضور! یہاں تو قبروں میں مدفون شہیدوں کا صراحتا ذکر آگیا اب کیا کہو گے؟؟؟

گویا ان کا شہیدوں کے بارے میں ،،اموات،، کا جو تصور تھا اس میں پہلا نمبر جسم کا ہی تھا۔ وہی جسم جو قبور میں انہوں نے دفن کیا۔ جس پر جواب میں ارشاد الٰہی نازل ہوا کہ تمہارا تصور غلط ہے تم ان کو مردہ مت کہو،، بــــل احیــاء ،، بلکہ وہ زندہ ہیں۔۔۔ اگر ابھی تسلی نہیں ہوئی تو ابن رجب کے الفاظ پڑھ لو کہ یہ آیت مقتول فی سبیل اللہ کے حق میں نص صریح ہے۔ اور اتنی۔۔ صرف،، تو تم کو آتی ہی ہوگی کہ ،،مقتول،، ،،مفعول،، کا صیغہ ہے جس پر قتل کا فعل واقع ہوا ہو۔ یہاں بھی رگ مماتیت پھڑک پڑنے کا قوی اندیشہ ہے۔ کہ جسم تو مضروب ہے اس لیے پیشگی عرض ہے کہ ،،،مــضــــروب،، و ،،مـقـتـول،، میں فرق صرف روح کے جسم سے تعلق اور انقطاع کا ہے جب تک روح جسم سے جڑی رہے تو اسکا نام ،،مضروب،، ہے جسم سے روح کا تعلق منقطع ہوتے ہی اس کا نام ،، مقتول،، ہو جائے گا۔

صحابہ کرام ،تابعین ومفسرین کی ان تفاسیر کو دیکھ وہ جو جملے اعتراض کی صورت میں لکھے گئے ان کو بھی دیکھیے پھر بتایئے کہ اس جملے نے جو کہا تو اس میں بے جا کیا ہے؟

کہ۔۔۔ چونکہ قتل پورا جسم ہوا تو لہٰذا زندہ بھی جسم ہے،،۔ (جوابی رسالہ۔۳۲)

بھلا بتایئے مقتول فی سبیل اللہ کون ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ جسم یا روح؟

بھلا بولیے کفار نے کس کو اموات کہا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ جسم کو یا روح کو؟

بھلا بتایئے قبر میں شہداء کے وارثوں نے کس کو دفن کیا تھا۔۔۔۔۔ جسم کو یا روح کو؟

قبر میں مدفون شہدا کا جسم تھا جس کا ذکر کر کے ورثا افسوس کر رہے تھے۔۔۔۔۔ اور کفار وغیرہ نے پہلے نشانہ پر جسم کو اموات کہا تھا۔۔۔۔۔ تو قرآنی نص نے انہیں کا جواب نازل کیا،، کہ تم ان کو اموات،، مت کہو،، بل احیاء،، بلکہ وہ زندہ ہیں

کیا اب بھی مماتی فرقہ کے جوابی رسالہ میں درج اس جھوٹ کے تشت از بام ہونے میں کوئی کسر باقی رہ گئی ؟ کہ ،،صحابہ کرام،، تابعین وغیرہ نے آیت کی تفسیر میں یہ نہیں کہا کہ

،، چونکہ قتل پورا جسم ہوا تو لہذا زندہ بھی پورا جسم ہے۔ (ص۳۴)

﴿پنج تنی نسبت کے لچپال﴾

پانچویں نمبر پر بھی اکابرین دیوبند کے نام سے جس کمال کا سچ لکھا ہے اس پر ابلیسی ذریت بھی عش عش کر اٹھی ہوگی کہ حضرت کشمیریؒ، نانوتویؒ، کاندھلویؒ وغیرہ نے یہ وضاحت جاری کر دی ہے کہ ارواح شہدا کا اجسام عنصری سے کوئی تعلق نہیں ہوتا شہدا کے جسم مردہ ہوتے ہیں قیامت کو زندہ ہوں گے۔ (ملخص)

اللہ کریم توفیق ہدایت سلب فرمالے تو پھر اسی طرح بے باک ہو کر اور شرم وحیاء کی ہر صف سے ننگا ہو کر جھوٹ بولنا کوئی دشوار نہیں ہوتا ملاحظہ فرمائیں کہ حضرت کاندھلویؒ کا حوالہ نقل کر کے یار لوگوں نے جس بے دردی سے اس کا نقشہ بدلا تھا وہ ابھی کچھ ہی اوپر گزرا کہ وہ فرما رہے تھے اکیلی روح کا نام انسان نہیں اور صرف جسم کا نام بھی انسان نہیں بلکہ دونوں کے مجموعہ کو انسان کہتے ہیں۔ اور اسی سے قبر میں سوال وجواب ہوتا ہے مگر یار لوگوں نے پوری ڈھٹائی سے سارا حلیہ بدل دیا کہ شہدا زندہ ہیں اور ان کے جسم مردہ ہیں۔۔۔۔ پوری بات ابھی اوپر گزری۔ وہاں دیکھ لیں۔

باقی حضرت کشمیریؒ کی مشکلات القرآن سے جو کچھ انہوں نے نقل کیا اس دھوکہ اور معنوی خرد برد کا حال بھی اوپر عرض کیا جا چکا ہے وہاں دراصل اہل علم کے اختلاف کا بیان تھا جن میں سے ایک قول وہ بھی تھا جو نقل ہوا پھر اس اختلاف کا تعلق بھی بقرہ ۲۸ کے الفاظ ،،ثم یحییکم،، سے قبر والی زندگی یا حشر والی زندگی مراد لیے جانے کے باب میں تھا رہا ان کا عقیدہ۔۔۔۔ تو راقم بقدر ضرورت اس سلسلہ کے چند حوالے اوپر عرض کر چکا ہے وہاں ملاحظہ فرمالیں۔

باقی حضرت نانوتویؒ کے حوالہ سے جو کچھ کہا گیا وہ بھی ایک مضحکہ خیز داستان ہے یہی وہ،، آب حیات،، ہے جس کا رونا اسی جوابی رسالے نے ص ۳۵ یعنی صرف دو صفحے آگے چل کر رو دیا ہے۔ مگر اب یہاں پر اسی،، آب حیات،، سے اپنا عقیدہ بھی ثابت کر دکھایا ہے ویسے اس طرح کے کاموں میں ان کو خوب مہارت حاصل ہے

چاہیں تواحمد رضا خان کی کتابوں سے اپنا عقیدہ ثابت کرسکتے ہیں۔۔۔ کہ اسی کام کے تو یہ،، گر،، سیکھتے سکھاتے ہیں مگران کے یہ،،گر،،بس بے چارے ان پڑھ اور دینی معلومات سے بے خبر لوگوں کے ایمان برباد کرنے میں کام آسکتے ہیں۔۔جن کو کوئی تھوڑی سی جستجو بھی حاصل ہوجائے اور ایک نظر ان کتابوں کو کھول کر دیکھ لے جن کے حوالے نقل کرکے لوگوں کو دھوکہ دیتے ہیں بس ایک دفعہ وہ اس پوری کتاب کو پڑھ لے تو ان کے دجل کی قلعی سرے چوک کھل جاتی ہے۔

جامعہ بنوری ٹاؤن کراچی دارالافتاء میں ایک استفتاء آیا جس میں یہی مماتی رسالے والی عبارت درج تھی اور یہی سوال درج تھا کہ آیا شہدا کے اجسام سے روح کا تعلق منقطع ہے؟ (ملخص) اس کا جواب دارالافتاء نے یوں نے دیا۔

حجۃ الاسلام مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمہ اللہ کی کتاب آب حیات "حیات انبیاء" کے سلسلہ میں انتہائی عمیق ودقیق کتاب ہے، ہرکس وناکس کے لیے اسے پڑھنا اور سمجھنا سہل نہیں۔ بہت سارے لوگوں نے ان کی اس بلند پایہ کتاب کی عبارات پرنا سمجھی کی بناء پراشکالات واعتراضات کیے، علماء کرام نے مستقل کتابیں تحریرفرما کران کے جوابات دیئے ہیں۔۔۔۔۔آب حیات میں جہاں شہداء کی ارواح کا تذکرہ ہے وہاں اس بات کا ذکر نہیں کہ شہداء کی ارواح کا اجسام سے تعلق بالکلیہ منقطع ہوجاتا ہے البتہ یہ مذکور ہے کہ دنیاوی حیات ان کی برقرار نہیں رہتی، اسی بناء پر ان کی ازواج سے نکاح بھی درست ہے اوران کی میراث بھی تقسیم ہوتی ہے، اگر حیات اول برقرار رہتی تو یہ سب ناممکن تھا۔۔۔۔۔۔الخ

فتوی نمبر: 143609200041۔۔۔دارالافتاء: جامعہ علوم اسلامیہ علامہ محمد یوسف بنوری ٹاؤن کراچی۔

﴿آخری گزارش﴾

راقم نے اپنی بساط کے مطابق جوابی رسالہ والوں کے ان مقامات کی نشاندہی کرنے کی کوشش کی ہے جہاں انہوں نے دین کے نام پر عام لوگوں کو دھوکہ دیا اور غلط بیانی کی ہے البتہ طوالت کے خوف سے بہت کچھ تو نہایت مختصر کہا جبکہ بہت سارے امور نظر انداز کرنا پڑے جواب ساز نے

(۱) ابتدا تو اپنے استاد کی تردید سے کی کہ،، دکھ سازیاں،، والے کا جو تعارف استاد نے کروایا شاگرد رشید نے اس کے برعکس نقشہ پیش کر کے استاد کی تکذیب کر دی مگر چونکہ وہ سب راقم کے خلاف تھا اس لئے اس تردید کو یکسر نظر انداز کر دیا گیا یا خیر سے فہیم و ذکی اس پائے کے ہیں کہ اس تردید کا چھوٹے بڑے کسی میاں کو پتہ ہی نہیں چلا۔

(۲) جواب ساز نے اپنے غیض وغضب کی آگ بجھاتے ہوئے جو راقم پر کچھ حرف بھیجے اور اپنی بس کی حد تک کرم فرمائیاں کی ہیں اس پر یہی عرض ہے کہ اللہ کرے غاصب کو اپنے اس فعل سے تسکین حاصل ہوگئی ہو اور اس کا دل خوش ہو گیا ہو کسی کا دل خوش کرنا بھی نیکی ہے باقی راقم کوئی فرشتہ نہیں جس سے کوئی غلطی نہ ہوئی ہو۔ کاش کہ جواب سازوں کی یہ کاروائی راقم کی سیاہ کاریوں کے لیے مکمل کفارہ ہو جائیں۔

(۳) قرآن کریم کی دونوں آیات دونوں رسالوں میں مشترک ہیں۔ البتہ،، عِنْدَ اللّٰہِ،، کا جو محل انہوں نے مقرر کیا وہ انکا اضافی تصرف ہے اگر ان کے اس مقرر کیے ہوئے محل کو حرف آخر مان لیا جائے تو فرمان الٰہی،، اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰہِ الْاِسْلَامُ ؕ؛؛ سے خود انکی اپنی مسلمانی ہاتھ سے جاتی ہے۔ اب جب،، عِنْدَ اللہ،، کا محل جنت ہے نہ کہ کوئی دوسری جگہ،، تو انکے دعوی اسلام کا کیا بنے گا؟ پس آیات قرآنی تو مشترکہ اثاثہ ہیں مگر فریب کاری کے تحت،، عنداللہ،، کی تعیین اضافی ٹوٹکا ہے جس سے وہ گمراہی والی سڑک کی طرف مڑ گئے

(۴) جن احادیث کو نقل کیا گیا وہ بھی،، دکھ سازیاں،، اور جوابی رسالہ کا مشترکہ سرمایہ ہے البتہ یار لوگوں

نے ان احادیث کا جومحل مقرر کیا ہے وہ ٹھیک غیر مقلدین اور روافض جیسا ہے یعنی غیر مقلدین کا ،،لاصلوۃ،، وغیرہ والی روایت ۔اور روافض کا ،، من کنت مولاہ الخ ،،وغیرہ والی روایات کے باب میں جورویہ ہے مماتیوں نے اسی رویہ کی پیروی کی ہے

واقعہ یہ ہے کہ جس طرح ،،لاصلوۃ ،،،والی روایت تو ہے اور،،من کنت مولاہ،،والی روایت تو ہے مگر انہوں نے ان روایات کے لیے جو جومحل مقرر کرلیا قرآنی اصول ودیگر روایات کی روشنی میں وہ محل غلط ہے اسی طرح ان کی نقل کی ہوئی یہ روایات تو ہیں مگر انہوں نے ان روایات کا جومحل مقرر کرلیا ہے کتاب اللہ اور دیگر روایات کی روشنی میں وہ محل معتزلہ وکرامیہ سے حاصل شدہ ہے۔

(۵) جن جن کتابوں سے انہوں نے جوابی رسالہ میں روایات نقل کی ہیں خود انہیں کتابوں میں وہ روایات بھی موجود ہیں جو یارلوگوں کے مقرر کیے ہوئے محل کی تردید کرتی ہیں۔گویا جن کتابوں سے بزعم خود انہوں نے اپنا عقیدہ ثابت کیا وہی کتابیں انکے عقیدہ کی تردید کررہی ہیں۔

(۶) سادہ لوح اہل ایمان کو دھوکہ میں مبتلا کرنے کے لئے جن حضرات محدثین کے نام سے انہوں نے اپنے دھوکہ کو پھیلانے کی کوشش کی ہے ان محدثین نے خود ان دھوکہ بازوں کے نظریات کی کھلی تردید کی ہے جس کی جھلک پیش کی جاچکی ہے۔

(۷) اقوال صحابہ کے ذریعے حیات شہدا کی جوتعیین وحقیقت لکھی گئی خود انہی کتابوں میں ان کے اس دھوکہ سے پردہ ہٹایا گیا ہے۔مثلا اس عنوان کے تحت سب حوالے شرح الصدور کے ہیں اور شرح الصدور میں قبر کے اندر اعادہ روح وغیرہ سے بھی آگے بڑھ کر بہت کچھ لکھا گیا ہے جس کی جھلک بھی پیچھے عرض کی جاچکی ہے۔ حیرت ہے کہ جو کتاب ان کی تردید کررہی ہوتی ہے اسی کتاب کا حوالہ دیکر یہ تاثر دیتے ہیں گویا اس کتاب میں تو ان کا عقیدہ درج ہے۔

(۸) تابعین ومحدثین کے نام سے انہوں نے جو رسالہ کی طرح اپنا عمل نامہ سیاہ کیا ہے اسکی حقیقت بھی

جھوٹ ، دجل اور فریب کے سوا کچھ نہیں خود انہی تفسیرات و کتابوں میں اعادہ روح فی القبر وغیرہ جیسی مفصل بحثیں لکھ کر ان حضرات نے مماتی نظریہ ۔۔۔۔قبر میں جسم مردہ ہوتا ہے (ملخص) ۔۔۔۔کوتہس نہس کر دیا ہے۔

(۹) اکابرین دیوبند کے نام سے جو مکاری کی گئی اس کا حال بھی خود ان اکابرین کے بیانات سے کھل کر سامنے آ گیا ہے کہ وہ حضرات جس کتاب کو ان کے باطل نظریہ کی تردید کے لیے لکھتے ہیں یہ لوگ ہیں کہ ان کتابوں سے اپنے عقیدے کا حق ہونا دکھاتے چلے جاتے ہیں۔

(۱۰) کتابوں کے حوالے نقل کرنے میں انہوں نے جگہ جگہ انتہائی دھوکہ بازی کا ارتکاب کیا ہے کہ کتاب کے جس مقام پر ان کی تردید ہو رہی ہو اس کے پہلے اور آخری الفاظ یا سیاق وسباق سے کاٹ کر ایسے طور پر الفاظ لکھتے ہیں کہ ،،**یاایھاالذین امنوا لاتقربو الصلوۃ**،، تو رہ جائے اور ،،**وانتم سکاری**،، کا تصور بھی ختم ہو جائے یوں ایمان والوں کے لیے نماز کے قریب تک نہ جانے کا حکم تو دکھایا جائے مگر اس کی جو وجہ ،،وانتم سکاری،، میں ہے اسکی ہوا بھی نہ لگنے دی جائے انکی یہ کاروائی جگہ جگہ پائی گئی ہے اور تو اور خود ،،دکھ سازیاں،، جس کا یہ جواب لکھ رہے ہیں کہ جس چوری کے پکڑے جانے کا یقینی امکان موجود ہے ، وہ ان کی دست برد سے نہیں بچ سکی۔

(۱۱) جس کتاب سے یہ حوالہ دیتے ہیں وہی کتاب اسی مقام پر یا کسی دوسرے مقام پر ان کی تردید کیوں کر دیتی ہے؟ اسکی وجہ انکی وہ بنیادی غلطی ہے جس کو درست کیے بغیر اسے درست دکھانا چاہتے ہیں کہ انہوں نے بعد از وفات روح کے جسم سے ہر قسم کے تعلق کو منقطع قرار دینے کا وہی نظریہ اختیار کر لیا ہے جو معتزلہ کا ہے اور نبی کریم ﷺ سے ،، **حیات بعد الوفات** ،، کا انکار کرنے کا نظریہ کرامیہ سے لیا ہے ان دونوں نظریات کی اصلاح کیے بغیر ان کو اہلسنت کی کتاب سے ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ عقیدہ تو وہی معتزلہ اور کرامیہ والا رہے مگر ان پر مہر اہلسنت اور علمائے دیوبند کی لگ جائے چنانچہ اہل سنت اور اکابرین علمائے دیوبند کی

کتابوں سے سیاق سباق کاٹ کر کچھ جملے نقل کر دیتے ہیں جن سے بظاہر یہی لگتا ہے کہ یہ جملے اور الفاظ ان مماتی فرقہ کی تائید کرتے ہیں مگر جب اسی کتاب کا سیاق سباق یا دیگر مقامات سامنے آتے ہیں تو ان کے معتزلی نظریہ کی عمارت دھڑام سے گر جاتی ہے۔

(۱۲) کسی اہلسنت عالم کو مماتیوں سے حسد نہیں کہ وہ ان کو اہلسنت میں دیکھنا نہیں چاہتے یا علمائے دیوبند میں ان کا شمار ہونا گوارا نہیں کرتے مگر بات یہ ہے کہ،،کنویں سے مرا ہوا کتا نکالے بغیر اس کنویں کا پانی نکال کر اسے پاک صاف دکھانے کی کوشش،،سعی لاحاصل ہے جب تک معتزلہ کا نظریہ اور کرامیہ کا نظریاتی مردار اپنے اعتقادات کے کنویں سے نکال باہر نہ کریں اس وقت تک بھلا وہ کنواں کیسے پاک ہوسکتا ہے؟ یہی وجہ ہے کہ آپ دیکھتے ہیں کہ ایک وقت میں یہ،،،آب حیات،،،کا حوالہ دے رہے ہوتے ہیں۔۔تو دوسرے وقت پر اسی،،،آب حیات،،،کی تردید کر رہے ہوتے ہیں کیونکہ وہی،،آب حیات،،ان کے اعتزال زدہ خیالات کی چولہیں ہلا کر رکھ دیتی ہے یہی صورت حال اس فرقہ کو قدم قدم پر پیش آتی رہتی ہے۔

(۱۳) انہوں نے معتزلہ اور کرامیہ کا صرف عقیدہ ہی نہیں لیا عادتیں اور مزاج بھی ان سے حاصل کیا ہوا ہے انہی جیسی کج بحثی،اپنے استادوں سے مناظرہ گردی،اپنے بڑوں پر زبان درازی،اپنے باطل خیالات میں کے باب میں شدت پسندی،اہل باطل جیسی کردار سازی اور نامور حضرات کو اپنے عقیدے والا اقرار دینے کا کھلم کھلا جھوٹ۔۔۔یہ سب وہ وراثت ہے جو مماتیوں نے انہی معتزلہ اور کرامیہ سے حاصل کی ہے۔اب نظریات اور کردار تو معتزلہ اور کرامیہ کا رکھنا چاہتے ہیں مگر اس پر مہر اہل سنت اکابرین علمائے دیوبند کی چسپاں کرنا چاہتے ہیں حالانکہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ایں خیال است و محال است و جنوں

(۱۴) ان سب کے ساتھ یہ بھی گزارش ہے کہ اہل حق کی مشہور و معروف کتابوں کو چھوڑ کر ایسی کتابوں کے حوالے دینے کے عادی ہیں جو انتہائی غیر معروف یا معدوم ہوں،،اکلیل،،نام کی تفسیر اور رسالہ مصالحت حیات النبی ﷺ کو تلاش کریں شاید آپ کو کہیں سے دستیاب ہو جائے۔یوں ہی حضرت کشمیریؒ کی مشہور

کتابیں چھوڑ کر،،مشکلات قرآن،،حضرت کاندھلویؒ کی معروف کتابیں چھوڑ کر،،علم کلام،،معروف حضرات کوچھوڑ کر صاحب مواہب الرحمان وغیرہ اسکی مثالیں ہیں جب کوشش کر کے کچھ کتابیں تلاش کر لی گئیں تو ان میں حوالہ نقل کرنے کی جو خیانتیں نظر آئیں ان کی جھلک،،مشکلات القرآن،،علم الکلام وغیرہ میں دیکھی جاسکتی ہیں،اس سے آپ اندازہ لگاسکیں گے کہ اس کاروائی سے ان کا کیا مقصد ہوسکتا ہے۔

یہ وہ گزارشات ہیں جن کی مختصرسی وضاحت اوپرعرض کرنے کی کوشش کی گئی ہے اللہ کریم اس کاوش کومحض اپنے فضل سے قبول فرما کر اپنے بندوں کی ہدایت کا ذریعہ بنائے۔

ان ارید الاالاصلاح ماستطعت

وماتوفیقی الابالله علیه توکلت وهو

رب العرش العظیم

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

الباب الثالث

﴿مماتی فرقہ کے بہتان اوران کے جوابات﴾

ص ۳۳ سے جوابی رسالہ نے ،،اکاذیب العنید ،، کے عنوان سے،، دکھ سازیاں،،کو۔۔ضدی جھوٹے کے جھوٹ دکھانے کا اعلان کیااورکوئی ۲۰ صفحات اس پرصرف کیے۔راقم کے پاس جب رسالہ پہنچاتو اول اسی کو پڑھا اور مطلب تلاش کرنے کی کوشش کی پس ۔۔۔۔لفظ ۔۔۔سطریں اور۔۔۔۔صفحات پڑھ کر اپنی ضرورت کی شے تلاش کرتا رہا۔۔۔۔پھر دوبارہ پڑھااورغور کرتا گیا۔۔۔۔مگراپنی مطلوبہ شے تلاش کرنے میں خاطرخواہ کامیابی حاصل نہ ہوسکی۔تب سوچا کہ یااللہ یہ کیاماجرہ ہے یہاں بھی وہی دھوکے بازی مکاری یہ سب کیاہے؟؟؟

﴿قبولیت کی علامت﴾

اس بات پرتوکسی حدتک اطمینان ہوگیا کہ اللہ کریم نے محض اپنی رحمت کی چادرڈال کرراقم کواس کےنفس کی شرارت سےمحفوظ رکھااورترجمہ غلط اورتحریف اورطرح طرح کاواویلاکرنے والوں کاواویلاخودان پرپلٹ دیا اوراللہ کریم نے راقم کےترجمہ کوایسی ہستی کےترجمہ سے ملادیا جن کی ولایت کا اظہاران کے دارفانی سے جانے کے بعدبھی دکھادیا۔جس کا مطلب یہ ہے کہ وہ عنداللہ مقبول تھےاوران کے دینی کاموں کواللہ کریم نے قبول فرمالیا۔

مگرراقم کاترجمہ حضرت لاہوری والاہے پھربھی اس کووہ اکاذیب اوروہ بھی ،،عنید،، کے،،اکاذیب،،قرار دیتے ہیں کبھی ،،واہیاتیت،،کی بھبکی کستے ہیں توکبھی ،،گرگ،،کہتے ہیں۔۔۔یااللہ کیاخیراور بھلائی کی نصیحت اورنقصان والے کاموں سے روکنا کوئی ایسا جرم ہے جواس پرایسی زبان استعمال کی جائے؟؟؟ اوروہ بھی

چھوکروں کی زبان سے؟۔

،،معا،،دماغ پر حقائق کا نقشہ ابھر آیا۔۔۔کہ مولوی کس خیال میں ہو؟؟؟بندہ سچ کہے اور تکلیف نہ آئے ۔۔۔۔کلمہ حق لکھے اور جواب میں،،گرگ،،نہ کہا جائے۔۔۔راہ علمائے دیوبند کی اور ترجمہ حضرت لاہوریؒ کا لکھے اور حضرت لاہوریؒ پر آنے والی مصیبتوں،جلاوطنی اور بدزبانی کا سامنا نہ کرنا پڑے۔۔۔۔یہ پہلے کبھی ہوا جواب ہوگا؟؟؟

خدا کی کتاب پڑھ کر حلوے اور نذرونیاز وصول کرنے والے اور واہ واہ کی گونج میں عیش کرنے والے اور ہوتے ہیں۔نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے کتاب خدا پڑھی تو طائف کے پتھر۔۔۔مکہ کے مظالم اور طرح طرح کی مصیبتیں آئیں ہیں۔

اگر کتاب خدا پیش کرے اور تحفہ میں واہ واہ ملے تو جان لے کہ اس نے کتاب خدا کو اوروں کی طرح پیش کیا ہے آمنہ کے دریتیم ﷺ کی طرح پیش کرتا تو ان کی طرح قربانیاں اور تکلیفیں آتیں۔۔۔۔۔۔۔۔پس دل مطمئن ہوگیا کہ،، **الحمدلله** ،،یارلوگوں کی یہ زبان درازیاں اور،،**اکاذیب العنید**،،جیسے عنوانات اس بات کی علامت ہیں کہ مالک مہربان کے ہاں،،دکھ سازیاں،،کسی کھاتے میں آ گئی ہے۔

اس کے ساتھ،،دکھ سازیاں،،کا جواب لکھنے والوں کا جن سے رشتہ ہے وہ بھی کھل کر سامنے آ گیا کہ نبی رحمت ﷺ کو،،،صابی،،،شاعر،،،،،دیوانہ،،،مجنون،،،اور،،جھوٹا،،کہنے والوں سے ان کی کڑیاں جا ملتی ہیں ورنہ حضرت لاہوریؒ جیسے،،،مقبول عنداللہ،،،عالم ربانی کے ترجمہ کو،،، **اکاذیب العنید** ،،کا عنوان کیوں دیتے؟؟؟

﴿جھوٹ نمبر 1 اوراس کی حقیقت﴾

جوابی رسالے کے صفحہ نمبر 33 پران صاحب بہادروں نے۔۔۔۔۔فرقہ واہیاتیت۔۔۔،،طلباالشہرۃ ،،وغیرہ جیسے القابات جاری کیے ہیں راقم اس پر کچھ عرض نہیں کرتا بس عقل مند حضرات ماضی میں اس قسم کے جاری کیے گئے القابات کی تاریخ میں تلاش کر سکتے ہیں کہ وہ کون تھے جنہوں نے کلمہ حق کہنے پر اس قسم کے القاب جاری کیے تھے۔راقم ان کی طرف سے،،دکھ سازیاں،،کے بتائے جھوٹ کی حقیقت عرض کر دیتا ہے فیصلہ ارباب انصاف خود کر لیں گے۔

پہلے نمبر پر واویلا کیا گیا کہ اس نے تو قرآن کا ترجمہ ہی غلط کر دیا ہے ابھی رسالہ۔۔۔۔سر من رای۔۔۔۔۔سے باہر بھی نہیں آیا تھا کہ یہ ڈھول پیٹا جانا شروع ہوا جن کی آواز دور دور تک سنائی دی کہ۔۔۔اس نے قرآن میں تحریف کر دی۔۔۔۔ترجمہ غلط کر دیا وغیرہ وغیرہ

مگر جب وہ ترجمہ سامنے آیا تو۔۔۔۔۔۔کھودا پہاڑ والی کہاوت سامنے آگئی ملاحظہ فرمائیں کہ یہ ترجمہ راقم کی اختراع نہیں بلکہ یہ وہ ترجمہ ہے جو اہل علم بلکہ اہل تقوی اور اولیاء اللہ حضرات کرتے آئے ہیں۔ملاحظہ فرمائیں اہل علم،اتقیاء و اولیاء اس کا آیت کا ترجمہ کرتے ہیں۔

اور جو لوگ اللہ کی راہ میں مارے گئے ہیں انہیں مردہ نہ سمجھو بلکہ وہ زندہ ہیں اپنے رب کے ہاں سے رزق دیے جاتے ہیں۔۔۔۔(ترجمہ حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ)

جو اللہ کی راہ میں شہید ہو گئے انہیں ہرگز مردہ نہ سمجھو وہ زندہ ہیں جو اپنے پروردگار کے ہاں سے رزق پا رہے ہیں۔۔۔۔۔(تفسیر القرآن از مولانا عبدالرحمٰن)

بلکہ وہ زندہ ہیں اپنے رب کے پاس سے رزق پاتے ہیں۔۔۔۔۔۔(احسن البیان لسید فضل الرحمٰن)

۔۔اپنے رب کے پاس سے رزق حاصل کرتے ہیں۔۔۔۔۔(بصیرت قرآن از مولانا محمد آصف قاسمی)

۔۔۔۔۔بلکہ وہ زندہ ہیں اپنے رب کے پاس سے روزی پاتے ہیں۔۔۔(ترجمہ مولانا عبدالحق حقانی)

۔۔۔شہدازندہ ہیں اپنے رب کے پاس سے رزق پارہے ہیں۔۔۔۔۔(احکام القران للجصاص۔مترجم)
دکھ سازیاں کے ترجمہ سے تو یارلوگ دہشت ذدہ ہوگئے اوران سیدھی آنکھ والوں کو وہ ترجمہ ٹیڑی اینٹ نظر آئی مگر جس تفسیر حقانی کا حوالہ مماتی فرقہ نے بڑے طمطراق سے لکھا اسی حوالے والی جگہ پر لکھا ہوا تفسیر حقانی کا ترجمہ ان کو دہشت ذدہ کیوں نہ کرسکا اوراس ترجمہ میں ان کو تحریف نظر کیوں نہ آئی ؟

یہ کہنا تو فضول ہے کہ ان میں کوئی رجل رشید انصاف کرنے والا تلاش کیا جائے اوراسے بلا کر دعوت انصاف دی جائے۔البتہ اہل اسلام سے درخواست ہے کہ وہ پہلے ،،دکھ سازیاں،،اورحضرت لاہوریؒ سمیت اہل علم کے تراجم ملاحظہ فرمائیں پھران مہربانوں کی کرم فرمائی ملاحظہ کریں۔کہ امام الاولیاء سمیت اہل علم کے اس ترجمہ پر محض اس لئے ان کی زبان استرا بن گئی ہے کہ اس کا ناقل راقم ہے۔

یہاں ان مکاروں کی یہ فریب کاری بھی پیش نظر رکھی جائے کہ مماتی گروہ نے ،،واقفین لغت اور ماہرین مترجمین،،۔۔۔مستند مترجم ۔۔(جوابی رسالہ،۳۴) کا جو،،گر،،حفاظتی تدبیر کے طور پر محفوظ رکھا تھا تاکہ کسی مترجم کا ترجمہ پیش کیا جائے تو اسے،،غیر واقف لغت،،غیر ماہر،،یا غیر مستند کہہ کر رد کیا جا سکے۔۔۔۔۔اب اگراس کے جواب میں حضرت لاہوریؒ کا ترجمہ لکھا جاتا تو ان کے لئے کیا مشکل۔کہ یہ اس کو بھی کوئی سا اعتراض لگا کر ہضم کرجاتے۔مگر یہ اللہ کریم کی شان کریمی ہے جوان کے فریب خودان پر پلٹ دیتا ہے اس نے تفسیر حقانی کا حوالہ ان سے لکھوا کران کی بے لگام وگستاخ زبانوں کو لوہے کی لگام چڑھا دی۔اب مماتی بتائیں مفسر حقانیؒ ،،غیر واقف لغت،،غیر ماہر،،یا غیر مستند،،تھے؟؟؟

نہیں تو بولیے جس نے بقول تمہارے اس آیت کے ترجمہ میں تحریف کی اور ڈنڈی ماری (کہ ان کے ترجمہ میں ۔۔۔اپنے رب کے پاس سے روزی پاتے ہیں (ترجمہ مولانا عبدالحق حقانی) میں ،،،سے،،،کا پیوند لگا ہوا ہے) یہ تمہاری زبان تبرا کا نشانہ بننے کی بجائے قابل اعتماد کیسے بنے اوراسی طرح کا ترجمہ کر کے،،دکھ سازیاں،،لائق تبرا کیوں ٹھہری؟؟؟

محترم حضرات ؛؛ یہ ہے وہ رام کہانی جو پہلے جھوٹ کے نام سے پورے ساز وسوز کے ساتھ گائی گئی اور اس رام کہانی کو کسی مجلس عزا کے رنگ میں ڈھال کر جام تبرا لنڈھائے اور بہائے گئے۔

﴿جھوٹ۔2۔کی مجلس ہفوات﴾

مماتی فرقہ نے ،،دکھ سازیاں،، کا دوسرا جھوٹ یہ پکڑا کہ اس کا یہ کہنا جھوٹ ہے جو اس نے کہا کہ،، انبیاء نے موت کا ذائقہ چکھا،، اس کا کسی نے انکار نہیں کیا۔

مماتیوں کا ارشاد عالی ہے کہ،،، شیخ نانوتویؒ،، شیخ صفدرؒ،، شیخ علامہ خالد محمودؒ،، شیخ ترمذیؒ،،، نے اس بات کا انکار کیا ہے۔ ارباب انصاف غور فرمائیں کہ مماتیوں کے اس بہتان کی حقیقت بھی حسب روایت ہے۔ ورنہ واقعہ یہ ہے کہ ان حضرات سمیت پوری امت کا کلی طور پر اس مسئلہ پر اجماع ہے کہ قرانی ضابطہ کے تحت اللہ کے رسولوں نے موت کا ذائقہ چکھا۔ حضرت نانوتویؒ فرماتے ہیں،،

حسب ہدایت،، کل نفس ذائقۃ الموت،، اور،، انک میت وانھم میتون،، تمام انبیاءؑ خاص کر حضرت سرورانامﷺ کی نسبت موت کا اعتقاد بھی ضروری ہے۔ (لطائف قاسمیہ۔۔۴)

مزید فرماتے ہیں۔۔۔ بالجملہ موت انبیاء اور موت عوام میں زمین آسمان کا فرق ہے (آب حیات۔۔۲۱۹)

مزید لکھا ہے۔۔۔ سماع انبیاء بعد وفات زیادہ ترقرین قیاس ہے اور اسی لئے ان کی زیارت بعد وفات بھی ایسی ہی ہے جیسے ایام حیات میں،، احیاء،، کی زیارت ہوا کرتی ہے (جمال قاسمی۔۱۶)

امام اھل سنت حضرت مولانا سرفراز خان صفدرؒ فرماتے ہیں۔

الحاصل حضرات انبیاء کی وفات ایک حتمی اور قطعی امر ہے اور اس کا اعتقاد ضروری ہے کیونکہ نصوص قطعیہ صریحہ سے ثابت ہے۔۔۔۔۔ (تسکین الصدور ص ۲۴۷)

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات بھی ایک قطعی اور حتمی امر ہے اسی وفات کے نتیجے میں آنحضرت صل وسلم علیہ وسلم کی تجہیز وتکفین اور دفن وقبر وغیرہ کا انتظام ہوا اور حضرت صحابہ کرامؓ نے اپنے ہاتھوں سے لحد مبارک

میں آپ کو اتار کر دفن کیا

اور اس کے بعد حضرت ابوبکر صدیقؓ کو خلیفۃ المسلمین منتخب کیا۔۔۔۔ یہ تمام امور اپنے مقام پر ایک ثابت شدہ حقیقت ہے جو قرآن وحدیث اور امت مسلمہ کے اتفاق و اجماع سے ثابت ہے جس کا کوئی شخص منکر نہیں ہے (ایضا صفحہ 215)

تمام مسلمان اس نظریے کے حامل ہیں کہ آنحضرت ﷺ کی وفات ہوئی ہے اور وفات کا لفظ آپ کے حق میں بولنا بالکل درست اور صحیح ہے۔(ایضا صفحہ 216)

علامہ خالد محمودؒ صاحب لکھتے ہیں

آنحضرت ﷺ پر وفات شریفہ کا یقیناً ورود ہوا اور آپ نے یقیناً اس دنیا میں سے انتقال فرمایا۔

(مقام حیات صفحہ ۷۴)

وقوع وفات پر بنا بر خبر مستفیض سب کا اجماع اور اتفاق ہوا۔۔۔۔۔۔(ایضا ۷۵)

انبیاء کی یہ حیات بعد الوفاۃ ہے اس میں کسی کا اختلاف نہیں وفات آنے کے سب علمائے حق قائل گزرے ہیں۔(ایضا صفحہ 274)

حضرت مولانا عبدالشکورؒ ترمذی لکھتے ہیں

ہمارے نزدیک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم (اسی طرح تمام انبیاءؑ) وفات کے بعد بھی اپنی قبور مبارکہ میں اسی طرح حقیقتا نبی اور رسول ہیں۔۔۔۔(المہند علی المفند مترجم۔۔۔۔۲۷۸)

انبیاء کے ابدان مبارکہ میں وفات کے بعد بھی بہ تعلق روح ادراک وشعور ہوتا ہے۔۔۔(ایضا)

ص ۔۱۶۲ پر شیخ ترمذیؒ،، حضرت نانوتویؒ کا وہی حوالہ نقل کرتے ہیں جس میں انہوں نے ،،کل نفس ذائقۃ الموت،،اور،،انک میت وانھم میتون،، کی دلیل لکھ کر اس عقیدے کو بیان فرماتے ہیں۔

حضرت تھانویؒ سے نقل کرتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے بعد وفات کے بھی حیات برزخی ثابت ہے

۔۔(ایضا۱۲۳)

حضرت مدنیؒ سے نقل کرتے ہیں

وہابی وفات ظاہری کے بعد انبیاء کی حیات جسمانی کے منکر ہیں (ایضاصفحہ-16 4)

مفتی محمد شفیعؒ سے نقل کرتے ہیں۔۔۔۔۔۔انبیاء کی حیات بعد الموت حقیقی جسمانی مثل حیات دنیوی کے ہے

(ایضا)

جب تمام اہل علم پورے اصرار کے ساتھ اپنے اس عقیدے کا کھلا اعلان فرمارہے ہیں اور جن پر مماتی یہ الزام عائد کرتے ہیں وہ حضرات تو،،کل نفس ذائقۃ الموت،،کا پورا حوالہ دے کر وفات نبوی کا اعلان کررہے ہیں اوراس پر اجماع نقل کررہے ہیں صراحتاً کہہ رہے ہیں کہ اس کا کوئی منکر نہیں تو راقم نے اگر وہی کچھ لکھ دیا تو کیا بیجا کیا اور یہ جھوٹ کیسے ہوگیا؟؟؟

اصل بات وہی ہے جو راقم،،دکھ سازیاں،،میں عرض کرچکا ہے کہ ان کے نزدیک اصل مسئلہ اہم نہیں سمجھانے کے لیے استعمال ہونے والی تعبیرات اصل ہیں کیونکہ ان کی بنیاد پر ہی یہ اپنی دھوکہ بازی کی دکان چلا سکتے ہیں چنانچہ آپ دیکھئے کہ اصل مسئلہ تو،،کل نفس ذائقة الموت،،والے قاعدہ وقانون پر ایمان لانا ہے، جس پر تمام اہل حق اپنے ایمان کا صراحتا اقرار کررہے ہیں،جن میں حضرت نانوتویؒ کی،،آب حیات،،بھی ہے۔۔۔۔مگر یار لوگ ان کے صراحتا اقرار کو قبول نہیں کرتے ان کا اب بھی یہی کہنا ہے کہ یہ تو مانتے ہی نہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے موت کا ذائقہ چکھا پھر اپنے اس فریب کی دکان پر وہی تعبیرات لٹکا کر ،،ہوکا،،لگاتے اور اپنے مطلب کے گاہک ڈھونڈنے میں لگے ہوئے ہیں۔

﴿تیسرے جھوٹ کی کہانی﴾

صاحب بہادر کہتے ہیں کہ،،دکھ سازیاں،،کا کہنا کہ اختلاف کی ابتدا،،،، **بل احیاء**،،سے ہوئی ہے یہ جھوٹ شریف ہے۔۔۔۔اختلاف کی ابتدا تو،،اموات،،اور،،احیاء،،کی تنوین اور،،،لاتشعرون،،،سے ہوتی ہے۔ان کے اس تیسرے نمبر پر درج کئے ہوئے جھوٹ کا حاصل یہ ہے کہ،،، **بل احیاء**،،سے اختلاف کی ابتدا بتانا جھوٹ شریف ہے بلکہ اختلاف کی ابتدا تو،،**احیاء**،، سے ہوتی ہے!!!سب کہو!!!! **سبحان اللہ**!!!لو جی،،دکھ سازیاں،،کا یہ تیسرا جھوٹ بھی ثابت ہو گیا۔

صاحب بہادروں سے گزارش ہے کہ وہ بقائمی ہوش وحواس،،دکھ سازیاں،،ایک دفعہ پھر پڑھ لیں۔۔۔یہ ،،**عنبر الیم** تفسیر پارہ عم،،نہیں جس میں نحوی،لغوی تحقیق پر زور ہوتا ہے۔۔۔۔بلکہ یہ،،دکھ سازیاں،،کے نام سے لکھا ہوا ایک خط ہے جس میں تنوین کے لفظی ومعنوی عمل اور اس کے قواعد کی بحث نہیں،،نفس اختلاف،،کا ذکر ہے۔۔۔۔۔اب ذرا اس تنوین والی بحث کو ہٹا کر دیکھیں خود آپ کے لکھے الفاظ میں کیا بچتا ہے؟ وہی ناں! کہ،،احیاء،،سے اختلاف کی ابتدا بتانا جھوٹ شریف ہے بلکہ اختلاف کی ابتدا تو،،احیاء،، سے ہوتی ہے!

﴿چوتھے جھوٹ کا فسانہ﴾

،،دکھ سازیاں،،کا صفحہ۳ سے ۸ تک اس پر بحث کرنا کے قتل کا فعل جسم پر واقع ہوا ہے جس میں روح بھی تھی تو،، مقتول فی سبیل اللہ،،کو جب اس قربانی کا انعام ملے گا وہ بھی ان سب کو حاصل ہو گا جو اس قربانی میں شریک تھے۔اگر صرف روح پر ضرب لگی اور مضروب ہو کر مقتول فی سبیل اللہ ہوا تو اس پر انعام بھی روح کو ملے گا اگر جسم پر ضرب لگی جس میں روح تھی تو انعام حاصل ہونے میں بھی یہ حصہ دار ہوں گے۔۔۔۔یار لوگوں کا فرمان ہے کہ یہ جھوٹ ہے اور صرف روح کو زندہ قرار دینے پر نفس پرستی کا الزام دراصل قرآن نبی کریم اور

صحابہؓ وغیرہ پر عائد ہوتا ہے جو،،دکھ سازیاں،،نے لگا کر اپنے لئے دوراہیں بچا لی ہیں یا تو بے ایمان بنیں یا جاہل(ملخص)

جواباً عرض ہے کہ،،شیخ چلی،،کا طرز تحقیق معیار ہو پھر تو یار لوگ جو کچھ کہتے ہیں وہ سب ثابت ہو گیا اور،،دکھ سازیاں،،والے جاہل و بے ایمان بھی بن گئے۔لیکن قرآن کریم کی راہنمائی اور امور واقعیہ بھی کوئی قابل غور امور ہیں تو واقعہ یہ ہے کہ جن لوگوں کے جواب میں قرآن نازل ہوا وہ،،**یقتل فی سبیل الله**،،،روح کو نہیں کہہ رہے تھے بلکہ اس کو کہہ رہے تھے جو ان کے سامنے کھاتا پیتا تھا۔اس کھاتے پیتے جسم والے انسان کو بعد از قتل جوانہوں نے،،اموات،،کہا تو اللہ تعالی نے ان کے اسی تصور کا رد فرمایا جس تصور کی بنا پر اور جس کو وہ ،،اموات،،کہہ رہے تھے کہ تمہارا یہ خیال غلط ہے،،**بل احیاء**،،بلکہ وہ زندہ ہیں۔

اب ذرا تناقض کی جو شرائط ہیں ان کی زیادہ نہیں تو کم از کم پہلی شرط ہی سامنے رکھ کر سوچو تو بات کنارے لگ جائے گی جو،،یقتل فی سبیل اللہ،،کو،،**اموات**،،،کہہ رہے تھے۔ان کا کہنا تھا کہ وہ کھاتا پیتا انسان،،، **یقتل فی سبیل الله**،،،کے بعد،،اموات،،،ہو گیا۔اللہ تعالی نے ان کو جواب دیا کہ تم ان کو،،اموات،، نہ کہو،،،بل احیا،،،بلکہ انکی روحیں زندہ ہیں ایمانداری سے بتاؤ کیا موضوع ایک رہا؟؟؟

وہ جسم کو،،اموات،،کہتے ہیں۔۔۔۔اللہ ان کی تردید میں،،روح،،کو زندہ کہتا ہے۔۔۔۔،،**سبحان الله**،، کیا یہی ہے تمہاری علامیت!!!پس ہم تفصیل سے عرض کر آئے ہیں کہ صرف روح زندہ ہے اور جسم تو اس کا مردہ ہے یہ نا اللہ کریم کا فرمان ہے نہ رسول اللہ کا!اور نہ ہی صحابہ و تابعین کا!بس مماتی دماغ کے بخارات ہیں جس کے بھاپ،دھواں وغیرہ سے پریشان ہو کر اللہ تعالی کی کتاب،،نبی اخرالزمان،،صحابہ کرامؓ اور علمائے امت پر بہتان تراشیاں کرتے رہتے ہیں۔

ان کے بڑے کرامیہ بھی یہی کچھ کرتے تھے کہ معروف اہل علم کو اپنے عقیدے والا مشہور کر کے لوگوں کو گمراہ کرتے تھے اور یہ بھی۔کبھی،،آب حیات،،کے حوالے سے اپنا عقیدہ ثابت کرتے ہیں،،تو کبھی اس،،آب

حیات،، پر شرک کا فتوی لگاتے ہیں۔۔۔کبھی حضرت مکی حجازی کو اپنے عقیدے والا بتاتے ہیں تو کبھی مولانا منظور مینگل کو اپنے عقیدہ والا کہتے ہیں

مگر جیسے کرامیہ کا،،شیخ اشعری،،کو اپنے عقیدے والا کہنے کا جھوٹ ان کو علمائے امت کی گرفت سے نہ بچا سکا اسی طرح انکے یہ سب جھوٹ خود انکے گلے پڑتے رہتے ہیں۔حاصل محصول کچھ بھی نہیں ہوتا۔

اور رگ مماتیت پھڑک اٹھی

مماتی فرقہ کے مایہ ناز پالتو جھوٹ نمبر 5 کے عنوان سے،،دکھ سازیاں،،صفحہ 4 سے چند الفاظ لکھ کر،،چتر وڑی زبان،،سے مسلح ہو کر میدان میں اتر آئے۔۔۔وہی چتر وڑی جو اپنی اولاد کو حرامی اور طوفان نوح میں غرق ہونے والے بیٹے کی طرح قرار دیتا ہے اور اولاد اس،،چتر وڑی،،باپ کو حضرت ابراہیم کے باپ آزر جیسا کہتی تھی۔آج بھی کلیم اللہ وغیرہ ایک دوسرے پر جو صلاۃ وسلام پڑھتے ہیں وہ سب کو معلوم ہے۔شائقین انٹرنیٹ کی مدد سے ان کی زعفرانی زبان ملاحظہ کر سکتے ہیں۔اسی شجر خاردار کی مماتی شاخیں اپنا رنگ دکھاتی رہتی ہیں اب بھی انھوں نے آدھی بات نقل کر کے جو زبان سوا گز اور بے لگام کی اور میراثی پن کا مظاہرہ کیا اس پر راقم کیا عرض کر سکتا ہے۔البتہ اس مختصر مجلس عزا میں شرم وحیا کے ان کنگنوں (حیادار عورت کا زیور) نے جو گامن سچاری کی ہے اس کی ایک جھلک ضرور پیش کی جاتی ہے۔کہتے ہیں

ہم اشاعت التوحید والے جب سے اہل بدعت نے حیات دنیوی کی راگ الاپی ہے اس وقت سے اعلان کر رہے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حیات۔۔۔۔۔۔روحانی جنتی حاصل ہے۔(جوابی رسالہ صفحہ 38)

کوئی چھوٹے میاں سے پوچھ کر بتا سکتا ہے کہ یہ تمہاری اشاعت کب پیدا ہوئی اور،،المہند،،کب کی لکھی ہوئی کتاب ہے؟؟مگر کسی مجلس پڑھنے والے کی طرح شاید ان کو بھی اس کی ضرورت نہیں پڑتی کہ جو کچھ ہم بول رہے ہیں اس کا حقیقت اور واقعہ سے کتنا تعلق ہے۔

اس لیے عرض ہے کہ احمد رضا خان نے اہل حق کے خلاف حسام الحرمین رسالہ۔۱۳۲۳ھ۔میں لکھا اس کے

جواب میں اکابرین اہل حق نے المہند علی المفند لکھا جو۔۱۳۲۵ھ میں شائع ہوا جبکہ حضرت نانوتوی کی ،،آب حیات ،،تو اس سے بھی پہلے شائع ہوچکی تھی یوں ۔۱۴۴۱ھ۔ تک ،،المہند ،،کو لکھے ہوئے ایک صدی اور سولہ سال بیت چکے ہیں جبکہ اشاعۃ التوحید 1957 میں بنی اس کی عمر اب 63 سال ہے۔یوں اشاعت کی پیدائش سے ۵۳ سال پہلے ،،المہند ،،لکھی جا چکی تھی اور جس ،،آب حیات ،،کا نام سن کر مماتی فرقہ پر بجلیاں گرتی ہیں وہ تو اس علم و ہنر سے بھی پہلے کی تصنیف ہے ۔۔۔۔۔اب رتی بھر ،،حیاء،،کو ضمیر میں زندہ رکھ کر غور کریں کہ ۔۔۔۔جب سے ۔۔۔۔والی بڑھک کا انجام کیا ہوا ؟؟؟

صاحب بہادروں کا یہ بھی فرمان ہے کہ ہمارے اسلاف ۔۔۔۔۔نیلوی ۔۔۔۔۔کی کتب دیکھنے کا تکلف کر لیجئے گا (صفحہ ۳۸)

اچھا وہی نیلوی صاحب جنہوں نے نواسہ رسول حضرت حسین کی توہین میں کتاب لکھی جس کی پاداش میں جیل گئے اور وہیں زندگی نے ساتھ چھوڑا جاتے جاتے بندیالوی صاحبان اور ارباب مدرسہ کے بارے میں بھی بہت کچھ فرما گئے جہاں بیٹھ کر نبی رحمت ﷺ کی امت کو بے راہ کیا تھا اس مدرسے پر بھی صلوۃ بھیجے گئے ۔۔۔ ماشاءاللہ کیا خوب انجام ہوا کہ نواسہ رسول کے گستاخوں میں نام لکھوا گئے ۔ایک علامہ اٹھا اس نے امام بخاری پر زبان درازی کی ۔۔۔۔دوسرا بابا جی آگے بڑھا اور نواسہ رسول پر قلم کمان بنا گیا ۔۔۔۔یہ ہیں جناب کے اعمال خیر اوران کا انجام ۔۔۔۔جب سچ یہ ہوگا تو گلشن بھی تو ،،ماشاءاللہ ،،تم جیسا ہی ہوگا ناں !!!

آگے جو راقم کے اوپر زبان دراز کر کے اپنے رسالے کی طرح اعمالنامہ کالا کیا ہے اس طرح کی زبان راقم کو ان کے بڑوں نے نہیں سکھائی نہ اس کا جواب آتا ہے ۔البتہ مماتی فرقہ کو زبان دراز کرنے میں دنیائے رفض سے کم مقام حاصل نہیں ۔۔باقی رہا ان کا یہ بہتان کہ ،،دکھ سازیاں ،،نے قرآنی آیت کا ترجمہ غلط کیا ہے ۔۔ اس گامن سچاری کا حال آپ پہلے نمبر کے تحت دیکھ چکے ہیں ۔

﴿ کچھ بابا نیلوی صاحب کے بارے میں ﴾

جواب ساز کے حسب مشورہ ان کے اسلاف کی کتب دیکھنے کا جو معمولی سا تکلف کیا تو ایک فائدہ یہ ہوا کہ راقم کا ان کے بارے میں جو تصور تھا وہ تصدیق ہو گیا۔ دوسرا فائدہ یہ ہوا کہ مماتی فرقہ جس لا علاج مرض میں مبتلا ہے اس کی دلیل میسر آ گئی۔ چنانچہ راقم نے دیانت داری سے اور پوری گہرائی و گیرائی کے ساتھ ان کے بیان کردہ اکابر صاحبان کے چند بیانات اور چند کتابوں کے کچھ صفحات کا جائزہ لیا تو اس نتیجہ پر پہنچا کہ ان کا اہم مشن دشمنان اسلام کو اسلام پر اعتراض اٹھانے کے لئے دلیل مہیا کرنا ہے۔ آج سے کوئی پچیس سال پہلے کی بات ہے اہل حق نے دشمنان اسلام کے بھیانک چہرے بے نقاب کرنے کے لئے ،،تاریخی دستاویز، لکھی، جس کے جواب میں اعدائے اسلام نے ،،تحقیقی دستاویز،، شائع کی، اس کتاب کے ساتویں باب میں پہلی فوٹو سٹیٹ اسی ،،ندائے حق،، کی لگائی جس کے لکھاری یہی بابا جی حضرت نیلوی صاحب ہیں۔ جو جواب ساز کے اکابر ہیں۔ اس کتاب کے صفحہ۔۱۳۵۔ کا جو فوٹو سٹیٹ لگایا گیا ہے اس پر نیلوی صاحب لکھتے ہیں

ایسی اہم اور ضروری حدیث جس کا انکار موجب فسق وضلال ہے صرف ایک صحابی غیر معروف الفقہ والعدالت یعنی حضرت ابی ہریرہ ہی سے روایت ملی۔ (ندائے حق ص ۱۳۵ بحوالہ تحقیقی دستاویز ص ۷۷۹)

مماتی فرقہ کے ان اکابر صاحب نے امت اسلام کے سب سے بڑے محدث پر دو سنگین بہتان باندھے ہیں۔ ایک یہ کہ حضرت ابو ہریرۃؓ فقہ (تفقہ) میں معروف نہیں تھے۔ دوسرا یہ انکی عدالت بھی معروف نہیں تھی۔ ان مماتی اکابر صاحب کے یہ دونوں بہتان خالص رافضی نظریہ ہے جس کا اسلام اور اہل اسلام کے نظریات سے دور کا بھی کوئی واسطہ تعلق نہیں ہے۔

﴿عدالت صحابہ کرامؓ﴾

حضرت ابوہریرہؓ تو خیر روایت حدیث میں نہایت بلند مقام رکھتے ہیں اہل اسلام تو کسی ادنیٰ صحابی رسول کے بارے میں کسی ایسی بات کے روادار نہیں جو ان اکابر حضرات نے ایک ایسے صحابی رسول کے بارے میں بے دھڑک کہہ دی جو امت کے سب سے بڑے محدث ہیں۔ارباب علم نے اس عنوان پر مستقل تصنیفات ورثہ میں چھوڑی ہیں جن میں صحابہ کرام کی عدالت پر قرآن کریم کی بیسیوں آیات اور ارشادات رحمت عالم ﷺ کا انبار لگا دیا ہے۔اس مقام پر عدالت صحابہ کرام پر تفصیلات بیان کرنا مقصود نہیں البتہ اکابر صاحب کے پیروکاروں سے یہ ضرور عرض کرنا ہے کہ اللہ کریم تو صحابہ کرام کو

وَ لٰکِنَّ اللّٰہَ حَبَّبَ اِلَیۡکُمُ الۡاِیۡمَانَ وَ زَیَّنَہٗ فِیۡ قُلُوۡبِکُمۡ وَ کَرَّہَ اِلَیۡکُمُ الۡکُفۡرَ وَ الۡفُسُوۡقَ وَ الۡعِصۡیَانَ ؕ (الحجرات)

لیکن اللہ تعالیٰ نے تمہیں ایمان محبوب بنا دیا اور اسے تمہارے دلوں میں مزین کر دیا اور کفر،گناہ،نافرمانی سے تمہیں نفرت دے دی۔

فسوق وعصیان صرف کذب بیانی میں نہیں ہوتا بلکہ زندگی کے جملہ امور میں عام ہے۔جب رب تعالیٰ نے گناہ اور نافرمانی سے ان کی بیزاری کر دی تو ان کی نزاہت وعدالت کے عموم پر نص صریح ہوئی۔اور،، **ھُمُ الرّٰشِدُوۡن**،،.کے مختصر جملہ میں اس کی تائید کر دی۔

کُنۡتُمۡ خَیۡرَ اُمَّۃٍ اُخۡرِجَتۡ لِلنَّاسِ تَاۡمُرُوۡنَ بِالۡمَعۡرُوۡفِ وَ تَنۡہَوۡنَ عَنِ الۡمُنۡکَرِ وَ تُؤۡمِنُوۡنَ بِاللّٰہِ ؕ

(آل عمران۔۱۱۰۔)

مومنو! جتنی امتیں یعنی قومیں لوگوں میں پیدا ہوئیں تم ان سب سے بہتر ہو کہ نیک کام کرنے کو کہتے ہو اور برے کاموں سے منع کرتے ہو اور خدا پر ایمان رکھتے ہو۔

اس آیت کا شان نزول حضرت عبداللہ بن مسعودؓ، حضرت حذیفہؓ کے مولی (آزاد کردہ غلام) سالمؓ حضرت ابی بن کعبؓ اور حضرت معاذ بن جبلؓ کے بارے میں ہے۔ (کذافی تفسیر طبری ج۴ص۱۳۱) نیز تفسیر طبری ج۴ص۶۳ پر حضرت عمرؓ بن الخطاب کا یہ مقولہ منقول ہے۔

لوشاء الله قال ،،انتم،، فكنا كلنا ولكن قال كنتم فی خاصة من اصحاب رسول الله ﷺ

اگر اللہ چاہتا تو،،انتم خیر امۃ،،فرماتا تو ہم سب اس کا مصداق ہوتے مگر اللہ تعالیٰ نے کنتم کا صیغہ صحابہ کرام کی مخصوص جماعت کے حق میں فرمایا ہے۔

نیز محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ نے اسی تفسیر ج۴ص۳۸ پر،،ولتکن منکم امۃ یدعون۔الآیۃ کی تفسیر میں اپنی سند سے حضرت ضحاک، حضرت ابن عباسؓ کے شاگرد سے یہ نقل کیا ہے کہ یہ جماعت صحابہ کرام ہی کی مخصوص جماعت ہے اور وہی دین اسلام کے خاص راوی ہیں۔ نیز اسی سند سے،،کنتم خیر امۃ،،کی تفسیر میں لکھا ہے کہ اس کا مصداق خاص کر صحابہ کرام ہیں۔ کیونکہ وہی دین کے راوی اور داعی الی اللہ ہیں جن کی فرمانبرداری کا اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو حکم فرمایا ہے۔

وَ السّٰبِقُوۡنَ الۡاَوَّلُوۡنَ مِنَ الۡمُهٰجِرِيۡنَ وَ الۡاَنۡصَارِ وَ الَّذِيۡنَ اتَّبَعُوۡهُمۡ بِاِحۡسَانٍ ۙ رَّضِىَ اللّٰهُ عَنۡهُمۡ وَ رَضُوۡا عَنۡهُ وَ اَعَدَّ لَهُمۡ جَنّٰتٍ تَجۡرِىۡ تَحۡتَهَا الۡاَنۡهٰرُ خٰلِدِيۡنَ فِيۡهَاۤ اَبَدًا ‌ؕ ذٰلِكَ الۡفَوۡزُ الۡعَظِيۡمُ

(توبہ۔۱۰۰۔)

جن لوگوں نے سبقت کی (یعنی سب سے پہلے ایمان لائے) مہاجرین میں سے بھی اور انصار میں سے بھی اور جنہوں نے نیکوکاری کے ساتھ ان کی پیروی کی خدا ان سے خوش ہے اور وہ خدا سے خوش ہیں۔ اور اس نے ان کیلئے باغات تیار کئے ہیں جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں (اور) وہ ہمیشہ میں رہیں گے۔ یہ بڑی کامیابی ہے

۔جیسے الفاظ سے یاد فرماتا ہے مگر یہ آپ کے اکابر صاحب ہیں جو صحابہ کرام کو عادل ماننے کیلئے تیار نہیں ہیں ۔کہ ہے تم میں کوئی ایسا غیرت مند جو اپنے اس اکابر کی قرآن کریم سے کھلی بغاوت پر اسی طرح کا فتویٰ

لگائے کہ وہ پکا......ہے؟ مگر نہیں تم میں سچائی کا سامنا کرنے کی ہمت نہیں ہے۔ ہاتھی کے دانت کھانے کے اور دکھانے کے اور کی طرح تمہارے معیار الگ الگ ہیں یہی وجہ ہے کہ ندائے حق کی اس عبارت پر تمہارے چھوٹے بڑے سب میاں صاحبان خاموش ہیں۔

یاد رکھیئے ! صحابہ کرام کی عدالت قرآن کریم ،احادیث رسول ،اور اجماع امت سے ثابت ہے نبی کریم ﷺ نے فرمایاً

لایبلغنی احدمن اصحابی عن احدشیئا فانی احب ان اخرج الیکم وناسلیم الصدر

(رواہ ابوداود، مشکوۃ ص۴۱۴)

میرے صحابہ کا کوئی فرد دوسرے صحابی کے متعلق نامناسب بات میرے علم میں نہ لائے کیونکہ میں چاہتا ہوں کہ صاف دل ہوکر تمہارے پاس آیا جایا کروں۔

حافظ خطیب بغدادی فرماتے ہیں

وجمیع ذالک یقتضی طھارة الصحابه والقطع علی تعدیهم ونزاهتهم فلایحتاج احد منهم مع تعدیل الله لهم المطلع علی بواطنهم الی تعدیل احد من الخلق فهم علی هذه الصفة الاان یثبت علی احد ارتکاب مالایحتمل الاقصد المعصیة والخروج من باب التاویل فیحکم بسقوط العدالة وقدیراهم الله من ذالک ورفع اقدارهم عنه .

(کفایة باب فی عدالة الصحابة)

یہ تمام آیات صحابہ کرام کی گناہوں سے حفاظت وعدالت کی قطعیت اور برائیوں سے پاکدامنی پر دلالت کرتی ہیں۔پس ان کے باطن سے واقف رب تعالیٰ کی شہادت عدالت کے ہوتے ہوئے کسی مخلوق کی تعدیل کی حاجت نہیں وہ اسی طہارت پر سمجھے جائیں گے تا آنکہ کسی سے ایسے کام کا ارتکاب ثابت ہو جو صرف معصیت ہی کے ارادے سے ہوسکتا ہو اور تاویل کی کوئی گنجائش نہ رہے تاکہ عدالت ساقط ہوجائے۔لیکن اللہ تعالیٰ نے

ایسے کام کے ارتکاب سے ان کو محفوظ فرمایا ہے اور ان کی شان اس سے برتر بنائی ہے۔

﴿عدالت صحابہؓ پر حملہ آوروں کا حال﴾

محدث جلیل حافظ ابو زرعہؒ رازی المتوفی ۲۶۰ھ نے کیا ہی خوب فرمایا ہے۔

قال ابو زرعه اذرائیت الرجل ینتقص احدا من اصحاب رسول الله ﷺ فاعلم انه زندیق وذالک ان الرسول ﷺ والقرآن حق وانماادی الیناھذاالقرآن والسنن اصحاب رسول الله ﷺ وانمایریدون ان یجرحوا شھودنالیطلبوالکتاب والسنة والجرح بھم اولی وھم زنادقة .

(کفایۃ فی علم الروایۃ ص۴۹ للخطیب البغدادی ورواہ کثیر من اصحاب اصول الحدیث)

امام ابوزرعہؒ فرماتے ہیں کہ جب تم کسی کو حضور ﷺ کے کسی صحابی پر تنقید یا تنقیص کرتے دیکھو تو یقین کرلو کہ وہ زندیق اور بداعتقاد ہے کیونکہ حضور ﷺ حق ہیں اور قرآن بھی حق ہے اور ہم تک تو قرآن کریم اور سنن نبویہ صحابہ کرام نے پہنچائی ہیں تو یہ لوگ یہ چاہتے ہیں کہ ہمارے گواہوں کو مجروح کردیں تاکہ کتاب وسنت سے اعتماد اٹھ جائے حالانکہ یہ خود جرح کے زیادہ مستحق ہیں کیونکہ یہ زنادقہ اور بے دین ہیں یہ قول بہت سے علماء اصول حدیث نے نقل کیا ہے۔

امام ابوزرعہؒ نے علمائے اصول حدیث کا جو مذکورہ قول نقل کیا ہے اس کو سامنے رکھ کر ایک دفعہ پھر مماتی فرقہ کے ان اکابر صاحب کی ندائے حق کا اوپر نقل شدہ صفحہ ملاحظہ فرمالیں جس میں وہ امت اسلام کے استاد المحدثین پر بہتان لگاتے ہیں کہ

صرف ایک صحابی غیر معروف الفقہ والعدالت یعنی حضرت ابی ہریرہ ہی سے روایت ملی۔

(ندائے حق ص۱۳۵ بحوالہ تحقیقی دستاویز ص۷۷۹)

گویا ایک سانس میں ان اکابر صاحب نے صحابی رسول پر بہتانات کے دو بم گرا دیے کہ وہؓ

فقہ(تفقہ)،، میں معروف نہیں تھے۔اورانکی،،عدالت،،بھی معروف نہیں تھی۔

﴿اس فرقہ کا دوسرااہم مشن﴾

ان اکابرصاحبان کی تصنیفات،بیانات اورتعلیم وتربیت سے جودوسری بات کھل کرسامنے آئی وہ امت اسلام کے،،وصف اعتدال،،کوتہہ وبالا کرنا ہے۔امت اسلام کا پورا کا پوراسرمایاعلم وعمل،،افراط وتفریط،،سے پاک اور وصف اعتدال میں جکڑاہواہے جس کا بیان سورہ بقرہ کی آیت،،وکذالک جعلنا کم امۃ وسطا،،میں موجود ہے۔مگرمماتی فرقہ کےان اکابرصاحبان کی تعلیمات اوراس فرقہ کے ہرچھوٹے بڑے کی کاوش یہی ہے کہ امت اسلام کے اس امتیازی وصف اعتدال کوامت اسلام کی دینی زندگی سے کھرچ کھرچ کرنکال دیا جائے۔راقم کی یہ گزارش اپنی واقعیت کے اعتبارسے ایسی بدیہی ہے کہ اس فرقہ سے واقف ہر دیانت دارشخص اس گزارش کی تصدیق کرتا ہے بلکہ خوداس فرقہ کےبعض اپنے دوسرےبعض کے بارے میں یہی رائے ظاہرکرتے رہتے ہیں۔امت اسلام کےبعض عام وخاص حضرات اپنےحسن ظن کے باوصف یہ رائے ظاہرکرتے ہیں کہ افراط وتفریط کی یہ عادت اس فرقہ کےجذباتی پن میں ڈوبے ہوئے چھوکروں کی پیدا کردہ ہےمگران میں جوحضرات صاحب علم ہیں وہ ایسےنہیں۔جبکہ واقعہ یہ ہے کہ اس فرقہ میں افراط تفریط کا بیج ان کا بویا ہوادکھائی دیتاہے جس کو یہ اپنااکابرگردانتے ہیں چنانچہ یہی،،ندائےحق،،کےمولف بابانیلوی صاحب جوکچھ اپنی کتاب۔۔۔۔میں اوراس کی وضاحت ایک اشتہارمیں لکھ گئے ہیں ان کودیکھ کرتسلی کرلی جائے۔وہ عبارت اوروضاحت درج ذیل ہے۔


مظلوم کربلا
فرقہ مماتیت کے نزدیک
امام حسین رضی اللہ عنہ
سے جنرل ضیا الحق اچھا
تھا۔ معاذاللہ
ملاحظہ فرمائیں
کے کوفہ کو رخ کیا پھر کوفہ سے بھی رخ موڑ کر شام کی طرف رخ کر لیا۔
حضرت امام حسین ؓ سے تو جنرل ضیاء الحق ہی اچھا رہا کہ جب بھی اسے کوئی
پیش آئی تو سیدھا مکہ شریف جا پہنچا اللہ تعالیٰ سے رو رو کر دعائیں کرتا۔
مگر میرے دل میں یہ سوال بار بار ابھرتا ہے کہ آخر اس کی کیا وجہ ہے کہ
نواسہ رسول ﷺ اور شیر خدا کا بیٹا فاطمہ کا لال ذوالحج کے موقعہ پر حرم شریف سے
جا رہے ہیں صحرا نوردی کر رہے ہیں۔ یا ابھی وہاں رہے ہیں جہاں ان کے والد
قرآن و حدیث کی روشنی میں اصل حقیقت
شہداء و مظلوم کربلا
امامنا فی الدین
حضرت امام حسین ؓ
نیز شیعہ کے متفرق سوالات کے جوابات
شیخ الحدیث والتفسیر
حضرت علامہ مفتی سید محمد حسین شاہ صاحب نیلوی



54

بسم اللہ الرحمن الرحیم

شیخ التفسیر والحدیث حضرت علامہ مفتی سیّد محمد حُسین شاہ صاحب نیلوی کی وضاحت

بعض لوگوں نے خدا معلوم کس عداوت کی بنا پر مجھ پر ہر کوچہ ہر بازار میں یہ الزام لگایا ہے کہ حضرت سیدنا امامنا فی الدین امام حسینؓ بن علیؓ رضی اللہ عنہما کے بارے میں نے گستاخی کی ہے اور یہ کہتا ہے کہ آج کا جنرل ضیاء الحق معاذ اللہ سیدنا حسینؓ سے بہتر ہے لعنۃ اللہ علی الکاذبین۔ میں جنرل ضیاء الحق تو کجا پوری امت کو بھی سیدنا حسینؓ سے کم تر سمجھتا ہوں میرا ہرگز یہ عقیدہ نہیں بلکہ میں ایسے عقیدہ کو کفر اور اس عقیدہ والوں کو کافر سمجھتا ہوں۔

حضرت امامنا فی الدین امام حسین رضی اللہ عنہ کی منقبت اور عظمت میں مظلوم کربلا کا مکمل مطالعہ کیا جائے۔

مظلوم کربلا صفحہ ۱۰۰ میری عبارت پر اعتراض کیا گیا حالانکہ اس صفحہ کو مکمل پڑھ لیں میں نے اسے تاریخ کی غلطی بتایا ہے کہ تاریخ والے جھوٹ بولتے ہیں جو وہ کہتے ہیں کہ ۸ ذی الحجہ جو حج کا عین موقعہ تھا روم و فارس وغیرہ کے لوگ تو دور دراز سے مکہ مدینہ جا رہے ہیں اور نواسۂ رسول اللہ حج چھوڑ کر مکہ سے کوفہ جا رہے ہیں۔ یہ بیان غلط ہے ہم اس کا تصور بھی نہیں کر سکتے۔ حضرت امام حسینؓ کے بارے یہ نظریہ کیونکر قائم کیا جا سکتا ہے؟ کہ برکت اور قبولیت دعا کا وقت اور جگہ چھوڑ کر وہاں جائیں جہاں اُن کے والد ماجد حضرت علی کرم اللہ وجہہ شہید کر دیے گئے تھے۔

یہ سب تاریخی غلطیاں ہیں ہم قرآن وسنت کے تبع ہیں تاریخ کوئی حجت نہیں۔

جیسا کہ مفتی اعظم پاکستان مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ اپنی مشہور کتاب میں شہید کربلا کے صفحہ نمبر ۱۰ پر حاشیہ میں لکھتے ہیں کہ

لیکن یہ یاد رکھنا چاہیے کہ تاریخ کی مستند روایات بھی تاریخ ہی کی حیثیت رکھتی ہیں۔ مستند تاریخ کا بھی وہ درجہ نہیں جو مستند و معتبر احادیث کا کہ ان پر احکام عقائد و حلال و حرام کی بنیاد ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ امام بخاری جیسے نقاد حدیث کی تاریخ کبیر و صغیر کا وہ درجہ نہیں جو صحیح بخاری کا ہے۔

مہر

محمد حسین

اس اقتباس اوراسکی وضاحت کوخوب غورفرما کر ملاحظہ فرمائیں پھر دیکھیں کہ ان اکابرصاحب کی طبع ،،افراط وتفریط،،معراج کی کن بلندیوں پر فائز ہے کہ ایک طرف تاریخی روایات کا بہانہ بنا کرنواسہ رسول کواتنا نیچے لے آئے کہ جنرل ضیاء الحق کوان سے اچھا بنا دیا۔اس طرف سے فارغ ہوئے تو واضحاتی اشتہار میں نواسہ رسول کو کچھ اس ادا سے بلند کر دکھایا کہ نواسہ رسول کے والد گرامی، اسد اللہ الغالب،،حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ ہوں یا ان کی والدہ گرامیؓ؛ ذوالنورین حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ہوں یا حضرت عمر فاروق اور خلیفہ رسول حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ۔ان سب حضرات کو نیچے اور نواسہ رسول،شہید کربلا حضرت حسین ابن علی ارضی اللہ عنہما کو پوری امت سے اونچا کر دکھایا۔ارباب انصاف غورفرمائیں کہ ان اکابرصاحب نے جو یہ لکھا ہے۔۔۔۔۔یہ اہل حق کا نہ تو عقیدہ ہے جیسا کہ اہل حق کی کتب عقائد شاہد عدل ہیں،اور نہ اہل حق کا یہ مزاج ہے جیسا کہ اکابرین امت کی تصنیفات سے واضح ہوتا ہے۔پھر سوال اٹھتا ہے کہ ان اکابرصاحب نے عقائد کا یہ طرز اورمزاج کہاں سے حاصل کیا؟

اہل انصاف اگر امامیہ دین کی فکری پروازیں اور قلابازیاں دیکھیں گے کہ وہ کبھی حیدر کرار کی ذوالفقار کوساتوں آسمان وزمین کاٹتی دیکھاتے ہیں تو کبھی ایسا مجبور کہ نہ بیوی کا فدک لینے کی سکت ہے اور نہ اپنی خلافت کا حق وصولنے کی طاقت! تب ان کومماتی فرقہ کے ان اکابرصاحب کا طرز تحقیق اورمزاج جاننے میں ذرا دیر نہیں لگے گی۔

﴿یارلوگوں کی شگوفہ دانی﴾

جھوٹ نمبر6 کا عنوان بنا کرمماتی فرقہ لکھتا ہے کہ،، احیـــــــاء،،کو،،مطلق،،کہنا شگوفہ ہے۔۔،،بے عقلی ڈھکوسلہ،،ہے وغیرہ۔اورایک بارپھرحسب سابق بھرپورمجلس عزا کا اہتمام کرکے پورے دنوں کے ذاکرقرار پائے ہیں۔۔۔۔۔اچھاجی بھول ہوگئی صاحب جی آپ ہی ارشاد فرمادیں کہ یہ،،احیاء،،کیا ہے؟؟؟ دربار مماتیت کی جناب سے بحر بے کراں کا دریا پھوٹ پڑا اور جون جولائی کے افتاب نصف النہار کی طرح طلوع

ہوئے کہ۔

جواصل،،گر،،کی بات ہے وہ یہ ہے کہ،،بل احیاء،،مبہم ہے۔(جوابی رسالہ۔ص۳۹)

لیجئے حضور یہ ہے،،گر،،کی بات!یعنی ان کا علم قرآن کریم کے الفاظ،،بل حیاء،،کو مبہم دکھا تا ہے۔۔۔۔جس کا معنی ہے۔۔۔۔ابہام کیا گیا۔۔۔۔غیر واضح۔۔۔۔گول مول۔۔۔۔جس کا مطلب صاف نہ ہو۔۔۔۔وہ کلام جس کا مطلب کسی طرح دریافت نہ ہو سکے (اردو لغات تحت م،ب)

لہذا ان کے نزدیک یہ حیات ایک۔۔۔گول مول۔۔۔یا غیر واضح۔۔۔یا ایسی،،حیات،،ہے جس کا مطلب صاف نہیں۔۔۔یا جس،،حیات،،کا مطلب دریافت نہیں ہوسکتا۔۔۔لہذا ان کے مطابق اللہ کریم نے،،بل احیاء،،کہہ کرایک گول مول سی بات کی ہے۔۔۔اسی وجہ سے یہ بے چارے اسی دن سے چکرائے پھر رہے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد:ان کے بارے میں کیا عقیدہ رکھا جائے

لہذا کسی کو کھل کر بتا بھی نہیں سکتے اور کسی کی مان بھی نہیں سکتے مگر الحمدللہ اہل سنت کے ہاں ایسا معاملہ نہیں جن لوگوں نے شہدا کو،،اموات،،کہا تھا،ایسا نہیں کہ ان کو موت یا حیات کا مطلب معلوم نہیں تھا۔بلکہ وہ اچھی طرح جانتے تھے کہ موت کیا ہے اور حیات کیا ہے!ان کے اسی تصور کی بنا پر اللہ کریم نے ان کو،،اموات،،نہ کہنے کا حکم دیا جوان کے دماغوں میں موجود تھا۔آج بھی اہل علم سے پوچھوتو وہ بتادیں گے کہ ۔

.۱ **لموت صفةوجودية لخلقت ضد للحياة** ...(کتاب التعریفات للجرجانی تحت حرف مبہم)

موت ایک وجود رکھنے والی صفت ہے جو حیات کی ضد کے لیے پیدا کی گئی ہے

اور **الحياته هی صفت تو جب للموصوف بهاان يعلم ويقدر**۔۔۔۔(ایضا تحت حرف ح)

حیات وہ صفت ہے جو اس صفت سے موصوف کے لیے علم وقدرت کو ثابت کرتی ہے

اب جن مذہبی یتیموں کے نزدیک موت اور حیات کے الفاظ گول مول ہیں وہ یہ سمجھتے ہیں کہ صحابہ کرامؓ نے شہدا کے اکرام واعزاز اور فضائل ومراتب کے بارے میں جو پوچھا تو اس کی وجہ یہ تھی کہ ان کے نزدیک،،بل

احیاء،،ایک گول مول بات تھی جوان کوسمجھ نہ آئی تھی۔اوراللہ کے نبی صلی اللہ وسلم نے جوشہدا کے اکرام واعزاز کو بیان کیا۔کہ وہ جنت میں ہیں اوران کی ارواح پرندوں کی صورت میں جنت کی سیر کرتی رہتی ہیں یہ،،بل احیاء،،جیسے مبہم وگول مول لفظ کے ابہام کودور کرنے کے لئے فرمایا تھا۔۔چنانچہ ان لوگوں کا یہ سارارسالہ یہی بانگ دیتا آرہاہے کہ صحابہ کرامؓ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے جوسوال کیاوہ،،بل احیاء،،کی تعیین کے لئے تھااورآپ نے بھی جوکچھ فرمایاوہ اس،،بل احیاء،،کی تعیین وحقیقت بیان کرنے پرمشتمل ہے۔

﴿اللہ کا فرمان،، لَّا تَشْعُرُوْن،،کیا کہتا ہے؟﴾

دوکاروائیاں تویارلوگ شروع رسالہ سے کرتے آرہے تھے کہ صحابہ کرام کواللہ تعالی کے فرمان،،وَّ لٰکِنْ لَّا تَشْعُرُوْن ،،پراعتمادنہیں تھااوراللہ تعالی نے جوان کوفرمایا کہ وہ زندگی تمہارےشعوروادراک سے باہر ہے۔۔۔صحابہ کرام نے اللہ کے حکم کونہیں مانا نہ وہ اس پر قانع اور مطمئن ہوئے بلکہ باوجود یکہ اللہ تعالی فرما چکے تھے کہ تم اسکی کھود کرید میں نہ لگنا کہ یہ زندگی آپ کے شعور وادراک سے ماوراء ہے پھر بھی وہ دربار رسالت میں حاضر ہوگئے کہ ہمیں اس زندگی کی حقیقت بتائیں کہ تاکہ ہمیں سمجھ میں آسکے۔

پھر نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی باوجود یہ کہ اللہ تعالی نے ان کوفرمادیا تھا کہ یہ،، بَلْ اَحْيَآءٌ،،ایسی حیات ہے جو،، لَّا تَشْعُرُوْن ،،ہے۔آپ نے بھی ان کواسی زندگی کی حقیقت بتائی تا کہ ان کے عقل وشعور میں سماجائے۔۔چنانچہ جب ان کو پتہ چلا کہ وہ زندگی جنتی روحانی برزخی ہے تو یہ بات ان کوسمجھ آگئی۔

اب یہ مذہبی یتیم خوش ہوگئے کہ لوجی ہماراعقیدہ ثابت ہوگیا۔گویا صحابہ کرامؓ اور جناب رسالت مآب ﷺ پر تو یہ پہلے سے ہاتھ صاف کرتے آرہے تھے باقی ایک ذات بچی ہوئی تھی جس نے یہ کلام اپنے محبوب ﷺ پر نازل فرمایا۔۔آہ!!! کہ وہ ذات حق بھی ان ظالموں کی دست برد سے محفوظ نہ رہی اور،،بل احیاء،،کومبہم کہہ کران کی قلم درازی وہاں جا پہنچی کے معاذ اللہ۔۔۔۔۔اللہ کریم تو لوگوں کو گول مول بات فرما کر خاموش کروارہاہے۔ [لاحول ولاقوة الا بالله]

مطلق کی تعریف اہل فن کی زبانی

اصول فقہ کی معروف کتاب اصول الشاشی میں پہلی فصل خاص اور عام کی بحث میں ہے

فلخاص لفظ وضع لمعنی معلوم علی ....الخ(اصول الشاشی)

خاص ایسا لفظ ہے جو معنی معلوم یا شخص معلوم کے لیے انفراد کے طور پر وضع کیا گیا ہو۔ جیسے **تخصیص الفرد** میں ہمارا قول،،زید،،اور **تخصیص النوع میں**،،رجل،،اور **تخصیص الجنس** میں،،انسان،،ہے خاص کی یہ وہ تین اقسام ہیں جن میں۔۔۔۔جنس۔۔۔نوع۔۔۔اور فصل۔۔۔یعنی تخصیص الفرد تینوں آ گئے۔۔۔۔شاید ان کا خیال ہو کہ نوح مطلق کا حصہ نہیں بن سکتی۔۔۔یہ ان کی غلط فہمی ہے۔ کیوں کہ،،تخصیص الفرد،،کی طرح تخصیص النوع بھی خاص میں شامل ہے۔اور اسی خاص کی یہ پہلی تقسیم ہے جس میں۔۔مطلق۔۔مقید۔۔اور۔۔مشترک۔۔۔موول آتے ہیں

آگے صاحب اصول الشاشی نے دوسری فصل میں مطلق کی بحث شروع کی اور فرمایا کہ

ذھب اصحابنا الی ان المطلق من کتاب اللہ اذاامکن العمل باطلاقہ فالزیادۃ علیہ بخبر الواحد والقیاس لایجوز (اصول الشاشی)

یعنی ہمارے حضرات احناف یہ فرماتے ہیں کہ کتاب اللہ کے مطلق پر عمل ممکن ہو تو خبر واحد اور قیاس کے ذریعہ اس پر زیادتی کرنا جائز نہیں آگے مثالیں نقل فرمائی کہ،،فاغسلوا وجوہکم،، میں تین اعضاء کے دھونے اور سر کے مسح کا حکم دیا گیا۔

اب ایک تو یہ حکم ہے جس میں تین عضا کے دھونے اور سر کا مسح ہے

دوسرا وہ روایات ہیں جن میں۔۔نیت۔۔ترتیب۔۔۔،،بسم اللہ،، پڑھنے وغیرہ کا ذکر ہے۔صاحب کتاب بتاتے ہیں کہ روایات کی وجہ سے کتاب اللہ کے حکم میں تو اضافہ نہ کریں گے۔۔۔البتہ روایات کو اپنے محل پر رکھ کر عمل کیا جائے گا لہذا امور اربعہ فرض اور روایات سے ثابت امور سنت کے درجہ پر رکھے جائیں گے۔

اسی طرح،،الزانیہ والزانی،،کے تحت بیان ہونے والے مسئلہ میں قرآن بھی ہےاورروایات بھی ہیں۔۔۔۔مگرروایات کی وجہ سے قرآنی حکم میں کمی پیشی نہیں کی جائے گی ۔،،ولیطوفوا بالبیت العتیق،، کے تحت بیان ہونے والے مسئلہ میں قرآن بھی ہے اور روایات بھی ہیں۔۔۔۔۔۔مگر روایات کی وجہ سے قرآنی حکم میں اضافہ نہیں کیا جائے گا۔

وارکعوا مع الراکعین :کے تحت بیان ہونے والے مسئلہ میں قرآن بھی ہےاورروایات بھی ہیں مگرروایات کی وجہ سے اس قرآنی حکم کو اپنی جگہ سے نہیں ہلایا جائے گا۔

اسی بنا پر راقم نے عرض کیا کہ،، بَلْ اَحْیَآءٌ،، میں ایک تو قرآن کا حکم ہےاوراس سلسلہ کی روایات بھی ہیں جیسا کہ جوابی رسالے وغیرہ میں درج ہیں۔مگرروایات کی وجہ سے کتاب اللہ کے حکم میں زیادتی نہیں کی جائے گی، قرآن کا حکم اپنی جگہ رکھا جائے گااورروایات کو اپنے محل پر رکھا جائے گا۔

مگر یہ مذہبی یتیم ہیں جن کو یہ صورت بالکل برداشت نہیں وہ چاہتے ہیں کہ ایک طرف قرآن کے ارشاد،، بَلْ اَحْیَآءٌ ،،کو مبہم یعنی گول مول کہہ کراللہ اوراس کے کلام سے اعتماد اٹھائیں تو دوسری طرف صحابہ کرام علیہم السلام اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اورصحابہ کرامؓ کو خدائی ارشاد،،، و لٰکِنْ لَّاتَشْعُرُوْنَ،، پراعتماد نہ کرنے والا ثابت کریں تا کہ اسلام کا پورا اثاثہ اور دین کی پوری عمارت ہی مسمار ہو جائے ۔

باقی ان کا یہ کہنا کہ حیات کا،،فرد کامل،،تو دنیاوی حیات ہے یہ بھی مماتی بخارات کی بھاپ ہی ہے ورنہ جس اعتبار سے وہ حیات کا فرد کامل کہہ رہے ہیں وہ دنیا کی،،حیات،،نہیں بلکہ آخرت کی حیات ہے جہاں موت کا نام ونشان ہی نہیں ہوگا۔نامعلوم ان کو کس نے یہ پٹی پڑھادی کہ حیات کا فرد کامل،،دنیا کی حیات،،ہےاصل بات یہ ہے کہ دنیا میں آنے کے بعد تین عالم الگ الگ ہیں ہرایک عالم کے احوال وغیرہ الگ الگ ہیں۔۔ ،،عالم دنیا،،جو دارالعمل ہے۔۔۔۔۔،،عالم برزخ،،جو عالم انتظار ہے۔۔۔،،عالم آخرت،،جو اصل مسکن ہے۔راقم نے جس حیات کی بات تھی وہ عالم برزخ کی ہے۔کہ عالم برزخ میں ان کو اس پائے کی زندگی مل

جائے گی۔جبکہ مماتی دماغوں نے دوسرا رنگ چڑھا دیا اور عالم برزخ کو عالم دنیا کے لباس میں پیش کرنے کی کوشش کی۔۔۔۔یعنی عالم برزخ کی حیات کا جو محل تھا اس پر عالم دنیا کی حیات کا روپ دے کر یہ واویلا کیا جو جوابی رسالے کے اس مقام پر دیکھا جا سکتا ہے۔

﴿یرزقون کے عنوان سے تراشے گئے جھوٹ﴾

۷۔۔۸۔۔۹اور۱۰۔یہ ۴نمبر،،یرزقون،،سے متعلق ہیں ساتویں نمبر پر یہ ڈنڈی دیکھائی گئی کہ،، یُرْزَقُوْنَ ،،نہیں،،عِنْدَ رَبِّهِمْ یُرْزَقُوْن ،،ہے۔یعنی،عندربھم،،جار مجرور کا متعلق صرف،،یرزقون،،ہے۔

یہ بھی مماتی دماغ کی کاشتکاری ہے واقعہ یہ ہے کہ اس بارے میں متعدد صورتیں اور احتمالات ہیں۔۔۔ملاحظہ فرمائیں

(۱)۔،،عندربھم،،جار مجرور کا تعلق،،احیاء،،کی صفت سے ہو۔۔احمد عبید اعراب القران الکریم میں لکھتے ہیں

(عند)ظرف مکان متعلق بمحذوف صفة ،،احیاء،،۔۔۔۔۔(اعراب القران الکریم تحت الایہ)

،،عند،،ظرف مکان ہے،یہ(ترکیب میں)،،احیاء،،کی محذوف صفت سے متعلق ہے

علامہ محی الدین بن احمد لکھتے ہیں

احیاء خبر المبتدا محذوف ای هم احیاء ......وعند ربهم ....ویجوز ان تعلقه بمحذوف صفة(اعراب القرآن وبیانہ تحت الایہ)

(۲)۔۔یہ احتمال بھی ہے کہ،،عندربھم،،اپنے متعلق سے مل کر خبر ثانی اور،،یرزقون،،خبر ثالث ہو،،ھم،،مبتدا کی!**ویجوز ان تعلقةبمحذوف خبرثانی ۔۔۔یرزقون فی محل رفع خبر ثالث** الخ۔(ایضا)

،ترکیب کی یہ تمام وجوہ مساوی ہیں۔۔۔۔۔۔۔۔۔**وهذه الوجوه متساوية الرجحان**(ایضا)

خود یہی مماتی اپنے اسی رسالے میں پیچھے،،**عند ربهم**،،کو،،**بل احیاء**،،کا متعلق بنا آئے ہیں لکھا ہے۔

شھدا کو جو حیات اور زندگی حاصل ہے وہ،،عندربھم،،ان کے رب کے پاس اور اس،، **عند ربهم** ،،

عندیت (اپنے رب کے ہاں زندہ ہونا) اس کی وضاحت اللہ تعالی نے سورۃ التحریم میں فرمائی ہے (رب ابن لی۔۔) (جوابی رسالہ۔٦)

اب یہ صاحب بہادر کہتے ہیں کہ نہیں،،عندربھم،،کا تعلق،،یرزقون،،کے ساتھ ہے۔

اس کا مطلب یہ ہوا کہ،،عندربھم،،کا،،احیاء،،کے متعلق ہونا قرآنی تفسیر سے جو ثابت کیا تھا اب یہاں پہنچ کر یہ مماتی نہ صرف اس سے مکر گئے بلکہ اپنی بنائی ہوئی قرآنی تفسیر کے باغی بن کر میدان میں اتر آئے۔ خیر ارباب انصاف کے سامنے مماتیوں کے اس واویلا کی حقیقت خود انکی اپنی زبانی آشکارا ہوگئی جو یہ کہہ رہے تھے کہ۔۔۔۔۔۔۔۔،،اب ہم اس حیات کو جو مذکورہ آیت میں بیان کی گئی ہے اصول اہلسنت والجماعت کے مطابق بیان کرتے ہیں (جوابی رسالہ۔ص ٨)

آگے تفسیر قرآن بالقرآن کا عنوان دے کر سورۃ آل عمران 169۔التحریم اور یاسین کی آیات بیان کیں کہ ۔۔۔۔معلوم ہوا کہ آل عمران میں جو،،عندربھم،،ہے (اپنے رب کے پاس زندہ ہوتے ہیں) اس سے مراد جنت میں زندہ ہونا ہے (جوابی رسالہ)

باقی اکیلے لفظ،،یرزقون،،کا لکھنا یا اس کا ترجمہ کرنا نہ تو ناجائز اور غلط ہے اور نہ ہی اس میں کوئی خرابی لازم آتی ہے۔اہل علم اپنی تفاسیر میں ایسا کرتے آئے ہیں،چنانچہ علامہ خازن لکھتے ہیں۔

،،،**فاخبر الله سبحانه و تعالى انهم يرزقون**،،،(تفسیر خازن تحت الایہ)

علامہ ابوالفداء فرماتے ہیں۔۔۔

يرزقون من ثمار الجنة الخ ۔۔۔۔(روح البیان تحت الایہ)

وہ جنت کے پھلوں سے رزق دیے جاتے ہیں۔۔۔۔۔۔اسی طرح،،یرزقون،،کا اکیلے استعمال اہل عالم میں جاری رہا ہے۔

﴿،،عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْن،،کا مطلب﴾

،،عنــــد ربھـــم،،کے عنوان سے جو پٹی پڑھائی گئی ہے اللہ جانے اس سے وہ کس کی خدمت بجالا رہے ہیں،واقعہ یہ ہے کہ یہ پٹی پڑھانے والوں نے اپنی سیاہ بختی کے سوا اس محنت سے کچھ نہیں کمایا۔۔۔کیا ،،عندیت،، سے صرف جنت کا کوئی مقام ہی مراد ہے اور قبر کی طرف یا اس جہاں کی طرف اس،،عندیت،،کا کوئی رشتہ نہیں؟؟؟اس عنوان کی چند گذارشات پہلے گزر گئی ہیں

مزید غور کریں۔۔۔۔حضرت زکریا نے مریم کے پاس بے موسے پھل دیکھے تو پوچھا

يَامَرْيَمُ اَنّٰى لَكِ هٰذَا ط قَالَتْ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ط۔الخ(آ لعمران۔۳۷)

اے مریم یہ پھل کہاں سے آئے ہیں تو مریم نے کہا کہ یہ،،من عنداللہ،، ہیں

کیا حضرت زکریّا نے مریمؑ سے جب ان پھلوں کے بارے میں پوچھا تو وہ جنت میں تھیں یا عرش پر؟؟؟

اگر وہ اپنی دنیا والی جگہ پر تھی تو وہ پھل کیا عرش پر تھے؟؟؟

نبی کریم کو دیکھ کر صحابہ کرامؓ نے مسلسل روزے رکھنے کا عزم کیا تو نبی کریمﷺ نے ان کو فرمایا

ابیت عند ربی یطعمنی ویسقینی ۔۔۔۔۔۔۔(مفاتیح الغیب تحت آل عمران ۶۹)

میرے رب کی طرف سے مجھے کھلایا پلایا جاتا ہے

یہاں بھی۔۔،،عند،،۔۔کا لفظ ہے اور سورۃ آل عمران میں بھی۔۔۔۔حضرت مریم بھی اسی جہان میں تھی اور نبی کریم بھی۔۔۔۔۔اب اگر اس دنیا میں اللہ تعالی کا رزق نصیب ہو جائے اور وہاں لفظ،،،عند اللہ،،،عند ربی،،،،آ جائے ،،یہ ناممکن نہیں بلکہ امر واقعہ ہے ۔۔۔۔تو ،،،پس پردہ ،،،قبر میں رزق کا اثر پہنچ جانا ،،،عندیت،،کے خلاف کیسے ہو گیا؟

اسی طرح فرشتوں کے بارے میں اللہ تعالی فرماتے ہیں۔

وَ مَنۡ عِنۡدَہٗ لَا یَسۡتَکۡبِرُوۡنَ عَنۡ عِبَادَتِہٖ وَ لَا یَسۡتَحۡسِرُوۡنَ ۚ(انبیاء۔۱۹)

اور جواس کے پاس ہیں وہ اس کی عبادت سے تکبر نہیں کرتے۔

فرشتوں کی قرارگاہ نہ عرش ہے اور نہ جنت۔۔۔۔۔ بلکہ وہ عالم دنیا میں رہتے ہیں،،جبکہ یہاں بھی،،عند،،کا لفظ آیا ہے۔ان حقائق کو سامنے رکھ کر اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ مماتی مہربان امت اسلام کو دھوکہ دینے کے لئے کہاں تک حدیں کراس کر گئے ہیں۔

باقی رہا،،عند ر بھم،،کا مطلب!!! تو اہل علم بیان فرماتے ہیں۔۔۔۔۔۔۔ **عند ر بھم ففیہ وجوہ احدھا...بحیث لایملک لھم احد نفعا ولاضرا الاالله تعالی ....والثانی :ھم احیاء فی علمہ وحکمہ .....والثالث ان عند معناہ القرب والاکرام** ۔۔۔۔۔(تفسیر رازی تحت الایہ)

،،عندربھم،،کی تفسیر میں مختلف وجوہ ہیں۔ایک یہ کہ،،۔عندربہم،،سے مراد اللہ کے سوا ان کے لیے نفع نقصان کا کوئی مالک نہیں۔دوسری (تفسیر یہ ہے کہ) وہ اللہ کے علم اور اس کے حکم میں زندہ ہیں ۔۔۔۔تیسری (تفسیر یہ ہے کہ)اس سے مراد قرب الٰہی اور اکرام ہے۔

امام رازی کی طرح اہل علم اس بات کو اہتمام سے بیان فرماتے آئے ہیں کہ،،عندربھم ،،فرما کر اللہ کریم نے شہداء کے اکرام ومرتبہ کو بیان فرمایا ہے یہی وہ گزارش تھی جو،،دکھ سازیاں،،میں بیان ہوئی۔

﴿اللہ کا رزق روح وجسم دونوں کے لیے یا صرف روح کے لئے﴾

جھوٹ نمبر 8 کا عنوان بنا کر اس بات کو جھوٹ قرار دیا گیا کہ،،دکھ سازیاں،،نے روح کے ذریعہ حاصل ہونے والے رزق کا اثر جسم میں مانا ہے۔۔۔۔۔۔جبکہ ان کا کہنا ہے کہ رزق روحانی فی الجنۃ مراد ہے۔

(جوابی رسالہ ص۴۰)

روح جس جہان سے چل کر جس جہان میں آخری قیام حاصل کرنے والی ہے وہ چار عالم ہیں ۔۔۔۔ایک

عالم ارواح۔۔۔دوسرا عالم دنیا۔۔۔۔تیسرا عالم برزخ۔۔۔۔چوتھا عالم آخرت۔۔۔۔آخری تین عالم میں رزق کا بیان موجود ہے۔۔۔مگر عالم اروح میں رزق کا کوئی بیان موجود نہیں۔نہ انبیاء کی ارواح کے لئے کہ جو خصوصی جلسہ میں شریک ہوئیں۔۔۔نہ شہدا کی ارواح کے لئے۔۔کہ جو دنیا میں آنے کے بعد شہادت کا درجہ حاصل کرنے والی ہیں۔ نا اہل تقویٰ اہل ایمان وغیرہ کے لیے۔

اگر فقط روح سے رزق کی مناسب ہوتی تو اور کسی کیلئے نہ صحیح انبیاء کی ارواح کے لئے عالم ارواح میں رزق کا کوئی ذکر ہوتا۔مگر ایسا نہیں ہوا، بلکہ عالم دنیا میں روح کا جسم سے تعلق قائم ہونے کے بعد سے انسان کے ساتھ رزق کا تعلق ہوا، جو اگلے دونوں جہانوں سے وابستہ رہا۔

اب جسم وروح نے مل کر قربانی دی اور جام شہادت نوش کرنے کے باعث عالم برزخ میں اللہ کی طرف سے اکرام واعزاز حاصل ہوا۔

راقم نے عرض کیا تھا کہ جیسے جسم اور روح دونوں کی قربانی سے عالم برزخ کا یہ رزق حاصل ہوا ہے۔تو جس جس نے قربانی دی ہے ان سب کو یہ انعام حاصل ہوگا ۔

مگر یار لوگ فرماتے ہیں یہ جھوٹ ہے۔۔۔۔۔اگر راقم کی یہ بات جھوٹ ہے تو۔۔۔یہ امام قرطبی ہیں ۔۔۔۔جو اسی آیت شہدا کے تحت نقل کرتے ہیں کہ شہدا کے وارث کہنے لگے

نحن فی النعمة والسرور وابائناوابناء ناواخواننا فی القبور وانزل الله... (قرطبی)

ترجمہ کہ ہم دنیا کی نعمتوں اور خوشیوں میں ہیں اور ہمارے آباء ابنااور بھائی (شہید ہوکر) قبروں میں ہیں۔ یعنی اس دنیاوی رزق وغیرہ سے محروم ہیں۔اس کے جواب میں اللہ تعالی نے یہ آیات نازل فرمائی۔۔۔۔۔ آگے فرماتے ہیں

انھم احیاء فی الجنة یرزقون (ایضا)۔۔۔۔۔ترجمہ یعنی وہ زندہ ہیں جنت میں رزق دیے جاتے ہیں۔

تھوڑا سا آگے چل کر فرماتے ہیں۔۔۔۔۔**ترد الیھم الارواح فی قبورھم فینعمون** (ایضا)

ترجمہ ان کی ارواح ان کی طرف قبروں میں لوٹائی جاتی ہیں پس وہ اس سے نعمت یاب ہوتے ہیں۔

مماتی فرقہ سے بعید نہیں کہ وہ اپنا الوسیدھا کرنے کیلئے تو شیخ قرطبی کا حوالہ کر کے ملت اسلامیہ کی آنکھوں میں دھول جھونک دیں جیسے،،آب حیات،،کا حوالہ دے کر اجسام شہدا کو مردہ کر دکھاتے ہیں۔مگر جب۔۔۔**نحن فی النعمة والسرور وابائناوابناء ناواخواننا فی القبور وانزل الله**(قرطبی)اور**ترد الیھم الارواح فی قبورھم فینعمون** (ایضا)دکھایا جائے تو جیسے،،آب حیات،،کو کاٹ کھانے پرآتے ہیں یہی حال،،قرطبی،،کا بھی کر گزریں اوران کی اس بات کو بھی،،اکاذیب العنید،،کہہ گزریں۔اس لئے راقم ارباب انصاف سے ملتمس ہے کہ وہ بنظر انصاف ملاحظہ فرمائیں جو بات راقم نے،،دکھ سازیاں،،میں عرض کی تھی وہ شیخ قرطبی کے اس تفصیلی ارشاد کا مختصر جز ہے۔

شیخ قرطبی کے اس تفصیلی ارشاد سے یہ بھی واضح ہوگیا کہ اروح شہدا کا جنت میں اڑنا پھرنا،،حیات جسمانی،، اورانکو حاصل ہونے والے اثرات رزق کے خلاف نہیں۔**انھم احیاء فی الجنة یرزقون**۔۔اور**ترد الیھم الارواح فی قبورھم فینعمون**(قرطبی)کوملا کر دیکھیں۔

اس کے ساتھ شیخ نسفی کا بیان بھی ملاحظہ فرمالیں جن کا حوالہ مماتی فرقہ شہید کے جسم کو مردہ بنانے میں بڑے طمطراق سے نقل کر چکے ہیں شائدان کے حوالے سے مماتی حیاء کو ہاتھ مارلیں وہ فرماتے ہیں

(یرزقون)مثل مایرزق سائرالانبیاء یاکلون ویشربون وھو تاکید لکونھم احیاء لکونھم وصف لحالھم التی علیھا من التنعم یرزق الله۔(مدارک التنزیل للنسفی)

(وہ رزق دیے جاتے ہیں)مثل تمام زندوں کے وہ رزق حاصل کرتے ہیں کھاتے اور پیتے ہیں اور یہ اس بات کی تاکید ہے کہ وہ زندہ ہیں اوراس وصف سے متصف ہیں جس پر وہ تھے اللہ کے رزق سے نعمت یاب ہونے کے اعتبار سے

یہ ہے،،دکھ سازیاں،،کا وہ قصور جس پر مماتی فرقہ کی ناراانتقام اپنے جوبن پر ہے۔ارباب انصاف غور

فرمائیں کہ،،دکھ سازیاں،،نے وہی بات عرض کی جو مماتی فرقہ کے ان معتمد علیہ مفسرین نے وضاحت سے درج کی ہے،جن کے حوالے مماتی فرقہ والے دے چکے ہیں۔پھرا کیلے یہی حضرات مفسرین ہی نہیں،دسیوں مفسرین نے اسی بات کو اپنے اپنے الفاظ میں بیان کیا ہے۔۔اگر،،دکھ سازیاں،،نے حضرات مفسرین کی اس بات کو اپنے سادہ سے الفاظ میں نقل کیا تو بتایئے کیا بے جا کیا؟؟؟

﴿مماتی فرقہ کی لاجواب سروس﴾

جھوٹ نمبر 9 کا عنوان قائم کر کے لکھا کہ

کہتے ہیں جی روح کے لئے رزق ہونا یہ بڑی حیران کن بات ہے(جوابی رسالہ۔ص۴۰)

پھر اپنی کمال عقل ودانش کے مطابق راقم کی گزارش پر اپنی طرح کے،،مطلب،،کا خول چڑھایا اور پھر خوب مجلس پڑہی۔۔۔۔۔کیا،،دکھ سازیاں،،کی نقل شدہ عبارت کا یہی مطلب ہے؟؟؟ چلیں تھوڑا سا پیچھے جھوٹ نمبر 8 کے عنوان سے نقل شدہ الفاظ دیکھ لیں وہ کیا ہیں۔

رزق کا تعلق بھی پورے انسان کے کے لیے ہوگا نہ کہ آدھے کیلیے (ص۴۰)

یار لوگوں نے جو الفاظ نقل کیے ہیں ان سے اوپر والے الفاظ یہ ہیں

،،یرزقون،،نے پورے انسان کو رزق دیے جانے کا ذکر فرمایا ہے(دکھ سازیاں صفحہ 5)۔۔۔تھوڑا سا آگے لکھا ہے۔۔۔۔۔اور،،یرزقون،،میں آدھے انعام یافتہ کو رزق ملنے کا ذکر نہیں ہوا بلکہ پورے فرد کو یہ انعام ملا ہے۔۔۔۔۔(تھوڑا آگے پھر ہے)۔۔۔۔مگر کوئی پیارا یہ کہے کہ آدھے،،،یقتل،،کو رزق دیا جاتا ہے اور آدھے کو نہیں دیا جاتا(دکھ سازیاں ص۵)

الغرض اسی صفحہ میں بار بار یہ لکھا جا رہا ہے کہ رزق کا فائدہ صرف روح کو ہی نہیں ہوتا بلکہ روح کے ساتھ قربانی دینے والا وہ جسم بھی اس نعمت سے فیض یاب ہوتا ہے جو اس کے ساتھ قربان ہوا۔اس میں نہ تو روح کے جنت میں اڑنے پھرنے سے انکار کا کوئی اشارہ کنایہ ہے اور نہ روح کے،،اثمار جنت،،سے کھانے پینے کا۔۔۔۔

بلکہ اس بات کا بیان ہے کہ جنت کی یہ نعمتیں روح کے واسطہ سے جسم کو بھی میسر ہیں۔

اظہار تعجب یار لوگوں کے اس رویے پر ہے جو ان نعمتوں سے روح کے رفیق کو محروم کرنے پر تلے ہوئے ہیں۔ مگر یار لوگوں نے اول تو قطع برید کر کے چند لفظ لکھے مگر جو بنیاد مجلس تبرا برپا کرنے کے لئے ان کو ضرورت تھی وہ پھر بھی میسر نہ ہوسکی۔ جن حضرات کو اللہ کریم نے انصاف کی دولت سے نوازا ہے وہ ملاحظہ کر سکتے ہیں کہ جواب سازوں نے یہاں دو بدترین خیانتیں کی ہیں۔

(۱)۔۔۔اقتباس نقل کرتے ہوئے خیانت کی کے جہاں سے لکھنا شروع کیا اس سے اوپر پوری بات لکھی ہوئی ہے۔ کہ،، یرزقون،، نے پورے انسان کو رزق دیے جانے کا ذکر کیا ہے (دکھ سازیاں) یہ الفاظ نقل نہ کرنے کی وجہ اس مطلب کو تراشتے میں رکاوٹ تھی جو وہ مطلب پیدا کرنا چاہتے تھے۔

(۲)۔۔۔دوسرا جو چند الفاظ نقل کیے اس کا مطلب غلط بتایا،، دکھ سازیاں،، کا نہ وہ مطلب تھا نا نظریہ جس کی مختلف طریقوں سے پوری پوری وضاحت خود اسی صفحہ پر موجود ہے پھر بھی انہوں نے ایک جھوٹ تراش کر راقم کے ذمے لگا دیا۔

اب یہ خیانت نہ تو غلط فہمی کی بنا پر ہوئی ہے اور نہ بھول چوک کی وجہ سے۔۔۔۔ بلکہ جان بوجھ کر خیانت کا ارتقاب کیا گیا۔۔۔پھر یہ کوئی پہلی خیانت نہیں جو صرف اسی موقع پر کی ہے۔۔۔۔یہی کاروائی قدم قدم پر کی گئی ہے جس کی دسیوں مثالیں دستیاب ہیں۔

ان گزارشات کے بعد مماتی فرقہ اور ان کے ہمنوا سب لوگوں کی خدمت میں عرض ہے کہ ان جواب سازوں نے یہ۔۔۔ دھوکہ۔۔خیانتیں ۔۔۔فریب کاریاں ۔۔۔اور مکاریاں ۔(محض عوام کی خیر خواہی کیلئے اور حصول رضا الٰہی کے لیے سادہ زبان میں (جوابی رسالہ ص۴) کی ہیں ۔۔۔۔۔۔۔۔لہٰذا تسلی کے لئے آپ،، دکھ سازیاں،، اور اس کا یہ،،، جوابی رسالہ،،، دیکھ لیں کہ،، دکھ سازیاں،، نے جو کہا اور جوابی رسالہ والوں نے جس طرح نقل کیا۔۔۔وہ ایک جیسا ہے؟؟؟ اگر نہیں اور یقیناً نہیں۔۔۔تو ان کے قلم سے پیدا

ہونے والے خیالات کو ذرا سنبھل کر پڑھنا اور اعتماد کرتے وقت یہ سب صورتحال پیش نظر رکھ لینا کہ یہ تو ان کی خیر خواہی ہے اگر بدخواہی پر اتر آئے تو کہاں تک پرواز ہوگی۔؟

اور یہ مکاریاں تو اللہ کی رضا حاصل کرنے کی خاطر ہیں اگر حصول رضا الٰہی کا تصور درمیان سے کھسک گیا تو پھر کیا کیا کر گزریں گے؟

﴿کیا ،،احیاء،،اور،،یرزقون ،،کا معنیٰ معلوم نہیں﴾

جھوٹ نمبر 10 کا عنوان بنا کر یار لوگ اس بات کو بھی جھوٹ بتاتے ہیں جو ،،دکھ سازیاں،، نے کہا کہ ،، احیاء،،اور یرزقون،، کا معنیٰ معلوم ہے

ان کے نزدیک نہ تو احیاء کا معنیٰ معلوم ہے اور نہ ہی ،، یرزقون ،، کا ۔۔۔۔ اور صحابہؓ کو بھی اس کا معنیٰ معلوم نہیں تھا اسی لیے انہوں نے نبی رحمت ﷺ سے اس کا معنیٰ پوچھا تھا۔۔۔راقم اس موقع پر سوا افسوس کے اور کیا کر سکتا ہے کیا صحابہ کرامؓ نے اس لیے سوال کیا تھا کہ ان کو حیات اور ،، یرزقون ،، کا معنیٰ معلوم نہیں تھا؟

جو روایات یار لوگوں نے نقل کی ہیں ان میں سوال کرنے کا ذکر پہلی چھٹی اور ساتویں روایت میں ہے۔

پہلی روایت میں ،،آیت،، کے بارے میں سوال ۔۔۔چھٹی روایت میں صحابیہؓ کا اپنے بیٹے کے ٹھکانے کے بارے میں سوال اور ساتویں روایت میں مجاہد کا اپنے ٹھکانہ کے بارے میں سوال کرنا مذکور ہے۔

ام حارثہ کو بتایا گیا تیرا بیٹا جنت میں ہے ۔۔۔۔ کیا ان کو جنت کا معنیٰ معلوم نہ تھا؟ ۔۔۔ساتویں روایت میں مجاہد کا یہ پوچھنا کہ جہاد کے بدلے میں کیا ملے گا ۔۔۔ کیا مجاہد کو جہاد کا معنیٰ معلوم نہیں تھا؟

قرآن کریم میں صحابہ کرامؓ کے بہت سارے سوال منقول ہیں ۔۔۔ **یسئلونک ماذا ینفقون ... یسئلونک عن المحیض** ۔۔۔ کیا صحابہ کرامؓ کو ان چیزوں کا معنیٰ معلوم نہ تھا؟ افسوس کہ جو بات ایک متوسطہ کا طالب علم بھی جانتا ہے کہ ہمیشہ سوال کرنے کا مطلب یہ نہیں ہوتا کہ سائل کو اس کا معنیٰ معلوم نہیں ہو.

مگر جن بیچاروں کو قومی املاک پر پال کر فقط ۔۔۔ خیانتیں ۔۔۔ گر ۔۔۔ مکاریاں ۔۔۔۔ بدزبانیاں ۔

۔۔۔گستاخیاں ۔۔۔اور مسجدوں میں انتشار کا جہاد سکھایا گیا ہو۔۔۔۔ان کو اس عامی سی بات کو سیکھنے کی بھلا فرصت ہی کہاں ہوسکتی ہے ۔۔۔وہ بے چارے ،،گر،، سیکھنے گئے جس میں ۔۔۔کج بحثیاں ۔۔۔منڈا گردیاں ۔۔۔بھنڈ بازیاں شامل ہیں۔سو ان کاموں میں تو ماہر ہو گئے رہ گئی بات علم کی !تو اس کا حال آپ قدم قدم پر دیکھ رہے ہیں۔

کیا اصل کے بیان میں تابع شامل نہیں:

جھوٹ نمبر 11 عنوان کے تحت مماتی کہتے ہیں کہ پہلے لکھا فعل قتل روح وجسم دونوں پر پڑا پھر آگے لکھا ہے وجود پر پڑا جھوٹ کے پاؤں نہیں ہوتے کبھی یہ کہا کبھی وہ (ملخص بلفظی)

چلیں اگر جھوٹ اسی طرح کا ہوتا ہے تو اپنے باوا حضور کا پیش لفظ دیکھیں سارا نہیں صرف ابتدائی سات سطریں دیکھ کر انصاف سے کام لیتے ہوئے اپنے باوا حضور کو بھی یہی کہیں کہ۔۔۔۔۔جھوٹ کے پاؤں نہیں ہوتے۔۔۔۔اور پیکر اخلاص نے یہ بھی جھوٹ نمبر فلاں ۔۔۔اور نمبر فلاں بولا ہے

،،دکھ سازیاں،،،کے بارے میں ان کا لکھنا ہے۔۔۔۔۔چند اوراقی مجموعہ (سطر نمبر 1)۔۔۔۔حضرت کا یہ رسالہ۔۔(سطر نمبر٦) حضرت کی تحریر (سطر نمبر٧)

صرف سات سطروں میں ایک ہی خط کے بارے میں ۔۔۔مجموعہ،۔۔۔رسالہ۔۔۔،تحریر۔۔۔کے الفاظ لکھے ہیں ؛؛یعنی کبھی مجموعہ کبھی رسالہ کبھی تحریر کہتے ہیں۔۔۔۔۔۔اگر جھوٹ کے لئے وہی معیار ہے جو مماتی دماغ سے پیدا ہوا ہے تو پھر یہ تو تمہارے رسالے کی ابتداء اور اس کی بھی پہلی سات سطریں ہیں ایمانداری سے بتاؤ اپنے کھودے ہوئے گڑھے میں تم خود اپنے پیش لفظ اور،،باوا حضور،،سمیت گر کر غرق ہوئے کہ ناں.

پھر جوابی رسالہ کے بارے میں تمہارا باوا کہتے ہیں۔۔۔۔۔ایک مجموعہ بنام ارشاد لسعدا (ص٣)اور تم اگلے صفحہ پر کہتے ہو اس مختصر رسالہ میں (صفحہ٤)اب وہ مجموعہ کہتے ہیں تم رسالہ کہتے ہو اب بتاؤ۔۔۔تمہارے جھوٹ کے پاؤں پیدا ہو گئے؟؟؟۔

آگے دکھ سازیا کے لئے تم لکھتے ہو رسالہ تحریر کیا۔(ص۳۳)۔۔۔۔۔اسی صفحہ پر چند سطروں بعد لکھا ہے اس مکتوب میں بھی (ایضا)

اب ایک ہی صفحہ پر ایک جگہ،،رسالہ،،اور دوسری جگہ،،مکتوب،،۔۔۔۔۔بتائے تمہاری دماغی کاشت کی ہوئی فصل کے مطابق تمہارے اس جھوٹ کو پاؤں نصیب ہوئے یا ابھی تک لولا لنگڑا ہے؟؟؟ یہ ہے جناب کا جھوٹ بنانے والا بھٹہ۔۔۔اور یہ ہیں اس جوابی رسالے میں پکی ہوئی اینٹیں۔۔۔جن سے مماتیت کا تاج محل اسارا گیا ہے۔

اب اپنے بنائے ہوئے گڑھے میں ڈوبتے ڈوبتے اپنا یہ شعر گنگناتے جانا تاکہ غوتے کھاتے وقت کچھ تسلی وتشفی کا سامان ہوتا رہے کہ الجھا ہے پاؤں یار کا زلف دراز میں لو آپ ہی اپنے دام میں صیاد آ گیا

باقی رہا،،دکھ سازیاں،،پر تمہارا یہ بہتان لگانا (کہ اس نے کبھی یہ کہا کبھی وہ کہا یہ تو جھوٹ ہے) تو تمہیں تمہارے باواوں نے زندگی بھر اس طرح کے،،گروں،،اور،،انک میت۔۔۔۔۔،،کے سوا پڑھایا اور سکھایا ہی کیا ہے۔۔۔۔،،لاتسمع الموتی۔۔۔کے سوا تمہارا قرآن پاک سے واسطہ ہی کیا ورنہ تم اس طرح کی بہتان تراشیاں نہ کرتے۔

اللہ کریم نے اہل ایمان کو جو احکامات ارشاد فرمائے وہاں تقریبا مذکر کے صیغے استعمال فرمائے تو کیا شریعت کے سارے احکامات صرف مردوں کے لیے ہیں عورتوں پر نماز روزہ وغیرہ کچھ فرض نہیں؟؟؟۔

واقعہ یہ ہے کہ اللہ کریم نے۔۔.**من عمل صالحا منکم من ذکر او انثی**۔۔۔۔۔اور اس طرح کی چند آیات میں تو مذکر و مونث دونوں کو خطاب میں شامل رکھا۔۔۔باقی اکثر مقامات پر۔۔۔۔۔یاایھا الذین امنو،،،،وغیرہ جیسے صرف مذکر کے استعمال کیے جس میں مذکر کو اصل اور مونث کو اس کے تابع بنا کر مراد لیا گیا لہذا جیسے یہ اعتراض کرنا حماقت ہے کہ کبھی تو۔۔۔۔من ذکر او انثی۔۔۔۔۔کہا اور کبھی صرف امنوا وغیرہ کے ذریعے صرف مذکر کا صیغہ لایا جاتا ہے۔کچھ ایسا ہی معاملہ یہاں ہے۔

ذرا۔۔۔جھوٹ کے پاؤں نہیں ہوتے،،، والا تصور دماغ میں رکھ کر اس مماتی پرواز کا تصور کیجیے کہ ان کے دماغ جو کچھ کاشتکاری کرتے ہیں اس کے پھل اور نتائج یہ حاصل ہوتے ہیں واقعہ یہ ہے کہ کسی جگہ اصل بول کر تابع مراد لے لینا اور دوسری جگہ تفصیل سے بیان کر دینا نہ جھوٹ ہے اور نہ وہ زلف دراز جس میں یار لوگوں کے پاؤں اکثر الجھے رہتے ہیں۔

﴿اثنا عشری شام غریباں﴾

بارہویں نمبر پر پہنچ کر بارہویں امام یا ان پر ایمان رکھنے والوں کی طرح جو،، شام غریباں،، مماتی فرقہ نے برپا کی ہے وہ دیکھنے سے تعلق رکھتی ہے۔۔۔۔۔۔ان کا کہنا ہے کہ۔۔۔۔قِيْلَ ادْخُلِ الْجَنَّةَ ۔۔۔الخ (یسین) سے شہداء کی روحانی زندگی تو ثابت ہوگئی پھر،، دکھ سازیاں،، نے یہ کیوں کہا کہ شہداء کی صرف روحانی زندگی مراد لینے کی دلیل قرآن میں نہیں؟؟؟ (ملخص)

کیا واقعی قرآن کریم کی یہ آیت اس بات پر نص ہے کہ شہدا کو برزخ میں حاصل ہونے والی حیات صرف روحانی ہے؟؟؟۔

فرقہ مماتیت کے مجتہدین نے اجتہاد تو کمال کا کیا مگر ویسے ہی جیسے علامہ اقبال کے بے اقبال بیٹے اور ان جیسوں نے قرآن پاک سے شراب حلال قرار دینے کے لئے کیا۔۔۔۔دلیل انہوں نے بھی قران سے دی تھی کہ قران میں لکھا ہوا ہے۔۔۔۔**فمن اضطر غیر باغ ولا عادفلا اثم علیه** وغیرہ۔۔اب یہ آیات قران میں تو ہیں مگر عام حالت کا حکم بتانے والی نہیں بلکہ اضطرار کے حالات پر مشتمل ہیں ان مجتہدوں نے آیات یا انکا مطلب نہیں بدلا بلکہ ان کا مقام و محل تبدیل کر دیا۔

اسی طرح کوئی کہے کہ نماز کے قریب بھی جانے کی اجازت نہیں اور دلیل میں قرآن کی آیت۔۔۔۔**یا ایها الذین امنوا لاتقربوا الصلوة** پڑھے اور ساتھ والا اگلا جملہ نہ پڑھے۔۔۔۔۔ٹھیک یہی واردات مماتی

مجتہدوں نے اس مقام پر کی ہے۔ان کو۔۔۔قِیۡلَ ادۡخُلِ الۡجَنَّۃَ ؕ ۔تو لکھا ہوا موٹے موٹے حروف میں نظر آ گیا ہے مگر آگے کے الفاظ آتے ہیں ان کی آنکھوں سے نور جاتا رہا اور اگلے الفاظ دیکھنے سے بیچارے محروم ہی رہے جن میں صاف بتایا گیا ہے کہ یہ آیت کیفیت حیات کی دلیل نہیں کیونکہ وہ تو حیات ہے ہی ایسی کہ جو ،،لاتشعرون،،یعنی شعور وادراک سے ماوراء ہے بلکہ یہ آیت تو شہدا کے اعزاز واکرام کی دلیل ہے ۔جس میں لکھا ہے کہ۔۔۔**بما غفرلی ربی وجعلنی من المکرمین** ۔۔۔۔کہ اللہ تعالی نے میری مغفرت فرمادی اور مجھے مکرمین میں سے کردیا۔

مماتی مجتہدین کی خدمت میں گزارش ہے جن لوگوں نے تمہارے دماغ میں یہ فتور ڈالا ہے کہ وہاں کی زندگی روحانی ہے اوراس کیلیئے دلیل ہے انہوں نے تمہیں غلط پٹی پڑھائی ہے یہ آیت وہاں کی زندگی متعین کرنے کی دلیل نہیں شہدا کے اکرام واعزاز بتانے کی دلیل ہے جس کا صراحتاً بیان خود اللہ تعالی نے فرمایا ہے

ان صریح الفاظ کے علاوہ۔۔۔.**ولکن لاتشعرون**۔۔۔بھی اس بات کی واضح دلیل ہے کہ،،قِیۡلَ ادۡخُلِ الۡجَنَّۃَ ؕ ۔شہدا کی حیات کا تعین کرنے کے لیئے نہیں آئی کہ وہ تو،،**لاتشعرون**،،ہے اب یہ قرآنی جملہ تمہاری زبانوں پر جاری کردیا گیا مگر دماغ میں اترنے نہ دیا گیا۔

﴿شام غریباں کی چیدہ چیدہ کارگزاریاں﴾

اس وضاحت کے بعد گزارش ہے کہ بارہویں نمبر پر اثنا عشری نسبت کی جو تم نے لاج رکھی ہے اور انہی کی طرح جو شام غریباں برپا کرکے ،،اثناعشریت،،کا ثبوت دیا ہے اس پر صرف یہ عرض ہے کہ۔

خود ہی اپنی اداؤں پر ذرا غور کرو ہم کچھ عرض کریں گے تو شکایت ہوگی

باقی لطیفہ اور انکار حدیث کی صف ماتم برپا کرتے ہوئے کہا گیا کہ،،دکھ سازیاں،،نے جھوٹ بولا کیونکہ ایک جگہ یہ الفاظ ہیں اور دوسری جگہ یوں لکھا ہے اور۔۔معاذ اللہ،،دکھ سازیاں،، نے حدیث کا انکار کیا ہے

۔۔۔جواباعرض ہے کہ یہ بھی مماتی فرقہ کی مکاریوں کانمونہ ہے۔۔۔ان دونوں باتوں کا کچھ مختصر تبصرہ اگے آجائے گا۔ان شاء اللہ۔البتہ انکارحدیث کا بہتان تراشتے وقت مماتی مجتہدوں نے جومضحکہ خیز کارنامہ سرانجام دیاہے وہ دیکھنے سے تعلق رکھتا ہے۔۔۔۔،،دکھ سازیاں،، نے (ص۱۴) پرکہاہے کہ مماتی فرقہ نے حدیث کا ایک غلط محل مقرر کرلیاہے جس کی وجہ سے اس عنوان پرقران اور حدیت میں تعارض بنا دیکھایا گیا جس طرح حدیث ،،من کنت مولاہ۔۔۔الخ،، کا روافض نے غلط محل مقرر کیا جس کی وجہ سے اس روایت اورآیت استخلاف میں تعارض پیدا ہوگیا۔تب اہل حق ان کے اس باطل نظریے کی بناپر کہتے ہیں کہ ہم نے قران والےمفہوم کواختیار کیاہے۔اس پرروافض یہ شور برپا کرتے ہیں کہ یہ تو حدیث کے منکر ہیں۔

ٹھیک یہ روش مماتیوں نے اختیار کی ہوئی ہے۔ورنہ یہ بات ایک عام ادمی کوبھی سمجھ آ رہی ہے کہ،،ایک حدیثی مفہوم ہے،، میں بات مفہوم کی ہے حدیث کی نہیں۔۔مفہوم بھی وہ جومماتی فرقہ کا خودساختہ ہے۔۔ ،،دکھ سازیاں،،اس بات کی صراحتا وضاحت کرچکی ہے کہ ہم قران بھی مانتے ہیں اورحدیث کوبھی،،مگراس کامقرر کیا ہوامماتی فرقہ کامحل درست نہیں۔۔باقی جس کی بنیاد پرمماتی فرقہ قدم رکھ کراپنے دجل کی بانگ دے رہاہےاس کی کافی وضاحت پیچھے گزرچکی ہے کہ احادیث اس حیات کاتعین وحقیقت نہیں شہدا کےفضائل واکرام کی دلیل ہیں۔وضاحت پیچھے ملاحظہ کریں۔

رہ گئی بات کس کودرداورتکلیف کےآبلے پڑتے ہیں (ص۴۴)

اگرمزاج نازک پرگراں نہ گزرے تو بتا دیتا ہوں سرگودھا کے صاحب کوتو آپ بخوبی جانتے ہوں گےجنہوں نے حضرت حسین کے خلاف کتاب لکھی۔ اوراس جرم کی پاداش میں جیل جاناپڑااوردردوتکلیف کےآبلے پڑے یانہیں مگراسی حال میں،،لاتسمع الموتی،، ہوگئے چترڑوگڑھ کےعلامہ نے بخاری محدث کتاب لکھی اور اس جرم کی پاداش میں جیل روانہ ہوئے۔دردوتکلیف کےآبلے پڑے یانہیں؟؟؟ مگر وہ بھی،،،،لاتسمع الموتی،،،،ہوگئے

گزارا نہ ہوتو اپنے باواجی، پیکراخلاص سے ان کے بھائی کا حال احوال معلوم کرلیناوہ جنازے کے لیے کیا وصیت کرگئے ۔۔۔۔ایام علالت میں ان کا اپس میں جاری جہاد کیا رنگ لایا۔۔۔اب وہ کہاں اور یہ کہاں؟ اگر پھر بھی تسلی نہ ہوتو انگلینڈ کے ویزے کے لیے داڑھی کاٹ کرزیرقدم ڈال لینے والے علامہ صاحب ان کا حال دیکھ لینا۔۔۔نہیں تو مفتی منیر شاکر صاحب والے قصے کوکھول لینا۔۔۔۔کلیم اللہ اوران کے بھائی میں جاری دردوتکلیف کے ابلے ابھرتے اور پھٹتے دیکھ لینا۔امید ہے صحت یابی کے لئے آٹے میں نمک برابر یہ جھلکیاں کافی رہیں گی۔بھول میں ہوکہ قلم میں قوت کمان اورمنہ میں زبان نہیں!!! تمہیں وڈیروں سمیت پٹہ ڈالنا آتا ہے۔۔۔حیاوالا اندر گیا بے حیا سمجھے مجھ سے ڈر گیا والی بات! مگر بات اتنی سی ہے کہ تیرانہیں تیرے سائیوں کا حیاہے۔

﴿دیانت کا جنازہ ہے ذرادھوم سے نکلے﴾

جھوٹ نمبر 13 کے عنوان سے لکھا ہے۔صفحہ ۸،صفحہ۲۰پر یہ ثابت کرنے کی کوشش کی۔۔۔۔۔یہ مصنف کا واضح دجل اورفریب شیطانی ہے۔(جوابی رسالہ۔)

اخلاق سے عاری فرقہ نے جس بات کو واضح دجل اورفریب شیطانی کہا اس بات کونقل کرنے کے بجائے ۔۔۔یہ ثابت کرنے کی کوشش کی۔۔۔۔کہہ کرگزرگئے ہیں کاش مماتیوں میں کچھ غیرت ہوتی ہے کہ وہ اس عبارت کونقل کردیتے۔۔۔جس پرغیض وغضب میں بھڑک رہے ہیں۔مگرجس کی غیرت ودیانت کا جنازہ دھوم دھام سے نکل چکا ہوں ان سے تلخ حقیقت کا سامنا کرنے کی بھلاتوقع کہاں رکھی جاسکتی ہے؟؟؟

،،دکھ سازیاں،،نے عرض کیا تھا۔۔امامیہ دین نے۔۔۔۔۔انما یریداللہ ۔۔۔۔۔۔میں لفظ،،اھل البیت،،سے مراد پانچ حضرات لئے ہیں۔۔۔۔۔۔وہ لوگ اس کی دلیل میں معروف حدیث پیش کرتے ہیں جوسند کے اعتبار سے صحیح۔۔۔۔۔ہے۔جبکہ واقعہ یہ ہے کہ اہل بیت کا ایک قرآنی مفہوم ہے جس میں سب سے اول بیویاں شامل ہیں۔۔۔۔۔جبکہ ایک حدیثی مفہوم ہے جس کے مطابق حضرت علیؓ ودیگر حضرات کو

۔۔۔۔۔۔اہل بیت میں شامل کیا گیا (دکھ سازیاں)

دکھ سازیاں نے عرض کیا کہ جیسے اس آیت کے تحت امامیہ دین نے ایک صحیح روایت کو بیان کر کے اپنا الگ محل تیار کیا اور پھر اس روایت کی بنا پر قرآنی مفہوم کا انکار کر دیا۔ یہی رویہ انہوں نے اختیار کیا کہ آیت شہدا کے تحت شہدا کے فضائل میں وارد صحیح روایت کو پیش کر کے قرانی آیات کے الفاظ ،،یقتل،،،،یرزقون،،،فرحین ،، ،یستبشرون ،،، سے معلوم ہونے والے مفہوم کا انکار کر کے احادیث کو اصل قرار دے دیا باقی رہا۔۔طرز استدلال تو۔۔۔ادھر آیات شہداء ہیں۔۔۔۔۔ادھر آیات تطہیر ہے۔

ادھر آیات کے تحت حدیث ہے۔۔۔۔۔ادھر بھی آیت کے تحت حدیث ہے

ادھر کی آیات کے تحت احادیث بھی صحاح کی ہیں۔۔۔دوسری طرف کی آیت کی تحت حیث بھی صحاح میں ہے

ادھر اگر **عن مسروق قال سئالنا عن عندالله** ہے۔۔۔۔۔تو دوسری طرف

عن ابی سعید الخدری قال قال رسول اللهﷺ **فنزلت هذه الاية فی خمسة** الخ (طبری)

قال احمد بن محمد الشامی وقداجمعت امهات كتب السنة ....الذی فسربهم رسول اللهﷺ (الشکف والبیان تحت الایہ فی الحاشیہ)

احمد بن محمد کہتے ہیں کہ اہل سنت کی ساری بنیادی کتابوں میں یہ روایت موجود ہے جس میں ان پانچ حضرات کا ذکر ہے۔۔۔۔۔کہ رسول اللہﷺ نے ان پانچ حضرات کے ساتھ اس آیت کی تفسیر فرمائی ہے

وہ بھی یہ کہتے ہیں کہ یہ تفسیر ہم نے نہیں کی بلکہ خود رسول اللہ نے کی ہے۔۔۔اور یار لوگوں کا ارشاد عالی بھی یہی ہے کہ۔۔۔۔۔اپنی طرف سے ان احادیث کو ان آیات کی تفسیر نہیں بناتے (جوابی رسالہ۔صفحہ۴۴)

گویا یہ بات کہنے میں بھی دونوں طرف کے افراد جوتے کے دو پاؤں جیسے واقع ہوئے ہیں وہ بھی کہتے ہیں ان احادیث کو اس آیت کی تفسیر ہم خود نہیں بناتے بلکہ حضرت ابوسعید خدریؓ،حضرت عائشہؓ،حضرت انسؓ،ام سلمہؓ ،ابی الحمرأؓ، واثلہ بن اسقعؓ،حضرت ابو ہریرہؓ،عمر بن ابی سلمہؓ،حضرت سعدؓ وغیرہ۔جیسے صحابہ کرامؓ۔۔عطیہؒ،علی بن

زیدؒ،صفیہ بنت شیبہؒ،ابوعمارؒوغیرہ جیسے تابعین۔۔۔۔ابن جریر طبریؒ،ابن ابی حاتمؒ،ابن عطیہؒ،ابن کثیرؒ،علامہ سیوطیؒ جیسے مفسرین وغیرہ اس تفسیر کو نبی کریم ﷺ سے نقل کرتے ہیں۔اور یہ بھی اسی طرح کی بات کہتے ہیں۔

﴿دونوں کی غلطی اور اہل حق کا طرز عمل﴾

،،دکھ سازیاں،،نے جو مثال پیش کی تھی وہ دلیل مطابقی کا درجہ رکھتی ہے لہذا اگران کو انکار کرنا تھا تو دلیل کے ساتھ معقول وجہ فرق بیان کرتے مگر وجہ فرق بیان کرنے کی بجائے۔۔۔بفضل اللہ تعالی۔۔پر زور لگایا ہے مگر نہ تو،،دکھ سازیاں،،کا دلیل سے جواب دیا اور نہ ہی غیروں سے اس مشابہت کی کوئی وجہ فرق بتائی بلکہ،دکھ سازیاں،،کی بات کو پانی لگایا اور اس کے مدعا کو کچھ مذید پکا کر گئے کہ خود کو سچا دکھانے کے لئے،،بفضل اللہ تعالی،،کی بانگ دی جس طرح امامیہ دین والے کرتے ہیں یعنی اس سے زیادہ زور لگا کر دوسرا ٹبر اسی طرح کی بات کہتا ہے۔قران کریم نقل کرتا ہے۔۔۔**قَالُوْا نَشْهَدُ اِنَّکَ لَرَسُوْلُ الله** ۔۔(منافقون۔۱) ۔۔**ویشهدالله علی مافی قلبه**۔۔۔(بقرہ)

ارباب انصاف ملاحظہ فرمائیں کہ یہ دونوں گروہ جیسے جھوٹی بنیادوں پر پوری ڈھٹائی سے اڑ جانے میں کمال کی مہارت رکھتے ہیں اسی طرح اپنے باطل نظریات پر ڈٹ جانے میں دونوں یک برابر ہیں صرف یہی نہیں بلکہ اپنے جھوٹ کو سچ دکھانے کیلئے بھی دونوں کا طریقہ واردات ملتا جلتا ہے۔جھوٹ تشت از بام ہونے لگے تو انکے طریقہ واردات،۔**قَالُوْا نَشْهَدُ اِنَّکَ لَرَسُوْلُ الله** ۔۔(منافقون۔۱)**ویشهدالله علی مافی قلبه** ۔۔۔(بقرہ)**ویحلفون بالله انهم لمنکم**۔۔(توبہ) کی طرح یہ بھی،،بفضل اللہ تعالی،،کی بانگ دیتے ہیں

باقی ان دونوں فریقوں نے جو سخت درجہ کی غلطی کی ہے وہ یہ ہے کہ انہوں نے حدیث پاک کی وجہ سے آیات قرآن کے مفہوم کو معطل کرنے کی جسارت کی ہے کہ آیت تطہیر کے تحت حدیث پاک کو لا کر انہوں نے آیت سے حاصل ہونے والے مفہوم کو معطل کر دیا۔

یہی رویہ مماتی فرقہ نے اختیار کیا کہ احادیث کی وجہ سے اس قرآنی مفہوم کو نظر انداز کر دیا۔۔۔اور جو احادیث شہدا کے اکرام و اعزاز کو بیان کر رہی تھیں ان کو قرآن کریم کے حکم،،،**ولکن لاتشعرون** ،،،کو معطل کرنے والا بنا دیکھایا کہ اللہ تعالی نے اس حیات کو،، **لاتشعرون** ،، کہا اور یہ روایات پیش کر کے شور کرنے لگ گئے کہ دیکھو ان روایات میں اس حیات کی حقیقت بیان کردی گئی ہے ۔ گویا اللہ کریم نے جو فرمایا تھا ۔۔۔ولاتشعرون۔۔۔۔ان روایات نے اللہ تعالی کے اس حکم کو معطل منسوخ کر دیا۔

جبکہ اہل حق کہتے ہیں کہ ہم قرآن کو بھی مانتے ہیں اور حدیث پاک بھی ۔۔۔۔مگر ان احادیث کی وجہ سے قرآن پاک کے حکم کو معطل و منسوخ کرنے کی کوئی گنجائش موجود نہیں ۔۔۔۔جن لوگوں نے آیت تطہیر کے تحت روایت درج کر کے کہا کے ازواج مطہرات اہل بیت میں سے نہیں ۔۔ کیونکہ حضور نے اس آیت کی تفسیر میں جن پانچ حضرات کا نام لیا ان میں ازواج مطہرات شامل نہیں انہوں نے غلط کہا۔۔۔کیونکہ قرآنی مفہوم میں ازواج مطہرات پہلے سے موجود ہیں ۔۔تفسیر میں ان کا نام ذکر کرنے کی ضرورت ہی نہ تھی لہذا تفسیر میں ازواج مطہرات کا نام نہ آنے کے باوجود وہ اہل بیت میں شامل ہیں اسی طرح آیت شہدا میں جو کچھ بیان اس کو سمجھ لیا جائے۔

﴿جادو وہ جو سر چڑھ کر پہلے ناچا پھر مماتی دماغوں پر سوار ہو گیا﴾

(نوٹ)۔۔ممکن اس عنوان کو دیکھ کر ارباب علم و دانش کو برا لگے جو واقع میں ایسا ہی ہے مگر راقم عذر خواہ ہے کہ یہ عنوان انکے اپنے الفاظ میں کچھ اضافہ کر کے ان کو لوٹایا گیا اللہ کریم کے نزدیک اگر یہ مقبول نہیں تو اللہ کریم کی بارگاہ سے اور اللہ کے ادب والے بندوں سے معذرت خواہ ہوں)

جھوٹ نمبر 14 عنوان کے تحت مماتی فرقہ ،، جادو وہ جو سر چڑھ کر بولے ،،،عنوان کے بعد لکھتا ہے ،،دکھ سازیاں،، نے لکھا اس حیات کو روحانی قرار دینے کی دلیل قرآن میں نہیں۔

پھر صفحہ-14 پر مان لیا کہ وہ دلیل،، آیت علیین ،، ہے۔۔۔(ملخص۔جوابی رسالہ) مماتیوں کا شیخ چلی کہتا

ہے۔۔۔۔دروغگو حافظ نہ باشداسی لیےاس کواچانک بےخبری میں یادآ گیااور پھراعتراف کرلیا۔۔۔۔۔چلو ،،دکھ سازیاں،،والے کا حافظہ تو ذرا بعد میں چیک کرتے ہیں پہلے اس،،شیخ چلی،،کا حافظہ چیک کرلیں۔

جب ان کے مطلب کی بات سامنے نہ آرہی ہوتو اس وقت ان کی آنکھوں سے نور جاتا رہتا ہے اس لیے ان کا ہاتھ پکڑ کران کوانکے رسالے کا صفحہ 43 انگلی لگا کر دکھا دیجئے! جہاں لطیفہ کے تحت پہلی سطر سے لکھنا شروع کیا کہ

۔۔۔،،صرف روحانی زندگی مراد لینے کی دلیل قرآن کریم میں موجود نہیں لیکن صفحہ-14 پر اسی بات کی نفی کرتے ہوئے بیخبری میں کہتے ہیں،،احیاء،،کو دو حصوں میں تقسیم کرنے کے لئے جس دلیل کا سہارا لیا گیا وہ وہی،،علیین،،(جوابی رسالہ ص۔۴۳)

اس صفحہ کے بعد صرف ص۴۴ گزرا تھا کہ۔۔۔صفحہ۴۵۔پر اس سوال کے نیچے لکھا ہے۔۔۔احیاء والی تقسیم جو تم نے کی ہے۔۔۔۔اس کا ذکر قرآن پاک کی کسی آیت میں موجود نہیں۔۔۔۔۔۔صفحہ 14 پر لکھتے ہیں،،احیاء،،کو دو حصوں میں تقسیم کرنے کے لئے جس دلیل کا سہارا لیا گیا وہ وہی،،علیین،،والی آیت ہے۔(جوابی رسالہ ص۔۴۵)

قدرے الفاظ کے اختلاف کے ساتھ ٹھیک وہی پہلی عبارت اور دونوں جگہوں پر،،علیین،،کے وہی الفاظ جو کوئی دو صفحے پہلے لکھے ہیں وہی کچھ دوبارہ پھر ایک اور جھوٹ بنا کر لکھنے سے اس شیخ چلی کے حافظ پر تو کوئی اثر نہیں پڑا ہوگا؟؟؟۔

اندازہ لگائیں! صاحب بہادر جو اعتراض جھوٹ نمبر۱۲ کے تحت درج کرتا ہے ٹھیک وہی اعتراض جھوٹ نمبر 14 کا عنوان بنا کر درج کرتا ہے راقم بہت غور کرتا رہا کہ جو اعتراض 12 نمبر میں درج کر چکا تھا ٹھیک وہی اعتراض نمبر۱۴ میں درج کرنے کی آخر کیا مجبوری پیش آگئی تھی خاص طور پر جب وہی پھندا خود اپنے گلے میں پڑنے کا پورا امکان تھا جو دوسروں کے لئے تیار کررہے تھے شاید اس کی یہ وجہ ہو کہ اثناعشری دین میں بارہ کی

طرح چودہ کے عدد کی بھی خاص اہمیت ہے لہذا بارہ میں درج اعتراض دوبارہ 14 میں درج کر کے اس اہمیت کو اجاگر کیا گیا ہو۔

بہر حال آپ ملاحظہ کر سکتے ہیں کہ کمال حافظہ میں بخاری دوراں کو خود یہ بھی یاد نہیں کہ ٹھیک یہی اعتراض تو صرف دو صفحہ اوپر میں خود درج کر چکا ہوں اور اعتراض دوسروں کے حافظہ پر۔۔۔۔واقعی یہ اس وقت ہوتا ہے جب جادو سر پر چڑھ کر پہلے ناچے پھر دماغ میں گھس جائے تب پھر کیا پتا چلے گا کہ کیا کہہ رہا ہوں اور کر کیا رہا ہوں۔۔۔۔اس قسم کے لوگ ہیں جن کے حال پر متعجب ہو کر خالق کا اعلان کرتا ہے

لما تقولون مالا تفعلون (صف) وہ کیوں کہتے ہو جو کرتے نہیں۔

﴿کیا آیت،،علیین،،حیات شہداء کی دلیل ہے؟﴾

چونکہ شیخ چلی صاحبان کے دماغ پر جادو چل چکا ہے اس لیے جادو کے زیر اثر وہ کسی بات کو اس کے اصل حال میں نقل کرنے کی توفیق سے محروم ہیں اس لئے باقی خیانتوں کی طرح صفحہ-14 کے نقل اقتباس میں بھی خیانت کرنا ان کے مماتی مزاج کے مطابق فرض تھا جو انہوں نے خوب نبھایا۔۔۔۔مگر صورت حال یہ ہے کہ یہاں روح اور جسم کے الگ الگ مستقر کی بات ہو رہی ہے چنانچہ،،دکھ سازیاں،، میں ہے۔

جیسے روح اور جسم کے الگ الگ مستقر کے باعث کہا گیا کہ دونوں کے جب مقام الگ الگ ہیں تو ان کا آپس میں رابطہ یکسر ختم ہو گیا کیونکہ ذائقہ موت چکھتے ہی نیک شخص کی روح تو،،اعلی علیین،، میں پہنچ جاتی ہے۔جب کہ برے آدمی کی روح سے سجین میں (دکھ سازیاں ص۔۱۴) آگے وہ عبارت ہے جو یار لوگوں نے نقل کی۔۔۔۔اس نقل شدہ اقتباس کے آگے لکھا ہے۔

تو کیا شہداء کی ارواح علیین میں داخل نہیں کی جائیگی؟؟؟ (دکھ سازیاں ص۔۱۴) گویا یہاں ان کی اس دلیل کی تردید کی گئی ہے مگر اس تردید کو یار لوگوں نے تائید بنا کر پیش کر دیا جس کے لیے ان کو صرف سیاق وسباق سے کاٹ کر درمیان کا چھوٹا سا ٹکڑا الگ کرنا پڑا اور بس اب اس نادر طریقے سے تو یہ قرآن کریم میں تضاد نکال

سکنے کی صلاحیت رکھتے ہیں کہ ایک جگہ فرمایا۔۔۔لاتقربواالصلوۃ۔۔۔۔پھر اچانک خیال آیا کہ نہیں ۔۔۔اقیمواالصلوۃ۔۔۔تھا یہ لکھ کر شام غریباں کی جو مرضی مجلس پڑھوالو۔۔۔۔۔اس فرقہ کا نامور کمال اور طرہ امتیاز یہی طرز تحقیق ہے کہ سیاق وسباق کاٹ کر جہاں ان کی تردید ہورہی ہو۔۔۔وہاں اس کو اپنی تائید بنا کر پیش کرنے کی صلاحیت رکھتے ہیں اس میں کسی فرد یا انسانوں کی کتابیں کیا حیثیت رکھتی ہیں وہ تو اس طرز تحقیق سے خود قرآن کریم میں تضاد دکھا کر اپنی تحقیق کا لوہا منوا سکتے ہیں۔

﴿ایک سکہ بند مماتی علامہ کا انوکھا اعلان﴾

دور حاضر کے سعید چتروڑی ٹائپ علامہ صاحب کا ایک چیلنج سوشل میڈیا پر موجود ہے جس میں وہ سکہ بند مماتی گوہر فشانی کرتے ہیں کہ۔

تم (یعنی عقیدہ حیات النبی رکھنے والے لوگ) اپنے صرف چار اکابر کا نام لکھ کر دو میں تمہیں ان کی کتابوں سے مشرک ثابت کردوں گا۔۔۔(ملخص بلفظی ویڈیو بیان)

راقم اس بیان کو سن کر سوچتا رہا کہ یہ صاحب کہنا کیا چاہتے ہیں آیا پوری امت اس وقت مشرک ہوگئی یا اکابرین اہل حق کی کتابیں لوگوں کو مشرک بنانے کے لیے لکھی گئی ہیں اور اہل حق میں کوئی چار حضرات بھی ایسے نہیں جن کی کتابیں امت کو اسلام پر قائم رہنا بتا سکیں؟؟؟۔۔۔۔امت مشرک ہوگئی یا اہل حق اکابرین کی کتابیں راہ حق کی ترجمان نہیں رہی دونوں صورتوں میں اللہ کریم کا وہ وعدہ غلط قرار دے دیا گیا جس میں اللہ تعالی نے اس دین کو محفوظ رکھنے کی ذمہ داری لی تھی۔اور وہ ارشاد نبوی بھی بے اثر ہوگیا جس میں ہر زمانے کے اندر حق والوں کی ایک ایسی جماعت کا پایا جانا بیان فرمایا گیا جو حق پر قائم رہے گی اور دین میں کی جانے والی ہر ملاوٹ کو نکال دے گی۔

یہاں ممکن ہے یہ سکہ بند مماتی علامہ کہیں کہ ہم ہیں وہ حق والے۔۔۔۔تو پہلی عرض ہے کہ کتابوں کو چھوڑو پہلے تم اپنے مسلمان ہونے کی سند مرکزی اشاعت والے صاحبزادوں سے لے دیکھیں جو مشک وامبر سے مزین

زبان میں آپ کو آپ کے مسلمان ہونے کی سند فراہم کریں گے۔۔۔نہیں تو چلو اپنے اکابرین کی اولادوں سے ہی لے دیکھیں جو آپ کے ارشاد میں داڑھی پر ہاتھ صاف کرنے کی پاداش میں آپ کے فتووں کی زد میں تھے۔(البتہ ۲ دسمبر ۲۰۲۰ جامعہ امینیہ میں اپنے جیسوں سے معاملات طے پا جانے کے بعد برف پگل گئی اور صاحبزادہ کافسق،،بدل الکل،، کے درجہ پر فائز یاب ہو گیا ہے)

چلیں اس میں کامیابی نہ ہو تو اپنے علم کی ایک ایسی سند بتا دیں جس میں آپ کے عقیدے کے مطابق،،،،، **عقیدہ حیات النبی روح مع الجسد** ،،،کا شرک کرنے والا کوئی نہ ہو۔۔۔۔۔پوری سند نہ سہی صرف برصغیر کی سند حدیث ہی ایسی بتا دیں۔۔۔۔۔لیکن آپ کے علم کی سند بھی آپ کے نظریے کے مطابق شرک سے پاک نہ ہو اور پھر آپ یہ دعوی کریں کہ ہم ہیں وہ حق والے۔۔۔۔تو اس کو سوادیوانے کی بڑھ کے اور کیا کہا جا سکتا ہے۔

حدیث طیور اخضر کی وضاحت

جھوٹ نمبر 15 عنوان کے تحت،،طیور اخضر،،والی روایت کے حوالے سے،،دکھ سازیاں،،کی گزارشات پر خاصے برہم اور،،رفض زدہ،،زبان کا شکار ہیں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ پہلے اس روایت کے حوالے سے چند گزارشات عرض کر دی جائیں۔۔ان کا یہ نظریہ کہ،،طیور اخضر،،والی روایت،،بل احیاء،،کی حقیقت اور اس کی تعیین وتفسیر ہے۔

(۱)۔۔امام بخاری کو ان کی اس بات سے اتفاق نہیں ہے کہ یہ حدیث حیات کی حقیقت بیان کرتی ہے۔چنانچہ انھوں نے اپنی صحیح میں،،، **ولا تحسبن الذین قتلوا** ۔۔۔،،کا باب باندھا ہے مگر اس میں ،،طیور اخضر،،والی روایت نہیں لائے۔حالانکہ،،طیور اخضر،،والی روایت سند کے اعتبار سے صحیح ہے۔

(۲)۔۔امام مسلم اس روایت کو اپنی صحیح میں بیان کرتے ہیں۔مگر اس کے الفاظ میں سخت اضطراب ہے چنانچہ مسلم میں۔۔۔۔۔،،جوف طیر اخضر،،۔۔۔۔۔۔۔بعض روایات میں ،،**بطیر خضر**،،۔۔۔۔۔۔بعض

روایات میں،،بحواصل طیر،،۔۔۔۔۔۔موطا میں،،نسمۃالمومن طیر ،،کے الفاظ ہیں۔۔۔جس روایت میں اس درجہ کا اضطراب ہو اس سے شہداء کی فضیلت تو ثابت ہوسکتی ہے مگر شہید کی حقیقت حیات اور تعیین حیات میں ایسی روایت مقبول نہیں ہوسکتی۔

(۳)۔۔تیسری بات! ارواح کے مستقر کے باب میں ہے۔کہ روحیں کہاں ہوتی ہیں چنانچہ قرآن کریم ہے۔۔۔۔ اِنَّ الْاَبْـرَارَ لَفِیْ نَعِیْمٍ (۱۳) ۔اس آیت کے تحت مفسرین نے یہی لکھا ہے کہ یہ نیک روحوں کا

مستقر ہے۔۔۔۔جواہرالقرآن میں بھی یہی درج ہے۔۔۔۔ایک حدیث میں ہے،، **ارواح المومنین فی السماء السابعه ینظرون الی منازلهم فی الجنه**،،۔۔۔۔۔یعنی ایمان والوں کی روحیں ساتویں آسمان میں ہوتی ہیں اور وہ جنت میں اپنے ٹھکانے کا نظارہ کرتی رہتی ہیں۔

ایک روایت میں ہے کہ ایمان والوں کی روحیں حضرت جبرائیل کے پاس لائی جاتی ہیں اور ان کو کہا جاتا ہے کہ آپ ان کے نگران ہیں۔

ایک روایت میں ہے کہ کے روح جب جسم سے نکلتی ہے تو آسمان اور زمین کے درمیان سیر کرتی رہتی ہے۔

اسی طرح کی روایت حضرت ابن عباس نے،، **الله یتوفیٰ الانفس**،، کے تحت ارشاد فرمائی۔

حضرت سلیمان فارسی سے منقول ہے مومنین کی روحیں برزخ میں جہاں چاہیں پھرتی رہتی ہیں۔

حضرت انس فرماتے ہیں کہ مومنین کی روحیں آزاد ہیں جہاں چاہیں آتی جاتی ہیں۔

یہ روایات علامہ جلال الدین سیوطی کی،،شرح الصدور،، میں ہیں۔۔۔۔۔۔اس باب میں اور بھی بہت ساری روایات موجود ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ اہل ایمان کی روحوں کا مستقر بتانے والی اکیلی یہی روایات نہیں جو یار لوگ بیان کرتے ہیں۔

(۴)۔۔چوتھی قابل غور بات یہ ہے کہ شہداء کی روحیں باب جنت کے پاس موجود سبز قبہ میں ہوں گی۔۔یا عرش سے لٹکی قندیلوں میں؟؟؟ چناچہ امام احمد وغیرہ نے بسند حسن نقل کیا ہے کہ نبی کریم نے

فرمایا۔۔۔**الشھداعلی بارق نھربباب الجنه فی قبة خضر** ۔۔۔اس روایت کےتحت علامہ سیوطی نے وضاحت کی ہے کہ۔۔**فانه یدل انهم خارج الجنة**۔۔(شرح سیوطی علی مسلم۔ج۴۔۴۸۴)

یعنی یہ اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ وہ (جگہ) جنت سے باہر ہے۔

(۵)۔۔جبکہ دوسری روایت یہی مسلم والی ہے جو یارلوگ نقل کررہے ہیں اس میں ٹھیک اسی طرح کی بات حضرت عبداللہ ابن مسعود۔۔۔**النار یعرضون علیها** ۔۔۔کی تفسیر میں ارشادفرماتے ہیں۔۔۔کہ آل فرعون کی روحیں سیاہ پرندوں کی شکل میں صبح وشام جہنم کے سامنے لائی جاتی ہیں

(معارف القرآن۔ج۷۔۶۰۲)

علامہ ابن کثیر فرماتے ہیں۔۔۔۔۔۔آل فرعون کی روحیں سیاہ رنگ کے پرندوں کے قالب میں ہیں۔

(ابن کثیر۔۴۔۸۱)

علامہ صفیری فرماتے ہیں۔

واماارواح الکفارفھی فی اجواف طیرسورفی السجین والسجین تحت الارض السبعة،،

(شرح بخاری لصفیری۔ج۲ص۲۲۲)

یعنی۔۔۔کفار کی روحیں سیاہ رنگ پرندوں کے پیٹ میں سجین کے اندر ہوتی ہیں اور سجین سات زمینوں کے نیچے ہے

گویا جس طرح حضرت عبداللہ ابن عباس شہدا کی روح کو سبز پرندوں میں بتاتے ہیں اسی طرح آل فرعون کی روح کو سیاہ پرندوں کے پیٹ میں بتاتے ہیں دونوں طرف کی روایات میں کافی سارے الفاظ ملتے جلتے ہیں تو کیا جس طرح شہدا کے باب میں درج روایات،،بل احیاء،،سے معلوم ہونے والی حیات کی حقیقت بتانے کے لیے آئی ہیں اسی طرح یہاں کفار کے باب میں درج روایات ان کفار کی حقیقت حیات بتانے کے لئے آئی ہیں؟؟؟

یعنی تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ شہداء کی ،،حیات روحانی فی الجنۃ،، ہے اسی طرح کفار کی حیات روحانی فی جہنم ہے؟؟؟اگر ایسا ہی ہے تو پھر جیسے شہدا کے لیے فرمان الٰہی جاری ہوا ہے،،بل احیاء،، کیا کفار کے لیے بھی اس قسم کا کوئی فرمان جاری ہوا؟؟؟

(۶)۔۔یہ روایت حضرت عبداللہ ابن عباسؓ،حضرت انسؓ بن مالک،اور حضرت ابوسعید خدریؓ سے بھی مروی ہے ان میں سے کوئی بھی شہداء کے اکرام واعزاز کو بیان کرنے والی اس روایت کو۔۔۔ولا تحسبن الذین قتلوا۔۔کی تفسیر اوراس حیات کی حقیقت قرار نہیں دیتا

(۷)۔۔اہل علم نے اس حدیث کی شرح میں یہ سوال بھی اٹھایا ہے کہ شہداء کی ارواح کو جن پرندوں کے پیٹوں میں ڈالا جائے گا ان پرندوں کی اپنی روح کہاں جائیں گی آیا ایک وجود میں دو روحیں رہیں گی؟؟ایک اس پرندے کی روح جس کے پیٹ میں شہید کی روح ڈالی جائیں اور دوسری اس شہید کی روح۔

یا اس پرندے کی روح نکال لی جائے گی اور پھر اس میں شہید کی روح ڈالی جائے گی۔۔۔کیا مماتی فرقہ دلیل کی بنیاد پر اس کا کوئی جواب عنایت فرما سکتا ہے؟؟؟

(۸)۔۔یہ سوال بھی قابل غور ہے کہ شہید کی روح کو سبز پرندوں کی روح میں ڈالنے کی کیا وجہ ہے اگر یہ وجہ ہے کہ اللہ تعالی شھیدوں کو جنت میں انعام دینا چاہتا ہے اس لیے ان کی روحوں کو پرندوں کے پیٹ میں ڈال دیتا ہے کہ وہ جنت میں کھاتے پیتے رہیں تو اس کی کوئی دلیل ہے کہ پرندے تخلیق انسانیت سے زیادہ حسین اور خوب صورت ہیں؟؟؟ قرآن کریم میں تو اللہ تعالی پوری چار قسمیں اٹھا کر بڑے زوردار الفاظ میں اعلان فرماتا ہے کہ۔۔۔لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْٓ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ(۴)

البتہ تحقیق ہم نے انسان کو بہترین سب سے زیادہ حسین سانچے میں ڈھال کر پیدا فرمایا

اب یہ احسن سانچے میں ڈھلا وجود لے کر جو پرندے کا پیٹ عنایت فرمایا کیا اسی کا نام انعام واعزاز ہے؟ کیا ہے کوئی مماتی علامہ جو اس مسئلے کو دلیل سے حل کرے۔

(۹)۔۔مماتی لوگ یہ تو بتاتے ہیں کہ شہید کی روح پرندے کے پیٹ میں ڈال دی گئی اب وہ جنت میں کھاتے پیتے اور عیش کرتے ہیں مگر سوال یہ ہے کہ شہداء قیامت کے بعد بھی اسی طرح پرندوں کے پیٹ میں رہیں گے اگرنہیں تو ذرا قرآن کی وہ آیت یا وہ حدیث پڑھیں جس میں لکھا ہو کہ فلاں وقت ان پرندوں کے پیٹ سے ان روحوں کو نکال لیا جائے گا اور پرندوں سے اس،،، ابانت الروح عن الجسد ،،، کے بعد ان پرندوں کا کیا حال ہوگا اور اس،، ابانت روح،، کا نام کیا ہوگا؟؟؟

(۱۰) چلتے چلتے یہ دسویں بات بھی ملاحظہ کرلیں کہ مسلم کے حوالے سے جس روایت کو مماتی نقل کر رہے ہیں اس کی سند بھی تنہائی میں بیٹھ کے دیکھ لیں جس میں ابومعاویہ راوی بھی ہے اور اعمش بھی وہی ابومعاویہ اور اعمش جس کو تمہارے باوا حضور شیعہ لکھ گئے ہیں پس تمہاری اس ساری کمائی کے پیچھے شیعہ کا ہاتھ ہے۔

پہنچی وہیں یہ خاک جہاں کا ضمیر تھا۔

﴿چار حرفوں کی کمائی﴾

رہ گئی بات چار حرف والی تو اگر تمہارے نصیب میں عقل نام کی کوئی رتی بھی ہوئی اور قلیل سا وقت سوچنے پر صرف کرلیا تو درست نتیجہ پر ضرور پہنچ جاؤ گے۔کیا یہ چار حرفوں والی اصطلاح قرآن میں ہے؟؟؟ نہیں تو رحمت عالم کی نطق مقدس یا صحابہ کرام یا ان کی اتباع کرنے والے فرزندان اسلام میں سے کسی کی زبان وقلم کی عادت ہے؟؟؟ نہیں تو پھر تلاش کرو یہ اصطلاح وضع کرنے والے اور استعمال کرنے والے کون ہیں ؟؟؟ امید ہے سمجھ گئے ہوں گے؟ وہی نہ جو خود کو مومنین کہتے ہیں اور صحابہ کرام پر چار حرف بھیجنے کی غلاظت میں ڈوبے ہوئے ہیں۔۔۔اب ذرا مڑ کر دیکھو تم کس قطار میں کھڑے ہو اور راقم کس قطار میں۔

ایک طرف صحابہ ہیں اور دوسری طرف دشمنان صحابہ۔۔۔۔صحابہ نے کبھی چار حرف نہیں بھیجے مگر ان کے دشمنوں کی عادت ہی یہی ہے کہ وہ صحابہ پر چار حرف بھیج کر اپنے سیاہ کرتوتوں میں اضافہ کرتے رہتے ہیں۔۔۔ذرا دیکھ لو کہ تم چار حرف بھیج کر ان چار حرف بھیجنے والوں کے غلام بنے اور راقم تمہاری اس غلاظت کا

سامنا کر کے ان سچے لوگوں کا غلام ہوا جن کو صحابہ کرامؓ کہا جاتا ہے۔

مقدر اپنا اپنا ! نصیب اپنا اپنا !

جب یہ بات تم جان گئے تو یہ بھی پتہ چل گیا ہوگا کہ تمہارا یہ کردار اس دسویں نمبر کی تائید مزید ہے جو ابھی اوپر راقم عرض کر آیا ہے یاد رکھو تمہیں تمہارا نفس دھوکہ میں نہ ڈال دے کہ یہ چار حرف والی عادت تو بس یوں ہی پڑ گئی۔۔۔ پیالے میں پیشاب ہو تو انڈیلتے وقت اس میں سے دودھ برآمد نہیں ہوتا۔۔۔تمہارے باؤاوں نے جو کچھ پیالے میں ڈال دیا ہے وہ وہی ہے جو ان چار حرفوں کی گہرائیوں میں تم دیکھ سکتے ہو مگر یہ وہ بات ہے جس کو آسانی سے نہ تمہارے باوا صاحبان مانیں گے اور نہ تم!!! مگر بات ماننے منوانے کی نہیں آخرت کی تباہ کاریوں اور امت اسلام کے ایمانوں پر ڈاکہ زنی کی ہے۔۔ یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ تم محبوب کبریاﷺ کی امت میں گمراہیاں بانٹو اور اس کے بدلے میں تمھیں خیرات ملے۔

﴿جب مماتیت نے اپنے عقیدے کا بیڑہ غرق کر دیا﴾

یہ ہے وہ مقام جہاں اہل حق اور مماتی فرقہ کے درمیان ایک کھلا ہوا فرق عام و خاص کے سامنے آجاتا ہے کہ اہل حق تو اپنے محبوب کا ایک ایک فرمان دل و جان سے مانتے اور اس پر جان فدا کرتے ہیں بالفرض کبھی روایات میں تعارض نظر آجائے تو رات دن ایک کر کے ان مختلف روایات کے اپنے اپنے محل تلاش کرتے ہیں۔ اگر روایات کے محل الگ نہ ہو۔۔۔تو اول تطبیق کی کوشش کرتے ہیں۔۔۔ایسا نہ ہو سکے تو ترجیح کا طریقہ اختیار کرتے ہیں وغیرہ۔۔۔۔۔۔یعنی آخری حد تک اپنے محبوب کے فرمان سے انکار سے بچتے ہیں جس کے لیے۔۔مرجوح۔۔۔منسوخ۔۔۔مہجور۔۔۔متروک وغیرہ کے بہت سارے قواعد موجود ہیں جن کا خلاصہ انکار حدیث کے وبال سے بچنا ہے۔ ہاں اگر وہ روایت موضوع ہو جس کے شواہد اللہ تعالی کی توفیق سے سورج نصف النہار کی طرح واضح طور پر سامنے آجاتے ہیں۔۔۔جیسا کہ روافض وغیرہ نے اس مقصد کے

لیے اپنی زندگیاں برباد کیں۔تو اہل حق اس کا کھل کر اظہار کرتے ہیں چنانچہ اس مقام پر اہل حق نے جہاں ارواح شہداء کا جنت میں سیر کرنا مانا ہے اور اس باب کی کسی روایت سے انکار نہیں کیا۔۔اسی طرح ،،من صلی علی قبری۔۔۔اور۔۔۔الانبیاء احیاء،،،۔۔۔والی روایات کو بھی مانا اور دل و جان میں رکھا ہے۔اس لئے کہ یہ روایات صحیح سند کے ساتھ ہم تک پہنچی ہیں اور ارباب علم نے دونوں طرح کی روایات کو تواتر معنوی کے درجہ میں رکھا ہے۔۔۔۔مگر دوسری طرف یار لوگ ہیں جو اول تو ارواح شہداء والی روایات سے قرآن کو منسوخ کرتے ہیں۔کہ قرآن کریم جس حیات کی حقیقت کو۔۔۔،،لاتشعرون،،بتاتا ہے۔کہ تم اس کی حقیقت کو حواس وغیرہ سے معلوم نہیں کر سکتے۔

پھر ایسی روایت سے شہید کی حیات متعین کی جارہی ہے جس میں اضطراب ہے ایک ہی قسم کی احادیث میں ان کی روح کے مستقر الگ الگ بیان ہوئے ہیں۔۔۔۔گویا دس وجوہ سے جو روایت محل نظر ہے اس سے حیات شہداء کی حقیقت متعین کرتے ہیں تو دوسری طرف ان احادیث کا پوری ڈھٹائی سے انکار کرتے ہیں جن کو حضرات محدثین متواتر قرار دے رہے ہیں اور جن کو یہ۔اپنا بزرگ اور اکابر بتاتے ہیں وہ ان کو نہ صرف قبول کر رہے ہیں بلکہ ان کی صحت کا فراخدلی سے اعتراف کرتے ہیں۔۔۔۔ان کے اس طرز عمل کو قرآن کریم کی سورۃ نساء آیت (۱۵۰۔۱۵۱) میں ملاحظہ کر سکتے ہیں جو کہتے ہیں کہ۔

وَ یَقُوْلُوْنَ نُؤْمِنُ بِبَعْضٍ وَّ نَكْفُرُ بِبَعْضٍ ۙ وَّ یُرِیْدُوْنَ اَنْ یَّتَّخِذُوْا بَیْنَ ذٰلِكَ سَبِیْلًا (نساء۔۱۵۰)

ہم کچھ کو مانتے ہیں اور کچھ کا انکار کرتے ہیں اور وہ چاہتے ہیں کہ (اپنی اس کاروائی سے) درمیان کی ایک نئ راہ نکال لیں۔

اللہ کریم کا ان کے بارے میں فیصلہ یہ ہے کہ۔۔۔،،اُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ حَقًّا ۚ،،۔۔۔۔۔اسی طرح حق والوں کو اس فرمان الٰہی میں ملاحظہ کیا جا سکتا ہے کہ۔۔ یُؤْمِنُوْنَ بِالْغَیْبِ ۔(بقرہ)۔۔ اُولٰٓئِكَ هُمُ

الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا (انفال)

﴿کیا،،من صلی علی عندقبری ،،موضوع روایت ہے؟﴾

شاید ایسے ہی موقع پر کہتے ہیں۔۔۔۔۔بلی تھیلے سے باہر آ گئی۔۔۔۔اب تک تو یہ فرقہ ،،دکھ سازیاں،،کو کاٹتا آ رہا تھا جس کی حیثیت عقیدہ اسلام پر ایک پہریدار۔۔۔یاداعی کی تھی۔۔۔۔مگر شاید کاٹنے کی اس عادت سے لہومنہ کولگ گیالہذا یہ مماتی اب داعی اور پہریدار سے آگے بڑھ کر براہ راست فرمان نبی پر حملہ آور ہوگیااور کاٹنے کی وہی عادت دھراڈالی کہ

،،من صلی علی عندقبری،،والی روایت موضوع ہے(ملخص۔جوابی رسالہ۔ص۔۴۶)۔۔۔۔۔۔۔۔۔جبکہ واقعہ یہ ہے کہ حافظ ابن تیمیہ نے اپنے رسائل۔۔۔رسالہ نمبر۱۶۔ص۔۲۹۱۔۔۔وغیرہ میں۔۔۔۔۔۔۔حافظ ابن قیم نے جلاء الافہام۔ص۔۲۵۔میں۔۔۔۔۔ابن حجر عسقلانی۔۔علامہ سخاوی۔۔ابن حجر مکی۔۔علامہ عبدالروف المناویؒ۔۔ملا علی قاریؒ۔۔۔قاضی ثناء اللہؒ پانی پتی۔۔سیداحمد طحطاویؒ۔۔ مولانا عبدالحی لکھنویؒ۔۔۔۔علامہ شبیراحمد عثمانیؒ۔۔۔۔مولانا خلیل احمدؒ۔۔۔۔۔مولانا اشرف علی تھانویؒ وغیرہ علمائے اعلام نے اس حدیث کوصحیح قرار دیا ہے۔

ممکن ہے یارلوگ ان حضرات کو حیاتی کہہ کر گزر جائیں کہ ان کی تصحیح ہم نہیں مانتے۔چلوحضرت مولانا حسین علی الوانیؒ کوتو تم اپنا اکابر مانتے ہو۔ان بزرگوں کی نہیں مانتے تو حضرت مولانا حسین علیؒ کی ہی مان لو جو تحریرات حدیث میں اس روایت کوقبول کرتے ہیں دیکھئے تحریرات حدیث صفحہ 754

پھراس روایت کی موید روایات بھی صحاح ستہ میں موجود ہیں چنانچہ حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ کی روایت سنن نسائی میں دوسندوں سے آئی ہے جس میں امت کا سلام پہنچانے والے فرشتوں کا ذکر ہے(نسائی جلد 1 صفحہ 198)۔۔۔۔۔۔نسائی کے علاوہ حدیث کی بارہ کتابوں میں یہ روایت ہے جسے علامہ ذہبی وغیرہ چھ سے

زیادہ ارباب جرح وتعدیل نے صحیح کہا ہے۔۔۔۔۔۔۔شاہ عبدالعزیزؒ فرماتے ہیں کہ یہ روایت تواتر کے درجے کو پہنچ چکی ہے۔۔۔۔۔۔۔اسی طرح حضرت عبداللہ ابن عمرؓ اور حضرت انس بن مالکؓ سے بھی یہ روایت منقول ہے ایک روایت،،،مامن احد یسلم علی الا رداللہ علی روحی،،،۔۔۔ابی داؤد۔اور مسند احمد میں ہے۔۔۔۔۔اسی طرح حضرت عیسیٰؑ کے قبرالنبی ﷺ پر سلام اوران کے جواب کا ذکر صحیح سند کے ساتھ۔۔ابویعلی۔۔جامع صغیر۔۔مستدرک حاکم۔۔۔مسند احمد وغیرہ میں۔۔اور۔۔جو مجھ پر درود پڑھتا ہے وہ مجھ تک پہنچتا ہے۔۔۔۔۔۔۔مسند ابی یعلی اور نیل الاوطار میں موجود ہے۔

﴿،،الانبیاء احیاء،،والی روایت﴾

اس حدیث پر جن حضرات نے صحیح ہونے کی نص فرمائی ہے ان کی تعداد چالیس سے زائد ہے جن میں،،ابن بزار،،،ابویعلی،،،،ابن عدی،۔ابونعیم،،،علامہ بیہقی،،،حافظ تورپشتی،،،حافظ ابن تیمیہ،،،ابن قیم،،،تاج الدین سبکی،،،علامہ ابن کثیر،،،حافظ ہیثمی،،،،ابن حجر عسقلانی،،،بدرالدین عینی،،،علامہ سخاوی،،،علامہ سیوطیؒ،،،علامہ سہمودیؒ،،،علامہ شعرانیؒ،،،حافظ منذریؒ،،،ملاعلی قاریؒ،،،مجدد الف ثانیؒ،،،علامہ علی بن شیخ احمدؒ،،،شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ،،،علامہ احمد بن محمد الخفاجیؒ،،،علامہ زرقانیؒ،،،شاہ ولی اللہؒ،،،قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ،،،شاہ عبدالعزیزؒ،،،علامہ شامیؒ،،،قاضی شوکانیؒ،،،علامہ آلوسیؒ،،،قطب الدینؒ شارح مشکوٰۃ،،،شمس الحق عظیم آبادیؒ،،،شیخ خلیل الرحمٰن محدث سہارنپوریؒ،،،سید انور شاہ کشمیریؒ،،،حضرت تھانویؒ،،،شبیر احمد عثمانیؒ،،،مولانا ظفر احمد عثمانیؒ،،،مرشدی شیخ الحدیث محمد زکریاؒ وغیرہ حضرات شامل ہیں۔

صرف یہی نہیں اس احادیث کے بارے میں اہل علم نے فرمایا ہے کہ یہ روایت متواتر ہے۔چنانچہ علامہ داؤد بن سلیمان بغدادیؒ فرماتے ہیں

والحاصل ان حیات الانبیاء ثابتة بلاجماع (المنحة الوھبیہ۔ص۔٦)

اور حاصل یہ ہے کہ حیات انبیاء بالاجماع ثابت ہے

علامہ سیوطیؒ لکھتے ہیں۔۔۔۔۔آنحضرتﷺ اور دوسرے انبیائے کرامؑ کی اپنی قبر میں حیات ہمارے نزدیک قطعی طور پر ثابت ہے کیونکہ اس پر ہمارے نزدیک دلائل قائم ہیں اور تواتر کے ساتھ اخبار موجود ہیں جو اس پر دلالت کرتے ہیں۔(الانباہ الاذکیاء۔ص۔۲)

اسی طرح،،،النظم المتناثر،،،کی عبارت کا حاصل یہ ہے کہ نبی کریم سے جو امور تواتر کے ساتھ منقول ہیں ان میں یہ بھی ہے کہ انبیاءکرامؑ اپنی قبروں میں زندہ ہوتے ہیں (النظم المتناثر)

ان روایات کی مفصل بحث کا تو یہ موقعہ نہیں بس اتنا عرض کرنا ہے کہ جن روایات کو بیسوں اہل علم صحیح قرار دے رہے ہیں۔۔۔۔۔اور جن کے بارے میں اہل سنت،،،تواتر طبقہ،،،اور،،،تواتر توارث،،کا اعلان کرر ہے ہیں اور جن روایات کو امت میں،،تلقی بالقبول،،کا درجہ حاصل ہے۔۔حتیٰ کہ مماتی فرقہ جن کو اپنے اکابر ماننے کا دعوی کرتا ہے خود وہ مولانا حسین علی الوانی اور مولانا غلام اللہ خان صاحب ان دونوں روایات کے صحیح ہونے کا اقرار کرتے ہیں جس پر حضرت مولانا حسین علی کی تحریرات حدیث اور مولانا غلام اللہ خان کے رسالہ ماہنامہ تعلیم القرآن گواہ ہیں۔۔۔۔۔مگر یہ مماتی شتونگڑے اس قدر مضبوط بنیادوں پر ثابت شدہ احادیث رسول اللہ کو کاٹ کھانے پر تل گئے ہیں ان مماتی شتونگڑوں کو یاد رکھنا چاہیے کہ امت اسلام کے نزدیک جس طرح انکار صحابہ کا مسئلہ بڑا نازک اور حساس ہے اور اس معاملہ پر امت کسی قسم کی نرمی یا رعایت کے روادار نہیں اسی طرح توہین حدیث کا مسئلہ بھی بڑا احساس اور نازک ہے جسے امت اسلام کبھی نظر انداز نہیں کرسکتی۔۔یہاں ان لوگوں کو بھی غور کرنا چاہیے جو کہتے ہیں کہ ہم زیادہ علم نہیں رکھتے ہمیں کیا معلوم کون سچا ہے اور کون نہیں کیا یہ حضرات نبی کریمﷺ کی حدیث پاک کی توھین کرنے والوں کی اسلام دشمنی سے واقف نہیں ہوسکتے؟؟ کیا اس بات کو جاننے کے لئے بھی دلیل چاہیے کہ جو کوئی منہ بھر کر حدیث کی گستاخی اور اہانت کرتا پھرے وہ اسلام دشمن ہے یا نہیں؟

﴿مطالبہ پورا ہونے کی رام کہانی﴾

جوابی رسالے میں یارلوگ،،مطالبہ پورا ہوا،، کے تحت،،دکھ سازیاں،،کی وہ عبارت لکھتے ہیں جو،،،الیس منکم رجل الرشید،،، کے ساتھ لکھی ہے کہ،،احیاء،، کے تحت جو تم نے تقسیم کی ہے یہ قرآن میں یا کسی جگہ لکھی ہے کہ،،،حیات روحانیۃ لاجسمانیہ،،،(ملخص ۔۴۷) آگے جواب لکھا ہے کہ مصنف جہل مرکب کا شکار ہو چکا وغیرہ وغیرہ۔۔۔یارلوگوں کی یہ مضحکہ خیز کہانی پڑھ کر بے اختیار سورہ بقرہ کا وہ منظر آنکھوں کے سامنے آ گیا جب حضرت ابراہیم نے فرمایا۔۔۔**رب الذی یحی ویمیت** ۔۔۔الخ یعنی میرا رب وہ ہے جو زندگی دیتا اور مارتا ہے۔۔تو جواب میں حاکم وقت نے کہا۔۔**انا احیی و امیت**.۔۔۔الخ۔یعنی میں بھی زندگی اور موت دیتا ہوں.

پھر اس نے حضرت ابراہیم کا یہ مطالبہ کچھ ادا سے پورا کیا۔جس ادا سے ،،،مصنف موصوف کا مطالبہ پورا ہوا،،،(ص ۴۶) کہنے والوں نے فقیر کا مطالبہ پورا کر کے اپنی کمال فہم وعقل مندی کا ثبوت دیا۔۔۔کہ بے گناہ کو دار پر چڑھا دیا اور مجرم کو آزاد کر دیا۔۔۔۔۔۔اسی طرح یارلوگوں نے ،،،دکھ سازیاں،،،کا مطالبہ پورا کیا۔

مطالبہ تو تھا کہ ،، **الیس منکم رجل الرشید**،،تم میں کوئی،،رجل رشید،،ہے جو ایک حقیقی مسلمان کی طرح راقم کی گزارش کو سمجھے اور قطع برید و دھوکہ وفریب کے خول سے نکل کر ذرا دیانت داری سے اس مسئلے کو سمجھے کہ تم نے جو جسم کو حیات کے دائرہ سے خارج کر دیا یہ قرآن میں یا کہیں لکھا ہوا دکھاؤ۔۔۔ظاہر ہے ان کا یہ مدعا بے ثبوت ہے جس پر جب بھی کوئی،،رجل رشید،،غور کریگا تو اس پر اس مسئلے کی حقیقت کھل جائے گی اور اس بے سروپا مفروضے پر اپنی صلاحیتوں کو ویران نہیں کریگا مگر ان کے،،رجل رشید،،تو،،شاگرد رشید،،جیسے ہوتے ہیں۔جنکا عنوان ہے،،مطالبہ پورا ہوا،،۔۔۔جواب ہے۔۔۔،،مصنف جہل مرکب کا شکار ہو چکا،،۔۔۔بھلا غور کریں کہ یارلوگوں کی سمجھ دانی اور مذکورہ آیت میں۔۔۔۔۔،، انا احیی وامیت،، کہنے والے کی

سمجھداری میں کوئی فرق نظر آتا ہے؟؟؟

اگران کولگا کہ یہ مطالبہ،،جہل مرکب،، پرمبنی ہے تو یہ جھوٹ بولنے کی بھلا کیا ضرورت تھی کہ،،،مطالبہ پورا ہوا،،،سیدھا لکھتے کہ یہ مطالبہ جہل مرکب ہے اوراس میں یہ اور یہ خرابی ہے۔مگر عنوان ہے،مطالبہ پورا ہوا،، ۔۔یعنی،،دکھ سازیاں،،نے جوکہاوہ ہم نے پورا کردیا۔مگر مطالبہ کے جواب میں لکھا کہ،،مصنف جہل مرکب کا شکار ہو چکا،،(جوابی رسالہ)اورآیات شہداپرغور کرتا تو مسئلہ حل ہوجاتا وغیرہ(ملخص)

ان دونوں آیات کے ان جملوں کی وضاحت پہلے ہوچکی ہے وہاں ملاحظہ کیا جاسکتا ہےمگر جن کی سمجھ دانی بس اس مناظر جتنا کام کرتی ہو جو حضرت ابراہیمؑ سے مناظرہ کر رہا تھا اس کو بھلا کون سمجھا سکتا ہے مگر جیسے ،،،انا احیی و امیت،،،کہنے والے مناظر کی عقل خراب ہونے سے موت وحیات کا مفہوم نہیں بدل سکا اسی طرح ان مناظروں کی سمجھ دانی خراب ہونے سے قرآنی آیات کا مفہوم بھی نہیں بدل سکتا۔

﴿اعلان عام،،یامماتی،،بدیانتی،،بےلگام﴾

مماتی فرقہ نے جوابی رسالہ کے صفحہ 47 پرایک،،،اعلان عام،،،جاری کیا ہے کہ۔۔۔۔۔۔۔قتل چونکہ پورا جسم ہوا تو زندہ بھی پورا جسم ہے۔۔یہ ہمیں قرآن کی آیت وغیرہ سے دیکھاؤ(ملخص بلفظی)

یہاں پہلی بات اس جملے کی ہے جو قتل چونکہ۔۔۔۔الخ لکھا گیا ہے کہ یہ جملہ ان الفاظ کے ساتھ کہاں سے لیا گیا ہے؟؟؟ چونکہ اس جملہ کا استعمال بڑے میاں چھوٹے میاں سبھی جوابی رسالے میں کئی بار کر چکے ہیں۔مگر کسی ایک جگہ بھی صفحہ نمبر وغیرہ کی وضاحت نہیں۔البتہ اس کے بارے میں مکمل طور پر تاثر یہی ظاہر کیا ہے کہ یہ جملہ،،دکھ سازیاں،کا ہے۔۔۔۔اس لئے پہلے تو ان الفاظ کے ساتھ یہ جملہ،،دکھ سازیاں،،سے نکال دیکھائیں۔اباب انصاف سے بھی درخواست ہے کہ وہ ایک نظر،،دکھ سازیاں،،پر ڈال دیکھیں شائد انکا لکھا یہ جملہ کہیں نظر آجائے مگر اس میں کامیابی کا حاصل ہونا ناممکن ہے۔

دوسری گزارش اس شعر کے حوالے سے ہے کہ یہ شعر کس کا ہے جس شاعر کا یہ شعر ہے اس میں کیا یہی الفاظ ہیں

جوانہوں نے لکھے ہیں؟؟؟واقعہ یہ ہے کہ نہ تو یہ جملہ ان الفاظ کے ساتھ،،دکھ سازیاں،،میں ہے اور نہ شاعر کا یہ شعر مماتی قلم کی دستبرد سے سلامت رہ سکا ہے دونوں جگہوں پر جس کمال درجہ کی خیانت کا مظاہرہ کیا گیا ہے وہ اپنی جگہ ایک نایاب مثال ہے۔

یارلوگوں نے شاعر کے شعر میں تحریف کر کے اس کا رنگ تک بدل دیا جسے صاحب شعر معلوم کرے تو تڑپ اٹھے اوران کی خیانت پر ششدر رہ جائے اس پائے کی خیانت پر۔۔۔۔خیانت بے لگام۔۔کا جملہ استعمال کرنا موزوں ہوگا۔اس لئے کہ خائن کم از کم ایسی احتیاط ضرور کرتا ہے جس سے اس کی خیانت بے نقاب ہوجائے تو وہ کوئی عذر کر سکے۔مگر یہاں ان کے سامنے تو بس ایک ہی بات ہے کہ ہمارا دھوکا جادو بن کر چل جائے اور لوگ اس سے متاثر ہو جائیں باقی بعد میں کیا ہوگا؟؟؟اس کی پرواہ نہیں! یہی خیانت بے لگام کا فارمولا ہے جس سے،،دکھ سازیاں،،کا جواب لکھنے والوں نے اپنے رسالے کا پیٹ بھرا ہے۔

باقی رہا یہ کہنا کہ۔۔۔۔جسمانی زندگی کہاں سے ثابت ہے؟؟؟ تو کیا مماتی یہ بتا سکتے ہیں کہ کیا،،یقتل،،کا معنیٰ یہ ہے کہ روح قتل ہوئی؟؟،،دکھ سازیاں،،نے بھی یہی سوال کیا تھا۔۔مگر مماتی فرقہ کواس طرح کے حقائق پرغور وفکر سے کے کچھ کام نہیں اس لئے وہ اس طرف نہیں گئے،،دکھ سازیاں،،نے اس وقت بھی یہی کہا تھا کہ اگر روح قتل ہوئی پھر تو ان کی بات بنتی ہے لیکن اگر قتل کا معاملہ اول جسم پر آیا۔ضرب اسی پر لگی۔یہی جسم مجروح ہوا۔یہاں تک کہ مقتول کا درجہ پالیا تو جس کو،،یقتل،،کہا گیا۔اسی کے لیے،،اموات،،نہ کہنے کا ارشاد نازل ہوا ہے اور اسی کو،،احیاء،،کہا گیا ہے یہ گزارش،،دکھ سازیاں،،نے بڑی صراحت سے کی تھی۔اب اگر مماتی فرقہ کو یہ بات ہضم نہیں ہو پارہی تھیں تو انہیں چاہیے تھا کہ وہ ثابت کر دیتے کہ،،یقتل،، صرف روح ہے اور،،شہید،،کی تعریف میں جسم کا کوئی ذکر نہیں بلکہ صرف روح کو شہید کہتے ہیں۔۔۔۔مگر ان واضح اور اسان باتوں سے تو ایسے اڑے جیسے کواغلیل کو دیکھ کر۔۔۔ہاں متشابہ اموراور اگلے جہان کی زندگی کی حقیقت کیا ہے؟ اس میں مکابرہ بازی کے لئے یہ شیر ہوتے ہیں۔

اب ان کا جواعلان عام ہے۔۔۔تو اس سلسلے میں گزارش ہے کہ اگر تم نے ماں کا دودھ پیا ہے فیڈر کا نہیں تو آؤ اس آیت کی روشنی میں فیصلہ کر لیتے ہیں ۔یہ تو ہم میں مسلّم ہے کہ ،،،یقتل فی سبیل اللہ ،،، کے لئے ،،،اموات ،،، کہنے پر پابندی اور ،،،بل احیاء،،، کا حکم ہے۔اب یہ ،،،یقتل ،،،صرف روح ہے تو ،،احیاء،، بھی صرف روح ہے اور اگر ،،،یقتل فی سبیل اللہ،،،صرف جسم ہے تو ،،احیاء،، بھی صرف جسم ہے لیکن اگر ،،،یقتل ،،، میں روح اور جسم دونوں شامل ہیں ۔تو پھر ،،اموات ،، کہنے پر پابندی بھی دونوں کیلئے ہے۔۔ اور ،،بل احیاء ،، کا حکم بھی دونوں کے لیے ہے۔۔اب تمہارے ذمہ بس یہ ہے کہ تم اس بات کو ثابت کرو کہ یہ ،،یقتل ،،صرف روح ہے جسم کا اس میں کوئی دخل نہیں اور ہم اللہ کے فضل سے انشا اللہ ثابت کریں گے کہ ،،**یقتل فی سبیل اللہ**،،جسم مع الروح ،،دونوں ہیں ۔۔۔ **ھاتوا برھانکم ان کنتم صادقین.**

﴿عیلین کا مقام اور مماتی فرقہ کی کمائی﴾

،،علیین ،، کے نام پر جواب ساز ایک رونا تو بارہویں نمبر اور چودویں نمبر کے تحت بھی رو چکے ہیں ،مگر اب یہاں ایک دوسری طرح کا رونا رویا گیا ہے کہ

۔۔۔موصوف نے شاید یہ سمجھ رکھا ہے کہ ،،،علیین ،،،زمین پر ہے اور قندیل عرش پر ہیں یہ کوئی دو الگ الگ ہیں ۔۔۔علیین وقنادیل کا محل جنت ہی ہے صفحہ (جوابی رسالہ ۔ص48)علیین کا محل جنت ہی ہے ۔۔کا مطلب یہ ہے کہ ،،،علیین ،،،جنت کے علاوہ کسی اور جگہ نہیں ہے ۔۔۔۔۔۔یہ دعوی تو کر دیا مگر دلیل دے کر اس کو ثابت کرنے کی توفیق نہ ہوسکی ۔شاید اس لئے کہ ،،بے عقلی ڈھکوسلے ،،تو ان کے ہوتے ہیں جو مماتی نہ ہوں ۔جن پر مماتیت کا ٹھپہ لگا ہوا ہو اس کے تو نقد تیار کیے ہوئے جھوٹ بھی ۔۔۔۔عقل مند ڈھکوسلے ہوتے ہیں ۔۔۔۔خیر مماتی کی اس جرات کو سامنے رکھ کر ملاحظہ کریں اہل علم کیا فرماتے ہیں؟

،،علیین ،،ساتویں آسمان میں ،،یا ،،**سدرۃالمنتھیٰ**،،یا ،،عرش ،، کے پاس جگہ ہے جہاں نیک لوگوں کی روحیں اور ان کے اعمال نامے محفوظ ہوتے ہیں (تفسیر مکہ از مولانا صلاح الدین یوسف تحت مطففین ۔۱۸)

جواہرالقرآن میں ہے۔۔۔،،علیین،،،ساتویں آسمان پرعرش عظیم کے نیچے ایک مقام ہے۔(جواہرالقرآن)

تفسیرحقانی میں ہے۔۔۔۔اس سے مراد مقام اعلی ہےاور یہ بھی کہا گیاہے کہ ساتویں آسمان پر ہے

(تفسیرحقانی)

تفسیرمجاہد میں ہے۔۔ **العلییون...السماء السابعه**(تفسیرمجاہد)یعنی علیین ساتویں آسمان میں ہے

ابن جریرطبری نے یہاں پانچ اقوال نقل کیے ہیں۔

(۱)**السماء السابعه**۔۔۔۔اس کے تحت پانچ روایات نقل کی ہیں۔

(۲)عرش الٰہی کے دائیں جانب۔۔۔۔اس کے تحت بھی پانچ روایات درج کی۔

(۳)یعنی اس سے مراد جنت ہے۔۔۔۔۔اس کے تحت ایک روایت درج کی ہے۔

(۴)چوتھاقول یہ ہے کہ یہ سدرۃ المنتہیٰ کے پاس ہے۔۔اس کے تحت وہاں کی مفصل روایت درج کی ہے۔

(۵)۔عنی بالعلیین فی السماء عنداللہ۔۔۔یعنی ،،علیین ،، سے مراد آسمانوں میں اللہ کے پاس (ایک مقام کا نام)ہے۔۔۔۔اس کے تحت ابن عباس کا قول درج ہے(تفسیرطبری)

یہ تمام اقوال وہ ہیں جو یا تو صحابہ کرام سے منقول ہیں یا تابعین سے ان سے تو معلوم ہوتا ہے کہ،،علیین ،،کاصرف جنت میں ہونا متعین نہیں مگراس کے برعکس مماتی فرقہ جو بانگ دے رہاہے وہ آپ ان کے مذکورہ اقتباس میں دیکھ سکتے ہیں

باقی رہ گئی ان کی حاشیہ آرائی اوراپنی خرافات پر بدزبانی کارعب اورراقم پران کازبانیں سواگز کرنا!!!تو یہ کوئی نئی بات نہیں قرآن حکیم صدیوں پہلے اس قسم کے حاشیہ آراوں کا حال بتاچکاہے۔

قدبدت البغضاء من افواھھم (آل عمران118)تحقیق بغض ان کے منہ سے ظاہر ہوچکا ہے۔

مزید یہ بھی فرمایا کہ۔۔ **ما تخفی صدورھم اکبر**۔۔۔۔اورجو کچھ عداوت ان کے سینے چھپائے ہوئے ہیں وہ کہیں زیادہ ہے۔

﴿مماتی گامن سچیار کی سچیاری﴾

مماتی لکھتا ہے ۔۔۔۔۔۔مولانا نورالحسن شاہ ۔۔۔۔نے مصنف موصوف کے عقیدہ مردوں کی زندگی پر سب سے پہلے کتاب لکھی لیکن یہ مسئلہ جو آپ ﷺ صحابہ کرامؓ تابعین،، ائمہ مفسرین،، علمائے دیوبند نے بیان کیا تو مصنف موصوف کے یہ بزرگ بھی آخر اس حقیقت کو تسلیم کرتے ہوئے ببانگ دہل اعلان کرتے ہیں کہ شہدا کی حیات دنیوی نہیں شہدا کی حیات جنتی اور صرف روح کی ہے (جوابی رسالہ۔ صفحہ 48)

یہ ہے مماتی فرقہ کی اصلیت جو گویا قرآن سر پر رکھ کر قسم اٹھا چکے ہیں کہ جو مرضی ہو جائے نبی کریم ﷺ کی امت کو گمراہ کر کے ہی چھوڑنا ہے اس کے لئے جھوٹ بولنے کی جتنی گندی شکل اختیار کرنا پڑے اور اس پر رسوائی کا جتنا بڑا بوجھ اٹھانا پڑے وہ برداشت ہے۔۔۔ ارباب انصاف سے درخواست ہے کہ وہ ملاحظہ فرمائیں کہ انہوں نے شاہ صاحب کے حوالے سے جو کچھ لکھا ہے۔

کیا یہ سچ ہے کہ امت میں مردوں کی زندگی پر سب سے پہلے سید نورالحسن نے کتاب لکھی؟

کیا یہ سچ ہے کہ اس کتاب کے لکھنے پر یہ مسئلہ ان کے سامنے نبی کریم ﷺ نے بیان کیا؟ وغیرہ

کیا یہ سچ ہے کہ اس مسئلہ کا بیان ان حضرات سے معلوم کر کے انہوں نے اپنا موقف بدل لیا جو حقیقت کے خلاف تھا؟؟؟

کیا یہ سچ ہے کہ انہوں نے یہ کہا ہے کہ شہدا کی حیات صرف روحانی ہے جسمانی نہیں؟؟

واقعہ یہ ہے کہ یہ تمام دعوے جھوٹ پر مبنی ہیں۔

دو تین سطروں میں اتنے جھوٹ پھونک جانا مماتی فرقہ کے اس میدان میں جس کمال اور ترقی کا پتہ دیتا ہے اس کی مثال ڈھونڈنے سے بھی نہ ملے گی ان میں کچھ جھوٹ تو وہ بھی ہیں جن کو سمجھانے کی ضرورت بھی پیش نہیں آتی بلکہ ان کا جھوٹ ہونا بدیہی طور پر معلوم ہو رہا ہے۔۔ جیسے،،، مردوں کی زندگی پر سب سے پہلے کتاب لکھی وغیرہ۔

مماتی فرقہ کو جس فن میں واقعی کمال حاصل ہوا وہ یہی ہے کہ کم سے کم الفاظ میں زیادہ سے زیادہ جھوٹ بولنے میں اپنا ثانی نہیں رکھتے مگر واقعہ کیا ہے؟؟؟ ملاحظہ فرمائیں۔

علامہ نورالحسن شاہ صاحب تو ماضی قریب کے حضرات میں سے تھے۔جبکہ،، **احوال الموتی والقبور**،، کے عنوان پر حضرات محدثین کی مستقل تصانیف موجود ہیں۔۔۔خود اس مماتی نے دس سے زائد حوالے علامہ سیوطی کی جس کتاب سے دیے ذرا اس کا پورا نام اور موضوع تو اس سے پوچھیے۔۔۔۔ممکن ہے اپنے کسی باوا حضور کے کہنے اور بتانے پر،، شرح الصدور،، کا نام وغیرہ لکھ دیا اور اس کتاب کو دیکھنا نصیب نہ ہوا ہو۔ایسی صورت میں اسے اپنی جہالت پر صف ماتم برپا کرنی چاہیے۔۔۔۔جیسے صف ماتم بچھانے والوں سے حاصل شدہ شام غریباں برپا کی تھی۔۔۔۔۔۔۔۔واقعہ یہ ہے کہ اس کتاب کا پورا نام،،، **شرح الصدور بشرح حال الموتیٰ والقبور** ،،،ہے۔جس میں مردوں کی زندگی پر مفصل بحث کی گئی ہے۔ان دونوں حضرات یعنی علامہ سیوطی اور سید نورالحسن کے درمیان تقریبا پانچ سو سال کا فاصلہ ہے۔۔۔۔پھر علامہ سیوطی سے بھی پہلے اس موضوع پر لکھا گیا۔۔۔مگر کمال ہے ان مماتیوں کا، جو اس کے باوجود کہتے ہیں کہ سب سے پہلے مردوں کی زندگی پر سید نورالحسن نے کتاب لکھی ایسے ہی موقعوں کے لئے اللہ کا قرآن اعلان کرتا ہے۔

لعنت الله على الكاذبين.

﴿کیا سید نورالحسن صحابہ کے دور میں تھے؟﴾

مماتی کہتے ہیں۔۔۔۔۔۔۔کتاب لکھی، لیکن یہ مسئلہ جو آپ ﷺ ۔۔۔نے بیان کیا۔الخ (جوابی رسالہ)

کیا شاہ صاحب نے یہ کتاب حضور اکرم ﷺ سے پہلے لکھی تھی؟ اور کیا شاہ صاحب دور نبوت میں موجود تھے؟ جو انہوں نے کتاب لکھی تو جواب میں آپ ﷺ نے یہ مسئلہ بیان کیا اور پھر ان کو پتہ چلا اور انہوں نے بانگ دہل اعلان کیا وغیرہ؟

مماتی قلم سے پیدا ہونے والا لفظ،،، لیکن،،، بتا رہا ہے کہ شاہ صاحب مردوں کی زندگی پر کتاب پہلے لکھ چکے

تھے لیکن آپ ﷺ نے یہ مسئلہ بیان کیا تو ان کو پتہ چلا پھر انہوں نے اس سے رجوع کرلیا اور حقیقت تسلیم کرنے پر مجبور ہو گئے۔

مماتی صاحبان مذید گوہر فشانیاں کرتے ہوئے کسی ایک زمانے پر جم نہیں سکے۔۔دور نبوت۔۔صحابہ کا زمانہ۔ تابعین کا دور۔۔۔۔آئمہ مفسرین کا زمانہ۔۔اور علمائے دیوبند۔۔۔۔ یہ سب کسی ایک زمانے کا نام نہیں تقریبا تیرہ صدیوں پر محیط دور میں گزری کم وبیش 26 نسلوں کی بات ہے ان سب چھبیس نسلوں کو ایک زمانہ کا نقشہ بنا دیکھانا مماتی فرقہ کے،،شیخ چلی،، سے تو ہوسکتا ہے۔۔۔۔واقعہ میں ایسا ہونا ممکن نہیں۔ان چند الفاظ میں اس،،شیخ چلی،،نے کتنے جھوٹ جمع کر لئے وہ آپ خود اپنی انگلیوں پر گن لیں بلکہ جھوٹ کے ساتھ تضاد بیانی جس عروج پر ہے وہ بھی عقل وخرد رکھنے والوں سے مخفی نہیں۔

واقعہ یہ ہے کہ سید نور الحسن شاہ چودھویں صدی کے اواخر میں پیدا ہوئے اور جس کتاب کی یہ کہانی سنا رہا ہے وہ سن ۱۹۶۲ میں حضرت قاری محمد طیب صاحب کی کوشش سے عقیدہ حیات النبی ﷺ پر اتفاق ہو جانے کے کوئی آٹھ دس سال بعد لکھی اور اس،،شیخ چلی،، نے جو حوالے نقل کئے ہیں وہ بھی اسی کتاب کے ہیں جس کو یہ مردوں کی زندگی پر سب سے پہلے لکھی کتاب کہتا ہے مماتی بننے سے ادب احترام تو مر جاتا ہے مگر جب مماتیت کا مرض ترقی کر جائے تو،،دل،،دماغ،،عقل،،انصاف،،اور ضمیر،،سب کچھ ہی مر جاتا ہے پھر،،شیخ چلی،،کی طرح زبان تو رہی اپنی جگہ۔تحریر(جو ایک مستقل ثبوت ہوتا ہے اس) میں بھی ایسی باتیں کہنے لگتے ہیں جس کا نہ سر ہوتا ہے اور نہ پاؤں۔۔۔ دیکھیے حوالہ بھی اسی کتاب کا دے رہا ہے اور،،،لیکن،،،کہہ کر رجوع کے ذریعے اپنی بات سے ہٹ جانے اور حقیقت تسلیم کرنے کا ثبوت بھی اسی سے دے رہا ہے اسے کہتے ہیں۔۔۔۔۔عقل پیچھے موجاں ہی موجاں۔

﴿حیات الاموات اور مماتی فرقہ﴾

واقعہ یہ ہے کہ سید نور الحسن شاہ بخاری نے اموات کی حیات پر جو کتاب لکھی نبی کریم ﷺ،،صحابہ کرامؓ،، تابعینؒ،،ائمہ مفسرینؒ،،حضرات علمائے دیوبندؒ،،کی تعلیمات کی روشنی میں اوران حضرات سے دلائل حاصل کر کے ہی لکھی ہے جس کا نام،، **حیات الاموات**،،رکھا اور نام اوراس میں لکھا ہوا سرمایا یہ جیسے لکھا تھا ویسے ہی چھپا اور آج تک موجود ہے۔۔۔مماتی فرقہ کے،،شیخ چلی،،نے جو۔۔لیکن۔۔۔لگا کر راگ گایا ہے یہ اس کے دماغی بخارات اور شیخ چلی پن کا اظہار ہے ورنہ شاہ صاحب نے اپنی اس کتاب میں نہ پہلے کوئی تبدیلی کی تھی نہ بعد میں۔۔۔۔نہ نظریات میں کوئی تبدیلی آئی اور نہ کتاب کے نام وغیرہ میں۔باقی جو مماتی صاحب ،،حیات الاموات،،یعنی مردوں کی زندگی سے اپنا دین ثابت کرنا چاہ رہا ہے یہ اسی طرح کی کارروائی ہے جو وہ ہمیشہ سے کرتا آیا ہے یعنی دھوکہ اور مکاری۔۔۔ذرا ملاحظہ فرمائیں کہ شاہ صاحب اس بحث کے تمام دلائل درج کرنے کے بعد خلاصہ بحث یوں لکھتے ہیں۔

بایں ہمہ شہید جسمانی طور پر بھی زندہ ہے اسے مردہ نہیں کہہ سکتے۔کیوں کہ،،لمن یقتل فی سبیل اللہ،،کومردہ کہنے کی ممانعت ہے اور یہ حقیقت ہے کہ،،قتیل وشہید فی سبیل اللہ،،وجود اور جسم ہے۔لہذا شہید کے وجود اور جسم کو مردہ نہیں کہہ سکتے وہ زندہ ہے۔(حیات الاموات۔۸۸)

گویا ٹھیک وہی بات سید نور الحسن شاہ صاحب نے ارشاد فرمائی جو قبل ازیں پورے زور کے ساتھ،،دکھ ساز یاں،،کہہ چکی ہے کہ ہم قرآن کو بھی مانتے ہیں اور حدیث کو بھی حدیث،،روح،،کا ذکر ہے ہم نے اس کو بھی مانا قرآن میں،،**یقتل فی سبیل اللہ**،،کے اندر جسم کو،،**احیاء**،،کہنے کا حکم ہے۔ہم اس پر بھی ایمان لاتے ہیں۔

﴿دکھ سازیاں کی تائید یا تردید﴾

یہاں آپ اللہ کی اس قدرت کا نظارہ بھی فرمائیں کہ مماتیوں کے،، شیخ چلی،، کیا کرنے چلے تھے اوران کے ہاتھوں سے اللہ کریم نے کیا کروادیا۔حدیث پاک میں ہے۔۔۔۔۔**انما الاعمال بالخواتیم** (بخاری)

نیکیوں کا دارومدار خاتمہ پر ہے

گویا اختتامی۔۔ بات۔۔دلیل ہو یا عمل۔اس کا بہت اعتبار ہوتا ہے اس حدیث پاک کو سامنے رکھئے پھر غور کیجئے کہ،،،دکھ سازیاں،،،کی تردید کے لیے مماتی فرقہ کے بڑے میاں چھوٹے میاں وغیرہ وغیرہ نے تھوک کے حساب سے جھوٹ بولے،،دھوکے دیے،،حوالوں میں خرد برد کی،،اور مکاریوں کے ریکارڈ قائم کیے مگر جب بالکل آخر میں پہنچے تو کہا کہ سید نورالحسن شاہ صاحب ہیں تو،،دکھ سازیاں،،والے کے بزرگ لیکن جب ان کے سامنے فرمان نبوی ﷺ،صحابہ کرامؓ،،تابعینؒ،،ائمہ مفسرینؒ،،نے مسئلہ بیان کیا تو انہوں نے حقیقت کو تسلیم کرلیا۔

ان کے اس بیان کا مطلب یہ ہے کہ شاہ صاحب نے اپنی اس کتاب میں حیات شہداء کے بارے میں جو نظریہ لکھا ہے وہ حقیقت پر مبنی ہے اور نبی پاک ﷺ سے علمائے دیوبند تک حضرات نے اس مسئلہ کو جب بیان کردیا تو شاہ صاحب نے اسے مان لیا اور اسی حقیقی مسئلہ کی ترجمانی کی ہے۔اب ان کا بیان کیا ہوا مسئلہ نہ تو فرمان نبوی کے خلاف ہے نہ صحابہ کرامؓ کے نہ تابعینؒ،ائمہ مفسرینؒ کے اور نہ ہی علمائے دیوبندؒ کے۔ بلکہ ان کے فرمان کے مطابق اور حقیقت کا کھرا اعلان ہے

اب وہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔موصوف کے یہ بزرگ بھی آخر اس حقیقت کو تسلیم کرتے ہوئے بہانگ دہل اعلان کرتے ہیں (جوابی رسالہ) والا بہانگ دہل اعلان کیا ہے؟؟؟؟۔۔۔۔۔۔شاہ صاحب نے فرمایا حدیث میں یوں لکھا ہوا ہے۔۔۔۔۔۔اور قرآن میں یوں لکھا ہوا ہے۔۔۔۔۔۔ہم حدیث والا عقیدہ بھی مانتے ہیں۔۔۔۔۔۔اور قرآن والا عقیدہ بھی مانتے ہیں۔۔۔۔۔حدیث پاک سے لکھا ہوا مسئلہ تو مماتی فرقہ نے

اپنے جوابی رسالے میں نقل کر دیا کہ شاہ صاحب نے اس مسئلہ کو ان الفاظ سے بیان کیا ہے۔۔۔باقی رہ گیا تھا وہ حصہ جو قرآن میں لکھے ہوئے عقیدہ کے مطابق تھا جو کہ شاہ صاحب نے بیان فرمایا جوابی رسالے والوں نے اس کو نقل نہیں کیا کیوں کہ مماتی اس کو نقل کرنا اپنی روایتی بددیانتی کے خلاف جانتے تھے،راقم نے اس کا خلاصہ حیات الاموات صفحہ 88 سے نقل کر دیا۔۔۔یوں بات مکمل ہوگئی جس کا خلاصہ یہ بنا کہ ہم حدیث والے مسئلہ کو بھی مانتے ہیں اور قرآن والے عقیدہ کو بھی لہذا روح بھی زندہ ہے اور جسم بھی روح کا بیان حدیث میں ہے اور جسم کے زندہ ہونے کا بیان قرآن میں ہے۔

پس ہمارا دونوں پر ایمان ہے اب شاہ صاحب کی اس بات کا خلاصہ سامنے رکھ کر ذرا،،،دکھ سازیاں،،،دیکھیے جو پورے زور سے اس بات کا اعلان کر رہی ہے کہ ہم قرآن اور حدیث دونوں کو مانتے ہیں ہمارے نزدیک روح بھی زندہ ہے اور جسم بھی!!!

اب بتایئے مماتی شخص نے اپنی اس آخری کاوش میں اپنی پوری محنت بر پا پر پانی پھیرا یا باقی رکھا۔۔۔۔اور دکھ سازیاں کی تائید کی یا تردید کی۔۔۔۔یہ ہے اللہ کریم کی کمال قدرت۔۔۔۔اس کی نوازش اور احسان ۔۔۔۔عقیدہ حیات النبی ﷺ کی کرامت۔۔۔۔اور اس عقیدہ پر فدا ہونے کی برکت۔۔۔کہ مماتی ،،شیخ چلی،، جاتے جاتے آخر میں اپنی کمائی پر پانی پھیر گئے۔۔۔۔اللہ نے ایسی مت ماری کہ۔۔۔اپنے قلم سے بلاخر،،دکھ سازیاں،،کی تائید کر گئے۔۔۔**ذالک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء ....والحمدللہ علی منہ و احسانہ**

﴿مماتی شیخ چلیوں کی ہرزہ سرائی﴾

جوابی رسالہ نے ص ۵۳۔ سے ایک بار پھر شام غریباں کی مجلس اپنے مالہ وما علیہ نوازشات کے ساتھ منعقد کی ہے جو صفحہ 54 تک جاری رہی ہے اس مجلس کے آخر میں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔آپ حضرات کو دعوت دیتے ہیں(جوابی رسالہ۔صفحہ 54) کے جملہ سے ان صاحب لوگوں نے کسی مخصوص عمل کی دعوت دی ہے جو عام طور

پر ایسی مجالس میں مطلوب وغیر مطلوب افراد کو دی جاتی ہے۔۔۔اس شام غریباں کی ابتدا ایسے طور پر کی ہے کہ مماتی پورے طور پر ذاکر کے روپ میں دکھائی دیا ہے۔وہ کربلا کا دھڑا ایسے پڑھتا ہے جیسے کسی ماہر فن سے سیکھنے والا پڑھا کرتا ہے اور جیسے وہ۔۔۔۔من کنت مولا وغیرہ جیسی روایات اور قرآنی آیات کا حوالہ جوڑ کر بانگ دیتے ہیں کہ،،،علی ولی اللہ کا عقیدہ فلاں فلاں سے ثابت ہے۔لھذا اب اس خلیفہ بلافصل کے عقیدہ کو کفریہ عقیدہ کہا جائے تو یہ آیت تطہیر اور حدیث اور فلاں فلاں پر کفر کا فتوی لگانا ہے وغیرہ وغیرہ۔اسی طرح ان کی شام غریباں بھی یہی ہوتی ہے کہ،،،دکھ سازیاں،،،نے نبی کریم ﷺ پر اور آل رسول پر اور فلاں فلاں پر کفر کا فتوی لگایا۔۔۔مماتی ذاکر نے بھی ٹھیک اسی طرح کی شام غریباں گائی اور انہیں جیسے مرثیے دھرے کہے ہیں۔۔۔۔۔اس شام غریباں میں مماتی نے فریاد بھی اسی طرح گائی ہے جس لے پر۔۔۔۔،،**یا قائم ادر کنی**،،گانے والا فریاد کناں ہے کہ۔۔۔۔۔۔کیا ہے کوئی دیانت وانصاف کا حامی جو ایسی زہر آلود قلم کو چھین لے اور بے لگام زبان کو گدی سے کھینچ لے۔۔۔۔۔۔الخ۔(جوابی رسالہ۔صفحہ ۵۳)

مزید آگے مماتی ذاکر نے جو قدم بڑھایا تو بھی شام غریباں کے نشانات قدم کو بالکل خطاء نہیں ہونے دیا۔۔۔۔۔وہاں سبائی خود کو امام کے منصب پر قرار دیتا ہے۔۔۔آیت اللہ۔۔۔شریعتمدار۔۔ وغیرہ کی اصطلاحات اسی کا حصہ ہیں۔۔۔۔۔۔۔یہاں بھی مماتی خود کو رسول اللہ ﷺ صحابہ کرامؓ تابعین کی نشست گاہ پر قابض دکھا رہا ہے اسی لئے تو مماتیوں کی گمراہی اور کرتوتوں پر جو فتوی لگتا ہے یہ اس کو رسول اللہ ﷺ صحابہ کرامؓ وغیرہ پر فتوی لگانا قرار دے رہا ہے۔۔۔۔۔جیسے اللہ کے رسول کی نشست اب ان کے قبضہ میں ہے اور ان کی گمراہی پر فتوی رسول اللہ ﷺ پر فتوی لگانے کے مترادف ہے الغرض مماتی،،شیخ چلیوں،،نے اپنے روافض رہبروں کی،،اقتدا،،میں بہر حال پورا کمال کر دکھایا ہے۔

﴿مماتی شام غریباں کے برعکس حقیقت حال﴾

،،دکھ سازیاں،، پر مماتی بڑے میاں چھوٹے میاں وغیرہ صاحب بہادروں نے پورا ٹائم لگا کر 16 باتوں کی نشاندہی کی کہ دکھ سازیاں نے جھوٹ بولے ہیں۔۔۔اگرچہ اس میں بھی ایک ایک بات کو ایک سے زیادہ جگہ لکھ کر نمبروں میں اضافہ کا سامان کیا گیا مگر ان کو نظر انداز کر کے صورتحال کا جائزہ لیں تو ان میں سے کوئی ایک بات بھی جھوٹی ثابت نہیں کر سکے جس کا بین ثبوت اپ اس تیسرے باب میں ملاحظہ کر سکتے ہیں۔

باقی جو مماتی نے یہ ہفوات اگلی ہیں کہ ان فتوؤں کی زد میں نبی کریم ﷺ صحابہ کرامؓ و دیگر آ رہے ہیں۔ یہ وہ کالک ہے جو مماتی نے اپنے منہ پر ملی ہے،،دکھ سازیاں،،مطالعہ کیجئے اور ایک ایک لفظ پڑھ جاییے ،اس کا ایک ایک لفظ مماتی کے اس دجل پر لات مارتا نظر آئے گا،،دکھ سازیاں،،رحمت عالم ﷺ کی،،حیات طیبہ فی قبرہ،،کی منادو پہریدار ہے جس نے اس عقیدے پر پہرا دینے کی برکت سے مماتی گویا کی ہفوات وخرافات کا سامنا کیا۔صحابہ کرام کی آبرو اور شیخین کے مقام ومرتبہ کی پاسبانی کی ہے رافضی چال جو شیخین کی عزت و تقدس پر حملہ آور تھی اس چال کو خود چالبازوں پر پلٹ دیا ہے۔جس کی پاداش میں میراثی ذدہ زبان اور اس کی بے لگامی کا سامنا کیا ہے۔

مماتی قبیلہ کی بھول ہے کہ دشمنان شیخین سے مل کر یہ چال چل جائے اور صدیق وفاروق کے جوار رسول میں ہونے کو،،بے فائدہ وعبث،،ثابت کر جائیں اور علمائے اہل سنت کا روحانی فرزند خاموش رہے؟؟؟ وہ دشمن صدیقؓ وفاروقؓ کی چال سمجھ سکے اور نہ ان دشمنوں کے آلہ کاروں کی شیخینؓ سے چھپی عداوت کو سمجھ سکے! یہ کیسے ہوسکتا ہے؟؟؟ ابھی اللہ کریم کی نظر احسان سے نہیں گرا کہ وہ شیطانی چال چلنے والوں کی سمجھ عطا نہ فرمائے ،بلکہ مالک مہربان کا فضل واحسان شامل ہے لہذا روحانی ابا کا راستہ مشعل راہ جانتے ہوئے ان کا فرزند ہر اس گستاخ پر قلم کو کمان بنا چھوڑے گا جو چتروڑی کے بھیانک روپ میں مقام نبوت پر حملہ آور ہو گا یا دشمنان صدیقؓ وفاروقؓ کا چیلا بن کر کسی سبائی سازش کو کامیاب بنانا چاہے گا

زندگی اورعزت مقام نبوت اورصحابہ کرامؓ سے زیادہ عزیزنہیں ۔حقِ رشتہ کاحق بس اتنا ہوتا ہے کہ سلیقے سے سمجھا دیا جائے اگراس کے بعدبھی کوئی حدیث نبی پر بے لگام ہواورفرمان رسول کوکاٹ کھانے لگےتو ایسے سیاہ نصیبوں کو جان لینا چاہئے کہ محبت وعقیدت کا رشتہ محبوب کائنات سے بڑھ کر اور کسی سے نہیں ہوسکتا ۔۔۔فرمان نبی پرحملہ اورایسے گستاخان رسول کے لیئے نرمی اور رعایت کی کوئی صورت باقی نہیں بچتی ۔۔۔ خبردارفرمان رسول اللہ پرزبان درازکر کے خاتم المعصومینﷺ کی گستاخی کی توتمہارےقلم کوکچلا ڈالنا ہماری مجبوری بن جائے گا۔

﴿راقم کی دوباتیں﴾

فریقین میں یہ دوباتین مسلم ہیں۔یعنی دونوں فریق اس بات کوبھی مانتے ہیں کہ

(۱)امت میں ایک جماعت ہمیشہ رہےگی جواللہ کےحکم کوقائم رکھےگی۔۔۔۔۔۔نبی کریم کافرمان ہے کہ

لا یزال من امتی امة قائمة بامر الله(بخاری۔وغیرہ)

میری امت میں ایک جماعت ہمیشہ رہےگی جواللہ کےحکم کوقائم رکھےگی۔

اس مفہوم کی بیسیوں روایات ذخیرہ حدیث میں موجود ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ کوئی زمانہ ایسانہیں گزرا جس میں دین حق پرقائم رہنے والی جماعت موجودنہ ہو۔

پس مختلف فرقوں کا وجودتو رہامگرایسانہیں کہ سارے کےسارے گمراہ ہی ہوں اور دین حق پرقائم رہنے والی کوئی جماعت موجودنہ ہو۔

(۲)۔۔دونوں فریق اس پربھی متفق ہیں نقل میں سچ جھوٹ کاعلم سند سے ہوتا ہے۔گویاراقم کی دوسری گزارش نقل کے قابل اعتماد یہ نا قابل اعتماد ہونے کے حوالے سے ہے اللہ کا دین اوراس کے بتائے ہوئے عقائدونظریات منقول ہوکر چلے آرہے ہیں اورنقل کے صحیح یاغلط معلوم کرنے میں سندکوبڑی اہمیت حاصل ہے عبداللہ بن مبارک فرماتے ہیں۔

الاسناد من الدین ولو لا الاسناد لقال من شاء ماشاء(اصول تخریج الحدیث صفحہ 158)
ترجمہ اسناد دین کا ایک حصہ ہے اگر اسناد نہ ہوتو کوئی شخص جو بھی چاہتا کہہ ڈالتا۔
سفیان ثوری فرماتے ہیں۔۔۔۔ **الاسناد سلاح المومن** ۔(تیسیر مصطلح الحدیث)
اسناد مومن کا ہتھیار ہے

اب ان دونوں باتوں(یعنی(ا)۔ ہر دور میں حق والوں کی جماعت ضرور رہی ہے (۲) ۔سند سے کھوٹا کھرا پہچانا جاتا ہے) کی بنیاد پرعرض ہے کہ راقم نے ،،حیات النبی بعدالوفاۃ،، کا جوعقیدہ اختیار کیا ہے اس علم کی سند ایسے طور پر بیان کرے کہ اس سند میں کوئی ایسا شخص نہ آئے جو اس عقیدے کا منکر ہو۔تا کہ معلوم ہوجائے کہ یہ عقیدہ ہرزمانے میں حق پر قائم رہنے والی جماعت کا ہے۔
اورتم بھی اپنے علم کی ایسی سند بیان کرو جس میں کوئی ایسا دور نہ آئے جوتمہارے نظریے کے خلاف ہواس سے حق والوں کی بڑی آسانی سے پہچان ہو جائے گی۔یعنی جو اپنے حق پر ہونے کی ایسی سند بیان کردے جس میں کوئی واسطہ اس کے عقیدے کے خلاف نہ اس کا وارث اہل حق ہونا سب کے سامنے کھل کر آ جائے گا اور جو اس میں کامیاب نہ ہوسکا تو اس کا اصلی چہرہ بھی امت دیکھ لے گی،پس آ یئے کہ ہم نقل میں جھوٹ سچ پہچاننے کے اس عمدہ معیار پر ایک دوسرے کو پرکھ کر دیکھ لیں کہ کون کس قسم کے پانی میں ہے،

هاتوا برهانكم ان كنتم صادقين

﴿راقم اکا عقیدہ حیات النبی ﷺ سند متصل کے ساتھ﴾

حدثنا الشيخنا المكرم ،ريحانة العلماء ،جامع خصال الخير، العارف بالله ،المحدث مولانا ارشاد احمد دامت بركاتهم العاليه. قال اخبرنا الشيخ المحدث مولانا منظور لحقؒ عن الشيخ السيد حسين احمد المدنيؒ عن الشيخ الهند مولانا محمد محمود الحسنؒ

الدیوبندی عن قاسم العلوم والخیرات الشیخ مولانامحمد قاسم النانوتویؒ عن الشیخ شاہ عبد الغنیؒ عن الشیخ شاہ محمد اسحاق الدھلویؒ عن الشیخ شاہ عبدالعزیز الدھلویؒ عن الشاہ ولی اللہ المحدث الدھلویؒ قال اخبرنی بہ الشیخ ابوطاھرؒ، عن والدہ الشیخ ابراھیمؒ الکردی المدنی، عن الشیخ سلطانؒ بن احمدؒ المزاحی، قال اخبرناالشیخ احمدالسبکیؒ عن النجم الغیطیؒ، عن الزین زکریاؒ، عن ابی الفضل الحافظ ابن حجرؒ، عن الصلاح بن ابی عمر المقدسیؒ، عن علیؒ بن احمدؒ البخاری ،عن المؤید الطوسیؒ، عن ابی عبداللہ الفراویؒ، عن عبدالغافر الفارسیؒ، عن ابی احمد محمدؒ بن عیسی الجلودیؒ، عن ابی اسحاق ابراھیمؒ بن محمدؒ، عن مسلمؒ ابن الحجاج القشیری، قال حدثنا ھدابؒ بن خالد ،وشیبانؒ بن فروخ، قالاحدثنا حمادؒ بن سلمہ عن ثابت البنانیؒ وسلیمان التیمیؒ، عن انس بن مالکؓ :: ان رسول اللہ ﷺ قال اتیت (وفی روایۃ ھداب)مررت علی موسی لیلۃ اسری بی عند الکثیب الاحمر وھوقائم یصلی فی قبرہ ۔۔(مسلم)

حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں معراج کی رات حضرت موسیٰؑ کے پاس سے گزرا تو وہ سرخ ٹیلے کے پاس اپنی قبر میں نماز پڑھ رہے تھے۔

اس حدیث کا معنی لکھتے ہوئے چوتھی صدی کے محقق حنفی عالم ابوبکر محمد بن اسحاق بن یعقوب البخاری الحنفی فرماتے ہیں۔

(وھو قائم یصلی فی قبرہ)ای یدعواللہ ویثنی علیہ ویذکر وھو حی احیاہ اللہ بعد موتہ کمااحیاء لشھدا(بحرالفوائدالمسمی بمعانی الاخبارج اص۲۲۱)

یعنی وہ اللہ تعالی سے مناجات کررہے تھےاوراسکی ثناوذکر میں مشغول تھےاوروہ زندہ ہیں اللہ تعالی نے وفات

کے بعدان کوزندہ کردیا جیسا کہ شہدا کوزندگی بخشی۔

اگے محدث مذکور نے حیات انبیاء پرمفصل بحث فرمائی جودیکھنے سے تعلق رکھتی ہے۔

﴿اشاعت التوحید والوں کی سند﴾

راقم نے ذاتی کوشش سے اشاعت التوحید والوں کا جوکچھ علمی رشتہ تلاش کیا اس کے مطابق بانی جماعت حضرت مولانا قاضی نورمحمد صاحب امیراول اشاعت التوحیدوسنت اور جماعت کے دوسرے سرکردہ حضرات حضرت مولانا غلام اللہ خان حضرت مولانا قاضی شمس الدین اور حضرت مولانا عنایت اللہ گجراتی نے حضرت مولانا سید انورشاہ کشمیری سے اور حضرت مولانا محمد طاہر پنج پیری وقاضی غلام مصطفیٰ مرجانوی، مولانا محمد حسین نیلوی نے مفتی کفایت اللہ دہلویؒ اور مولانا ضیاءالحقؒ دیوبندی سے سندفراغت حاصل کی۔

مذکورہ جماعت سے وابستہ لوگ اپنے اکابرین میں حضرت مولانا حسین علی الوانی اور حضرت مولانا عبدالعزیز سہالوی کا نام بھی لیتے ہیں اگرچہ یہ دونوں حضرات اشاعت التوحید کے نام سے بننے والی جماعت سے پہلے ہی دارفانی سے رحلت فرما گئے تھے یعنی اشاعت التوحید کی بنیاد ۱۹۵۷ء میں رکھی گئی جبکہ حضرت مولانا حسین علی الوانی 25 جون 1944 کو اور حضرت مولانا عبدالعزیز سہالوی 1940 کے رمضان المبارک میں انتقال فرما گئے تھے۔

ان دونوں حضرات کی سندحدیث میں شیخ الہند حضرت مولانا محمودالحسنؒ حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ اور قطب الارشاد حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ شامل ہیں۔

ممکن ہے ان حضرات کے علاوہ کسی اور سے بھی ان کی سندرواں ہوئی ہوراقم کی معلومات کی حدتک ان کے عقیدہ کی علمی سندیہیں سے چلتی ہے جوایک دویا چندایک واسطہ عبورکر کے حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ حضرت مولانا محمودالحسنؒ ۔شیخ الہندؒ۔ مفتی کفایت اللہ دہلویؒ حضرت مولانا ضیاالحقؒ دیوبندی حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ اور حضرت مولانا سید محمد انورشاہ کشمیریؒ تک جاتی ہے۔

ان میں اکثر حضرات ،،المہند ،، والے ہیں جس ،،المہند ،، کے نام سے مماتی فرقہ پرلرزہ طاری ہو جاتا ہے۔ پھراس سند میں ایک دوواستوں کا اضافہ ہوتے ہی قاسم العلوم والخیرات حضرت مولانا قاسم نانوتویؒ کا نام آجاتا ہےجن کی ،،آب حیات ،،ان کے لئے پیغام اجل بنی ہوئی ہے۔

الغرض وہ لوگ جو،،المہند ،، میں درج عقیدہ حیات النبیﷺ کا انکار کرتے ہیں اوراس عقیدے کوشرک قرار دیتے ہیں اوراس عقیدہ کے بارے میں اپنی زبانیں دراز رکھتے ہیں ان کے پاس کوئی ایسی سندنہیں ہے۔جس میں درمیانی سب واسطےان کےعقیدے والے ہوں بلکہ جہاں تک معلوم ہےاپنی علمی سند کے میزان میں یہ بزعم خودموحداورانکےاستاد، بدعتی اورمشرک ہوتے ہیں۔ارباب انصاف سے درخواست ہے کہ وہ اس فرقہ کونقل کے سچ جھوٹ پہچاننے والےاس عمدہ ترازو پرتول دیکھیں۔دعوی ایمان کاوزن خوب معلوم ہوجائے گا۔

<u>:واخردعواناان الحمدالله رب العالمين:</u>

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اپنے پیاروں کی دکھ سازیاں

غالبا یہ ۸۴ ۱۹۸۳ کی بات ہے جب سلطان محمود مرحوم کا چوتھے نمبر والا لڑکا جو ابھی قدم کے بل چلنے کے قابل ہی ہوا تھا کہ مدرسہ کے حوالے کر دیا گیا مالک مہربان کا کرم ہی کرم ہوا کہ اسے مدرسہ کے ماحول میں بڑے ہی خدا شناس و فنا فی اللہ حضرات اساتذہ کرام کا سایہ شفقت نصیب ہوا اللہ کریم ہر لحظہ میں بے شمار رحمتوں کا نزول اپنے ان پیارے بندوں پر فرمائے جن کی نوازشات نے اپنی برادری کے غریب ترین شخص کے غریب ترین لڑکے کو ممنون احسان کیا۔اس لڑکے نے لڑکھڑاتے قدموں سے جو دینی ادارے کی دہلیز پر قدم رکھا اور پھر سچے پیغمبر کے سچے دین کا سائبان سر پر اوڑھ کر جانب منزل رواں ہوا تھا وہ سفر تاحنوز جاری ہے اللہ کریم اپنی اس دی ہوئی توفیق کو قائم رکھے تاانکہ زندگی کی شام ہو جائے۔

نشیب و فراز سے بھری ہوئی ماضی میں یوں تو قدم قدم غموں کے سیلاب اپنے عروج پر رہے مگر دکھوں، غموں اور پریشانیوں کے گھٹا ٹوپ اندھیرے میں کمر توڑ دینے والا حادثہ اپنے ان عزیزوں کا افتراق، انشقاق وانحراف ہے جو عزیز اپنی نسبت براہ راست دینی مدارس سے رکھتے ہیں اس مبارک نسبت کے باوجود یہ مہربان دنیاداری کے کاموں میں مصروف ایمان والوں کے لیے مسجد سے دور ہونے کا باعث اور دین حق پر اعتراض کا سبب بن گئے ہیں۔عام لوگ نہیں جانتے کہ یہ کس مدرسہ کا پڑھا ہوا ہے وہ تو صرف یہ جانتے ہیں کہ یہ مدرسہ سے پڑھا ہوا مولوی ہے جس کا کام لوگوں کو اللہ کے دین کی طرف بلانا اور دین کے بارے میں لوگوں کو جو شک یا اعتراض ہو اس کو دلیل کے ساتھ ختم کرنا اور دین کے بارے میں مطمئن کرنا ہے نہ کہ خود اعتراضات کا سبب بننا۔ مگر افسوس، وہ ہوا جو دین دنیا، اپنے پرائے، کسی کے لیے بھی نفع مند نہیں۔ میری قوم کے وہ لوگ جو براہ راست دنیا دار تھے ان پر اس افتراق و فتنہ پروری کے جو زہر آلود

اثرات پڑے اس پر راقم خون کے آنسو رونے سوا کر ہی کیا سکتا ہے۔یہی وہ الم ناک صورت حال اور پریشانی کی کیفیت ہے جو ان گزارشات کا سبب بنی ورنہ نہ میرا یہ موضوع بحث ہے اور نہ اپنی توانائیوں کو بنجر زمین میں ڈالنے کا شوق ہے۔پس بندہ عرض گزار ہے کہ اے میرے عزیزو، پیارو اور، بھائی بندو" کیا کوئی تم میں سے ہے جو کچھ وقت کے لیے میرے درد پر غور فرما سکے ؟ راقم اس سلسلے میں اپنی کوئی بات نہیں کہتا کہ میری بات کی حیثیت ہی کیا ہے ہاں البتہ جو ہم سب کے محبوب اللہ کریم نے فرمایا وہ ہم سب کے لیے خیر ہی خیر ہے۔تو لو سنو؛؛؛ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

وَ لَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ یُّقْتَلُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ بَلْ اَحْیَآءٌ وَّ لٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ۝۱۵۴(البقرۃ ۱۵۴)

دوسرے مقام پر فرمایا:۔

(وَ لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِیْنَ قُتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا بَلْ اَحْیَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ یُرْزَقُوْنَ۝۱۶۹)(ال عمران ۱۶۹)

پہلی آیت میں فرمایا کہ ،،،۔جو اللہ کے راستے میں مارے جائیں تم انکو مردہ نہ کہو بلکہ وہ زندہ ہیں لیکن تم نہیں سمجھتے۔

دوسری آیت میں فرمایا ،،۔اور جو لوگ اللہ کی راہ میں مارے گئے انہیں مردہ نہ سمجھو بلکہ وہ زندہ ہیں اپنے رب کے ہاں سے رزق دیے جاتے ہیں۔

ان آیات کے ضمن میں چند گزارشات ملاحظ ہوں۔

(نمبر ا) جیسا کہ کام پاک سے ظاہر ہے اور اس مطلب میں کسی کو اختلاف بھی نہیں کہ راہ خدا میں جان قربان کرنے والوں کو جو انعام عطاء ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں اسکو بیان فرمایا ہے۔ اور یہ بات بھی پوری طرح واضح ہے کہ انعام یافتہ لوگوں کی جو فہرست خود اللہ تعالیٰ نے بیان فرمائی ہے اسمیں شہداء کا نمبر تیسرا ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے:۔

(اَنۡعَمَ اللّٰهُ عَلَيۡهِمۡ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَ الصِّدِّيۡقِيۡنَ وَ الشُّهَدَآءِ وَ الصّٰلِحِيۡنَ) اس آیت میں اَنۡعَمَ اللّٰهُ کے لفظ سے اللہ سے انعام پانے والوں کا مفہوم صاف طور پر معلوم ہو رہا ہے جن میں اول درجہ انبیاء کا دوسرا صدیقین کا تیسرا شہداء کا اور چوتھا صالحین کا ہے۔ اب انعام یافتہ حضرات کی تیسری جماعت کو جو انعام حاصل ہوا ہے ان سے پہلے کی دونوں جماعتوں کو بھی وہ انعام حاصل ہے۔ یہ وہ بات ہے جس پر سب کا اتفاق ہے وجہ بھی ظاہر ہے کہ اللہ کے کلام سے صراحتا معلوم ہو رہی ہے۔

(نمبر ۲) "بل احیاء" والا یہ انعام ان انعام یافتہ حضرات کو اس ذائقہ موت کو چکھ لینے کے بعد حاصل ہوا ہے جو اللہ کریم کے قانون "کل نفس زائقه الموت" اور اس مفہوم کی دیگر آیات میں بیان ہوا ہے۔ آج تک کسی بھی صاحب علم نے انبیاء صدیقین یا شہداء کے بارے میں یہ دعویٰ نہیں کیا کہ انہوں نے موت کا ذائقہ چکھا ہی نہیں گویا پوری امت کا کلی طور پر اس بات پر اجماع اور اتفاق ہے کہ انبیاء اور شہداء وغیرہ نے موت کا ذائقہ چکھا جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کل نفس ذائقه الموت اس ذائقہ موت کو چکھ لینے کے بعد اللہ تعالیٰ نے اپنے ان مخصوص بندوں کو ان کی قربانیوں پر خوش ہو کر یہ انعام دیا کہ تم انکو مردہ نہ کہو بلکہ وہ زندہ ہیں جن کا ذکر قرآن کریم نے فرما دیا ہے۔ یہ بات بھی پوری امت میں متفق علیہ ہے کسی امتی کی اس کے برعکس کوئی دوسری رائے نہیں۔

(نمبر ۳) اختلاف کی ابتداء قرآن کریم کے الفاظ "بل احیآءٌ" (بلکہ وہ زندہ ہیں) سے ہوتی ہے۔ کہ اس کا حاصل کیا ہے؟ کیا وہ حضرات جن کو یہ انعام دیا گیا وہ آدھے زندہ ہیں؟ یعنی انسان جو دو چیزوں (جسم، روح) کا مجموعہ ہے اس مجموعہ کے ساتھ احیاء کا تعلق نہیں بلکہ اس مجموعہ میں سے کسی ایک کے ساتھ اس "بل احیاء" کا تعلق ہے؟ جس کا مطلب یہ ہو گا کہ ان انعام یافتہ حضرات کا نصف "احیاء" (یعنی زندہ) ہے اور باقی نصف کا اس "احیاء" سے کوئی تعلق نہیں یا اس کا حاصل یہ ہے کہ جن کو "یقتل" کہا گیا ہے وہ پورے "احیاء"

ہیں؟ چنانچہ ایک جماعت یہ کہتی ہے کہ اس "احیاء" سے پورا انعام یافتہ زندہ ہے جب کہ دوسرا فریق اس کے برعکس دوسرا نظریہ رکھتا ہے۔۔۔ یہ برعکس نظریہ کیا ہے؟ راقم اس بارے میں کچھ نہیں کہہ سکتا اس لیے کہ اس بارے میں انکی مختلف رائے سامنے اتی رہتی ہے۔ عمومی رائے حیات کے برعکس ممات کی ہے۔ اب یہ احباب نبی کریم ﷺ کے لیے حیات کا لفظ بھی استعمال کرنے لگے ہیں مگر صرف روح کیلے نا کہ جسم کے لے۔ حال ہی میں ایک رائے یہ بھی سامنے ای ہے کہ حیات روح کو بھی حاصل ہے اور جسم کو بھی۔ بس روح کا جسم سے تعلق ایک پچ تلا کھڑا ہے جس نے امت کو تقسیم کر دیا۔ ہمارے جس بھای نے یہ رائے ظاہر کی ہے وہ علم میں پختہ، گفتگو میں سنجیدہ اور خاصے سمجھدار واقع ہوے ہیں۔ اللہ کا احسان ہے کہ اس ٹیم میں کوی تو ہے جو سمجھداری سے بات کرتے ہیں۔ اللہ کرے ہمارے یہ بھای اپنی ٹیم کو بھی اپنی اسی رائے پر جمع کر لیں توسب جھگڑا ہی ختم ہو جاے گا۔۔

(نمبر 4) جیسا کہ اس اختلاف سے ظاہر ہے کہ کچھ لوگ "احیاء" سے پورا انعام یافتہ "احیاء" نہیں مانتے۔ اب اگر کسی پیارے کا یہ عقیدہ ہو کہ جن کو اللہ تعالیٰ نے ذائقہ موت چکھ لینے کے بعد "احیاء" کا انعام دیا ہے یہ انعام آدھے آدمی کو دیا ہے پورے کو نہیں دیا۔ کیا وہ اس عقیدے کو پورے قرآن پاک کی کسی آیت سے ثابت کر سکتا ہے کہ یہ انعام یافتہ حضرات آدھے "احیاء" (زندہ) ہیں اور آدھے احیاء نہیں؟ جبکہ واقعہ یہ ہے کہ اللہ جل شانہ نے علی الاطلاق "بل احیاء" کا جملہ ارشاد فرمایا ہے سورہ بقرہ میں بھی اور سورہ آل عمران میں بھی! اور المطلق اذا یطلق یراد بہ فرد الکامل کا قاعدہ تو علم پڑھے سبھی جانتے ہیں کہ جب کبھی لفظ مطلق بولا جائے تو اس سے فرد کامل مراد ہوتا ہے اب کیا فرد کامل اسی کو کہتے ہیں کہ آدھے کو تو "احیاء" مان لیا جائے اور آدھے کو "احیاء" یعنی زندہ نہ مانا جائے؟

(نمبر 5) جن حضرات کو اللہ تعالیٰ نے "احیاء" (زندہ ہیں) کا انعام دیا۔ ان کے لیے سورہ آل عمران کی آیت میں یہ بھی فرمایا کہ "**یرزقون** "وہ رزق دیے جاتے ہیں یہاں بھی" **یرزقون** "کا جملہ **علی الاطلاق** آیا ہے کسی بھی جگہ کتاب خدا میں یہ صراحت نہیں کی گئی کہ آدھے انعام یافتہ انسان کو تو رزق دیا جاتا ہے اور دوسرے آدھے کو نہیں دیا جاتا بلکہ مطلق "یرزقون" نے پورے انسان کو رزق دیے جانے کا ذکر فرمایا ہے باقی یہ بات تو خاص علماء ہی نہیں عام سے عام لوگ بھی جانتے ہیں کہ رزق کی ضرورت کس کو ہے جسم کو یا روح کو؟ اب یہ بات کس قدر حیران کن ہو گی کہ رزق کی ضرورت تو جسم کو ہو مگر کوئی صاحب کہے کہ جناب ہم بلکل نہیں مانتے کہ اس "یرزقون" سے جسم کو رزق کا نفع حاصل ہونے کا کوئی تعلق ہو۔

(نمبر 6) قرآن کریم کے الفاظ "احیاء" اور" **یرزقون** " اپنا معنٰی بتانے میں بلکل واضح ہیں اور کسی دوسرے سہارے کے بلکل محتاج نہیں یعنی " بل احیاء" کا معنٰی یہ ہے کہ جن حضرات کو یہ انعام ملا تو اس انعام کا اثر آدھے انعام یافتہ پر نہیں ہوا بلکہ پورے فرد پر ہوا ہے اور" **یرزقون** " میں آدھے انعام یافتہ کو رزق ملنے کا ذکر نہیں ہوا بلکہ پورے فرد کو یہ انعام ملا ہے سینہ زوری اور دھکہ شاہی کرتے ہوئے کوئی مہربان ان الفاظ میں دوئی تقسیم کرے تو اس کی مرضی ورنہ قرآن مجید کی رو سے تو پورے فرد کو ان انعامات سے نوازے جانے کا ذکر ہے نہ کہ صرف روح کو۔

مگر کوئی میرا پیارا یہ کہے کہ میں تو ہر گز نہیں مانتا کہ " بل احیاء" سے پورا فرد "احیاء" (زندہ) ہے بلکہ بس آدھا "احیا" ہے اور وہ بھی صرف روح! یوں ہی آدھے "یقتل "کو رزق دیا جاتا ہے اور آدھے کو نہیں دیا جاتا اب تو جتنا مرضی ٹل لگالے میں تو نہیں مانتا اپنے ایسے پیاروں کو قرآن کا ایک اور واسطہ دیتا ہوں شاید کچھ اثر ہو جائے۔

اللہ کریم نے سورہ بقرہ میں "یقتل" اور سورہ آل عمران میں "قتلوا" کے الفاظ ارشاد فرمائے ہیں یعنی جن کو اموات (مردہ) نہ کہنے کا آڈر اور "بل احیا" کا انعام دیا ہے وہ "یقتل" اور "قتلوا" حضرات ہیں کہ جو لوگ اللہ کے راستے میں قتل کیے گئے ان کو مردہ نہ کہو بلکہ وہ زندہ ہیں گویا انعام الہی سے فیض یافتہ وہ حضرات جن کو مردہ کہنے پر اللہ تعالیٰ نے پابندی عائد فرمادی ہے یہ وہ حضرات ہیں جو "یقتل" قتل کیے گئے ہیں اب قتل کا فعل آدھے انسان پر پڑا؟ نہیں بلکہ یہ فعل تو براہ راست جسم پر پڑا مگر جس وقت جسم پر قتل کا یہ فعل واقع ہوا اس وقت جسم اکیلا نہیں تھا بلکہ روح بھی اس جسم کے اندر موجود اور اس جسم کے ساتھ حصہ دار تھی اب قابل غور امر یہ ہے کہ "یقتل" والی قربانی کے باعث جو تین انعام ملے۔

(1) فعل قتل وجود پر واقع ہونے کے بعد نہ وہ قدموں پر کھڑے ہو کر چل سکتے ہیں نہ دشمن سے لڑ سکتے ہیں وغیرہ اسکے باوجود ان کو مردہ کہنے پر پابندی عائد کردی کہ ان کو مردہ نہ کہو۔

(2) "بل احیاء" کہہ کر یہ اعلان فرمایا کہ وہ زندہ ہیں

(3) "یرزقون" فرما کر بتایا کہ وہ رزق دیے جاتے ہیں۔

انعام حاصل ہونے کا باعث جسم وروح پر قتل والے فعل کا وارد ہونا ہے اور اس بات پر تو ہمارے پیاروں کو بھی ذرا برابر اختلاف نہیں کہ قتل کا فعل صرف روح پر واقع نہیں ہوا بلکہ روح اور جسم سے مل کر بننے والے پورے آدمی پر واقع ہوا ہے مشاہدہ بھی یہی ہے جو مذکورہ بات کے ماننے کا بڑا محرک ہے۔

اور اس فعل قتل کے باعث جو لقب ملا ہے کہ وہ شہید ہے تو یہ لقب بھی آدھے انسان کے لیے نہیں بلکہ پورے انسان کے لیے ہے یعنی صرف روح کو شہید نہیں کہتے بلکہ پورے فرد کو شہید کہتے ہیں وجہ ظاہر ہے کہ "یقتل" اور "قتلوا" کے الفاظ سے جو مطلب اور مفہوم واضح طور پر معلوم ہو رہا ہے وہ یہی ہے کہ جسم وروح کا مجموعہ پورا انسان قربان ہوا ہے لہذا پورے انسان کو ہی شہید کہا جائیگا۔ آج تک میرے کسی بھائی،

پیارے یا محبوب نے یہ نہیں کہا کہ آدھا شریف شہید ہے اور آدھا نہیں دلیل یہی "یقتل" ہے جس سے جسم وروح کے مجموعہ پورے شریف یعنی فرد کا شہید ہونا معلوم ہو رہا ہے۔

اب جب راقم فقیر جیسا کوئی غریب عرض کرتا ہے کہ پیارو یہ جو آگے ان کو مردہ کہنے پر پابندی کا لفظ ہے اور زندہ کہنے کا "احیا" والا لفظ ہے اور رزق دیے جانے کا جملہ "یرزقون" ہے یہ بھی تو ٹھیک وہی کچھ بتا رہے ہیں اور "یقتل" کی تفریح یا انعام ہیں پھر "یقتل" سے پورے فرد کا شہید ہونا مراد لینا اور "اموات""احیا" "یرزقون" سے آدھو آدھ کرنا اور میٹھا میٹھا ہپ ہپ کڑوا کڑوا تھو تھو والی عادت اختیار کر لینا بھلا کہاں کا انصاف ہے ؟ اب یا تو "یقتل" کا ترجمہ کرتے ہوئے اپنے جیسوں کو یہ سبق یاد کروائیں اور ان کو کہیں کہ صرف روح قتل ہوتی ہے جسم قتل نہیں ہوتا اور صرف روح کو شہید کہتے ہیں جسم کو شہید نہیں کہتے اور یہ اعلان فرمائیں کہ ہر وہ اشاعتی جو جسم کو شہید مانتا ہے وہ شرک کر رہا ہے کیونکہ شہید تو روح ہوتی ہے جسم نہیں تب تو کہا جائے گا کہ برابری کی اور انصاف سے کام لیا لیکن اگر "یقتل" میں اہل حق کی طرح میرے پیارے بھی روح جسم کے مجموعہ سے بنے ہوئے پورے انسان کو شہید کہیں مگر "اموات، احیا، یرزقون" میں صرف روح مراد لیں تو اسے نفس پرستی کے سوا اور کیا نام دیا جا سکتا ہے؟ دوبارہ عرض گزار ہوں کے "یقتل" جیسے الفاظ سے جس طرح روح اور جسم دونوں کے مجموعہ پورے انسان کو شہید جانا جاتا ہے اور اس لفظ کا یہ مطلوب خود اسی لفظ ہی سے معلوم ہو رہا ہے کسی خارجی دلیل کی ضرورت پیش نہیں آرہی ٹھیک اسی طرح "اموات۔ احیا۔ اور۔ یرزقون" میں بھی روح اور جسم دونوں کے مجموعہ سے بننے والا انسان مراد ہے اور ان الفاظ کا یہ ذکر کردہ مطلوب خود ان قرآنی الفاظ سے صاف صاف معلوم ہو رہا ہے۔

(نمبر 7) "احیاء" وغیرہ سے آدھ آدھ والی تقسیم کرتے ہوئے ہمارے پیارے جو یہ نظریہ پیش کرتے ہیں کہ صرف روح زندہ ہے اور جسم زندہ نہیں وہ ایسا کیوں کہتے ہیں؟ اس سلسلہ میں ہمارے پیارے کچھ احادیث

پیش کرتے ہیں کہ ان کی روحوں کو سبز پرندوں میں ڈال دیا جاتا ہے جو عرش سے معلق قندیلوں میں رہتے اور جنت میں اڑتے پھرتے ہیں (ملخص) حضرات مفسرین نے اس مفہوم کی روایات کو بھی اپنی تفاسیر میں درج فرمایا ہے۔ مہربانوں کے ان دلائل سے اتنی بات تو صاف واضح ہو گئی اوراس بات میں کسی کو ذرا برابر اختلاف نہ رہا کہ "احیاء" وغیرہ سے صرف روحانی زندگی مراد لینے کی دلیل قرآن مجید میں موجود نہیں۔ اب اگر ساری باتوں کو آنکھیں بند کر کے مان بھی لیا جائے تو ہر صاحب علم پر یہ بات بڑی اچھی طرح واضح ہو رہی ہے کہ ان الفاظ (احیاوغیرہ) کا ایک قرآنی مفہوم ہے اور ایک حدیثی مفہوم قرآنی مفہوم تو وہی ہے جو اوپر ہم عرض کر چکے ہیں اور "یقتل" کی حد تک ہمارے پیارے بھی اس مفہوم کا انکار نہیں کر سکتے جبکہ دوسرا مفہوم وہ ہے جو ہمارے مہربان ارشاد فرماتے ہیں کہ یہاں زندگی سے مراد روح کا زندہ ہونا ہے جسکی دلیل میں وہ احادیث کو بیان کرتے ہیں۔ اپنے مطلب کا مفہوم بیان کرنے کے لیے احادیث کو دلیل میں پیش کرنے تک تو معاملہ نارمل حالت میں باقی رہتا ہے مگر دل دہلا دینے والی صورت حال اس وقت پیش آجاتی ہے جب قرآن والے مفہوم کا انکار شروع کر دیا جاتا ہے۔

(نمبر 8) امامیہ دین نے "انما یرید الله لیذهب عنکم الرجس اهل البیت" میں لفظ "اھل بیت" سے مراد وہ پانچ حضرات لیے ہیں جن کو نبی کریم ﷺ نے اپنی چادر کے نیچے جمع فرمایا لیا تھا یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ ؛فاطمہ الزہر رضی اللہ عنہا۔ ان کے دونوں صاحبزادے حسنین کریمین رضی اللہ عنہما؛ اور خود نبی کریم ﷺ ۔

وہ لوگ اسکی دلیل میں معروف حدیث پیس کرتے ہیں جو سند کے اعتبار سے صحیح؛ صحاح ستہ میں موجود؛ اور اہل اسلام کے نزدیک مسلم ہے۔ اس حدیث کی روشنی میں وہ اھل بیت سے صرف پانچ حضرات مراد لیتے ہیں۔

جبکہ واقعہ یہ ہے کہ اھل بیت کا ایک قرآنی مفہوم ہے جس میں سب سے اول بیویاں شامل ہیں قرآن پاک میں متعدد مقامات پر اہل بیت کا قرآنی مفہوم آیا ہے جبکہ ایک حدیثی مفہوم ہے جس کے مطابق حضرت علی و دیگر حضرات کو ایک دعا کے ذریعے اھل بیت میں شامل کیا گیا۔ اب امامیہ دین نے جو ظالمانہ رویہ اختیار کیا وہ یہ ہے کہ انہوں نے اھل بیت کے قرآنی مفہوم کا یکسر طور پر انکار کر دیا اور حدیثی مفہوم کو ہی اھل بیت کا مشداق قرار دے دیا کہ یہ جو حدیث میں آیا ہے قرآن کریم کا مطلوب بس یہی ہے۔

ٹھیک یہی رویہ ہمارے ان مہربانوں نے اختیار کرتے ہوے اس مقام پر قرآنی مفہوم کا تو سرے سے انکار ہی کر دیا اور حدیثی مفہوم کو ہی سب کچھ جان لیا کہ اس آیت کے تحت فضائل کے باب کی جو روایات آئی ہیں بس وہی قرآن کا مطلوب ہے۔ "اھل بیت" کا مفہوم متعین کرنے میں روافض اور زیر بحث عنوان میں "احیا" کا مفہوم متعین کرتے ہوئے ہمارے مہربان ایک ہی جیسی فکر و نظر اور غیر صواب راہ اختیار کرنے میں جوتی کے دو پاؤں واقع ہوئے ہیں۔

(نمبر 9) جہاں تک اہل انصاف کا تعلق ہے تو انہوں نے ہمیشہ کتاب و سنت میں ربط اور جوڑ قائم رکھا ہے چنانچہ "اھل بیت" کا مفہوم متعین کرتے وقت "قرآنی اھل بیت" کو بھی قرآنی مفہوم کے طور پر قبول کیا ہے اور حدیثی اھل بیت کو بھی اسی مقام کی حیثیت سے قبول کیا ہے۔ ٹھیک اسی طرح اس مقام پر "احیا" کا وہ مفہوم جو قرآنی الفاظ سے پوری طرح واضح ہے اور "یقتل" کے مقام پر جس مفہوم کو ہمارے پیارے بھی ماننے پر مجبور ہیں اس مفہوم کو بھی سر آنکھوں پر رکھا ہے اور حدیث والے مفہوم کو بھی بسر و چشم قبول کیا ہے کہ جس طرح "یقتل" سے شہید کا مفہوم معلوم ہوتا ہے کہ جس میں نا اکیلی روح شہید کہلاتی ہے نہ اکیلا جسم بلکہ دونوں کے مجموعہ سے جو فرد بنا اس پورے فرد کو شہید کہا جاتا ہے۔ اسی طرح اس لفظ والی قربانی سے حاصل شدہ "احیا" کا انعام بھی پورے فرد کو حاصل ہے اور حیات کا مفہوم (فرد جو کہ روح اور جسم) دونوں

چیزوں کا مجموعہ ہے اس پورے فرد پر واقع ہوا یہ قرآنی مفہوم ہوا اور حدیث پاک سے معلوم ہونے والے مفہوم کو بھی قبول کیا ہے کہ روح جنت کی سیاحت بھی کرتی ہے اور عرش سے لٹکے قندیلوں پر بھی بسیرا کرتی ہے ان حدیثی نظریات کو ماننے میں "اھل حق" کی فکر و نظر وزنی دلیل کے مطابق ہے یعنی نہ تو ان کا ثبوت قرآنی ثبوت جیسا ہے اور نا حکم انکار قرآنی نظریات کے انکار جیسا ہے حدیث صحت کے اعتبار سے جس قدر پائے دار ہو بہر حال خبر واحد ہے جبکہ قرآن خبر متواتر ہے لہذا دونوں کا وزن اور درجہ ایک نہیں۔

(نمبر 10) قرآنی اور حدیثی مفہوم میں تصادم دکھا کر قرآنی مفہوم کے انکار اور حدیثی مفہوم کو قرآنی مفہوم پر ترجیح دینے کا جو رافضی مزاج تھا ہمارے پیاروں نے ٹھیک اسی مزاج کو اپنا کر کیا کم غضب کیا تھا جو اس پر مزید یہ گوہر فشانیاں بھی کیں کہ ہمارا عقیدہ تو قرآن والا ہے حالانکہ وہ اس بات کو بہت اچھی طرح جانتے ہیں کہ انہوں نے جو "احیاء" کا مفہوم متعین کیا ہے کہ "احیا" سے مراد روح زندہ ہے اور جسم زندہ نہیں اس مفہوم کو متعین کرنے کے لیے پیش کی جانے والی دلیل قطعی الدلالت والثبوت نہیں یعنی نہ تو وہ قرآن کی سورت ہے اور نہ آیت بلکہ روایات ہیں۔ جن کا درجہ قرآن والا نہیں۔

پس "احیاء" سے چیزوں کے مجموعہ انسان کو تفریق و تقسیم کر کے دو حصوں میں کر لینا اور آدھے کو "احیاء" ماننا پورے قرآن مجید میں کسی جگہ صراحت کے ساتھ لکھا ہوا موجود نہیں یہ وہ بات ہے جس کو ہر پڑھا لکھا جانتا ہے مگر اس حقیقت کے باوجود ہمارے پیارے اپنے اس نظریے کو قرآنی عقیدہ کہتے ہیں جو کہ روح و جسم کے مجموعہ انسان کو تقسیم و تفریق کر کے دو حصوں میں بانٹ لینے کے بعد انہوں نے اختیار کیا ہے۔

(نمبر 11) یہ عقیدے کا اور براہ راست کتاب اللہ اور حدیث پاک سے نسبت بتانے کا معاملہ ہے کوئی کھیل تماشہ نہیں۔ خوشی ہوتی اگر اپنا عقیدہ بتاتے ہوئے یہ مہربان دیانت داری کا مظاہرہ فرماتے کہ ہمارا یہ عقیدہ کہ "احیا" سے مراد روح زندہ ہے اور فلاں فلاں جگہ رہتی ہے وغیرہ یہ قرآنی عقیدہ نہیں بلکہ یہ حدیثی عقیدہ

ہے کیونکہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے کسی آیت کے اندر وہ تقسیم و تفریق بیان نہیں فرمائی جو "احیاء" سے جسمانی عدم زندگی اور روحانی زندگی مراد لینے میں ہمارے عقیدہ کا ضروری حصہ ہے جبکہ وہ دوسرا فریق جو "یقتل" کی طرح "احیاء" سے بھی جسم وروح کے مجموعہ پورے انسان کو مراد لیتا ہے جس کا مانع پورے قرآن میں کسی آیت کے اندر موجود نہیں لہذا ان کا عقیدہ قرآنی اور ہمارا عقیدہ حدیثی ہے البتہ آپ اپنے دل کو تسلی دینے کیلئے ساتھ یہ وضاحت کر سکتے تھے کہ اس قرآنی عقیدہ کو اختیار کرنے والوں نے اپنے اس عقیدے میں احادیث کو نظر انداز کیا ہے تا کہ آپ اپنے احباب کو مطمئن کر لیتے مگر افسوس ناک صورت حال یہ ہے کہ ہمارے مہربانوں نے اپنے حدیث سے اخذ شدہ عقیدے کو تو قرآن کا عقیدہ قرار دیا اور اس پر وہ غل مچایا کہ اللہ کی پناہ۔ جبکہ جن حضرات کا عقیدہ آیت میں درج قرآنی الفاظ سے پوری طرح صاف معلوم ہو رہا ہے ان کے قرآنی عقیدے کو قرآنی عقیدہ تو کیا جانتے الٹا اس عقیدہ کو شرک اور فلاں فلاں شیعہ راوی کا عقیدہ کہنے لگ گئے **(لاحول ولا قوۃ الا باﷲ)**

(نمبر 12) "اَلَيْسَ مِنْكُمْ رَجُلٌ رَّشِيْدٌ" کیا تم میں کوئی سمجھ دار آدمی نہیں ہے؟ اگر ہے اور ہمت رکھتا ہے کہ کچھ دیر کے لیے انصاف کا دامن تھام سکے؟ تا کہ ان کی خدمت میں دکھی دل کی باتیں عرض کروں کہ کیا" احیا" کے لفظ سے جو آپ پیاروں نے تقسیم کی ہے یہ تقسیم قرآن پاک کی کسی آیت میں ہے؟ یعنی کسی بھی جگہ یہ لکھا ہوا ہو کہ "بل احیاء حیاۃ روحانیۃ لا جسمانیہ"؟؟؟

اللہَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ گواہ ہے کہ "احیاء" والی وہ تقسیم جو تم نے اختیار کی ہے اس کا ذکر قرآن پاک کی کسی آیت میں موجود نہیں اور تم بھی اس بات کو بہت اچھی طرح جانتے ہو پھر جو تم منہ بھر کر اس عقیدے کو قرآنی عقیدہ قرار دیتے ہو ذرا بتاؤ تو سہی یہ اللہ تعالیٰ کی ذات پر تم جھوٹ نہیں بولتے ہو؟ کیا اللہ کریم پر ایسے بے باک ہو کر جھوٹ بولتے ہوئے تمہیں اللہ سے ڈر نہیں لگتا؟ کیا تمہارا یہ خیال ہے کہ تمہارے اس جھوٹ سے

اللہ تعالیٰ بے خبر ہے اور اسے اس جھوٹ کا پتہ نہیں چلتا۔ یا" کراما کاتبین " سے تمہارا کوئی ایسا دوستانہ ہے جو تمہارے اس جھوٹ کو وہ نہیں لکھیں گے ؟ کیا قرآن پاک میں یہ نہیں پڑھتے جو اللہ فرماتے ہیں۔ فَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ كَذَبَ عَلَى اللهِ"اس معنی کی کتنی ہی آیات ہیں جو بار بار اس جرم کے مرتکبین کو اس بات سے ڈرا اور بتارہی ہیں کہ "اللہ پر جھوٹ بولنے والوں سے بڑا کوئی بھی ظالم نہیں "لہذا اللہ تعالیٰ پر ہر گز جھوٹ نہ بولنا۔

جانتا ہوں تم میرے درد کو بے دردی سے کچل جاؤ گے مگر خالق جانتا ہے کہ جب اپنے مہربانوں کی چھمک چھلیاں، اچھل کود، ادب و حیا کی پائمالیاں، دین والوں پر زبان درازیاں، دین و شریعت کے باب میں بے باکیاں و بے حجابیاں اور اللہ و رسول پر جرات بازیاں دیکھتا ہوں تو انجام کو سوچ کر دماغ کھول اٹھتا اور آنکھوں کے آگے اندھیرا چھا جاتا ہے۔ وہ جو اقوام ماضیہ پر عذاب الہیٰ نازل ہوئے اس کے اسباب کیا تھے ؟ دین والوں کا بگاڑ انکا اللہ پر جھوٹ بولنا اور خوف خدا سے عاری ہو جانا اور ہر طرح سے بے باک ہو جانا اور بنڈ بندوقوں کا کاروبار وغیرہ۔مانا کہ ان وبالوں کا دنیامیں اس طرح عذاب نہ اترے گا جیسے پہلی قوموں پر اترا مگر کیا آخرت میں بھی کوئی عذاب نہ ہو گا؟ بولو اے پیاروں عقیدے جیسے محتاط ترین معاملے میں جو تم اتنے بے باک ہو گئے ہو کہ اللہ پر بھی جھوٹ بولنے سے باز نہیں آسکے ہو کیا تمہیں اللہ کے عذاب سے ڈر نہیں لگتا؟

اوپر ذکر کیے گئے معاملے کی طرح یہ بھی ظالمانہ حرکت ہے جو میرے پیارے کر گزرے اور ان کو یہ غضب کرتے ہوئے اللہ کریم سے ذرابرابر بھی حیانہ آئی وہ یہ کہ جن حضرات نے

"احیاء" کو ٹھیک اسی طرح قرآنی مفہوم کے مطابق مانا اور قبول کیا جس طرح اللہ تعالی نے بیان فرمایا یعنی نہ قرآن پاک کی آیات میں کہیں اللہ کریم نے اس "احیا" کو "حیات روحانی " سے مختص کیا اور نہ ان حضرات نے "احیا" کو "حیات روحانی" سے مختص کیا بلکہ جس طرح "یقتل " میں جسم و روح کا مجموعہ قربان

ہوا اسی طرح انعام بھی پورے انسان کو ملا ان کے اس قرآنی عقیدے کو شرک اور غضب بالائے غضب کرتے ہوئے شیعوں کا عقیدہ کہہ دیا(لا حول ولا قوۃ الا باللہ)

(نمبر 13)ہمارے پیاروں کو یہ بات بہت بعید معلوم ہوتی ہے کہ موت کا ذائقہ چکھنے کے بعد انسان کو حیات کیسے حاصل ہو سکتی ہے ؟ اس قسم کا بعد مکہ کے مشرکوں کو بھی معلوم ہوتا تھا کہ جو لوگ مر کر مٹی ہو گئے اور ان کا وجود ہی ختم ہو گیا بھلا ان کو دوبارہ زندگی کیسے ملے گی ؟ مگر چونکہ وہ کافر تھے اس لیے ان کو نہ تو تاویل کی ضرورت پیش آتی اور نہ انہوں نے اپنے اس عقلی بعد کی لائن سیدھی کرنے کے لیے ادھر ادھر کا کوئی دوسرا سہارا تلاش کیا ۔جب کہ ہمارے مہربان چونکہ اللہ کی کتاب پر ایمان رکھتے تھے اس لیے انہوں نے اپنے اس عقلی بعد کی بنا پر فرمان خدا کا انکار تو نہیں کیا لیکن اپنے عقلی بعد کو بے سہارا بھی نہیں چھوڑا کہ جو بات ان کی عقل میں نہیں آرہی انہوں نے قرآن کریم کا حکم پڑھ کر عقل کی بات جھٹلا دی ہو اور قرآن کریم کے سامنے ہتھیار ڈال دیے ہوں۔ نہیں بلکہ ان پیاروں کی طرف سے اس کا حل یہ نکالا گیا کہ اس عقیدے کو دو حصوں میں تقسیم کر لیا جائے ایک حصہ پر تو وحی کا حکم پوری طرح سے فٹ کر دیا جائے تا کہ انکار قرآن کا الزام نہ لگے اور دوسرے حصہ پر اپنی عقلی کمزوری والی مہر فٹ کر دی جائے یوں دونوں گھر راضی ہو جائیں گے یعنی جو بات عقل میں نہیں آرہی اس کی تسکین بھی ہو جائے اور وحی کا انکار کرنے کا الزام بھی نہ لگ سکے گا۔

پیاروں کا یہ نظر اپنی اس کمزوری کے زیر اثر ہے ورنہ تو احادیث کی روشنی میں روح کو جنت میں سیر کروا کر جسم سے اسکا رابطہ ختم ہونے کا نظریہ رکھنے والے اسی دلیل کی بنا پر روح کا علیین سے بھی رابطہ ختم ہونا جانتے کہ چونکہ روح عرش سے لٹکی قندیلوں میں ہے جسکا صاف صاف ذکر احادیث میں ہے لہذا علیین سے اسکا سرے سے کوئی تعلق ہی نہیں مگر اس مقام پر پیارے خاموش ہیں معلوم ہوتا ہے کہ یہاں بات دلیل کی

نہیں اس عقلی کمزوری کی ہے جو ان کے دماغ میں سرایت کر چکی ہے۔ یعنی بھلا یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ بندہ فوت ہو جائے اور پھر وہ "احیاء" بھی ہو؟ اسکا حقیقی جواب وہی ہے جو اللہ تعالیٰ نے منکرین بعث بعد الموت کو دیا۔

(نمبر 14) ورنہ جس اشکال کے باعث "احیاء" کو دو حصوں میں بانٹ کر آدھے "یقتل" کو زندہ مانا گیا اور جو ددوسری صورت پیدا کی گئی اس دوسری صورت میں وہی اشکال علی حالہ قائم ہے۔ جیسے روح اور جسم کے الگ الگ مستقر کے باعث کہا گیا کہ دونوں کے جب مقام الگ الگ ہیں تو ان کا آپس میں رابطہ یکسر طور پر ختم ہو گیا۔ کیونکہ ذائقہ موت چکھتے ہی نیک شخص کی روح تو اعلی علیین میں پہنچ جاتی ہے جبکہ بُرے آدمی کی روح سجین میں۔

اب سوال یہ ہے کہ "احیاء" کو دو حصوں میں تقسیم کرنے کے لیے جس دلیل کا سہارا لیا گیا وہ وہی علیین والی آیت ہے؟ تو کیا شہدا کی ارواح علیین میں داخل نہیں کی جائیں؟ ظاہر بات ہے کہ اس بات کا تو کوئی بھی مدعی نہیں پھر کیا احادیث کی روشنی میں عرش سے لٹکی جن قندیلوں پر یہ ارواح بسیرا کرتی ہیں ان قندیلوں کا نام علیین ہے؟ یہ بھی کسی کا دعویٰ نہیں! پس ذائقہ موت چکھنے کے بعد روحوں کا مستقر اعلیٰ علیین ہے جیسا کہ جواہر القران میں آل عمران ١٦٩ کے تحت لکھا ہے کہ "شہدا و دیگر اموات کی طرح انبیاء (علیہم السلام) کی ارواح کا مستقر اعلیٰ علیین ہے (جواہر القرآن تحت الایہ) اب ملاحظہ فرمائیں کہ روحوں کا اعلیٰ علیین میں مستقر ہونے کے باوجود عرش سے لٹکی قندیلوں پر روحوں کا بسیرا درست ہے جیسا کہ "احیاء" کو تقسیم کرنے والے احباب نے احادیث کی روشنی میں بیان کیا ہے اور اعلیٰ علیین و عرش سے لٹکی قندیلوں کے مقام الگ ہونے کے باوجود کوئی منافات نہیں نہ اس بات پر ان کو اشکال ہوا ہے یعنی روحین عرش سے لٹکی قندیلوں میں ہونے کے بادجود اعلی علین سے ان روحوں کا ربط قائم رہ سکتا ہے مگر عرش سے لٹکی قندیلوں

پر ہوتے ہوئے ان روحوں کا جسم سے کسی قسم کا تعلق بلکل نہیں ہو سکتا ورنہ تو شرک ہو جائے گا کیا یہ نا انصافی اور "ترجیح مرجح نہیں؟؟؟ بھلا اندازہ فرمائیں کہ علیین اور عرش سے لٹکی قندیلوں کا ایک مستقر نہ ہونے کے باوجود ایسا ہونا درست ہے اور اس پر کوئی اعتراض نہیں لیکن جسم وروح کے مستقر الگ ہونے کی وجہ سے ربط ہونا قابل اعتراض اور شرک اور نامعلوم کیا سے کیا ہے؟۔ یاللعجب

(نمبر 15) کتاب وسنت میں کسی دلیل سے یہ تو بیان نہیں ہوا کہ ذائقہ موت چکھنے کے بعد روح کے تین یا کم و پیش ایک سے زائد مستقر اور جگہیں ہیں نہ یہ بیان ہوا کہ مثلا شہدا اور فلاں حضرات کی ارواح کا مستقر عرش والی قندیلیں ہیں اور دیگر حضرات کی روحوں کا مستقر دوسرے مقامات ہیں جو روحوں کے بیان میں مذکور ہوں لیکن اس کے بادجود احادیث میں مختلف مقامات پر روحوں کا ہونا بھی آیا ہے جیسے یہی "طیور اخضر" والی روایات وغیرہ۔ کہ یہ عرش کی قندیلوں میں بھی ہیں جنت میں سیاحت بھی ہے اس کے باوجود ان کا علیین سے ربط ختم نہیں ہوتا نہ ہی عرش وغیرہ پر روحوں کی موجودگی سے اعلیٰ علیین میں روحوں کے مستقر والے مسئلہ پر کوئی ذد پڑتی ہے اور نہ ہی عرش کی قندیلوں اور اعلیٰ علیین والے الگ الگ مقامات کی ان مذکورہ صورتوں میں کوئی منافات پیش آتی ہیں ٹھیک اسی طرح روح کے علیین وغیرہ کسی بھی مقام پر ہوتے ہوئے اگر جسم سے کوئی ایسا تعلق قائم ہو جائے جس سے "احیاء" کا تعلق پورے انسان سے ہو جائے تو اس میں کوئی منافات نہیں اس کی دلیل وہی روایات اور نظریات ہیں جو خود ہمارے پیارے بیان کرتے رہتے ہیں یعنی نیک روحوں کے لیے اعلیٰ علیین کا مستقر ہونا اور جن کے لیے "احیاء" کا انعام ذکر ہوا ہے ان کی روحوں کا عرشی قندیلوں پر اور جنت میں سیاحت کے لیے پھرنا وغیرہ۔ وضاحت اوپر ہو چکی ہے۔

(نمبر 16) اوپر کی معروضات اگر بغور ملاخط فرمالی جائیں تو نفس مسئلہ بہت حد تک واضح ہو جاتا ہے جس میں قرآن کا صریح الفاظ میں بیان کیا ہوا "احیاء" اس کا مقصود و مقتضی ہو یا اس ضمن میں بیان ہونے والی

احادیث ان میں تطبیق بھی ہو گئی۔ اور منافات یا بعد کے جو وھم پیدا ہوتے تھے وہ بھی رفع ہو گئے۔ اب اس سے آگے "احیاء" کی کیفیات ہیں یا اس زندگی کی توضیح و تشریح کے لیے مختلف تعبیرات۔

وہ زندگی چونکہ ایک دوسرے جہاں کی ہے جس کا ادراک نص صریح کے مطابق حواس سے نہیں ہو سکتا چنانچہ مابعد الطبعیات احیا (زندگی) کے بہت سارے پہلو بہت حد تک متشابہات کی قبیل سے ہیں یا کم از کم ظنیات سے ان کا تعلق ہے۔ اب بنڈ بند وقوں کی کاروباری پارٹی نے مکابرہ و مجادلہ کی جو جنگ برپا کر رکھی ہے اس میں اس عقیدہ کی یقینیات اور نص یعنی "یقتل "اموات "احیاء" اور "یرزقون" پر کوئی ذکر و بحث نہیں ہوتی نہ اس سے ان کو کوئی خاص دلچسپی ہے گویا ان کے مفرط مزاج کو ان الفاظ نصوص کی تحقیق و تفتیش سے کوئی تسکین حاصل ہی نہیں ہوتی ہاں البتہ جوں ہی بات مابعد الطبعیات میں داخل ہوتی ہے تب یہ پیارے کھل کر کھیلتے اور خوب جوش و خروش دکھاتے ہیں گویا یہ میدان ان ہی کا ہے۔

(نمبر 17) جن حضرات نے کتاب اللہ کے سامنے سر خم تسلیم کرتے ہوئے " بل احیاء" کو اپنا عقیدہ بنا لیا انہوں نے اس انعام سے فیض یافتہ کو دو حصوں میں نہیں کاٹا کہ ادھے کو "احیاء "(زندہ) مانیں اور آدھے کو "احیاء" نہ مانیں اس لیے کہ قرآن کریم نے جن کے لیے "یقتل "اور " قتلو" کہا ہے انہیں کے لیے "احیاء" وغیرہ کہا ہے لہذا اس مقام پر آدمی جتنا "یقتل " ہے اتنا ہی " احیاء" ہے اگر صرف روح "یقتل" ہے اور جسم نہیں تو بھر احیا بھی روح کو حاصل ہے جسم کو نہیں لیکن اگر "یقتل" میں جسم و روح دونوں شامل ہوں جیسا کہ امر واقعہ اور فریقین میں مسلم ہے تو پھر " احیاء" بھی دونوں کو ہی حاصل ہو گی اب جب اس عقیدہ کے حامل حضرات اپنا عقیدہ ثابت کرتے ہوئے قرآن پاک کی یہ آیت پڑھتے ہیں تو ہمارے پیاروں کی ٹولی اور دنیائے مناظرہ کے تیس مار خان جسم کے ہر حصے کا پورا زور لگا کر چلا اٹھتے ہیں۔ اپنے عقیدہ کی دلیل دو" قرآن پڑھ قرآن"، "شاباش بھاگنے نہیں دو گا" ان قابل تحریر جملوں کے علاوہ جو نا قابل تحریر الفاظ اور مشک و عنبر

وغیرہ سے معطر زبان استعمال کرتے ہیں اس کے سامنے تو "بھنڈ" میراثی کیا ہوتے ہیں کالے کپڑوں میں ڈھکی بندروں کی مانند ناچنے والی اصحاب رسول کے خلاف زہر اگلتی مخلوق بھی ان کی ہم مکتب سی لگتی ہے۔
چونکہ سورہ بقرہ اور آل عمران دونوں جگہ یہ "بل احیاء" والی آیت لکھی ہوئی ہے اس لیے اس کا انکار کرنا تو پیاروں کے لیے ممکن نہیں، لہذا ان کا مجموعی تاثر اور رویہ ان آیات کے بارے میں یہ ہے کہ گویا یہ آیات قرآن میں تو ہیں مگر جیسے ان کے ہاں حجت نہیں یا "احیاء" کا معنی حیات نہیں ورنہ حیات النبی کا عقیدہ رکھنے والوں سے اس عقیدے پر یہ ایات پڑھ لینے کے بعد دلیل مانگنے کا سرے سے کوئی جواز نہیں بنتا مگر آپ دیکھیں گے کہ اس عنوان پر ہونے والی ہر مکابرہ بازی میں تیس مار خانوں کا فلک شگاف مطالبہ جاری رہتا ہے۔ دلیل دو۔ دلیل دو۔ ان کا یہ رویہ اس وقت خطرناک صورتحال اختیار کرلیتا ہے جب ان قرآنی ایات کو سننے کے بعد یہ اصرار ہوتا ہے۔ کہ " قرآن پڑھ قرآن" گویا ان تیس مار خانوں کے نزدیک یہ قرآن ہی نہیں

(نمبر 18) اب مذکورہ، معروضات کے تناظر میں یا تو راقم کا یہ کہنا غلط ہے کہ مذکورہ عقیدہ رکھنے والوں سے سورہ بقرہ وآل عمران والی ایات کے باوجود دلیل کا مطالبہ کیا جاتا ہے۔ لیکن راقم کی عرض کی گئی ان معلومات کو زبانی طور پر غلط کہنا تو آسان ہے اور کسی سامرا والی غار میں شاید ثابت کرنا بھی آسان ہو گا مگر واقعات کی دنیا میں مذکورہ معلومات کو غلط ثابت کرنا آسان نہیں۔ چند دنوں کی مکابرہ بازی میں اس مطالبہ کا تکرار سو دفعہ نہیں تو اسی دفعہ کا لکھا ہو ثبوت پیش کیا جا سکتا ہے۔ اپنی شعوری حیات میں کم از کم راقم کو کوئی ایک موقعہ بھی ایسا یاد نہیں جب یار لوگوں نے اس عنوان پر مباحثہ کرتے ہوئے اپنے اسی مطالبہ کو نہ دھرایا ہو پھر راقم کی اب تک اس عنوان سے متعلق جاننے والوں سے بات ہوئی تو انہوں نے اپنی معلومات و مشاہدات اور

تجربات بھی ٹھیک یہی بیان کیے گویا تحریری سماعی اور مشاہداتی شواہد کا ان معلومات پر اتفاق ہے جو اوپر درج ہوئیں۔

باوجودیکہ راقم نے پوری دیانت داری سے درست معلومات درج کرنے کی کوشش کی ہے اس لیے کہ راقم اپنے کسی بھی قومی وملی بھائی کو کھونا یا کھاٹے میں ڈبونا نہیں چاہتا جب عام بھائیوں کے لیے راقم کے جذبات خیر کے ہیں تو پھر دینی مدارس سے رابطہ رکھنے والوں کو کھونے اور ان سے جدائی اختیار کرنے کی بھلا ہمت کہاں ہوگی؟ پس پوری دیانت داری سے درست معلومات تحریر کرنے کی کوشش کی ہے پھر بھی اعتبار نہ ہو تو تسلی کے دیگر ذرائع بروئے کار لائے جاسکتے ہیں اس عنوان پر ہونے والے مباحثوں کو سن کر تسلی فرمالیں۔ کسی دیانت دار ایسے شخص سے پوچھ کر تسلی فرمالیں جس کے سامنے اس عنوان کے مباحثے ہو چکے ہوں یا ماشاء اللہ مکابرہ بازی کے تیس مار خانوں کو کبھی تھوڑا سا ہلا جلا کر دیکھ لیں انشاء اللہ ان معلومات کے حوالے سے مشاہداتی تسلی ہو جائے گی اب ان معلومات کے حوالے سے تسلی کر لینے کے بعد ان تیس مار خانوں کی نوازشات سے جو زہر آلود ثمرات حاصل ہوتے ہیں اور ان نوازشات کا جو خطرناک انجام سامنے آتا ہے ایک لحظہ کے لیے اس پر بھی نظر فرمالیں۔

شاید اتر جائے تیرے دل میں میری بات

(الف) عقیدہ حیات کی دلیل میں آیات قرآنی دو مقامات پر موجود ہیں جن میں وَ لَا تَقُوْلُوْا "اَمْوَاتٌ" اور "بَلْ اَحْيَآءٌ" کے دونوں جملے عقیدہ حیات ثابت کرنے میں صریح ہیں اس کے باوجود محض عوام میں یہ تاثر ظاہر کرنے کے لیے یہ کہنا کہ "قرآن پڑھ قرآن" اس کا مطلب کیا ہے؟ جہاں تک اس مطالبہ کا اصرار ہے تو وہ یہ بات بار بار اس لیے دہراتے ہیں تاکہ عام لوگوں میں تاثر پیدا ہو جائے کہ ان کا عقیدہ حیات قرآن مجید میں نہیں۔ گویا یہ طرز قرآن پاک کی ان دو آیات کا صاف انکار ہے جو "بل احیاء" کے صریح الفاظ پر

مشتمل ہیں: اب اگر کوئی رافضی قرآن کریم کا انکار کرے وہ تو کافر مگر یہ تیس مار خان انکار کریں تو پکے مسلمان؟ سبحان اللہ ۔۔۔ یہ ہے ثمرہ ان مکابرہ بازیوں کا!

(ب) چونکہ "بل احیاء" والی آیات قرآن مجید میں لکھی ہوئی موجود ہیں اس لیے منہ چڑھ کر تو یہ نہیں کہہ سکتے کہ یہ قرآن مجید کی آیات ہی نہیں مگر ان کا عمومی تاثر یہی ہے کہ یہ قرآنی دلیل ان کے لیے حجت نہیں یہی وجہ کہ ان ایات کے ہوتے ہوئے بھی "دلیل دو" دلیل دو" کا رٹا ان کی زبانوں پر مسلسل جاری رہتا ہے "بل احیاء" کی صاف اور واضح دلیل کے بعد بھی منہ بھر کر دلیل دو! دلیل دو کی تسبیح پڑھتے رہنا ان ایات کو حجت ماننے سے انکار کے مترادف ہے۔ اب اگر رافضی کتاب اللہ کو حجت ماننے کی بجائے "علی کے "حجتہ اللہ" ہونے کا نعرہ لگائیں اور اذان وغیرہ میں اپنا یہ عقیدہ سناتے پھریں تو وہ دائرٔ اسلام سے باہر ہوں اور یہ پیارے ان ایات کو حجت نہ مانیں پھر بھی مسلمان ہی مسلمان رہیں؟

(ج) "بل احیاء" کا معنی کرتے ہوئے ان مہربانوں کا رویہ حیران کن حد تک افسوس ناک ہے اہل حق کہتے ہیں "یقتل" کی طرح "احیاء" ہے جتنا "یقتل" اتنا "احیاء" یار لوگ کہتے ہیں ہم "بل احیاء" کو تو مانتے ہیں مگر اسکا یہ مفہوم نہیں مانتے کیونکہ حدیث پاک میں تو روحوں کا جنت میں سیر کرنا لکھا ہوا ہے۔ یوں لگتا ہے جیسے ان کے نزدیک کہ قرآن حدیث کے بغیر حجت نہیں ان کا یہ نظریہ امامیہ دین کے ٹھیک اس طرح برابر ہے جس طرح جوتی کے دو پاؤں!

وہ بھی اپنا عقیدہ امامت کچھ اس طرح قرآن سے ثابت کرتے ہیں مثلا "سال سائل بعذاب واقع" کے تحت اپنی ایک روائت لاتے ہیں کہ امام پر ایمان نہ لانے کی وجہ سے فلاں پر عذاب آگیا پس قرآن سے امامت ثابت ہے اور اس "سال سائل" کا معنی یہ ہے کہ ؛؛ امامت کے انکار پر عذاب نازل ہو گا۔ یہاں جو ظالمانہ کاروائیاں اس دین نے کیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ روایات کی وجہ سے قرآنی مفہوم کو حذف کر کے

روایت کو اصل قرار دے دیا۔ دوسری یہ کہ: روایت سے معلوم ہونے والے نظریہ کو قرآنی عقیدہ قرار دے دیا ٹھیک یہی دو کاروائیاں پیاروں نے یہاں پر کر ڈالیں اور اس ظلم پر ذرا بھی نہ شرمائے۔ اب آپ ہی فیصلہ کریں کے امامیہ دین کا یہ نظریہ اسلامی عقیدہ نہیں تو ٹھیک انہیں کے نقش قدم پر ثابت قدم رہ کر جو " بل احیاء" کے قرآنی مفہوم کو حجت ماننے سے انکار اور حدیث والے مفہوم کو قرآنی مفہوم پر مقدم کیا وہ کیا ہو گا؟؟

(د) پہلے عرض کیا جا چکا ہے کہ "احیاء" کے تحت عقیدہ بنانے کے لیے پیاروں نے حدیث کو دلیل بنایا ہے مگر اس حدیثی عقیدے کو قرآنی عقیدہ قرار دینے کا واویلا کیا کہ ہمارا عقیدہ تو قرآن سے ثابت ہے۔ ان مہربانوں کی طرف سے جو یہ مذکورہ واویلا کیا جاتا ہے یہ ٹھیک امامیہ دین کا نظریاتی اصول ہے کہ وہ کسی بھی ایت کے تحت ایک روایت لکھ کر اس روایت والی بات کو قرآن کا عقیدہ قرار دے دیتے ہیں ان کا عقیدہ امامت اس جیسی اینٹوں سے تیار ہوا ہے اب اگر امامیہ دین کا یہ طریقہ دائرہ اسلام سے باہر کی چیز ہے تو ہمارے پیاروں کی یہ واردات کیا ہو گی؟

(ر) عقیدہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا قرآنی ایات میں جو بیان ہے وہ اپنی جگہ واضح ہے مگر ہمارے پیارے جان بوجھ کر اس عقیدہ کو کبھی شیعوں کا عقیدہ کہتے ہیں اور کبھی مشرکانہ عقیدہ۔ مہربانوں کی یہ عادت بھی امامیہ دین سے وصول شدہ ہے اللہ جل شانہ نے آیت استخلاف میں صاف علامات بتا کر صحابہ کرام کو خلافت دینے کا وعدہ کیا جو پورا ہوا مگر امامیہ دین صدیق اکبر کی خلافت کو اللہ تعالیٰ کا ایفائے عہد ماننے کی بجائے کہتے ہیں کہ ابو بکر کو خلیفہ اول ماننے کا عقیدہ ابلیس کا تھا یعنی مہربان قرآنی عقیدہ کو شیعوں و شرک کا عقیدہ کہتے ہیں اور امامیہ دین قرآن پاک کے عہد الہی کو ابلیس کا عقیدہ کہتے ہیں اب عہد الہی پورا ہونے کو

ابلیس کا عقیدہ قرار دینا دائرہ اسلام سے باہر کی شے ہے تو مذکورہ قرآنی عقیدہ کو شیعوں و شرک کا عقیدہ قرار دینا کیا ہو گا؟

(س) ہمارے پیارے "بل احیاء" کے قرآنی مفہوم کے خلاف جو غل مچاتے اور آسمان سر پر اٹھا لیتے ہیں اس کا باعث وہی امامیہ دین کا روایتی رویہ ہے وہ بھی اپنی کسی نہ کسی روایت کو قرآنی آیت کے ساتھ جوڑتے ہیں پھر قرآنی ایت میں بیان کیے ہوئے مفہوم کو کالعدم اور اپنی روایت والے مفہوم کو قرآنی حکم بنا کر پیش کرتے ہیں جیسے "اھل بیت" والے مفہوم میں پہلے بیان ہوا اب اگر حدیثی مفہوم کے باعث آیت کے قرآنی مفہوم کو کالعدم قرار دینے کا امامیہ والا عقیدہ خلاف شرع ہے تو زیر عنوان آیت کے تحت روا رکھا جانے والا مہربانوں کا ٹھیک یہی طریقہ واردات کیا ہو گا؟

(ش) جھوٹ ایسا جرم ہے جس پر اللہ تعالیٰ کی لعنت وارد ہوئی ہے " لَّعۡنَتَ اللّٰهِ عَلَى الۡكٰذِبِيۡنَ " مگر ہمارے مہربانوں کے ہاں جیسے جھوٹ کا بولنا کوئی عیب ہی نہ ہو عام لوگوں کی بات نہیں فارغ التحصیل عالم ۔۔۔۔ عام معاملات میں جھوٹ کا قصہ نہیں ۔۔۔ خالص دینی واعتقادی مسائل میں ان کے ہاں بہتے پانی کی طرح جھوٹ کا سیل رواں جاری رہتا ہے یہاں تک ان کے اس جرم نے ترقی کی کہ امامیہ دین کے تقیہ تک جا پہنچے جس کے مطابق اپنا اصل عقیدہ چھپا کر اسکے خلاف زبان سے بولا جاتا ہے چنانچہ ہمارے کتنے ہی پیارے اس تقیہ بازی کی زندہ مثالیں ہیں۔ سبز پگڑیاں سر پر باندھ کر ان کی مساجد میں چندے کرنا۔۔۔ وہاں پر اذانیں کہنا۔ اوراس عمل میں ان کی روایات ان سے بھی بڑھ کر ادا کرنا۔۔ ان کی مسجدوں میں تقریریں کرنا وغیرہ وغیرہ کوئی ڈھکی چھپی کہانیاں نہیں سب کچھ کم از کم میرے پیاروں کو تو معلوم ہی ہے۔ پھر بات اکیلے میرے ہم قبیلہ کی نہیں بلکہ ان مہربانوں کے مذہبی چلن میں سب ایک ہیں یا اس حمام میں سب بے لباس ہیں۔۔ جامع مسجد محمودیہ محلہ مرضی پورہ جو کہ مدنی مسجد نزد ڈگری کالج جھنگ صدر کے قریب واقع ہے اسمیں چند

سال قبل مولوی اسامہ نامی صاحب اپنا اصل عقیدہ چھپا کر وہاں امام بنے رہے بار ہا مرتبہ انہوں نے اسی طرح کا جھوٹ بولا وہ بھی عقیدہ کے بارے میں کہ جس کا امامیہ دین میں عنوان تقیہ ہے پھر ان کے وہاں سے بوجوہ ہٹائے جانے پر اندر کا اصل کھل کر سامنے آگیا اب اگر امامیہ دین کا تقیہ ان کو عذاب الیم تک لے جائے گا(البقرہ /9)تو ہمارے مہربانوں کا ٹھیک وہی طرز عمل ان کو کیا ثواب الیم دلائے گا؟

(ص) مکابرہ بازی کے تیس مار خان خلاف واقعہ گفتگو کی طرح تلبیس میں بھی افسوس ناک حد تک کمال رکھتے ہیں عقیدہ حیات النبی کو جس بھونڈے رنگ میں پیش کرتے ہیں کہ کبھی اس عقیدہ کو قبر پرستی اور شرک کہتے ہیں تو کبھی زازان وغیرہ کسی شیعہ وغیرہ کا عقیدہ قرار دیتے ہیں کبھی کسی مفسر کی طرف اسے منسوب کرتے ہیں کبھی تاریخ دان کی طرف !!! تاکہ لوگ خیال کریں کہ یہ عقیدہ لوگوں کا تراشا ہوا ہے اللہ کریم نے اس بارے میں تو کچھ بھی نازل نہیں فرمایا انکی یہ بھونڈا بازی ٹھیک امامیہ دین کی کامل اتباع ہے جو بیس تراویح کو حضرت عمر کی ایجاد کہتے ہیں کہ ان سے پہلے تو ایسا کچھ نہ تھا اور تین طلاق کا تین ہونا بھی حضرت عمر کی ایجاد ہے اور متعہ کی حرمت بھی حضرت عمر کا حکم ہے اللہ کے دین میں تو ایسا کچھ نہیں۔ اب اگر امامیہ دین کی یہ بھونڈا بازی حرام جرم عظیم اور تلبیس ہے تو ٹھیک ایسی ہی ہمارے پیاروں کی بھونڈا بازی کیا ہو گی؟

(ض) کسی بھی بات کو اپنے محل سے ہٹا کر دوسری جگہ فٹ کر دینے کا نام ظلم ہے "**وضع الشيئ في غير محله**" جس سے ظلم کرنے کے مضر اثرات کے علاوہ درست نتیجہ کبھی بھی اخذ نہیں ہو سکتا۔ ٹوپی اور جراب کپڑا ہونے کے باوجود الگ الگ جگہ استعمال کرنے کے لیے بنائے گئے ہیں اگر جراب کو ٹوپی کی جگہ رکھ کر جراب والا نفع حاصل کرنے کی توقع رکھی جائے تو ناکامی کے علاوہ دیکھنے والوں سے کلمات حق بھی سننا پڑیں گے۔ ٹھیک اسی طرح قرآنی آیت ہو یا فرمان نبوی ان کو اپنے محل پر فٹ نہ کیا

جائے تو نہ فائدہ ہو گا اور نہ درست نتیجہ ظاہر ہو گا لیکن اگر اپنے محل پر ان کو فٹ کر دیا جائے تو نہ کتاب وسنت و آیات الہی میں کوئی تضاد نظر آئے گا اور نہ ہی درست نتائج کی وصول یابی میں کوئی دقت ہو گی۔

مگر افسوس ہمارے پیارے تیس مار خانوں نے زور و ظلم کی وہی غلط راہ اپنے لیے چن لی جن کی پوری کمائی بس کتاب و سنت کو ان کے محل سے اکھاڑنے اور ہٹانے پر مشتمل ہے غیر مقلدین نے "لا صلوۃ لمن لم یقراء بفاتحۃ الکتاب "والی روایت کو لیا اور مقتدی کی نماز پر جڑ دیا۔ اس غیر محل پر روایت کو جڑ دینے کا خمیازہ "من کان لہ امام " اور اس جیسے مفہوم پر مشتمل تمام روایات کا انکار کرنے کی صورت میں بھگتنا پڑا بات پھر بھی نا بنی یہاں تک کہ معراج والی رات انبیاء سابقین کی نماز بھی انکی اس کرم فرمائی کی زد میں آگئی اور چونکہ ان انبیائے سابقین پر فاتحہ اتری ہی نہ تھی کہ وہ نماز میں پڑھتے لہذا ان کی کرم فرمائی کا نشانہ سیدھا انبیاء کی نماز پر لگا اور پھر انکی گوہر فشانیوں کی روشنی میں ان کی نماز ہوئی ہی نہیں۔۔ اگر امام اور منفرد جو کہ اس حدیث کا محل ہے وہاں پر اس حدیث کو رکھا جاتا تو کسی حدیث کا انکار بھی نہ کرنا پڑتا اور انبیاء کی نماز پر بھی زد نہ پڑتی۔۔ ٹھیک اسی طرح اگر اس مقام پر " بل احیا" کے قرآنی مفہوم کو اسکی اپنی جگہ رکھ کر "طیور اخضر "والی روایات کو اپنے محل پر رکھا جاتا اور حیات انبیاء کے باب میں وارد احادیث کو اپنے اپنے محل پر فٹ کر دیا جاتا تو نہ قرآنی مفہوم کا انکار ہوتا اور نہ ایات یا احادیث کا کوئی تضاد نظر آتا اور نہ ہی کچھ احادیث کا انکار اور کچھ پر اصرار کرنا پڑتا۔

افسوس کہ امامیہ دین کی راہ پسند کرنے والوں نے ان کی " من کنت مولاہ " والی روایت کو اپنے محل سے ہٹا کر اسے انکار خلافت صدیقی کے لیے ڈھال بنانے کی طرح اور غیر مقلدوں کی "لا صلوہ " والی روایت کو ہتھیار بنا کر بہت ساری روایات کا انکار کرنے کی طرح ان مہربانوں نے بھی " وضع الشیئ فی غیر محلہ " کا ہتھوڑا ہاتھ میں لیا اور سارے تیس مار خان نکل آئے میدان میں ! تاکہ اس ہتھوڑے کے زور پر راہ اعتدال کی ساری

حدوں کو کچل دیں۔ اب اگر امامیہ دین کا مذکورہ طریقہ واردات گمراہی ہے تو مہربانوں کا انکی اتباع میں مذکورہ طریقہ اختیار کرنا کیا ہو گا؟

(ط) "بل احیاء" کے قرآنی مفہوم کو اپنی جگہ سے اکھاڑنے کے لئے ہمارے تیس مار خان یہ بانگ بھی دیتے رہتے ہیں کہ یہ عقیدہ تو قرآن کے خلاف ہے کیونکہ موت اور حیات دو متضاد چیزیں ہیں۔ لہذا موت آجانے کے بعد قبروں سے اٹھائے جانے والے دن سے پہلے حیات کا حاصل ہونا ان ایات کے خلاف ہے جن میں انسان پر موت وارد ہونے کا ذکر ہوا ہے ہمارے پیارے اس صورت حال کو کچھ اس ادا سے اور سر تال کی ایسی لے پر گاتے ہیں کہ قرآن کی یہ آیت بھی قرآن کے خلاف لگنے لگتی ہیں گویا یہ اللہ کو ایسی بات بتا رہے ہوں جس کا اللہ کو پتہ نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے تو یہاں پر "لا تقولوا" سے بات شروع کر کے "اموات" کی ایسی تشریح فرمائی جس نے مر جانے کے باوجود اس مرے ہوئے کو مردہ کہنے پر پابندی عائد کر دی ساتھ "بل احیاء" کہہ کر ان کی عقلوں کو حیران کر دیا کہ ٹھیک ہے اس نے موت کا ذائقہ چکھ لیا ہے مگر اس حالت کے بعد اب تم اسے مردہ نہیں کہہ سکتے بلکہ وہ زندہ ہیں ان کی یہ زندگی تمہارے ادراک سے باہر ہے۔ پس تم عقل کا کلمہ پڑھنے کی بجائے اللہ کی مانوں جو اعلان فرما رہا ہے کہ وہ زندہ ہیں! اللہ کی طرف سے یہ ایسی تشریح ہے کہ اب وہ ریاض الجنہ سے راہ فرار کے لیے "ہر مسجد کو جنت مانتا ہوں" کی گوہر فشانیاں بھی کریں تو وہ ان کے کسی کام نہیں آسکتیں کیوں کہ یہاں تو جو شخص راہ خدا میں قربان ہوا اسکی روح جسم سے پرواز کر گئی پھر بھی رب کریم کا اعلان ہے کہ "لا تقولو۔۔۔ اموات" مردہ مت کہو اور جسم سے روح نکل جانے کے بعد اسی کے لیے اعلان ہے جس کی روح جسم سے نکل گئی (تب ہی تو مرتبہ شہادت ملا) کہ "بل احیاء" بلکہ وہ زندہ ہے اب یہ حیران ہو کر گویا اللہ تعالیٰ کو بتا رہے ہیں کہ یا اللہ یہ تو تیرے قرآن کے ہی خلاف ہے اب بھلا جب یہ مر گیا تو "اموات" کیوں نہیں اور جب روح پرواز کر گئی تو "احیاء" کیوں ہے؟

ان کی عقل کو اگر معبود مان لیا جائے تب تو یہ بھی ماننا پڑتا کہ سورج جب تک اوپر سے پکڑ کر نہ لایا جائے اور پھلوں غلہ جات وغیرہ میں داخل نہ کر دیا جائے سورج کا نفع حاصل ہو ہی نہیں سکتا یہ جو زمین مخلوقات نباتات وغیرہ سورج سے نفع یاب ہوئے ہیں حالانکہ نہ تو سورج کا مستقر یہ زمین ہے نہ غلہ جات پھل اور نفع یاب ہونے والی دوسری چیزیں سورج والے مستقر کی چیزیں ہیں۔ بلکہ اس سورج کا مستقر تو زمین سے کوسوں دور ہے مگر اتنے بعید مستقر کے باوجود اسکا ایسا نفع بے شمار چیزیں حاصل کرتی ہیں جو نفع سورج کے سوا کسی اور شے سے حاصل نہیں ہو سکتا اب یہ نظریہ تو جاننے والوں کا ہے کہ فلاں اور فلاں چیز سورج کے بغیر باقی نہیں رہ سکتی لیکن یہ نظریہ رکھنے والوں نے کبھی یہ نہیں کہا کی ان کا وجود جب ہی قائم ہے کہ سورج اپنا مستقر چھوڑ کر ان کے اندر داخل ہو گیا اگر سورج اپنا مستقر چھوڑ کر ان میں سرایت نہ کرتا تو ان کو حیات حاصل ہی نہ ہو سکتی!

اب ان مہربانوں کو اللہ ہی سمجھائے جن کو اللہ تعالیٰ نے اس بات کا مشاہدہ کروادیا کہ اس مادیت کے جہان میں سورج اپنے مستقر میں رہ کر اپنی شعاؤں اور حرارت سے وابسط چیزوں کی حیات کا باعث بنتا ہے اور ان چیزوں کو حیات حاصل کرنے کے لئے سورج سے اس کا مستقر چھڑوانے کی ضرورت پیش نہیں آتی مگر جو اللہ مادیت کے اس جہاں میں اپنے کمال کا یہ مظہر دکھا رہا ہے ان بے چاروں کو اللہ کا یہ کمال سمجھ نہیں آرہا کہ جس طرح سورج کو اپنے مستقر پر رکھ کر وہ بہت ساری چیزوں کو اس کے ذریعہ حیات عطاء کر رہا ہے۔ وہ روح کو اپنے مستقر میں رکھ کر بھی راہ خدا میں جان فدا کرنے والے اور دیگر انعام یافتہ حضرات کے جسم کو حیات مہیا کر رہا ہے۔

(ظ) ہمارے مکابرہ پرور پیاروں نے جس سخت ترین غلطی کا ارتکاب کیا ہے وہ اس مسئلہ کی توضیح میں استعمال ہونے والی تعبیرات ہیں یعنی یہ مہربان ذریعہ کو منزل، آلہ کو اصل اور تعبیر کو مسئلہ قرار دے کر ذریعہ اور

منزل میں فرق کو یکسر مٹا دیتے ہیں۔ پھر ذریعہ کا منزل نہ ہونا دکھاتے ہوئے جو یہ مہربان جوش وخروش اور چھمک چھلیاں دکھاتے ہیں وہ دیکھنے سے تعلق رکھتی ہیں حالانکہ اس موٹی سی بات کو عام انسان بھی جانتا ہے کہ ذریعہ اور منزل دو الگ الگ چیزیں ہیں منڈی سے لاہور جانے کے لیے گاڑی ذریعہ ہے لاہور نہیں مگر ہمارے عقل وفہم کے غزالی زماں علامہ صاحبان ہیں کہ گاڑی کو لاہور کہہ کر غل مچاتے ہیں کہ دیکھو لو گو یہ لاہور ہے بھلا اس میں انار کلی اور چڑیا گھر کہاں ہے ؟؟؟ وغیرہ وغیرہ اب اس طرح کی نوازشات ، اور شور وغوغا کرنے میں جو زیادہ زور لگائے اور لغو زدہ زبان استعمال کرے وہ اپنے جیسوں میں مناظر اعظم ،فاتح، فلاں، فلاں وفلاں اور خدا جانے کیا سے کیا ہوتے ہیں۔ حالانکہ واقعہ یہ ہے کہ لاہور تک جانے کے لیے جیسے گاڑی ذریعہ ہے لاہور نہیں اسی طرح تعبیرات مسئلہ کو سمجھنے کا ذریعہ ہیں اور "بل احیا" اصل مسئلہ ہے اب اس مسئلہ کی تفہیم کے لیے استعمال ہونے والی تعبیرات آلہ اور ذریعہ ہیں منزل نہیں۔ اور یہ بات بھی سب جانتے ہیں کہ مختلف افراد اور احوال کے اعتبار سے منزل تک پہنچنے کے لیے ذرائع تو مختلف ہو سکتے ہیں کہ مثلا امیر آدمی لاہور جانے کے لیے کار وغیرہ استعمال کرتا ہے تو کوئی دوسرا بس اور کوئی ریل گاڑی مگر ان ذرائع کے تبدیل ہونے سے منزل یعنی لاہور تبدیل نہیں ہوتا۔ ٹھیک اسی طرح "بل احیاء" کی افہام و تفہیم میں مختلف احوال کے سبب مختلف تعبیرات استعمال ہو جائیں تو "بل احیاء" میں ان تعبیرات کے بدلنے سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔

اصل بات مختلف مزاج اور مختلف نظریات رکھنے والوں کے سامنے اسلامی عقیدہ کی تسلی بخش وضاحت ہوتی ہے۔ جس میں مخاطب کے نظریات پیش نظر رکھتے ہوئے ایسی تعبیرات سے اسلامی عقیدہ واضح کیا جاتا ہے کہ اسلام سے متصادم نظریات کا رد بھی ہو جائے اور اسلامی عقیدہ بھی اشکالات سے محفوظ رہے۔ اسی وجہ سے مختلف نظریات کے حامل لوگوں کے سامنے مسئلہ کی وضاحت اسلام کی ابتدائی صدیوں میں مختلف

تعبیرات سے ہوتی رہی جس کی وجہ سے "الایمان یزید وینقص" جیسی بحثیں معرض وجود میں آئیں آخر کار نتیجہ یہی نکلا کہ محض نزاع لفظی اور تعبیرات کا اختلاف ہے نفس مسئلہ سب کا ایک ہی ہے: پس جس طرح ابتدائی صدیوں میں تعبیرات کے استعمال پر لے دے ہوئی حالانکہ عقیدے میں کوئی دورائے نہ تھیں اسی طرح یہاں پر بھی اہل بدعت کی طرف سے اس مسئلہ کے باب میں اڑائی جانے والی گرد کے جواب میں اور معتزلہ طرز کا مزاج رکھنے والوں کی جانب سے پیدا کیے جانے والے اشکالات کے جواب میں تعبیرات استعمال کرتے ہوئے کسی حد تک فرق تو پیدا ہو گیا ہے مگر اصل مسئلہ میں اہل حق کے درمیان کوئی دورائے نہیں۔

جیسے حال ہی میں ہمارے پیاروں نے علماء بلد حرام کے فتاوی کو اپنے موقف کی تائید میں پیش کیا جس میں سوال کا جواب دیتے ہوئے اس کے ابتدائی الفاظ ہی یہ تھے۔،،، حی فی قبرہ،،، اب ان الفاظ میں نفس مسئلہ اور اصل عقیدہ تو صاف الفاظ میں بیان ہو گیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبر میں زندہ ہیں اور یہ بات تو ہمارے پیارے بھی جانتے ہیں کی قبر جسم کا مستقر ہے۔ آج تک ان میں سے کسی نے اس بات کا انکار نہیں کیا کہ جسم کا مستقر قبر نہیں بلکہ جسم کے علاوہ کسی دوسری چیز کا مستقر ہے اس جملہ سے وہ عقیدہ تو نصف النہار کی طرح واضح الفاظ میں بیان ہو گیا جو اہل حق نے اختیار کیا ہے کہ حیات جسم کو بھی حاصل ہے اور روح کو بھی اس اصل مسئلہ کے بعد آگے اس مسئلہ کی وہ تعبیرات استعمال ہوئیں جن کا حال تقاضہ کرتا تھا اب جس جملہ میں اصل مسئلہ بیان ہوا تھا اس سے تو یہ پیارے ایسے دوڑے جیسے کوا غلیل کو دیکھ کر دوڑتا ہے۔

مگر جب آگے کی تعبیرات مہربانوں کی آنکھوں نے دیکھیں تو ان کی آنکھیں چمک اٹھیں اور ان تعبیرات والے ذریعہ کو ہی اصل منزل دکھا کر (یعنی نیو خان کی گاڑی دیکھا کر) اسمیں ایسی انار کلی ڈھونڈی اور اس گاڑی کا تیہ پانچا کر کے شاہی قلعہ کا ایسا کھوج لگایا اور لاہور کی کسی علامت کا بس میں نہ ہونا یوں کھول

کر دکھایا کہ ہر طرف واہ واہ اور بلے بلے اور موجاں ہی موجاں ہو گئیں پیاروں کا یہ طریقہ قرآن پاک میں تو نہیں نہ قرآن والوں کے پاس یہ وارداتیں ہیں جو انہوں نے ان سے حاصل کی ہوں۔ ادیان کی دنیا میں یہ وارداتیں امامیہ دین میں وافر مقدار سے موجود ہیں جو اہل اسلام کے عقائد میں استعمال ہونے والی تعبیرات کو اصل مسئلہ قرار دیتے اور اس پر غل مچاتے رہتے ہیں

(ع) یوں تو ہمارے مہربان جو جو وارداتیں دینی معاملات میں کرتے رہتے ہیں ان میں سے کوئی ایک بھی ایسی نہیں کہ وہی ایک واردات ہی اللہ جل شانہ کی نظر کرم سے گر جانے کا باعث بن جائے "اعاذنا اللہ" اللہ کریم ہم سب کو اپنی پناہ میں رکھے اور ہر اس کام سے بچائے جو مالک مہربان کی نظر کرم سے گر جانے کا باعث ہو (امین ثم آمین یارب العالمین) مگر ان میں ایک بہت ہی خطرناک اور ان میں عام رائج بات اولیاء اللہ پر لپک لپک کر زبانیں دراز کرنا اور ان کے بارے میں بے لگام ہو جانا ہے یوں تو زبان قینچی کرنے والوں سے خود ان کے اپنے اساتذہ اور ہم فکر و نظر بھی نہیں بچ پائے مگر ان کی زبانوں تلے وہ عظیم حضرات بطور خاص مجروح ہوئے اور انکی ذد میں آئے ہیں جو سب کچھ ہی اللہ کے دین پر فدا کر گئے۔ ہم نے اپنی شعوری زندگی میں سیکڑوں نہیں تو بیسیوں ایسے حضرات کو دیکھا ہے جن کو دار فانی سے رحلت کے بعد اللہ کریم نے ایسی خرق عادت عزت سے نوازا جس کا نام کرامت کے علاوہ کچھ نہیں امام بخاری کی طرح دور حاضر کے کتنے ہی ایسے حضرات دنیا سے گئے جن کی عزت افزائی ان کے عند اللہ مقبول ہونے کی دلیل ہے مگر ایسے عند اللہ مقبول حضرات کے بارے میں ان مہربانوں سے منہ بھر کر پھکڑ تولتے اور زبان سوا گز کرتے خود سنا ہے اس بات کا تو یقین ہے کہ ان زبان درازیوں سے عند اللہ مقبول حضرات کے مقام و مرتبہ میں ذرا برابر فرق نہیں آئے گا بس یہ سوچ کہ وجود لرز جاتا اور دل حزیں ہو جاتا ہے کہ اس حیا سوز حرکت سے توفیق ہدایت سلب ہو جاتی ہے

قرآن کریم نے خود کو مومنین کہنے والے زبان درازوں کو **"وماھم بموء منین" "وما اولئك بالمومنین" "اولئك لم یومنوا" وقد دخلوا بلکفر وھم قد خرجوا به "صم بکم عمی فھم لا یرجعون" وتزھق انفسھم وھم کافرون"** کہا ہے زبان قینچی کر کے جنہوں نے اللہ کے پیارے اور محبوب بندوں کی عزتوں کو کاٹا تو اللہ تعالیٰ نے ان سے توفیق ہدایت کو سلب کر لیا آپ تلاش فرمایے بے شمار یہود و ھنود بعد از تحقیق دائرہ اسلام میں داخل ہوتے نظر آئیں گے مگر یہ زبان دراز اللہ کے محبوبوں پر بکنے والے ؟

خود غور کریں آخر ان پر در ہدایت کیوں بند ہے اس صورت کو دیکھ کر جب اپنے ان مہربانوں پر نظر جاتی اور زبانوں کا اگلا زہر سامنے آتا ہے تو اللہ گواہ ہے کہ قلب حزیں تڑپ کے رہ جاتا ہے کاش یہ لوگ کچھ تو اپنی آخرت کا سوچتے اور اسے برباد کرنے سے باز آجاتے مگر آہ! ونصحت لکم ولکن لا تحبون الناصحین ۔

کوئی ہے جو بتائے کہ ان کو یہ زبان درازیاں کس نے سکھائیں کتاب اللہ نے ؟ یا قرآن والے عقیدے نے ؟ اگر نہیں تو پھر خود ہی بتاؤ کہ امامیہ دین کی زبان و پہچان حاصل کر کے تم ان کے انجام سے کیسے محفوظ رہ سکتے ہو ؟

(غ) ہمارے مہربان جو اپنا قرآن والا عقیدہ ثابت کرتے وقت کوثر و تسنیم سے دھلی ہوئی زبان استعمال کرتے ہیں اسکی ایک خفیف سی جھلک بنڈ بندوق "کرنا ہے اپنا عقیدہ ثابت کرنے کے لیے یہ انکا موثر ہتھیار ہے کہ " بنڈ بندوق کر دوں گا " وغیرہ اب دوسری طرف کا مولوی بے چارہ سوچتا رہ جاتا ہے کہ ان ہفوات کا بھلا کیا جواب دوں ؟ کہتے ہیں " اچھا اخلاق اچھے خون کی علامت ہوتا ہے اور یہ کہ " جو کچھ پیالے کے اندر ہوتا ہے انڈیلتے وقت باہر وہی کچھ آتا ہے

عقیدہ اچھا ہو تو اسکے اثرات اچھے بول او اچھے اعمال کی صورت میں ظاہر ہوتے رہتے ہیں۔ کوئی شریف آدمی اس طرح کے جملے زبان سے کہنا تو درکنار سوچ بھی نہیں سکتا خود غور کریں کیا" بنڈ بندوق "کا کاروبار قرآن یا قرآن کے عقیدے کے مظاہر ہوسکتے ہیں؟ یا قرآن والوں نے اس طرح کے بول بولنے کی تربیت کی ہے؟ نہیں بلکہ دین وعقیدے کے نام پر اس قسم کا کاروبار کرہ ارض پر صرف امامیہ دین کا وصف امتیاز ہے جس کا وافر حصہ بقدر جثہ ہمارے پیاروں نے بھی وصول کر لیا ہوا ہے۔ اے کا ہوش ان پیاروں کو سمجھایا جاسکتا کہ یہ سب گھاٹے کا سودا خسارے کی تجارت اور حق کے بدلے باطل کی خریداری ہے اس دعوی کے ساتھ کہ "انما نحن مصلحوں "(بقرہ) جبکہ مالک مہربان کھلا اعلان فرمارہے ہیں أُولَٰئِكَ الَّذِينَ اشْتَرَوُا الضَّلَالَةَ بِالْهُدَىٰ فَمَا رَبِحَت تِّجَارَتُهُمْ وَمَا كَانُوا مُهْتَدِينَ ﴿١٦﴾ (بقرہ)

آخری گزارش

میرے سب جاننے والے احباب جانتے ہیں کہ اوپر ذکر کیا گیا عنوان میری محنت کا میدان نہیں اور جو میری محنت کا میدان ہے شعور کی دہلیز پر قدم رکھنے سے لیکر آج تک اس میدان میں جان جوکھوں پر رکھ کیا کچھ کیا؟ یہ میرا اور میرے محبوب مالک کے درمیان کا معاملہ ہے اگر مالک مہربان کی طرف سے چار دکھ آئے تو ہزاروں سکھ بھی اس نے عطاء فرمائے آزمائش کی جھیل میں کوئی لحظہ صرف ہوا تو کریم ذات نے اپنی پناہ اور مہربانی کے بحر بے کراں بھی دکھائے اونٹ گزر گیا بس پوچھ ہی باقی ہے۔

خود کو غلطیوں سے بری الذمہ نہیں جانتا وما وَمَا أُبَرِّئُ نَفْسِي ۚ إِنَّ النَّفْسَ لَأَمَّارَةٌ بِالسُّوءِ إِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّي" (آیت) البتہ جہاں تک راقم کا خیال ہے کوشش کی ہے دنیا کے معاملے میں بھی زبان کو جھوٹ سے بچاؤں اور کسی بھی ایمان والے کی خیر خواہی سے محروم نہ رہوں تو کیا خیال ہے آپ کا ایسے آدمی کے بارے میں جو دنیا کے معاملے میں بھی جھوٹ بولنے سے بچنے کی کوشش کرتا ہو وہ دین کے معاملے میں

جھوٹ بولے گا؟ اور جو دوسروں کی خیر خواہی کی طلب رکھتا ہے وہ اپنے بھائی بندوں اور اقربا کی خیر خواہی سے محرومی پسند کرے گا؟ ضروری نہیں کہ آدمی کی ہر کوشش کامیاب اور خیال درست ہی ہو مگر یہ بات بھی ہے کہ انسان کو اللہ تعالیٰ نے اپنی طاقت کے مطابق کوشش کرنے کا مکلف بنایا ہے خواہش یہی ہے کہ نفرتوں کے جو بیج بوئے جارہے ہیں اور تفریق و انتشار کی جو فضا بنائی جارہی ہے وہ کافور ہو جائے۔ جس کی خوبصورت شکل تو یہی ہے کہ قرآنی عقیدے کو اسکے محل پر رکھ لیا جائے سارا دین اپنے اپنے محل پر فٹ ہو جائے گا جس کی مختصر وضاحت اوپر گزر چکی لیکن اگر راقم کا درد دل قابل قبول نہ ہو تو کم از کم امامیہ دین کو اپنے گلے کا طوق بنا کر خود کو ویران نہ کیا جائے اللہ گواہ ہے کہ یہ طریقہ سوا بربادی کے کسی نتیجہ پر منتج نہیں ہوتا اور نہ ہی اس میں کوئی سی خیر ہے اگر راقم کی یہ التجا بھی قابل قبول نہ ہو تو خدا کے لیے ایک مسجد میں دو دو جماعتوں کی فضاء قائم کر کے تفریقا بین المومنین (التوبہ ۱۰۷) والے دشمنان صحابہ کے ایجنڈے کو عملی شکل دیکر دشمنان صحابہ کا ایجنٹ بننے کی کوشش نہ کی جائے یہ ایجنٹی اسلام اور اہل اسلام کے لیے تو خطرناک ہے ہی خود تمہارے لیے بھی بدترین وبال بن جائے گی اگر کسی پر بھی تم کو ترس نہیں آتا تو خود اپنے اوپر ہی ترس کرلو۔

اپنے من میں ڈوب کر پاجا سراغ زندگی
میرا نہیں بنتا نہ بن اپنا تو بن

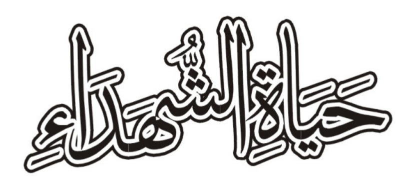
اِنۡ اُرِيۡدُ اِلَّا الۡاِصۡلَاحَ مَا اسۡتَطَعۡتُ‌ ؕ وَمَا تَوۡفِيۡقِىۡۤ اِلَّا بِاللّٰهِ‌ ؕ عَلَيۡهِ تَوَكَّلۡتُ وَاِلَيۡهِ اُنِيۡبُ ۸۸

ابن سلطان محمود مرحوم

وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ یُّقْتَلُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ ؕ
بَلْ اَحْیَآءٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ ﴿۱۵۴﴾ (البقرہ)

ارشاد السعداء

فی مسئلۃ



مرتب

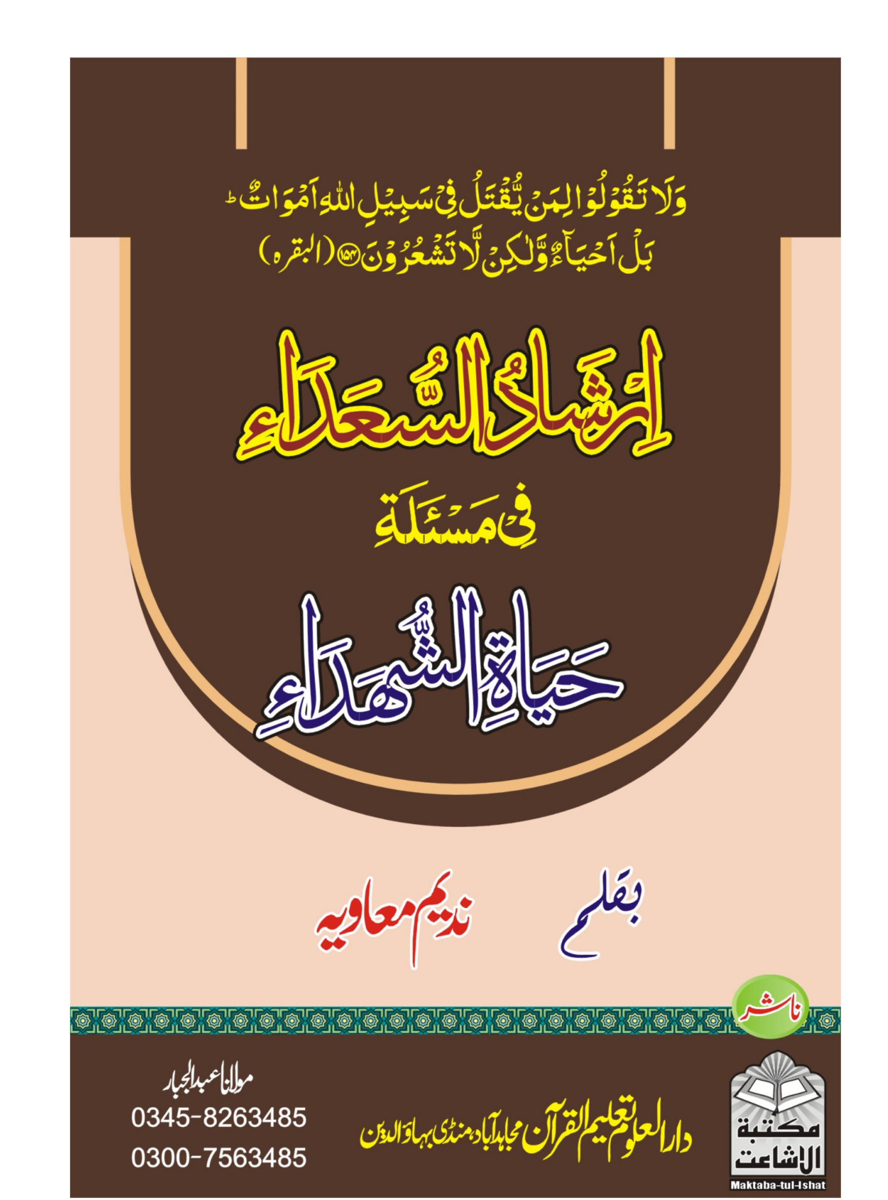
ندیم معاویہ



مولانا عبد الجبار
0345-8263485
0300-7563485

دار العلوم تعلیم القرآن، مجاہد آباد منڈی بہاؤالدین





نام کتاب : ارشاد السعداء فی مسئلة حیاة الشّہداء
نام مؤلف : ندیم معاویہ
تاریخ طباعت : دسمبر 2019ء
ناشر : مکتبۃ الاشاعت، مجاہد آباد، منڈی بہاؤالدین

فہرست المضامین

انتساب

اپنی اس سعی ناتمام کو اپنے تمام مشفقین، محبین، محسنین اساتذہ کے نام کرتا ہوں، جن کی محنتوں، صحبتوں اور دعاؤں سے آج ان کا فیض آپ تک پہنچانے کے لائق ہوا، جن میں بالخصوص

مناظر اسلام، فاتح فرق باطلہ

حضرت مولٰنا علامہ **خضر حیات بھکروی** صاحب حفظہ اللہ

اور

استاذ العلماء، پیکر اخلاص حضرت مولانا **عبدالجبار توحیدی** صاحب حفظہ اللہ

جو کہ شبانہ روز اس چمن اسلام کی ہر طرح سے آبیاری کرنے میں کمر بستہ ہیں۔
اللہ رب العزت سے دعاء ہے کہ ان کا فیض رہتی دنیا تک قائم و دائم فرمائے۔ (آمین)

پیشِ گفتار

حامداً و مصلیاً و مسلماً

کچھ عرصہ قبل میرے ایک شاگرد رشید "محمد ندیم معاویہ" نے ایک چند اوراقی مجموعہ بعنوان "اپنے پیاروں کی دکھ سازیاں" دکھایا، جس کو مکمل پڑھنے کے کا تو موقع نہ مل سکا۔ البتہ چیدہ چیدہ مقامات نظر سے گزرے۔

مصنف کا نام "ابن سلطان محمود مرحوم" تھا بعد از وضاحت پتہ چلا کہ میری ہی برادری کے ایک بچپن کے اور سفر و حضر کے ساتھی مولانا محمد ریاض صاحب جن کے مزاج میں بظاہر بالکل سادگی ہے۔ لیکن حضرت کا یہ رسالہ پڑھنے کے بعد اندازہ ہوا کہ تیری سادگی میں بھی اِک فریب ہے حضرت کی تحریر پڑھ کر یوں محسوس ہوا کہ حضرت بے حد مخبوط الحواس اور سیخ پا ہو چکے ہیں۔

خلاف توقع یہ تحریر دیکھ کر انتہائی تعجب ہوا کہ حضرت کی دکھتی ہوئی رگ پر کس اشاعتی نے ہاتھ رکھ دیا۔ کہ حضرت آگ بگولہ اور اتنے دکھیا ہو گئے کہ رسالہ لکھنا پڑا، بظاہر اتنے سادے اور پیارے بزرگ اصلاح اور خیر خواہی کے دعوے دار لیکن جب قلم ہاتھ میں آیا تو اس قدر طیش اور غصے میں کہ کہیں غصہ کی وجہ سے اپنے ہاتھ پاؤں نہ نوچ ڈالیں۔

حضرت کا یہ جارحانہ لہجہ دیکھ کر مجھے یہ کہنا پڑا کس بات سے تم تڑپ اُٹھے ہو: کہیں کانٹا تو نہیں چبھو گئے ہم۔ حضرت کے شدت بھرے جذبات دیکھ کر بارگاہ ایزدی میں مجھے درخواست پیش کرتے ہوئے اور حضرت کی طرف نسبت کرتے ہوئے یوں فریاد کرنا پڑی۔

خداوند تیرے یہ سادہ دل بندے کدھر جائیں۔
کہ درویشی بھی عیاری ہے سلطانی بھی عیاری

اور جب سرسری نظر سے مزید کچھ مقامات دیکھے تو حیات شہداء کی عجیب و غریب تحقیق اور پھر جہالت پر مبنی قرآن وحدیث اور اُمت مسلمہ کے خلاف عقلی گھوڑے دوڑاتے ہوئے نظر آئے اور ایک گھڑنتو عقیدہ (چوں کہ قتل یہ جسم ہوا لہذ زندہ بھی یہی دنیوی جسم ہی ہے) ایجاد

کر کے اُصولِ احناف سے یکسر ہٹ کر جہل پر مبنی ولائتی قسم کے دلائل دیکھنے کو ملے گویا کہ
کہیں کی اینٹ کہیں کا روڑا اماں بیٹی نے کنبہ جوڑا
چنانچہ میں نے محسوس کیا کہ مولانا کی تحقیق مولانا کے فوٹو سمیت منارِ پاکستان پر آویزاں کرنے کے لائق ہے (ماشاءاللہ)۔ مجھے انتہائی تعجب ہوا کہ اتنے بڑے بزرگ اور محقق عالم کہلانے والے اور اس قدر کم ظرفی اور تنگ نظری اور ضد پر مبنی تحریر کہ **اَلْاَمان و الحفیظ**
ساتھ ہی مجھے بچے نے کہا کہ اُستاد جی اگر مناسب سمجھیں تو اس رسالہ کا جواب لکھ دیں۔ میں نے کہا بیٹا کوئی مضبوط بنیادوں پر دلائل پر مبنی تحقیقی تحریر ہوتی جو جواب کے لائق ہوتی تو میں بھی قلم اُٹھاتا یہ تو چند ایک بے بنیاد عقلی ڈھکوسلوں اور ضد پر مبنی چند بہتان تراشیوں کا مجموعہ ہے اور ان اوراق کا جواب محض وقت کا ضیاع ہے۔ ساتھ ہی میں نے بچے کو استہزاءً کہا اس جہل مرکب تحریر کا جواب میں تو اپنی توہین سمجھتا ہوں، آپ ابھی طالب علم ہیں، اگر آپ جواب تحریر کرنا چاہیں تو میری طرف سے اجازت ہے۔ چنانچہ حال ہی میں محمد ندیم معاویہ نے بدست محمد شریف حسانی چند صفحات پر مشتمل ایک مجموعہ بنام (**ارشاد السعداء فی مسئلۃ حیاتِ شهداء**) مجھے دیا چند مقامات کو دیکھ کر انتہائی مسرت ہوئی کہ ایک چھوٹے سے بچے نے خود تراشیدہ عقیدہ پر مشتمل دلائل کے مٹی کے گھروندے ریزہ ریزہ کر کے فضائے آسمانی میں بکھیر دیئے اور چند لفظوں سے گھڑنتوں مذہب کا بیڑہ غرق کر دیا ہے۔ **فللّٰہ الحمد**
اب ربّ ذوالجلال کی بارگاہ میں دلی دعا ہے کہ رب العالمین ہمارے اس لگائے ہوئے گلشن کو منزلِ مقصود تک پہنچائے اور ان تمام طلباء کو عالم اسلام میں اشاعت اسلام اور اشاعت اسلام اور احیاء دین متین کا ذریعہ بنائے۔ **آمین یا رب العالمین**

عبدالجبار توحیدی

عرضِ مؤلّف:

الحمدللّٰہ وکفٰی وسلامٌ علٰی عبادہٖ الذین اصطفٰی، امابعد!

بندہ پُرتقصیر، عرض گزار ہے کہ چند دن پہلے اپنے علاقہ کی ایک پُرآشوب شخصیت "المعروف قاری ریاض صاحب" کا ایک پُرسوز اور پُرملال رسالہ الموسوم "اپنے پیاروں کی دکھ سازیاں" نظر سے گزرا، جس میں مسئلہ "حیاتِ شہداء" کی خوب صورت بگاڑی گئی، کتاب وسنت اور فہم سلف کا خوب مزاق اُڑایا گیا ہے۔ محض سینہ زوری، تحریف اور اکاذیب کے ذریعے سادہ لوح عوّام کو شہداء کے لیبل سے خاص زہر پیلانے کی کوشش کی گئی ہے۔
راقم نے اس صورت حال میں مناسب سمجھا کہ مسئلہ "حیاتِ شہدء" کی اصل حقیقت کتاب وسنّت اور فہم سلف کی روشنی میں پیش کی جائے، اور موصوف مفرور کے اکاذیب کا پردہ چاک کیا جائے راقم الحروف کو نہ علم کا دعویٰ ہے اور نہ ہی تصنیف کا تجربہ ہے، محض عوّام کی خیر خواہی کیلئے اور حصول رضاء الٰہی کے لیے سادہ زبان میں حق مسئلہ واضح کرنا مقصود ہے۔
اگر اہلِ علم کو میری تحریر میں کوئی سقم یا غلطی نظر آئے تو بطور جذبہ خیر خواہی میری اصلاح فرمائیں، مبنی بر دلائل اصلاح کا شکریہ ادا کروں گا۔ کیونکہ میں خود درجہ موقوف علیہ کا طالب علم ہوں اچھی طرح سمجھتا ہوں کہ اپنے سے بڑے یا چھوٹے سے حصولِ علم باعثِ عزت ہے، نہ باعث عار۔
اس مختصر رسالہ میں ابتداءً "مسئلہ حیاتِ شہداء" کی حقیقت بیان کی گئی ہے، اور آخر میں زائغین، کاذبین، اہل غلو کے شبہات کا جواب عرض کیا گیا ہے اللہ تعالیٰ میری اس کاوش کو اپنے دربارِ عالیہ میں شرفِ قبولیت عطاء فرمائے، اہل حق کے لیے اطمینان، اور اہل بدعت کے لیے ہدایت کا ذریعہ اور سامان بنائے۔

محمد ندیم معاویہ

٣ ربیع الثّانی / ١٤٤١ ہجری

قرآن کریم کے اندر اللہ رب العزت شہداء کی رفعت ومنقبت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں::

”وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ ؕ بَلْ اَحْيَآءٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ﴿۱۵۴﴾“(سورۃ البقرہ)

ترجمہ:: اور نہ کہو ان کو جو مارے گئے خدا کی راہ میں کہ مردے ہیں بلکہ وہ زندہ ہیں لیکن تم کو خبر نہیں (ترجمہ از شیخ الہندؒ)

اس آیت کے اندر باری تعالیٰ فرماتے ہیں کہ شہداء کو ایک حیات حاصل ہے لیکن تم اس حیات کا شعور نہیں رکھتے، جس کے متعلق علامہ آلوسیؒ فرماتے ہیں::

۱)۔۔۔”وَأَمَّا الْقَوْلُ بِحَيَاةِ هٰذَا الْجَسَدِ الرَّمِيْمِ مَعَ هَدْمِ بِنْيَتِهٖ وَتَفَرُّقِ أَجْزَائِهٖ وَذِهَابِ هَيْئَتِهٖ وَإِنْ لَّمْ يَكُنْ ذٰلِكَ بَعِيْدًا عَنْ قُدْرَةِ مَنْ يَّبْدَأُ الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ لٰكِنْ لَّيْسَ إِلَيْهِ كَثِيْرُ حَاجَةٍ، وَلَا فِيْهِ مَزِيْدُ فَضْلٍ، وَلَا عَظِيْمُ مَنَّةٍ“(روح المعانی)

ترجمہ: بہرحال اس ریزہ ہونے والے جسم کی حیات کا قول کرنا بوجود ڈھانچے کے خراب ہونے اور اجزاء کے متفرق ہونے اور ہیئت کے ختم ہونے کے، اگرچہ یہ باری تعالیٰ کی قدرت سے بعید نہیں ہے لیکن اس کی ضرورت نہیں ہے اور نہ اس میں کوئی خاص فضیلت ہے اور نہ ہی یہ بڑا احسان ہے۔

۲)۔۔۔قاضی بیضاوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: وَهُوَ تَنْبِيْهٌ عَلٰى أَنَّ حَيَاتَهُمْ لَيْسَتْ بِالْجَسَدِ (بیضاوی)

ترجمہ: یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ شہداء کی حیات جسمانی نہیں ہے۔

جب یہ معلوم ہو گیا کہ شہداء کو جو حیات حاصل ہے وہ شعور سے بالاتر ہے تو یہ بھی معلوم ہو گیا کہ

وہ زندگی، دنیوی جسمانی نہیں ہے کیونکہ دنیوی زندگی شعور سے بالاتر نہیں ہوتی۔

تو پھر آیت میں بیان کردہ ”حیات شہداء“ کون سی ہے، تو اب ہم اسی حیات کو (جو مذکورہ آیت میں بیان کی گئی ہے) اصول اہلسنت والجماعت کے مطابق بیان کرتے ہیں۔

آیات مبارکہ کی تفسیر اور حیاتِ شہداء کی حقیقت

تفسیر القرآن بالقرآن:

۱)۔۔۔سورۃ البقرۃ میں جو اللہ تعالیٰ نے شہداء کے بارے میں فرمایا کہ ”وہ زندہ ہیں“ تو اسی ”بل احیاء“ کی مزید وضاحت اللہ تعالیٰ نے سورۃ آلِ عمران، آیت (۱۶۹) میں بیان فرمائی ہے کہ

”وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا ؕ بَلْ اَحْيَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ﴿۱۶۹﴾“

ترجمہ: اور تو نہ سمجھ ان لوگوں کو جو مارے گئے اللہ کی راہ میں مردے بلکہ وہ زندہ ہیں اپنے رب کے پاس کھاتے پیتے ہیں (ترجمہ از شیخ الہندؒ)

شہداء کو جو حیات اور زندگی حاصل ہے وہ ”عِنْدَ رَبِّهِمْ“ اُن کے رب کے پاس ہے، اور اس ”عِنْدَ رَبِّهِمْ“ عندیت (اپنے رب کے ہاں زندہ ہونا) اس کی وضاحت اللہ تعالیٰ نے سورۃ تحریم میں فرمائی ہے::

”رَبِّ ابْنِ لِيْ عِنْدَكَ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ“(تحریم ۱۱)

بی بی آسیہ عرض کرتی ہیں کہ اے اللہ! میرا گھر اپنے پاس بنالے یعنی جنت میں۔

تو اس سے معلوم ہوا کہ آلِ عمران میں جو ”عِنْدَ رَبِّهِمْ“ ہے (اپنے رب کے پاس زندہ ہوتے ہیں) اس سے مراد جنت میں زندہ ہونا ہے۔

۲)۔۔۔بقرہ، آلِ عمران میں جوشہداء کے بارے میں فرمایا کہ "وہ اپنے رب کے پاس زندہ ہیں" قرآن پاک نے ایک اور مقام پر اس کی خود تشریح فرمائی ہے سورۃ یٰسین میں ایک شہید فی سبیل اللہ کا واقعہ بیان فرمایا، کہ انبیاء کی تابعداری میں جب اُس نے اللہ کی توحید خالص کا اعلان کیا تو غالیوں نے اُسے شہید کر دیا، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ ان ظالموں نے اس کی لاش کو پاؤں تلے روندا کہ اس کی آنتیں بھی پیٹ سے باہر نکل آئیں، اللہ تعالیٰ نے فرمایا

"قِيلَ ادْخُلِ الْجَنَّةَ ۖ قَالَ يٰلَيْتَ قَوْمِي يَعْلَمُونَ ﴿۲۶﴾ بِمَا غَفَرَ لِي رَبِّي وَجَعَلَنِي مِنَ الْمُكْرَمِينَ ﴿۲۷﴾" (یس)

ترجمہ:: حکم ہوا چلا جا بہشت میں بولا کسی طرح میری قوم معلوم کرلیں ۔کہ بخشا مجھ کو میرے رب نے اور کیا مجھ کو عزت والوں میں (ترجمہ از شیخ الہندؒ)

بقرہ کی آیت "بل احیاء" کی وضاحت آلِ عمران کی آیت (بَلْ اَحْيَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ) نے فرمادی اور ان دونوں آیتوں کی تفسیر سورۃ یٰسین کی آیت "قِيلَ ادْخُلِ الْجَنَّةَ ۖ الخ" نے فرمادی ہے کہ شہداء کی حیات برزخی، روحانی جنّت والی ہے، بایں طور کہ ارواحِ شہداء کو جنّت میں داخل کر دیا جاتا ہے اور جنّت کی نعمتوں میں ارواح شہداء سیر کرتی ہیں اور وہاں ان کو رزق دیا جاتا ہے ۔ارواح شہداء کو ابدان عنصری میں ہرگز نہیں لوٹایا جاتا۔

آیات مبارکہ کی تفسیر احادیث مبارکہ سے

حضرات گرامی! ہم نے دونوں آیتوں کی تفسیر خود قرآن پاک ہی سے پیش کر دی ہے، اب آپ کے سامنے شارح قرآن، مفسر اول حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی احادیث مبارکہ سے پیش کرتے ہیں۔

حدیث اوّل::

عَنْ مَسْرُوقٍ، قَالَ: سَأَلْنَا عَبْدَ اللهِ عَنْ هَذِهِ الْآيَةِ: "وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللهِ أَمْوَاتًا بَلْ أَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُونَ" ﴿آل عمران: ۱۶۹﴾ قَالَ: أَمَا إِنَّا قَدْ سَأَلْنَا عَنْ ذَلِكَ، فَقَالَ: أَرْوَاحُهُمْ فِي جَوْفِ طَيْرٍ خُضْرٍ، لَهَا قَنَادِيلُ مُعَلَّقَةٌ بِالْعَرْشِ، تَسْرَحُ مِنَ الْجَنَّةِ حَيْثُ شَاءَتْ، ثُمَّ تَأْوِي إِلَى تِلْكَ الْقَنَادِيلِ، فَاطَّلَعَ إِلَيْهِمْ رَبُّهُمُ اطِّلَاعَةً، فَقَالَ: هَلْ تَشْتَهُونَ شَيْئًا؟ قَالُوا: أَيَّ شَيْءٍ نَشْتَهِي وَنَحْنُ نَسْرَحُ مِنَ الْجَنَّةِ حَيْثُ شِئْنَا، فَفَعَلَ ذَلِكَ بِهِمْ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ، فَلَمَّا رَأَوْا أَنَّهُمْ لَنْ يُتْرَكُوا مِنْ أَنْ يُسْأَلُوا، قَالُوا: يَا رَبِّ، نُرِيدُ أَنْ تَرُدَّ أَرْوَاحَنَا فِي أَجْسَادِنَا حَتَّى نُقْتَلَ فِي سَبِيلِكَ مَرَّةً أُخْرَى، فَلَمَّا رَأَى أَنْ لَيْسَ لَهُمْ حَاجَةٌ تُرِكُوا (مشکوٰۃ شریف، ص ۳۳۰، مسلم شریف ص ۱۳۵، رقم الحدیث ۱۸۸۷، جامع الترمذی، ص ۱۳۰، رقم الحدیث ۳۰۱۱، ج ۲، سنن ابن ماجہ، ص ۲۰۱، تفسیر ابن کثیر، ص ۴۲۶، ج ۱)

ترجمہ::

حضرت مسروق (تابعیؒ) کہتے ہیں کہ ہم نے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے اس آیت کریمہ "وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللهِ أَمْوَاتًا بَلْ أَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُونَ (جولوگ خدا کی راہ جہاد میں مارے گئے ہیں ان کو تم مردہ خیال نہ کرو بلکہ وہ اپنے پروردگار کے پاس زندہ ہیں اور ان کو رزق دیا جاتا ہے)" کی تفسیر پوچھی ۔تو حضرت عبداللہ بن مسعودؓ (صحابی رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے کہا کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس آیت کریمہ کی تفسیر پوچھی تھی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ (شہداء) کی روحیں سبز رنگ کے پرندوں کے قالب میں ہیں ان کے (رہنے) کیلئے عرش الٰہی کے نیچے (بمنزلہ گھونسلوں) کے قندیلیں لٹکائی گئی

ہیں وہ (روحیں) بہشت میں سے جہاں سے ان کا جی چاہتا ہے، میوے کھاتی ہیں پھر قندیلوں میں جا کر بسیرا کرتی ہیں، تب پروردگار ان (شہداء) کی طرف جھانکتا ہے اور فرماتا ہے کہ تم کو کسی چیز کی خواہش ہے؟۔ وہ عرض کرتی ہیں کہ ہم کس چیز کی خواہش کریں، درانحالیکہ ہم بہشت میں سے جہاں سے ہمارا جی چاہتا ہے میوے کھاتے ہیں، اللہ تعالیٰ ان کے ساتھ تین مرتبہ یہی معاملہ کرتا ہے (یعنی تین بار ان سے یہی سوال کرتا ہے) اور جب وہ دیکھتے ہیں کہ ہمیں پوچھے جانے سے نہیں چھوڑا جائے گا (یعنی جب وہ جانتے ہیں کہ پروردگار کی مراد یہ ہے کہ ہم کسی خواہش کا اظہار کریں) تو وہ عرض کرتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار! ہماری بس یہی خواہش ہے کہ تو ہماری روحوں کو ہمارے جسموں میں واپس کردے (اور ہمیں دنیا میں واپس بھیج دے) تاکہ ہم ایک بار اور تیری راہ میں مارے جائیں، جب اللہ تعالیٰ یہ دیکھتا ہے کہ ان کی کوئی (متعین) خواہش وحاجت نہیں ہے تو وہ چھوڑ دیئے جاتے ہیں۔

حدیث دوم::

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: لَمَّا أُصِيبَ إِخْوَانُكُمْ بِأُحُدٍ جَعَلَ اللهُ أَرْوَاحَهُمْ فِي جَوْفِ طَيْرٍ خُضْرٍ، تَرِدُ أَنْهَارَ الْجَنَّةِ، تَأْكُلُ مِنْ ثِمَارِهَا، وَتَأْوِي إِلَى قَنَادِيلَ مِنْ ذَهَبٍ مُعَلَّقَةٍ فِي ظِلِّ الْعَرْشِ، فَلَمَّا وَجَدُوا طِيبَ مَأْكَلِهِمْ، وَمَشْرَبِهِمْ، وَمَقِيلِهِمْ، قَالُوا: مَنْ يُبَلِّغُ إِخْوَانَنَا عَنَّا، أَنَّا أَحْيَاءٌ فِي الْجَنَّةِ نُرْزَقُ لِئَلَّا يَزْهَدُوا فِي الْجِهَادِ، وَلَا يَنْكُلُوا عِنْدَ الْحَرْبِ، فَقَالَ اللهُ سُبْحَانَهُ: أَنَا أُبَلِّغُهُمْ عَنْكُمْ، قَالَ: فَأَنْزَلَ اللهُ: "وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللهِ" ﴿آل عمران:۱۶۹﴾ إِلَى آخِرِ الْآيَةِ۔ (ابوداؤد، رقم الحدیث ۲۵۲۰، ص ۳۴۱، مشکوٰۃ ص ۳۳۵، تفسیر ابن کثیر، ص ۴۲۷)

ترجمہ::

ترجمان القرآن، آپ ﷺ کے چچازاد بھائی حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے صحابہ سے فرمایا: جب تمہارے بھائی غزوہ اُحد میں شہید کئے گئے تو اللہ تعالیٰ نے ان کی روحوں کو سبز رنگ کے پرندوں کے قالب میں جنت میں منتقل کردیا، چنانچہ وہ روحیں جنت کی نہروں پر آتی ہیں، وہاں کے میوے کھاتی ہیں اور پھر ان سونے کی قندیلوں میں جا کر بسیرا کرتی ہیں جو عرش کے سایہ میں لٹکی ہوئی ہیں تو جب ان روحوں نے اپنے کھانے، پینے اور اپنے بسیرے کی لطف اندوزی کو پایا تو کہنے لگیں کہ کون ہے جو ہماری طرف سے ہمارے بھائیوں کو یہ پیغام پہنچائے کہ ہم جنت میں زندہ ہیں اور حق تعالیٰ کی ایسی ایسی عظیم نعمتوں سے لطف اندوز ہیں تاکہ وہ جنت کو حاصل کرنے میں بے رغبتی وکوتاہی نہ کریں بلکہ جنت کے ان درجات کو حاصل کرنے میں راغب ہوں اور لڑائی کے وقت سستی نہ کریں، اللہ تعالیٰ نے ان کی یہ بات سن کر فرمایا: گھبراؤ نہیں تمہاری طرف سے میں ان کو پیغام پہنچاؤں گا، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی "وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا ۭ بَلْ اَحْيَاۗءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ ۝۱۶۹"

حدیث (۳):: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ

آپ ﷺ سے روایت کرتے ہیں::

"عَن أبي سعيد الْخُدْرِيّ عَن النَّبِي صلى الله عَلَيْهِ وَسلم قَالَ: إِن أَرْوَاح الشُّهَدَاء فِي طير خضر ترعى فِي رياض الْجنَّة ثمَّ يكون مأواها إِلَى قناديل معلقَة بالعرش فَيَقُول الرب: هَل تعلمُونَ كَرَامَة أكْرم من كَرَامَة أكرمتكموها فَيَقُولُونَ: لَا إِلَّا أَنا وددنا أَنَّك أعدت أَرْوَاحنَا فِي أجسادنا حَتَّى نُقَاتِل فنقتل مرّة أُخْرَى فِي سَبِيلك (الدر منثور، ص ۹۶، ج ۲)"

ترجمہ::

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:: کہ شہداء کی روحیں سبز پرندوں کی صورت میں جنت کے باغوں میں چرتی ہیں، پھر ان کے سکون حاصل کرنے کی جگہ وہ قندیلیں ہیں جو عرش کے ساتھ لٹکی ہوئی ہیں، پھر اللہ رب العزت ان سے فرماتے ہیں کہ جو میں نے تم کو عزت دی ہے کیا اس سے بڑھ کر کوئی عزت و توقیر تمہارے علم میں ہے، جواب میں وہ روحیں کہتی ہیں: نہیں، البتہ ہماری ایک خواہش ہے کہ اے اللہ! آپ ہماری روحوں کو دوبارہ بدنوں میں لوٹا دیں تاکہ ہم ایک بار پھر تیرے لئے جنگ کریں اور ایک بار پھر تیرے راستے میں شہید ہوں۔

حدیث نمبر (۴)::

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں::" عَنِ ابْنِ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ، عَنْ أَبِيهِ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: إِنَّ أَرْوَاحَ الشُّهَدَاءِ فِي طَيْرٍ خُضْرٍ تَعْلُقُ مِنْ ثَمَرِ الْجَنَّةِ أَوْ شَجَرِ الْجَنَّةِ " (سنن الترمذی، رقم الحدیث ۱۶۴۱، ص ۲۹۲، ج ۱)

ترجمہ::

آپ ﷺ نے فرمایا کہ سبز پرندوں کے پوٹوں میں شہیدوں کی روحیں جنت میں پھل وغیرہ کھاتی ہیں۔

حدیث (۵)::

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ اس آیت کی تفسیر ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔" جَابِرُ بْنُ عَبْدِ اللهِ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ قَالَ لَمَّا أُصِيبَ إِخْوَانُكُمْ بِأُحُدٍ جَعَلَ اللهُ أَرْوَاحَهُمْ فِي حَوَاصِلِ طُيُورٍ خُضْرٍ تَحْتَ الْعَرْشِ تَرِدُ أَنْهَارَ الْجَنَّةِ وَتَأْكُلُ مِنْ ثِمَارِهَا وَتَأْوِي إِلَى قَنَادِيلَ مُعَلَّقَةٍ تَحْتَ الْعَرْشِ " (احکام القرآن للجصاص، ص ۳۳۲، ج ۲)

ترجمہ::

آپ ﷺ نے فرمایا جو تمہارے بھائی جنگِ اُحد میں شہید ہوئے تھے، اللہ رب العزت نے ان کی روحوں کو سبز پرندوں کے پوٹوں میں داخل کر دیا جو جنت کی نہروں سے سیرابی حاصل کرتی ہیں اور جنت کے پھل و فروٹ کھاتی ہیں اور عرش کے نیچے لٹکی ہوئی قندیلوں میں وہ سکون حاصل کرتی ہیں۔

قارئین کرام! اس حدیث کا ترجمہ بھی دیکھئے، یہاں پر بھی موجود ہے کہ شہداء کی ارواح اللہ تعالیٰ کے عرش کے نیچے جنت میں ہیں (نہ کہ جسم میں) اور وہاں کھاتی پیتی بھی ہیں۔

حدیث (۶)::

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں::" وَعَنْ أَنَسٍ أَنَّ الرَّبِيعَ بِنْتَ الْبَرَاءِ وَهِيَ أُمُّ حَارِثَةَ بْنِ سُرَاقَةَ أَتَتِ النَّبِيَّ ﷺ فَقَالَتْ: يَا رَسُولَ اللهِ أَلَا تُحَدِّثُنِي عَنْ حَارِثَةَ وَكَانَ قُتِلَ يَوْمَ بَدْرٍ أَصَابَهُ سَهْمٌ غَرْبٌ فَإِنْ كَانَ فِي الْجَنَّةِ صَبَرْتُ وَإِنْ كَانَ غَيْرُ ذَلِكَ اجْتَهَدْتُ عَلَيْهِ فِي الْبُكَاءِ فَقَالَ: يَا أُمَّ حَارِثَةَ إِنَّهَا جِنَانٌ فِي الْجَنَّةِ وَإِنَّ ابْنَكِ أَصَابَ الْفِرْدَوْسَ الْأَعْلَى. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ " (مشکوٰۃ، رقم الحدیث ۳۸۰۹، ص ۳۳۱)

مطلب::

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ (میری پھوپھی) حضرت ربیع بنت براء جو حضرت حارثہ بن سراقہ کی ماں ہیں نبی پاک ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور کہنے لگیں کہ (اے اللہ کے نبی) کیا آپ مجھ سے میرے بیٹے حارثہ کا حال بیان نہیں کریں گے، اور حارثہ جنگ بدر میں شہید ہو گئے تھے، ان کو ایسا تیر لگا تھا کہ جس کا چلانے والا معلوم نہ ہوا کہ کون تھا، اگر وہ جنّت میں ہوں تو میں صبر کروں اور اگر وہ کسی اور جگہ ہو تو میں رونے کی کوشش کروں (مطلب

کہ خوب روؤں جیسے عورتوں کی طبعی عادت ہوتی ہے) آپ ﷺ نے فرمایا اے حارثہ کی ماں!! حقیقت یہ ہے کہ جنت میں بہت سے باغ ہیں اور تمہارا بیٹا جنت الفردوس میں پہنچا ہوا ہے (جو کہ جنت کا سب سے بڑا درجہ ہے) (مظاہر حق جلد ۳، ص ۷۰۵)

حدیث (۷)::

"عَنْ جَابر قَالَ: قَالَ رَجُلٌ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ أُحُدٍ: أَرَأَيْتَ إِنْ قُتِلْتُ فَأَيْنَ أَنَا؟ قَالَ: فِي الْجَنَّةِ فَأَلْقَى تَمَرَات فِي يَدِه ثُمَّ قَاتل حَتَّى قتل" (مشکوۃ شریف، رقم الحدیث ۳۷۹۳، ص ۳۴۲)

ترجمہ::

حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ جنگ بدر والے دن ایک بندے نے آپ ﷺ سے پوچھا کہ اگر میں قتل ہو جاؤں تو میں کہاں جاؤں گا؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: جنت میں (نہ کہ دنیا میں دوبارہ جسم کے ساتھ زندہ ہو جائے گا) اس بندے نے اپنے ہاتھ سے کھجوریں پھینک دیں، پھر لڑائی کی یہاں تک کہ قتل ہو گیا۔

حدیث (۸)::

"قَالَ عُمَرُ لِلنَّبِيِّ ﷺ: أَلَيْسَ قَتْلَانَا فِي الْجَنَّةِ وَقَتْلَاهُمْ فِي النَّارِ؟ قَالَ: بَلَى" (بخاری شریف، ص ۳۹۵، ج ۱)

ترجمہ::

حضرت عمر فاروقؓ نے آپ ﷺ سے سوال کیا کہ کیا ہمارے شہداء جنت میں نہیں ہیں اور ان کے (یعنی کافروں کے) مقتول جہنم میں؟ ۔ آپ ﷺ نے فرمایا:: کیوں نہیں (یعنی ہمارے شہداء جنت میں ہیں اور مشرکین کے مقتول جہنم میں ہیں)۔

حدیث (۹):

"اَلْإِمَامُ أَحْمَدُ، عَنِ الْإِمَامِ الشَّافِعِيِّ، عَنِ الْإِمَامِ مَالِكٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ، عَنْ أَبِيهِ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: نَسَمَةُ الْمُؤْمِنِ طَائِرٌ تَعْلَقُ فِي شَجَرِ الْجَنَّةِ، حَتَّى يُرْجِعَهُ اللهُ إِلَى جَسَدِهِ يَوْمَ يَبْعَثُهُ" (تفسیر ابن کثیر، جلد ۴، ص ۴۲۹)

مطلب::

امام احمد امام شافعی سے، امام شافعی امام مالک سے، امام مالک امام زہری سے، امام زہری امام عبدالرحمٰن بن کعب بن مالک سے اور وہ اپنے باپ سے، اور وہ رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: مؤمن کی روح (بعد از موت) ایک پرندہ کی شکل میں ہوتی ہے جو جنت کے درختوں کے پھل کھاتی رہتی ہے یہاں تک کہ جب قیامت قائم ہوگی تو اس روح کو اس کے جسم کی طرف اللہ رب العزت واپس لوٹا دیں گے۔

نوٹ::

اس روایت کے راوی تین امام ہیں (۱)۔ امام احمدؒ ۔(۲)۔ امام شافعیؒ ۔(۳)۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور اس روایت میں بھی واضح ہے کہ شہداء کی حیات جنتی اور روح والی ہوتی ہے نہ کہ جسم والی، تو اس سے معلوم ہوا کہ تینوں اماموں کا بھی یہی مسلک ہے کہ قیامت تک شہداء کے ابدان عنصریہ میں روح نہیں لوٹائی جاتی۔

حدیث (۱۰)::

حضرت جابر بن عبداللہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے (میرے باپ کی شہادت پر مجھے غمگین دیکھ کر) فرمایا کیا میں تجھے اس بات کی بشارت نہ دوں۔ جس کے ساتھ اللہ

تعالیٰ تیرے باپ کے ساتھ پیش آئے؟۔میں نے عرض کیاہاں یارسول اللہ ﷺ!!ضرور بشارت دیجئے!فرمایا::اللہ رب العزت نے کسی سے ہرگز کلام نہیں فرمایامگر پردہ کے پیچھے، اور تیرے باپ کو زندہ کیاہے اس سے بالمشافہ بات کی۔فرمایااے میرے بندے!تو مجھ سے کوئی تمنا کر میں تجھے دوں گا(تیرے باپ نے فرمان الٰہی کے جواب میں عرض کیا) اے میرے رب تو مجھے زندہ کر،تاکہ میں تیری راہ میں دوبارہ قتل کیاجاؤں!!اللہ رب العزت نے فرمایا:میری طرف سے یہ فیصلہ پہلے ہوچکا ہے کہ دوبارہ واپس نہیں آئیں گے۔اور یہ آیت نازل ہوئی:"وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا ۭ بَلْ اَحْيَاۗءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ ﴿١٦٩﴾"الآیۃ۔(سنن الترمذی،جلد ۲،تفسیر سورۃ آل عمران)

حضرات محترم!ہم نے آپ حضرات کے سامنے قرآن اور دس احادیث رسول اللہ ﷺ ذکر کی جن سے یہ بات نکھر کر سامنے آجاتی ہے۔کہ قران مقدس کی سورۃ بقرہ میں جوشہداء کیلئے (بل احیاءٌ) حیات کا تذکرہ کیاہے،اس سے حیات جنتی اورروح کی حیات مراد ہے۔ جس سے وہ شہداء جنت میں مزے کرتے ہیں نہ کہ حیات،جسمانی اوردنیوی ہے

آیات مبارکہ کی تفسیر اقوال الصحابہ رضی اللہ عنہم سے

قارئین گرامی! آیات مبارکہ کی تفسیر اور حیات شہداء کی جو حقیقت ہم نے اپ کے سامنے ذکر کی قرآن سے اور فرامین رسول اللہ ﷺ سے اب ہم آپ کے سامنے یہ پیش کرنا چاہتے ہیں کہ یہی تفسیر اور حقیقتِ حیات شہداء آپ ﷺ کے محب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بیان فرمائی ہے۔

مسروق تابعیؒ فرماتے ہیں کہ ہم نے صحابی رسول اللہ ﷺ حضرت عبداللہؓ بن مسعودؓ سے شہداء کی ارواح کے متعلق پوچھا تو فرمایا شہداء کی ارواح سبز رنگ کے پرندوں کے

پیٹوں میں ہوتی ہیں،ان کیلئے عرش سے قندیلیں لٹکی ہوئی ہیں،شہداء کی روحیں جنت میں جہاں چاہتی ہیں کھاتی،پیتی ہیں،پھران قندیلوں میں آجاتی ہیں۔تواللہ تعالیٰ ان سے بطور اکرام پوچھتے ہیں،کیاتمہاری کوئی ضرورت ہے جوتم چاہتی ہو؟ تو وہ روحیں کہتی ہیں"نہیں" ہاں مگر یہ چاہتی ہیں کہ ہم دوبارہ دنیامیں لوٹ جائیں پھر دوبارہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں شہید ہوجائیں۔سنن دارمی،رقم الحدیث ۲۶۰۰،(شرح الصدور)

۲)۔۔۔حضرت عبداللہؓ بن عباسؓ فرماتے ہیں:شہداء کی ارواح سبز پرندوں کے پیٹوں میں ہوتی ہیں اور جنت کے پھلوں سے کھاتی،پیتی ہیں(شرح الصدور)۔

۳)۔۔۔حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کوایک آدمی نے کہا کہ آپ ﷺ فوت ہوجانے کے بعد کہاں ہیں؟۔تو ابن مسعودؓ نے فرمایا:جنت میں ہیں۔(شرح الصدور)

۴)۔۔۔حضرت ابودرداءؓ سے ارواح شہداء کے بارے میں پوچھا گیا تو فرمایا:شہداء کی ارواح سبز پرندوں کی صورت میں عرش سے لٹکی قندیلوں میں ہوتی ہے اور جنت کے باغوں میں جہاں چاہتی ہیں،کھاتی،پیتی ہیں۔(شرح الصدور)

۵)۔۔۔حضرت اُبی ابن کعبؓ فرماتے ہیں:شہداء جنت کے باغوں میں ہوتے ہیں۔ (شرح الصدور)

۶)۔۔۔جس وقت حضرت عبداللہ بن زبیرؓ شہید کئے گئے اور ان کی لاش اور جثہ سولی پر لٹکا ہوا تھا،اس وقت حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے اُن کی والدہ،اسماء بنت ابی بکرؓ کی تعزیت کی اور فرمایا:اے اسماءؓ!تو غم نہ کر یہ تو محض جثہ ہے روحیں تو اللہ تعالیٰ کے پاس ہوا کرتی ہیں۔(شرح الصدور)۔

۷)۔۔۔حضرت ابوھریرہؓ فرماتے ہیں:مؤمن کی روح آسمان کی طرف چڑھتی ہے،تو اس کے پاس مؤمنین کی ارواح آتی ہیں اور اس سے دنیاوالوں کے متعلق پوچھتی ہیں،تو جب

یہ روح کہتی ہے میں نے فلاں کو دنیا میں اچھا چھوڑا ،اور جب یہ کہتی ہے کہ فلاں تو تحقیق مرچکا ہے،تو وہ دوسری روحیں کہتی ہیں ادھر تو نہیں آیا۔(شرح الصدور)

۸)۔۔۔حضرت ام ھانیؓ نے آپ سے ارواح کے متعلق پوچھا تو آپ ﷺ نے فرمایا: روحیں پرندوں کی صورت میں ہوتی ہیں اور جب قیامت کا دن ہوگا تو ہر روح اپنے جسم میں داخل ہوجائے گی۔(شرح الصدور)۔

۹)۔۔۔حضرت عمرو بن عاصؓ سے مؤمنین کی ارواح کے متعلق پوچھا گیا تو فرمایا: مؤمنین کی ارواح (بعد از وفات) سبز پرندوں کی صورتوں میں عرش کے سائے میں ہوتی ہیں۔
(شرح الصدور)

۱۰)۔۔۔حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں: شہداء کی ارواح سبز پرندوں کی صورتوں میں اللہ رب العزت کے پاس ہوتی ہیں۔(شرح الصدور)۔

آیات مبارکہ کی تفسیر اور حقیقتِ شہداء، تابعین اور مفسرین کے ارشادات سے

حضرات گرامی! چودہ سو صدیوں سے آج تک تمام علماء اُمت، مفسرین، تابعین نے ان آیات مبارکہ کا یہی مفہوم بیان کیا ہے۔اب ہم اجمالی طور پر چیدہ چیدہ تابعین اور مفسرین کے حوالہ جات ذکر کرتے ہیں، جنہوں نے یہ تصریح کی ہے کہ شہداء کی روحیں جنت میں سیر کرتی ہیں اور وہیں کھاتی پیتی ہیں۔

۱۔۔۔ عَنْ قَتَادَةَ قَالَ بَلَغَنَا اَنَّ اَرْوَاحَ الشُّهَدَاءِ فِيْ صُوَرِ طَيْرٍ بِيْضٍ تَأْوِيْ اِلٰى قَنَادِيْلَ مُعَلَّقَةٌ تَحْتَ الْعَرْشِ (شرح الصدور)

ترجمہ: حضرت قتادہ تابعیؒ فرماتے ہیں: شہداء کی روحیں سفید کے پرندوں کی صورتوں میں عرش سے لٹکی ہوئی قندیلوں میں ٹھکانہ پکڑتی ہیں۔

۲۔۔۔ابو الحسن علی بن محمد بن محمد بن حبیب البصری البغدادی، الشہیر بالماوردی (المتوفی: ۴۵۰ھ) فرماتے ہیں:

إِنْ كَانَتْ أَجْسَامُهُمْ أَجْسَامَ الْمَوْتٰى بَلْ هُمْ عِنْدَاللهِ أَحْيَاءُ النُّفُوْسِ
(تفسیر الماوردی)

ترجمہ: اگرچہ شہداء کے جسم مردوں کے جسموں کی طرح ہیں، بلکہ اللہ کے پاس ان کی روحیں زندہ ہیں۔

۳۔۔۔حضرت ابن عطیہ الاندلسی المحاربیؒ فرماتے ہیں:

وَجُمْهُوْرُ الْعُلَمَاءِ عَلٰى أَنَّهُمْ فِي الْجَنَّةِ، وَيُؤَيِّدُهُ قَوْلُ النَّبِيِّ ﷺ لِأُمِّ حَارِثَةَ إِنَّهُ فِي الْفِرْدَوْسِ" (تفسیر ابن عطیہ)

ترجمہ: جمہور علماء کا مسلک یہ ہے کہ شہداء جنت میں زندہ ہیں اور اس کی تائید کرتا ہے آپ ﷺ کا فرمان اُمِ حارثہ کو کہ بیشک وہ جنت الفردوس میں ہے۔

۴۔۔۔حضرت حسن رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

عَنِ الْحَسَنِ اِنَّ الشُّهَدَاءَ اَحْيَاءٌ عِنْدَاللهِ تُعْرَضُ اَرْزَاقُهُمْ عَلٰى اَرْوَاحِهِمْ
(اکلیل ص ۶۸۰، ج۱)

ترجمہ: حضرت حسن رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ بیشک شہداء اللہ تعالیٰ کے پاس زندہ ہیں۔ان کے رزق ان کی روحوں پر پیش کئے جاتے ہیں۔

۵۔۔۔ حضرت شہاب الدین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"أُثْبِتَ لَهُمُ الْحَيَاةُ وَهِيَ لَيْسَتْ بِالْجَسَدِ فَتَعَيَّنَ كَوْنُهَا بِالرُّوْحِ"
(حَاشِيَةُ الشِّهَابِ عَلَى تَفْسِيرِ الْبَيْضَاوِي)

ترجمہ: شہداء کی حیات جسمانی نہیں ہے بلکہ روحانی ہے۔

۶﴿۔۔۔حضرت محمد بن حسین القمی النیشا بوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"قِیۡلَ اِنَّ الثَّوَابَ وَ کَذَا الۡعِقَابَ لِلرُّوۡحِ لَا لِلۡقَالَبِ...ثُمَّ اِنَّہٗ سُبۡحَانَہٗ یَرُدُّ الرَّوۡحَ اِلَی الۡبَدَنِ فِی الۡقِیَامَۃِ الۡکُبۡرٰی "(نیشا بوری)

ترجمہ: بے شک ثواب اور عقاب روح کے لیے ہے نہ کہ جسم کے لیے، پھر بیشک اللہ تعالیٰ روحوں کو بدنوں کی طرف قیامت کے دن لوٹائے گا۔

۷﴿۔۔۔ابو الفداءؒ فرماتے ہیں:

وَفِیۡہِ رَمۡزٌ اِلٰی اَنَّہَا لَیۡسَتۡ مِمَّا یُشۡعَرُ بِہٖ بِالۡمَشَاعِرِ الظَّاہِرَۃِ مِنَ الۡحَیَاۃِ الۡجِسۡمَانِیَّۃِ وَاِنَّمَا ہِیَ اَمۡرٌ رُوۡحَانِیٌّ لَا یُدۡرَکُ بِالۡعَقۡلِ بَلۡ بِالۡوَحۡیِ
(تفسیر روح البیان)

۸﴿۔۔۔شمس الدین قرطبیؒ فرماتے ہیں:

"فَقَدۡ اَخۡبَرَ اللّٰہُ تَعَالٰی فِیۡہَا عَنِ الشُّہَدَاءِ اَنَّہُمۡ اَحۡیَاءٌ فِی الۡجَنَّۃِ یُرۡزَقُوۡنَ، وَلَا مَحَالَۃَ اَنَّہُمۡ مَاتُوۡا وَاَنَّ اَجۡسَادَہُمۡ فِی التُّرَابِ، وَاَرۡوَاحُہُمۡ حَیَّۃٌ کَاَرۡوَاحِ سَائِرِ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ "(تفسیر قرطبی)

۹﴿۔۔۔امام نسفیؒ فرماتے ہیں:

"کہا گیا جنت میں داخل ہوجا، میں کہتا ہوں اس سے یہ بات سمجھ آتی ہے کہ اس کے شہید ہوجانے کے بعد اس کی روح جنت میں گئی اور اس کا جسم انطاکیہ (گاؤں کا نام ہے) میں مدفون ہے " (تفسیر اکلیل ج۶ ص۷)

۱۰﴿۔۔۔علامہ شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"جیسا کہ ارواح شہداء کی نسبت احادیث سے ثابت ہے کہ وہ قبل از محشر جنت میں داخل

ہوتی ہیں۔" (تفسیر عثمانی)

قارئین کرام! آپ نے آیات، احادیث مبارکہ اور صحابہ کرامؓ و تابعینؒ و مفسرین کرامؒ کے فرامین اور اقوال پڑھ لئے جن کے اندر وضاحت کے ساتھ ہے کہ شہداء کو جو حیات ملتی ہے، وہ روحانی، جنتی اور برزخی حیات ہے، شہداء کے اجسام بالکل مردہ ہوتے ہیں قیامت تک ان میں روح نہیں لوٹائی جاتی۔

آیات مبارکہ کی تفسیر علماء دیوبند کی تصریحات سے

قارئین گرامی!:

ہم نے حیات شہداء کی حقیقت قرآن سے اور احادیث رسول اللہ ﷺ اقوال الصحابہ و تابعین وائمہ مفسرین سے علی وجہ الاتم بیان کر دی ہے۔ اب اس کے بعد کسی قسم کی تفسیر کی ضرورت نہیں لیکن ہم صرف اور صرف اس لیے آیات شہداء کی تفسیر علماء دیوبند سے پیش کرنا چاہتے ہیں تا کہ وہ لوگ جو اپنی نسبت اکابرین علماء دیوبند کی طرف کرتے ہیں اُن کو بھی پتہ چل جائے کہ جو مسئلہ علمائے دیوبند اشاعت التوحید والے بیان کرتے ہیں وہی مؤقف اکابرین علماء دیوبند کا ہے اور اس کے مدمقابل مؤقف (یعنی حیات جسمانی، دنیوی کا قول) بالکل غلط اور مردود ہے۔

حوالہ جلیلہ نمبر﴿۱﴾: حکیم الامت حضرت مولٰنا اشرف علی تھانویؒ

"وَلَا تَحۡسَبَنَّ الَّذِیۡنَ قُتِلُوۡا۔ آیۃ" کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں: (اے مخاطب) جو لوگ اللہ کی راہ میں قتل کئے گئے، ان کو (اور مردوں کی طرح) مردہ مت خیال کر بلکہ وہ لوگ (ایک ممتاز حیات کے ساتھ) زندہ ہیں (اور) اپنے پروردگار کے مقرب (یعنی مقبول ہیں) ان کو رزق بھی ملتا ہے (اور) وہ خوش ہیں اس چیز سے جو ان کو اللہ تعالیٰ نے اپنے (

فضل وکرم) سے عطا فرمائی (مثلاً درجات وغیرہ یعنی رزق حسی بھی ملتا ہے اور رزق معنوی یعنی مسرت بھی) حیات شہداء کی تحقیق شروع سیقول رکوع سوم میں گذر چکی ہے وہاں ملاحظہ کرلیا جائے اور رزق ملنے کی کیفیت احادیث صحیحہ میں وارد ہے کہ ان کی ارواح قنادیل عرش میں رہتی ہیں اور جنت کی انہار سے پانی پیتی ہیں اور اس کے اثمار کھاتی ہیں۔

رواہ احمد وابوداؤد والحاکم عن ابن عباسؓ مرفوعاً (تفسیر بیان القرآن، جلد ۱ ص ۲۹۵،۲۹۶)

نوٹ::

اس سے معلوم ہوا کہ حضرت مولٰنا اشرف علی تھانویؒ کا حیاتِ شہداء کے بارے میں یہی نظریہ ہے کہ شہداء کو جنت میں حیات ملتی ہے نہ کہ دنیا میں جسمانی حیات، اور یہ بھی بات دیکھنے کے قابل ہے کہ تھانوی صاحبؒ فرماتے ہیں کہ شہداء کو مردہ اور میت کہنے کی جو ممانعت ہے وہ عام مردہ کہنے کی ہے (چنانچہ وہ خود فرماتے ہیں کہ ایسے مقتول کو شہید کہتے ہیں اور اس کی نسبت گو یہ کہنا کہ وہ مر گیا صحیح اور جائز ہے، لیکن اس کی موت کو دوسرے مردوں کی سی موت سمجھنے کی ممانعت کی گئی ہے)۔ (بیان القرآن ص ۹۷، ج ۱)

حوالہ جلیلہ نمبر ﴿۲﴾: سحبان الہند مولٰنا احمد سعید دہلوی دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں::

بہر حال جہاد میں جو لوگ قتل کر دیئے جاتے ہیں اور میدان کارزار میں جو حضرات شہید ہو جاتے ہیں ان کے متعلق عوام کے خیالات کی اصلاح مقصود ہے اور منافقوں کو اور کافروں کو یہ بات بتانی ہے کہ وہ لوگ بڑے مرتبے کے ہیں تم ان کی موت کو حقیر اور معمولی موت سمجھتے ہو حالانکہ وہ زندہ ہیں اور ایک خاص قسم کی زندگی ان کو میّسر ہے اگرچہ اس زندگی کی کیفیت زندوں کی سمجھ میں نہ آئے۔ لا تحسبن کا خطاب عام ہے اور جو خطاب کی صلاحیت رکھتا ہو وہ مخاطب ہے اور ہوسکتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ یہ خطاب خاص ہو مگر ہم نے پہلا قول اختیار کیا ہے۔ عند ربھم سے مراد مرتبہ کا قرب اور ان کی مقبولیت ہے حدیث شریف

میں آتا ہے۔ شہداء کی ارواح سبز رنگ کے یا سفید رنگ کے پرندوں کے پیٹ میں رہتی ہیں اور جنت کی نعمتوں سے متمتع ہوتی ہیں۔ جنت میں جہاں چاہتی ہیں جاتی آتی ہیں، شام کو ان کی ارواح عرش الٰہی کے نیچے قندیلوں میں آ کر بسیرا کرتی ہیں اور چونکہ شہداء کے بھی مختلف درجات ہیں اس لئے ہوسکتا ہے کہ بعض کی ارواح جنت میں جاتی ہوں اور بعض اس نہر پر رہتی ہوں جو جنت کے دروازے کے باہر ہے اور وہاں ان کو ان کا رزق پہنچایا جاتا ہو۔ (تفسیر کشف الرحمٰن، ج ۱ ص ۵۹۱)

حوالہ جلیلہ ﴿۳﴾: حضرت عبدالحق حقانی دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں::

جمہور اہل سنت والجماعت کا یہ قول ہے کہ ان کو حیات روحانی نصیب ہوتی ہے۔ یوں تو ہر شخص کافر ومومن کی روح نہیں مرتی اسلئے کہ اصل انسان روح کا نام ہے کہ جو ایک جوہر لطیف ہے اور جس کا علاقہ جسم سے وہ ہے جو آگ کا لکڑی دہکتی سے یا خوشبو کا پھول سے یا علاقہ تدبیر وتصرف اور مرکب کا ہے۔ جس کو موت کہتے ہیں۔ اس سے وہ علاقہ جسمی منقطع ہو جاتا ہے اور روح قائم وسالم دوسرے عالم میں منتقل ہو جاتی ہے۔ ہاں جو کافر ومنافق یا گنہگار ہیں وہاں ان کی روح اپنے اعمال کے اس رنگ سے جو دنیا میں اس پر چڑھا تھا عذاب پاتی ہے۔ جہنم کی آگ میں جلتی ہے اور جو ابرار اور نفوس قدسیہ ہیں۔ وہ انوار الٰہیہ اور عالم نورانی میں مسرور ہوتے ہیں اور مشاہدہ جمال سے لذت اٹھاتے ہیں اور ان کی روح اپنے جسم لطیف کے ساتھ جنت اور عالم قدس کے باغوں میں جہاں چاہتی ہے عیش مناتی پھرتی ہے، چنانچہ وہ جو احادیث میں آیا ہے کہ (شہیدوں کی روح سبز پرندوں کے قالب میں آشیانہ عرش میں رہتی اور جنت میں جہاں سے چاہتی کھاتی پیتی ہے) اس سے یہی مراد ہے

(تفسیر حقانی: ص ۱۰۸، ج ۲)

حوالہ جلیلہ نمبر ﴿۴﴾: حضرت علّامہ سیّد امیر علی دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

اموا تًا یہ دوسرا مفعول ہے، حاصل آنکہ راہ خدا میں شہید ہونے والوں کو کبھی مردہ مت

خیال کیجیئو ۔(بل ھم احیاءٌ عند ربھم ارواحھم فی حواصل طیور، خضر تسرح فی الجنۃ ۔الخ) بلکہ وہ زندہ ہیں اپنے پروردگار کے نزدیک۔

فائدہ::

ان کی روحیں سبز پرندوں کے پوٹوں میں ہیں، وہ جنت میں جہاں چاہتے ہیں چرتے پھرتے ہیں، جیسا کہ حدیث میں وارد ہوا ہے یہاں سے معلوم ہوا کہ زندگی فقط روح کو ہے جسم کو نہیں ہے اور صحیح یہ ہے کہ اس وقت ان کی روحیں مثل ستاروں کے زندہ ہیں اور حشر میں سب کے جسم زندہ ہوں گے تو ان کے جسم بھی زندہ ہوں گے۔(مواہب الرحمٰن، ج ۲، ص ۱۴۳)

حوالہ جلیلہ﴿۵﴾: حضرت مولٰنا مفتی محمد شفیع صاحب دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

اس آیت کا شان نزول جو ابو داؤد نے باسناد صحیح حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا وہ یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کرام سے فرمایا کہ جب واقعہ احد میں تمہارے بھائی شہید ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے ان کی ارواح کو سبز پرندوں کے جسم میں رکھ کر آزاد کر دیا وہ جنت کی نہروں اور باغات کے پھلوں سے اپنا رزق حاصل کرتے ہیں اور پھر ان قندیلوں میں آجاتے ہیں جو ان کے لئے عرش رحمٰن کے نیچے معلق ہیں، جب ان لوگوں نے اپنی راحت وعیش کی یہ زندگی دیکھی تو کہنے لگے کہ (ہمارے متعلقین دنیا میں ہمارے مرنے سے غمگین ہیں) کیا کوئی ہمارے حالات کی خبر ان کو پہنچا سکتا ہے، تاکہ وہ ہم پر غم نہ کریں اور وہ بھی جہاد میں کوشش کرتے رہیں، اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہم تمہاری یہ خبر ان کو پہنچائے دیتے ہیں (معارف القرآن ج ۲، ص ۲۳۷)

اسی طرح فرماتے ہیں::

اور شھود سے مراد حضور کے معنی لئے جائیں تو یشھدہ کی ضمیر کتاب کے بجائے علیین کی

طرف راجع ہوگی اور معنی آیت کے یہ ہوں گے کہ مقربین بارگاہ کی ارواح اسی مقام علیین میں حاضر ہوں گی کیونکہ یہی مقام ان کی ارواح کا مستقر بنایا گیا ہے۔ جس طرح سجین کفار کی ارواح مستقر ہے اس کی دلیل وہ حدیث ہے جو صحیح مسلم میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ شہدا کی ارواح اللہ تعالیٰ کے نزدیک سبز پرندوں کے پوٹوں میں ہوں گی جو جنت کے باغات اور نہروں کی سیر کرتی ہوں گی اور ان کے رہنے کی جگہ قندیل ہوں گے جو عرش کے نیچے معلق ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ شہدا کی ارواح تحت العرش رہیں گی اور جنت کی سیر کرسکیں گی اور سورۃ یٰسین میں جو حبیب نجار کے واقعہ میں آیا ہے۔(آیت) قِيلَ ادْخُلِ الْجَنَّةَ ۖ قَالَ يَا لَيْتَ قَوْمِي يَعْلَمُونَ بِمَا غَفَرَ لِي رَبِّي، اس سے معلوم ہوا کہ حبیب نجار موت کے ساتھ ہی جنت میں داخل ہوگئے اور بعض روایات حدیث سے بھی ارواح مومنین کا جنت میں ہونا معلوم ہوتا ہے، ان سب کا حاصل ایک ہی ہے کہ مستقر ان ارواح کا ساتویں آسمان پر تحت العرش ہے اور یہی مقام جنت کا بھی ہے ان ارواح کو جنت کی سیر کرنے کا اختیار دیا گیا ہے اور یہاں اگرچہ یہ حال صرف مقربین کا ان کی اعلیٰ خصوصیات اور فضیلت کی وجہ سے بیان کیا گیا ہے مگر درحقیقت یہی مستقر تمام مومنین کی ارواح کا بھی ہے جیسا کہ حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ: **انما نسمۃ المومن طائر یعلق فی شجر الجنۃ حتی ترجع الی جسدہ یوم القیمۃ** (رواہ مالک والنسائی بسند صحیح)

مومن کی روح ایک پرندہ کی شکل میں جنت کے درختوں میں معلق رہے گی یہاں تک کہ قیامت کے روز وہ اپنے جسم میں پھر لوٹ جائے۔

اسی مضمون کی ایک حدیث ام ہانی کی روایت سے مسند احمد اور طبرانی میں آئی ہے

(معارف القرآن ج ۸، ص ۶۹۷)

حوالہ جلیلہ ﴿۶﴾: امام المفسرین مرشد الموحدین عارف باللہ

حضرت مولٰنا **حسین علی الوانی** علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں: تحقیق (بل احیاءٌ) کی مختصر ہے کہ احیاءٌ سے مراد یہ بالکل نہیں کہ اس کے جسم زندہ ہوتے، باقی روح خود زندہ ہوتے ہیں مع النفس یا بدون النفس اور نفس اور روح کی مثال آگ اور دھواں جیسی ہے باقی خاص ان (شہداء) کو اس معنیٰ کے ساتھ زندہ نہیں اس وجہ سے ہے کہ یہ زیادہ عیش اور خوشی میں ہوتے ہیں۔ (بلغۃ الحیران، ص ۲۸)

اسی طرح دوسرے مقام پر فرماتے ہیں:

سب کا حاصل یہ ہے کہ جسم تو بالکل زندہ نہیں ہیں اس میں اختلاف ہے کہ آیا روح مع النفس ہے یا محض روح، روح آگ کی مثل ہے اور نفس دھواں کی مثل ہے، یہ تمام خلاصہ اور حق بات یہی ہے۔ (بلغۃ الحیران، ص ۷۶)

حوالہ جلیلہ ﴿۷﴾ حضرت شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خان صاحب دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ **فرماتے ہیں:**

حیات شہداء کے بارے میں قرآن مجید کی دو آیتیں ہیں ایک تو یہی زیر تفسیر آیت اور دوسری آیت سورۃ بقرہ رکوع ۱۹ میں گذر چکی ہے یہاں فرمایا کہ شہداء کو مردے سے مت سمجھو اور وہاں فرمایا کہ ان کو مردہ مت کہو۔ حالانکہ اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ شہداء قتل کردیئے جاتے ہیں اور ان کی روحیں ان کے ابدان عنصریہ سے پرواز کرجاتی ہیں اور ان کے ابدان سے اس طرح جدا ہوجاتی ہیں کہ ان سے ان کا کوئی تعلق باقی نہیں رہتا۔ جیسا کہ علامہ بیضاوی کا قول آگے آرہا ہے تو اس سے معلوم ہوا کہ شہداء کرام کی دنیوی زندگی تو اللہ کی راہ میں قتل ہوجانے اور روح کے بدن سے نکل جانے کی وجہ سے ختم ہوجاتی ہے اس لیے ظاہر ہے کہ شہادت کے بعد جو ان کو زندگی اور حیات حاصل ہوتی ہے وہ دنیوی نہیں ہوتی

بلکہ اس سے مختلف ہوتی ہے۔ جب وہ دنیا میں زندہ تھے تو ان کی زندگی بھی دنیوی تھی یعنی روح اور بدن دونوں کے ملاپ سے وہ زندہ تھے لیکن موت سے دنیوی زندگی ختم ہوگئی اور برزخ کا زمانہ شروع ہوگیا اس لیے اب اس زندگی کو برزخی زندگی کہا جائے گا اور یہ زندگی بلا مشارکت بدن عنصری صرف روح کے لیے ہوگی یہ معاملہ چونکہ عالم غیب سے تعلق رکھتا ہے کیونکہ برزخ عالم غیب کی چیز ہے اس لیے اس برزخی حیات کی کیفیت کے بارے میں عقل وفکر، رائے اور قیاس سے کچھ کہنے کا کسی کو کوئی حق نہیں اور نہ ہی اس معاملہ میں نصوص کتاب وسنت سے جو کچھ ثابت ہو اس سے تجاوز کرنا جائز ہے۔ علامہ سید محمود آلوسی سورۃ بقرہ میں وَلٰکِنۡ لَّا تَشۡعُرُوۡنَ کے تحت فرماتے ہیں۔ ای لا تحسون ولا تدرکون ما حالھم بالمشاعر لانھا من احوال البرزخ التی لا یطلع علیھا ولا طیر للعلم بھا الا بالوحی (روح ج ۲، ص ۲۰)۔ حیات شہداء کی کیفیت کی طرف قرآن مجید میں تو چند اجمالی اشارات ہی ہیں، تفصیل نہیں ہے مثلاً قرآن مجید میں اس طرف اشارہ ہے کہ قتل کے بعد شہداء کو جو حیات ملتی ہے۔ وہ دنیوی نہیں بلکہ برزخی اور عالم غیب کی ایک حالت ہے، اَحۡیَآءٌ عِنۡدَ رَبِّهِمۡ سے اسی طرف اشارہ ہے وہ اپنے مہربان رب کے پاس اور عالم غیب میں زندہ ہیں۔ علامہ خازن لکھتے ہیں۔ انھم احیاء عند اللہ تعالٰی فی عالم الغیب لانھم صاروا الی الاخرۃ (تفسیر خازن ج ۱، ص ۱۰۹) قرآن مجید میں اس بات کی بھی صراحت ہے کہ شہداء عالم برزخ میں کھاتے پیتے بھی ہیں، حیات شہداء کی تفصیلی کیفیت سب سے عمدہ اور صحیح ترین وہی ہے جو خود صاحب وحی جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیان فرمائی ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں جب یہ آیت نازل ہوئی تو ہم نے حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس کے بارے میں دریافت کیا کہ یارسول اللہ وہ کس طرح زندہ ہیں ہم تو دیکھ رہے ہیں کہ وہ قتل ہوچکے ہیں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جواب میں فرمایا وہ اس طرح زندہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی ارواح کو سبز پرندوں کے

جسم عطا فرما کر ان کو جنت میں آزاد چھوڑ دیا ہے، وہ جنت میں جہاں چاہیں آتے جاتے اور سیر کرتے ہیں۔ علامہ قرطبیؒ فرماتے ہیں۔ وقال اخرون ارواحھم فی اجواف طیر خضر وانھم یرزقون فی الجنۃ ویاکلون ویتنعمون وھذا ھو الصحیح من الاقوال لن ما صح بہ النقل فھو الواقع (قرطبی ج ۴، ص ۲۷۰) اور علامہ ابوالسعود حنفیؒ امام واحدی سے ناقل ہیں۔ الاصح فی حیاۃ الشھداء ماروی عن النبی ﷺ من ان ارواح فی اجواف طیور خضر وانھم یرزقون ویاکلون یتنعمون (ابوالسعود ج ۱، ص ۱۳۸) حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی حدیث کے الفاظ یہ ہیں۔ مسروق بیان کرتے ہیں کہ ہم نے عبداللہ بن مسعودؓ سے آیت وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا الایۃ کا مطلب پوچھا تو انہوں نے فرمایا کہ ہم نے بھی رسول خدا ﷺ سے اس آیت کا مطلب پوچھا تھا تو آپ نے فرمایا ارواحھم فی جوف طیر خضر لھا قنادیل معلقۃ بالعرش تسرح من الجنۃ حیث شاءت ثم تاوی الی تلک القنادیل الحدیث (صحیح مسلم ج ۲، ص ۱۳۵، جامع ترمذی ج ۲ ص ۱۲۶، ابن ماجہ ص ۲۰۱، تفسیر ابن جریر ج ۴ ص ۱۰۶، ص ۱۰۷) اسی طرح حضرت کعب بن مالکؓ سے روایت ہے جس کے الفاظ یہ ہیں ان رسول اللہ ﷺ قال ان ارواح الشھداء فی طیر خضر تعلق من ثمر الجنۃ او شجر الجنۃ (جامع ترمذی ج ۱ ص ۱۹۷، ابن ماجہ ص ۱۰۴، ص ۳۱۶، نسائی ج ۱ ص ۲۹۲، موطا امام مالک ص ۸۴، مسند احمد ج ۶ ص ۳۸۶) اور حضرت عبداللہ بن عباسؓ روایت کرتے ہیں قال رسول اللہ ﷺ لما اصیب اخوانکم باحد جعل اللہ ارواحھم فی اجواف طیر خضر تروانھا والجنۃ وتاکل من ثمارھا وتاوی الی قنادیل من ذھب فی ظل العرش الحدیث (مستدرک حاکم ج ۲ ص ۸۸، ص ۲۹۷، تفسیر ابن جریر ج ۴ ص ۱۰۶، مسند احمد ج ۱ ص ۲۶۶، ابوداؤد ج ۱ ص ۳۴۸) اسی طرح حضرت ابوسعید خدریؓ سے بھی اسی

مضمون کی ایک مرفوع حدیث مروی ہے ملاحظہ ہو۔ درمنثور ج ۲ ص ۹۶۔ ان حدیثوں کے الفاظ میں اگرچہ خفیف سا اختلاف ہے لیکن ماحصل سب کا وہی ہے جو پہلے بیان کیا جا چکا ہے ان حدیثوں میں حضرت رسول خدا ﷺ نے نہایت وضاحت سے شہداء کی برزخی زندگی کی حقیقت بیان فرما دی ہے صحابہ کرامؓ اور تابعینؒ سے بھی یہی کچھ منقول ہے اور اسی کو محققین مفسرین نے راجح اور صحیح قرار دیا ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ، عبداللہ بن عباسؓ، کعب الاحبارؒ، عکرمہؒ، سدی کبیرؒ، ابوالعالیہؒ، قتادہؒ، ربیعؒ وغیرہم کے اقوال کے لیے ملاحظہ ہو۔ (تفسیر ابن جریر ج ۲، ص ۲۳، ج ۴ ص ۱۰۴، ص ۱۰۷ و تفسیر درمنثور ج ۱ ص ۱۵۵، ج ۲ ص ۹۶۔) حاصل کلام یہ کہ عالم برزخ میں شہداء کی حیات محض روحانی اور برزخی ہے جسمانی نہیں ان کے ابدان طیوری اجسام مثالی ہیں، نہ کہ عنصری کیونکہ شہداء کے عنصری ابدان تو قبروں میں مدفون ہیں تو اس سے معلوم ہوا کہ عالم برزخ میں شہداء کی حیات محض روحانی اور برزخی ہے جسمانی نہیں اور ان کے ابدان قبروں میں ہیں۔ لیکن ان کی ارواح طیوری قالبوں میں نعیم جنت سے متمتع ہو رہی ہیں، علامہ بیضاوی سورۃ بقرہ میں فرماتے ہیں: وَلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ ما حالھم وھو تنبیہ علی ان حیوتھم لیست بالجسد ولا من جنس ما یحس بہ من الحیوانات وانما ھی امر لا یدرک بالعقل بل بالوحی (تفسیر بیضاوی ج ۱، ص ۲۰۱) لیکن تم نہیں جانتے کہ وہ کس حال میں ہیں اور یہ اس امر پر تنبیہ ہے کہ ان (شہداء) کی حیات جسمانی نہیں اور نہ زندوں کی مانند ظاہر حواس سے محسوس قسم کی زندگی ہے اور نہ اس کا ادراک عقل سے ہو سکتا ہے بلکہ اس کی کیفیت کا ادراک صرف وحی سے ہو سکتا ہے اور مولانا شاہ عبدالعزیز دہلویؒ فرماتے ہیں: حیات شھداء بمعنی تعلق ارواح بابدانست برائے استیفائی لذاتی کہ موقوف برآلات بدنیست نہ تعلق ارواح با ابدان سابقہ ونہ بقا کی روح بادراک و شعور الخ (عزیزی ص ۶۸۵) یعنی حیات شہداء کا مطلب یہ ہے کہ وہ لذات حاصل کرنے کیلئے جن کا حصول آلات پر موقوف ہے

ارواح ابدان مثالیہ سے متعلق ہو جائیں یہ مطلب نہیں کہ ارواح سابقہ (عنصری) ابدان سے متعلق ہو جائیں اور نہ یہ کہ روح کا ادراک وشعور باقی رہے۔ (جواہر القرآن ج ۱، ص ۱۹۲)

حوالہ جلیلہ﴿۸﴾: بانی دارالعلوم دیوبند مولٰنا قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

شہداء میں وجود حیات روحانی وقت موت جسم خاکی سے کچھ تعلق باقی نہ رہے اور اس وجہ سے حُرمت ازواج اور سلامت اجساد اور عدم میراث لازم نہ آئے لیکن ہر چہ باد ابعد موت نہ ارواح شہداء کو ان ابدان کے ساتھ تعلق باقی رہتا ہے۔ نہ ارواح مؤمنین کو اتنا فرق ہے کہ مجرد انقطاع علاقہ جسدِ اوّل یا بعد چندے شہداء کی ارواح کو تو اور ابدان کے ساتھ تعلق پیدا ہو جاتا ہے اور اسی حساب سے ان کو حیات روحانی وجسمانی دونوں حاصل ہو جاتی ہیں اور باقی مؤمنین اُمت کیلئے اس نقصان کی کچھ مکافات نہیں کی جاتی بہر حال ابدان دنیا سے دونوں کو کچھ تعلق نہیں رہتا۔۔۔الخ۔ (آبِ حیات ۱۹۷-۱۹۸)

اسی طرح فرماتے ہیں:

اس بدن کے اعتبار سے دونوں (شہداء، مؤمنین) کی موت برابر ہے یعنی دونوں یہاں کے جسم سے بے علاقہ ہو جاتے ہیں۔ (جمالِ قاسمی، ص ۱۴)

حوالہ جلیلہ﴿۹﴾: حضرت مولٰنا عبدالرحمٰن صاحب دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

قِیلَ ادۡخُلِ الۡجَنَّۃَ ۔الخ یہ آیت بھی ان آیات میں سے ایک ہے جن سے حیات برزخیہ کا واضح ثبوت ملتا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مرنے کے بعد سے قیامت تک کا زمانہ خالص عدم یا کامل نہستی کا زمانہ نہیں ہے، بلکہ اس محدود زمانہ میں جسم کے بغیر روح زندہ رہتی ہے، کلام کرتی اور کلام سنتی ہے (یعنی جنت میں جیسے شہید حبیب نجار نے جنت میں کلام کیا: قَالَ یٰلَیۡتَ قَوۡمِیۡ یَعۡلَمُوۡنَ ۔از راقم)۔ (بحوالہ رسالہ مصالحت حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم، ص ۲۸)



حوالہ جلیلہ ﴿۱۰﴾: علامہ انورشاہ کشمیری دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

جس کا ترجمہ یہ ہے حیات کے معنی ہیں روح کا بدن سے تعلق ہو اور قبر میں روح کا بدن کے ساتھ بالکل تعلق نہیں ہوتا، بلکہ روح کے بدن سے جُدا ہونے کے بعد روح کے شعور ادراک کے باقی رہنے کو یہی حیات سے تعبیر کیا ہے، یعنی بدن سے جُدا ہونے یا بدن کے بعد روح میں شعور اور ادراک باقی رہتا ہے، اسی شعور اور ادراک کو حیات کہا جاتا ہے، جس کا دنیا کی قبر یا بدن سے کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ (مشکلات القران، ص ۱۳)

حوالہ جلیلہ ﴿۱۱﴾: مولٰنا ادریس کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

انسان اور بدن میں فرق ہے، کیونکہ بدن میں فربہی اور لاغری کی وجہ سے کمی اور زیادتی ہوتی رہتی ہے، مگر انسانیت میں کوئی کمی اور زیادتی نہیں ہوتی، قرآن کریم میں شہداء کو زندہ کہا گیا ہے حالانکہ بدن ان کا (یعنی شہداء کا۔ از راقم) مردہ ہے۔ (علم الکلام، ص ۳۳۰)۔

حقیقت حیاتِ شہداء کا خلاصہ:

اب تک ہم نے جو شہداء کی حیات کے متعلق، قرآن سے تفسیر پیش کی، احادیث مبارکہ سے، اقوال صحابہؓ و تابعینؒ اور ائمہ مفسرینؒ سے اس پوری بحث کا لب لباب یہ ہے:

۱)۔۔۔دونوں آیات کا مطلب یہ ہے کہ شہداء کرام کی حیات برزخی، روحانی فی الجنۃ ہے، نہ کہ حیات دنیوی، حقیقی۔

۲)۔۔۔اور حیات برزخی کے لئے روح کا جسدِ عنصری میں ہونا کوئی ضروری نہیں ہے، اور نہ ہی روح کا تعلق جسدِ عنصری کے ساتھ ہونا ضروری ہے۔

۳)۔۔۔نبی پاک ﷺ، صحابہ کرامؓ، تابعین، ائمہ مفسرین کرامؒ نے حیات برزخی کا مطلب یہ بتایا ہے کہ یہ حیات روحانی اور جنتی ہے۔

۴)۔۔۔نبی پاک ﷺ یا کسی صحابی رضی اللہ عنہ یا کسی تابعیؒ وغیرہ نے حیات شہداء کا یہ مطلب کہ

"چونکہ قتل پورا جسم ہوا تو لہٰذا زندہ بھی پورا جسم ہے" بیان نہیں کیا۔

۵)۔۔۔اکابرین علمائے دیوبند خصوصًا انورشاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ اور ادریس کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ نے یہ وضاحت فرمادی ہے کہ ارواح کا تعلقِ حیات، شہداء کے ابدان عنصریہ سے بالکل نہیں ہوتا، بلکہ شہداء کے جسم مردہ ہوتے ہیں، اور دیگر اموات کی طرح شہید کا بدن عنصری بھی قیامت کے دن زندہ کیا جائے گا۔

اب جس کے جی میں آئے تو پائے روشنی
ہم نے تو دل جلا کے سرعام رکھ دیا

☆☆☆☆☆☆☆

ضمیمہ

اکاذیب العنید فی مسئلۃ حیات الشہید

حضرات گرامی ! چند دن قبل ہمارے علاقہ کے بہت بڑے بزرگ (گرگ) بظاہر انتہائی درویش، سادہ مزاج فرقہ واھیاتیت کے ایک متبحّر و متکیّس عالم **ابن سلطان** (قاری ریاض صاحب) نے طلباً للشھرۃ ایک رسالہ تحریر کیا "اپنے پیاروں کی دکھ سازیاں" اس کے اندر اُنہوں نے بظاہر خیر خواہی کا دم بھرتے ہوئے، اہل حق "اشاعت التوحید والسنۃ" والوں پر الزام تراشیاں، علمائے دیوبند پر کفر کے فتوے اور عوام کو گمراہ کرنے کی مذموم کوشش کی ،چونکہ مصنف موصوف کا تعلق جس طبقہ (واھیاتیت) سے ہے، ان لوگوں کو نسلاً بعد نسلٍ یہ بات وراثت میں ملی ہے، کہ اُنہوں نے اپنے بیانات میں مکتوبات میں کذب بیانی ،افتراء بازی اور دھوکہ بازی ضرور کرنا ہوتی ہے، تو اس مکتوب میں بھی انہی لوگوں کے ایک وارث "**ابن سلطان** " نے جو دغابازی اور جھوٹ بولے ہیں، ان پر ہم نشاندہی کرتے ہیں، تاکہ مصنّف موصوف کی حیات شہداء کے متعلق بے انصافیاں، اخلاق سے گری باتیں اور مصنّف موصوف کے بھیڑ کی شکل میں بھیڑیئے سے گمراہ کن وارعوّام کے سامنے نکھر کر آجائیں۔

جھوٹ ﴿۱﴾ ۔۔۔

مصنف موصوف اپنے رسالہ کے دوسرے صفحہ پر آیت آل عمران کے ترجمہ میں تحریف کرتے ہوئے فرماتے ہیں "وَلَا تَحۡسَبَنَّ الَّذِيۡنَ قُتِلُوۡا فِىۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ اَمۡوَاتًا ؕ بَلۡ اَحۡيَآءٌ عِنۡدَ رَبِّهِمۡ يُرۡزَقُوۡنَ ۝١٦٩" (آل عمران)

ترجمہ: اور جو لوگ اللہ کی راہ میں مارے گئے انہیں مردہ نہ سمجھو بلکہ وہ زندہ ہیں اپنے رب کے ہاں سے رزق دیے جاتے ہیں۔

مصنف موصوف نے یہاں "عندربھم " کے ترجمہ میں تحریف اور ڈنڈی ماری ہے، تمام واقفین لغۃ اور مترجمین ماہرین نے یہاں "عِنۡدَ " کا معنیٰ "پاس یا وہاں" کیا ہے، کسی مستند

مترجم نے "سے" کا پیوند نہیں لگایا اور مصنف موصوف یہ کیوں نہ کرتے کیوں کہ ان کے پورے مذہب کے محل کی بنیاہی تحریف میں ہے، اگر یہاں "سے" کا اضافہ "رضاخانی " نہ کیا جائے تو یہ سارا محل ہی حضرت کا دھڑام سے نیچے آگرے گا، اور ان کے خلاف ہوگا۔

شیخ الہند حضرت مولٰنا محمود حسن دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ **اس آیت کا ترجمہ کرتے ہیں:**

اور تو نہ سمجھ ان لوگوں کو جو مارے گئے اللہ کی راہ میں، مردے، بلکہ وہ زندہ ہیں اپنے رب کے پاس کھاتے، پیتے خوشی کرتے ہیں۔

اب حضرات دیکھئے گا! شیخ الہند صاحبؒ تو "عندربھم " کا معنیٰ کرتے ہیں: اپنے رب کے پاس کھاتے پیتے ہیں ۔۔الخ اور مصنف موصوف ترجمہ کرتے ہیں اپنے رب کے ہاں سے رزق دیئے جاتے ہیں۔ مصنف موصوف نے یہ دہشت گردی اور تحریف دوسرے صفحہ پر کی ہے تو آپ خود اندازہ لگایئے، جس عمارت کی پہلی اینٹ ہی ٹیڑھی ہے تو آگے کیا ہوگا۔

ابھی تو ابتداءِ عشق ہے، روتا ہے کیا
ذرا آگے آگے دیکھئے ہوتا ہے کیا

جھوٹ ﴿۲﴾ ۔۔۔

موصوف صاحب فرماتے ہیں، "آج تک کسی بھی صاحب علم نے انبیاء، صدیقین یا شہداء کے بارے میں یہ دعویٰ نہیں کیا کہ اُنہوں نے موت کا ذائقہ چکھا ہی نہیں گویا پوری اُمت کا کلی طور پر اس بات پر اجماع اور اتفاق ہے کہ انبیاء اور شہداء وغیرہ نے موت کا ذائقہ چکھا"

(اپنے پیاروں کی دکھ سازیاں ٗص ۳)

ہم مصنف موصوف سے پوچھتے ہیں کہ "موت کا ذائقہ چکھنا" اس سے کیا مراد ہے؟ اگر تو وہی موت کا معنیٰ مراد ہے جو آج تک اھل اُصول نے بیان کیا ہے، جیسا کہ امام راغبؒ فرماتے ہیں۔

"فعبارۃ عن زوال القوّۃ الحیوانیّۃ وابانۃ الروح عن الجسد"

(مفردات، ص ۴۹۶، تفسیر روح البیان)

ترجمہ: موت حیات کے زوال اور جسم سے روح کی جدائی کا نام ہے۔

۲)۔۔۔"كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الموت" أي ذائقة مرارة مفارقها جسدها (ازابوسعود)۔

۳)۔۔۔ای ذائقة مرارة مفارقها جسدها۔(ازمظہری)

مطلب: ذائقہ چکھنے سے مراد، روح کا جسم سے جدا ہونا ہے۔

اگر تو موصوف صاحب نے یہی موت کا معنی مراد لیا ہے تو پھر مولٰنا کا یہ دعویٰ (پوری امت کا کلی طور پر اس بات پر اجماع ہے کہ انبیاء وغیرہ نے موت کا ذائقہ چکھا)، سراسر جھوٹ ہے، کیونکہ مصنف موصوف کے کئی اکابرین نے اس معنی کا انبیاءؑ کے حق میں انکار کیا ہے۔ جیسا کہ حضرت کے عقائد کی کتاب "المہند" میں لکھا ہے کہ حیات النبی ﷺ کے بارے میں ہمارا وہی عقیدہ ہے "جو آبِ حیات" میں درج ہے اسی طرح مفتی عبدالشکور ترمذی صاحب اور خالد محمود پی، ایچ، ڈی لندن نے تصریح کی ہے کہ ہمارا عقیدہ "آبِ حیات" والا ہے، اور "آب حیات" میں کیا عقیدہ ہے۔ موت کے بارے میں؟ تو سنئے! بزبان مولانا سرفراز صفدر خان!: حضرت نانوتویؒ کی عبارت کا خلاصہ یہ ہے۔۔۔جب موت طاری ہوئی تو حیات گئی نہیں آپ کی موت ساتر حیات تھی اب موت کیا ہے۔۔۔(تسکین الصدور،ص ۲۲۲) اسی طرح خالد محمود پی، ایچ، ڈی لندن فرماتے ہیں: اگر روح جسم سے نکل کر جسم کے اندر ہی جو حصے خالی ہوتے ہیں مثلاً قلب دل ہے۔۔دل کے اندر پورے کا پورا گوشت نہیں۔۔۔پورا خون بھی نہیں۔۔۔ اسی بدن کے اندر خلاء بھی تو ہے۔۔۔تو اگر پورے بدن کا انفصال بھی ہو مگر وہ بدن کے اسی حصے کے اندر رہے اور قلب کے اس حصے کے اندر رہے جس میں خلاصہ ہے تو یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ روح بدن سے نکلی اور یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ نہیں نکلی اگر کہو کہ بدن سے نکلی باقی بدن سے اور اندر ہی اس خلاء میں جو بدن کے اندر ہے۔۔۔الخ۔(خطبات خالد، ج ۱، ص ۲۷۷)

تو اب حضرات بتائیے گا!! موصوف صاحب تو کہتے ہیں کہ موت (روح کے جسم سے نکلنے) پر پوری امت کا اجماع ہے، حالانکہ مصنف کے عقائد کی کتاب المہند اور مصنف کے اکابرین خالد محمود، مفتی عبدالشکور یہ سب حضرات موت (روح کا جسم سے نکلنے) کے منکر ہیں۔ اور ساتر حیات (حیات کے چھپنے) کے قائل ہیں نہ کہ زوالِ حیات کے۔

جھوٹ ﴿۳﴾::

مصنف موصوف صفحہ ۳ پر لکھتے ہیں: اختلاف کی ابتداء قرآن کریم کے الفاظ "بل احیاءٌ" (بلکہ وہ زندہ ہیں) سے ہوتی ہے کہ اس کا حاصل کیا ہے؟۔

یہ بھی موصوف کا حسب سابق جھوٹ شریف ہے۔ اختلاف کی ابتدا "بل احیاءٌ" سے نہیں ہوتی بلکہ "امواتٌ" اور احیاءٌ کی نون تنوین سے اور وَلَكِنْ لَا تَشْعُرُونَ سے ہوتی ہے

جھوٹ ﴿۴﴾::

موصوف صاحب نے صفحہ ۳ سے ۸ تک اس بات کو ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ قتل چونکہ پورا جسم ہوا ہے تو زندہ بھی لہذا زندہ بھی پورا جسم ہے۔ اور انسان (صرف روح کو) زندہ ماننا یہ نفس پرستی، میٹھا میٹھا ہپ ہپ کڑوا کڑوا تھو تھو اور انکار قرآن ہے۔

یہ بھی موصوف صاحب کا بے عقلی ڈھکوسلہ ہے "قتل پورا انسان ہوا" وغیرہ یہاں پورے آدھے کی بات نہیں ہے، یہاں تو اصل انسان کی بات ہے کہ اصل انسان کیا ہے، اور اُسی کے ساتھ احیاءٌ کا تعلق ہے، اب اگر موصوف کے ضابطے کو لیا جائے (کہ پورا انسان' گوشت پوست اور روح کا نام ہے اور صرف روح کیلئے حیات ماننا یہ آدھے انسان کیلئے ہے اور یہ نفس پرستی ہے) تو موصوف کا کیا جواب ہوگا۔۔۔۔جب عالم ارواح میں اللہ نے فرمایا تھا: "أَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ" تو روحوں نے کہا "قَالُوا بَلَىٰ شَهِدْنَا" یہ عہد الست بھی تو صرف ارواح سے لیا گیا تھا وہاں یہ گوشت، پوست کا جسم نہ تھا تو آپ کیا فرمائیں گے موصوف صاحب کیا یہ عہد

الست بھی آدھے انسان سے لیا گیا؟؟؟!

اسی طرح اللہ نے جو"وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ لَمَآ اٰتَيْتُكُمْ مِّنْ كِتَابٍ وَّحِكْمَةٍ ۔الخ سے انبیاء کی ارواح سے عہد لیا تھا وہاں بھی تو جسم نہ تھے تو موصوف صاحب کیا فرمائیں گے کہ کیا عہد انبیاء بھی آدھے انبیاء سے لیا گیا تھا، نہ کے پورے انبیاء سے؟؟؟یقیناً نہیں۔

یہاں آدھے، پورے کی بات نہیں ہے بلکہ یہاں تمام صورتوں میں بات ہے کہ اصل انسان کیا ہے؟ جب کہ یہ بات طے شدہ ہے کہ اصل انسان روح ہے،تو یہ عہد الست ،عہد انبیاء وغیرہ یہ سب اصل انسان سے ہیں۔اسی طرح یہاں حیات کا تعلق بھی اصل شہداء یعنی روحوں سے ہے، اور حیات صرف روح سے ماننے والوں پر مصنف موصوف کا نفس پرستی کا الزام لگانا،یہ صرف ہم پر نہیں بلکہ خود قرآن، نبی کریم ﷺ صحابہ کرام ؓ،تابعین ؒ،ائمہ مفسرین ؒ اور علمائے دیوبند ؒ پر نفس پرستی کا فتویٰ ہے اور انکارِ قرآن کا فتویٰ ہے کیوں کہ ان سب نے حیات روحانی فی الجنۃ کو بیان کیا ہے(جس کی مفصل بحث گزر چکی ہے)،اب مصنف موصوف کیلئے دو ہی راہیں ہیں یا تو ان تمام حضرات پر انکارِ قرآن نفس پرستی ،میٹھا میٹھا ہپ ہپ کڑوا تھو تھو،کا فتویٰ لگا کر کافر اور بے ایمان بنیں یا پھر اپنی جہالت اور قصور کا اعتراف ہی کر لیں۔

جھوٹ ﴿۵﴾

مصنف موصوف صفحہ(۴) پر رقمطراز ہیں :اس بارے میں ان کی مختلف رائے سامنے آتی رہتی ہے،عمومی رائے حیات کے برعکس ممات کی ہے،اب یہ احباب نبی کریم ﷺ کیلئے حیات کا لفظ بھی استعمال کرنے لگے ہیں۔

حضرات گرامی!اللہ جھوٹے کا منہ کالا کرے موصوف کا یہ کہنا اب یہ احباب نبی کریم ﷺ کیلئے حیات کا لفظ استعمال کرنے لگے ہیں،نرا جھوٹ اور بہتان عظیم ہے

ہم اشاعۃ التوحید والے"جب سے اہل بدعت نے حیات دنیوی کی راگ الاپی"اس وقت سے اعلان کر رہے ہیں کہ آپ ﷺ کو حیات دنیوی سے اعلیٰ،اولیٰ ،ارفع ،انفع ،بالا،احلی،اوقع،اقویٰ، ابقی،اطیب الخ حیات روحانی جنتی حاصل ہے۔اگر دل کو تسکین نہ ہو تو ہمارے اسلاف (مثلاً امام اہل سنت مصنف کُتب کثیر حضرت مولٰنا محمد حسین شاہ نیلوی ؒ) یا موجودہ علماء کی کتب کو دیکھنے کا تکلف کر لیجئے گا۔ان کتب میں اس طرح کے الفاظ چمکتے ،دمکتے ہوئے نظر آئیں گے،آپ نے کتب تو دیکھی نہیں ہوئی ، پھر قیاس آرائیاں اور خواہش نفسانی ،فریب شیطانی آپ کا منہ ہی شیوہ ہے۔

قارئین گرامی!اپنے سینے پر ہاتھ رکھ کر بتائیے گا؟ ۔کیا یہ اتنا بڑا جھوٹ اور بہتان عظیم ،اھل علم طبقہ کی زبان وقلم پر زیب دیتا ہے؟؟یقیناً نہیں ایسے مولوی علماء کے ماتھے پر بدنما داغ ہیں ،اب موصوف نے بظاہر خیر خواہی کا دم بھرتے ہوئے ،سمجھانے کیلئے (اگر چہ خود کو پتہ محل نزاع کا بھی نہیں) رسالہ لکھا۔چاہیئے تو یہ تھا کہ آیات کی تفسیر ،آپ ﷺ صحابہ کرام ؓ،تابعین ؒ،ائمہ مفسرین ؒ علماء دیوبند ؒ سے پیش کرتے لیکن نہیں بس دو آیات لکھی ،ترجمہ میں تحریف کی ،اور بے عقلی ڈھکوسلہ مارا،تو کیا اس سے مسئلہ حل ہو جائے گا۔کچھ شرم اور حیاء بھی ہونی چاہیئے۔خود تو کہتے ہیں اخبار احاد سے عقیدہ کی گاڑی نہیں چلتی لیکن اب خود ہی بے عقلی ڈھکوسلوں سے عقائد کے ٹرک چلا رہے ہیں اور جگہ جگہ یہ ایکسیڈینٹ کر کے لوگوں کے ایمان وعقائد کا بیڑا غرق کر رہے ہیں۔

اپنی ہر بات کو تول اسمیں تردّد کیسا
تیرے سینے میں امین دل ہے،ترازو کی طرح

جھوٹ(۶)::

صفحہ ۶ پر موصوف ایک شگوفہ چھوڑتے ہیں"بل احیاءٌ"مطلق ہے اور"المطلق اذا

یطلق یر ادبه فر دالکامل "اسلئے یہاں بھی بل احیاءٌ سے فرد کامل، پورا انسان مراد ہے، فلہٰذا پورا انسان زندہ ہے۔

ہم نے بتایا کہ یہ حضرات دلائل سے عاری ہیں ان کے عقائد کی بنیاد محض بے عقلی ڈھکوسلوں پر ہے، یہ بھی حسب سابق ایک بے عقلی ڈھکوسلہ ہے۔ موصوف نے ضابطہ تو کہیں سے سن لیا لیکن اس کو سمجھا پھر بھی نہیں، کم از کم ہم سے اس کا اجراء تو کر لیتے۔ موصوف صاحب کا بل احیاءٌ کو مطلق بنانا درست نہیں، کیونکہ جب یہ مطلق ہوگا تو پھر حیات کا فرد کامل تو دنیوی حیات ہے (جیسے پہلے دنیا میں تھی) بل احیاءٌ سے حیات دنیوی مراد لیتے موصوف صاحب! پھر حیات برزخی کا پیوند نہ چلے گا، بلکہ یہاں تو جو اصل گُر کی بات ہے وہ یہ ہے کہ "بل احیاءٌ" مبہم ہے اور قرآن کی آیات اور دس احادیث مبارکہ متواترہ سے واضح ہو چکا ہے اور بل احیاءٌ کی تنوین بھی بتا رہی ہے کہ حیات کی ایک نوع مراد ہے۔ شہید ایک ممتاز حیات کے ساتھ زندہ ہیں (جیسا کہ اشرف علی تھانویؒ کا حوالہ جلیلہ گزر چکا ہے) اور وہ حیات روحانی فی الجنۃ ہے، اب اگر یہ حیات روحانی ماننا نفس پرستی اور زیادتی ہے تو یہ فتویٰ آپ ﷺ، صحابہؓ، علماء دیوبندؒ (یہ تمام حوالہ جات گزر چکے ہیں) پوری اُمّت اہل سنّت پر لگتا ہے اب یا تو پوری امت جھوٹی ہے، یا موصوف صاحب محرف قرآن اور کذّاب ہے۔

جھوٹ (۷)::مصنف موصوف

صفحہ ۵ پر خامہ فرسائی فرماتے ہوئے لکھتے ہیں: جن حضرات کو اللہ تعالیٰ نے "احیاءٌ" کا انعام دیا، ان کیلئے سورۃ آلِ عمران کی آیت میں یہ بھی فرمایا کہ "یرزقون" رزق دیئے جاتے ہیں۔

الجواب: یہاں بھی موصوف نے رضاخانی دجل کیا اور ڈنڈی ماری، شہداء کے بارے میں یہ بھی فرمایا کہ "**یرزقون**" موصوف صاحب! شہداء کیلئے اللہ نے **یرزقون** نہیں بلکہ "عند ربھم

یرزقون" (اپنے رب کے ہاں رزق دیئے جاتے ہیں)۔ فرمایا: یہ جو عند (اپنے رب کے پاس) ہے، مصنّف کی آنکھوں کا کانٹا بنا ہوا ہے، اسی لئے تو موصوف یا تو اس کے ترجمہ میں ڈنڈی مارتے ہیں یا پھر اس کو لکھتے ہی نہیں، کیوں کہ خلاف تھا اسلئے یہاں بھی ذکر نہ کیا۔

جھوٹ (۸)::مصنف موصوف

صفحہ ۶ پر لکھتے ہیں جس کا حاصل یہ ہے کہ: شہداء کیلیے "یرزقون" کا جملہ مطلق آیا ہے اور رزق کا تعلق بھی پورے انسان کیلئے ہوگا نہ کہ آدھے کیلئے۔

الجواب: قارئین گرامی! یہ بھی حسب سابق ایک بے عقلی ڈھکوسلہ ہے، اگر "یرزقون" مطلق رکھیں تو پھر اس سے رزق دنیوی بھی مراد ہوگا، قورمہ، بریانی وغیرہ پھر تو شہداء ہوٹلوں پر جا کر روٹیاں کھاتے ہوں گے، پھر تو قبروں پر بھی روٹیاں، بریانی لے کر جانا ضروری ہو گیا۔ لیکن جب یہ سب کچھ مراد نہیں تو یہ یرزقون مطلق نہ ہوگا بلکہ عند ربھم کے ساتھ مقیّد ہوگا اور احادیث مبارکہ سے جنت کی نعمتوں کا روحوں پر پیش کیا جانا اس کے لیے مبیّن ہوگا اور اس سے رزق روحانی فی الجنۃ مراد ہے۔

جھوٹ (۹):

لکھتے ہیں: اب یہ بات کس قدر حیران کن ہوگی کہ رزق کی ضرورت تو جسم کو ہو مگر کوئی صاحب کہے کہ جناب ہم بالکل نہیں مانتے کہ اس "یرزقون" سے جسم کو رزق کا نفع حاصل ہونے کا کوئی تعلق ہو۔ (صفحہ:۵)

الجواب: مصنف صاحب کہتے ہیں کہ جی روح کیلئے رزق ہونا یہ بڑی حیران کن بات ہے، رزق صرف جسم کیلئے خاص ہے، یہ بھی صاحب کا فراڈ اور دجل عظیم ہے اور ان کو حیرانگی، اسلئے ہے کیونکہ ان کا نبوت پر ایمان نہیں، اگر ہوتا تو یہ لوگ آپ ﷺ کی بات مان لیتے (پینتالیس احادیث ہیں، جن میں روحوں کے کھانے، پینے کا ذکر ہے، جس میں سے دس احادیث گزر چکی

ہیں)احادیث میں روحوں کے کھانے، پینے کا بالتصریح تذکرہ موجود ہے،اب جو اس پر بھی تعجب اور حیرانگی کا شکار ہے،وہ ایمان بالرسالت کی لذت اور تعلیم سے محروم ہے۔

جھوٹ(۱۰)::مصنف موصوف لکھتے ہیں:

(قرآن کریم کے الفاظ"احیاءٌ"اور"یرزقون"اپنا معنیٰ بتانے میں بالکل واضح ہیں)،اور کسی دوسرے سہارے کے بالکل محتاج نہیں (ص:۵)

الجواب: یہ بھی جھوٹ ہے،اگر احیاء،یرزقون بالکل واضح ہیں تو ولکن لاتشعرون(تم حیات شہداء کا شعور نہیں رکھتے) کا کیا معنیٰ؟۔اگر"احیاءٌ"اور"یرزقون" بالکل واضح ہیں تو صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیھم اجمعین جو صاحب لسان عربی تھے،(مصنف کو تو عربی آتی ہی نہیں)کو کیوں اشکال ہوا جس کی وجہ سے صحابہؓ نے آپ ﷺ سے پوچھا؟۔تابعینؒ نے صحابہؓ سے کیوں پوچھا؟؟ موصوف یہ اسلئے کہہ رہے ہیں کیوں کہ انہوں نے اپنے بے عقلی ڈھکوسلے کیلئے راہ ہموار کرنی ہے اور"احیاءٌ"اور"یرزقون"کی وضاحت آپ ﷺ نے فرمادی (جس کی تفصیل گزر چکی ہے) ہے کہ حیات روحانی فی الجنۃ اور رزق روحانی فی الجنۃ ہے اور فرمان رسول اللہ ﷺ کے مقابلے میں مصنف کی حیثیت"کیا کیا پدّی پدّی کا شوربہ"جیسی ہے۔

جھوٹ(۱۱)::

موصوف رسالہ کے صفحہ(۶) پر لکھتے ہیں: جس کا حاصل یہ ہے"فعل قتل،روح اور جسم دونوں پر پڑا"پھر تھوڑا آگے چل کر لکھتے ہیں:فعل قتل وجود پر واقع ہونے کے بعد"یہاں کہا فعل قتل وجود پر پڑا(وجود بمعنیٰ جسم از فیروز اللغات)"

کسی نے سچ کہا ہے:جھوٹ کے پاؤں نہیں اب ایک صفحہ پر کبھی لکھتا ہے:فعل قتل روح وجسم دونوں پر پڑا اور کبھی لکھتا ہے کہ فعل قتل وجود (جسم) پر وارد ہے۔

الجھا ہے پاؤں یار کا زلفِ دراز میں
لو آپ ہی اپنے دام میں صیاد آ گیا

اور مصنف صاحب کو یہ بھی معلوم نہیں کہ جسم قتل ہوتا ہے یا جسم مضروب اور مقطوع ہوتا ہے،امام راغب فرماتے ہیں:قتل،ازالۃ الروح عن الجسد کالموت(مفردات)اسلئے مولانا ذرا ہوش کے ناخن لیجئے گا!!قتل کا تو معنیٰ ہے روح کا جسم سے جدا ہونا۔اب جسم قتل نہیں ہوتا بلکہ مضروب ومقطوع ہوتا ہے اور اس کیفیت(ازالۃ الروح عن الجسد)کو قتل کہتے ہیں۔

جھوٹ(۱۲):

موصوف صفحہ ۸ پر جھوٹ آلاپتے ہوئے لکھتے ہیں:مہربانوں کے ان دلائل سے اتنی بات تو صاف واضح ہوگئی اور اس بات میں کسی کو ذرا برابر اختلاف نہ رہا کہ"احیاءٌ"وغیرہ سے صرف روحانی زندگی مراد لینے کی دلیل قرآن مجید میں موجود نہیں۔

الجواب: قارئین گرامی!مصنف موصوف واقعتہً ہی افتراء بازی کے عادی ہیں اتنا بڑا جھوٹ بولتے ہوئے خدا کا دل میں خوف ہی نہ آیا،کیا مصنف موصوف"قِيلَ ادْخُلِ الْجَنَّةَ۔الخ"(حبیب نجار کو کہا گیا جنت میں داخل ہوجا،حالانکہ اُس کا بدن عنصری دنیا میں روندا جارہا تھا)کو آیت قرآنی ہی نہ سمجھے۔کیا"بَلْ أَحْيَاءٌ عِندَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُونَ"(بلکہ شہداء زندہ ہیں اپنے رب کے ہاں رزق بھی دیئے جاتے ہیں)کو بھی آیت ہی نہ سمجھے،اور ولکن لاتشعرون کا مفہوم سب مفسرین کے نزدیک یہی ہے کہ یہ حیات جسمانی نہیں فقط روحانی ہے۔علمائے یہود کی طرح مصنف صاحب دو لفظ احیاءٌ،یرزقون کا تو بار بار نام لیتے ہیں اور ولکن لاتشعرون،عندربھم کے کلمات ذکر کرنے کی بھی جرأت نہیں کرتے اگر ان کلمات کا صحیح مفہوم ذکر کر دیتے تو مسئلہ خود حل ہوجاتا ہمیں لکھنے کی ضرورت نہ آتی۔

لطیفہ:

موصوف صاحب صفحہ ۸ پرتو یہ فرسائی فرماتے ہیں ،احیاءؑ وغیرہ سے صرف روحانی زندگی مراد لینے کی دلیل قرآن کریم میں موجود نہیں لیکن صفحہ ۱۴ پر اسی بات کی نفی کرتے ہوئے بے خبری میں کہتے ہیں احیاءؑ کو دو حصوں میں تقسیم کرنے کے لیے جس دلیل کا سہارا لیا گیا وہ وہی علیین والی آیت ہے، چلو اپنے ایک جھوٹ کا اقرار بزبان خود ہی کرلیا، اور اس سے یہ بھی پتہ چل گیا کہ جس طرح مصنف موصوف ایمان سے عاری ہیں ایسے ہی عقل سے بھی ہاتھ دھو بیٹھے ہیں، ہم موصوف کی خدمت میں صرف یہی نذرانہ پیش کرتے ہیں:

تم میں شرم کا کچھ اثر نہیں
ہے اعتراض غیروں پر اپنی خبر نہیں

مصنف موصوف کا کھلم کھلا انکارِ حدیث:

حیات شہداء کے بارے میں جو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "بَلْ أَحْيَاءٌ عِندَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُونَ" (کہ شہداء اپنے رب کے پاس زندہ ہیں رزق دیئے جاتے ہیں) اور اس کی مزید توضیح شارح قرآن آپ ﷺ نے فرمادی (أَرْوَاحُهُمْ فِي حَوَاصِلِ طُيُورٍ خُضْرٍ تَحْتَ الْعَرْشِ تَرِدُ أَنْهَارَ الْجَنَّةِ وَتَأْكُلُ مِنْ ثِمَارِهَا وَتَأْوِي إِلَى قَنَادِيلَ مُعَلَّقَةٍ تَحْتَ الْعَرْشِ) کے جنت میں ارواح کھاتی پیتی ہیں وغیرہ اب صفحہ ۸،۹ پر مصنف موصوف حیات شہداء (جوکہ قرآن وحدیث سے حاصل شدہ ہے) کو تقسیم کرتے ہوئے کہتے ہیں: ایک قرآنی مفہوم ہے اور ایک حدیثی مفہوم ہے، قرآنی مفہوم ہم (یعنی مصنف موصوف) مانتے ہیں اور حدیثی مفہوم اشاعتی مانتے ہیں، گویا کہ مصنف موصوف نے اس بات کا اقرار بزبان خود کرلیا ہے کہ ہم قرآن کو مانتے ہیں، احادیث کو نہیں مانتے اور منکرین حدیث، قطعی الثبوت اگر

پرویزی کافر ہیں تو مصنف موصوف کم از کم زندیق کے درجے پر ضرور فائز ہونے چاہیں، رہا مصنف کا کہنا کہ ہم قرآنی مفہوم کو مانتے ہیں، یہ بھی جھوٹ ہے کیوں کہ آیات شہداء (وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللهِ أَمْوَاتًا بَلْ أَحْيَاءٌ عِندَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُونَ) کی تفسیر آپ ﷺ، صحابہ کرامؓ، تابعینؒ، ائمہ مفسرینؒ علمائے دیوبندؒ نے بیان کی ہے کہ حیات روحانی فی الجنۃ ہے لیکن اس کے باوجود مصنف موصوف حیات جسمانی کی رٹ لگا رہے ہیں، یہ تو قارئین فیصلہ کریں گے کہ کون قرآن کا منکر اور کون قرآن کو مانتا ہے، اور آپ کی حیثیت جاننے والے سمجھتے ہیں کہ "إِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتَىٰ، وَمَا أَنتَ بِمُسْمِعٍ مَّن فِي الْقُبُورِ اور إِنَّكَ مَيِّتٌ وَإِنَّهُم مَّيِّتُونَ" سے کس کو درد اور تکلیف کے آبلے پڑتے ہیں؟؟!!

جھوٹ (۱۳):

مصنف موصوف نے صفحہ ۸، صفحہ ۲۰ پر یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ جسطرح اہل تشیع امامیہ دین، کسی بھی آیت کے تحت ایک روایت لکھ کر، اس روایت والی بات کو قرآن کی اس آیت کی تفسیر قرار دیتے ہیں، اسی طرح اشاعۃ التوحید والے بھی آیاتِ شہداء (وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللهِ أَمْوَاتًا بَلْ أَحْيَاءٌ عِندَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُونَ) کی تفسیر احادیث سے کرتے ہیں حالانکہ یہ احادیث ان آیات کی تفسیر نہیں ہیں۔

حضرات گرامی قدر! یہ مصنف موصوف کا واضح دجل اور فریب شیطانی ہے، ہم بفضل اللہ تعالیٰ اپنی طرف سے ان احادیث کو ان آیات کی تفسیر نہیں بناتے، بلکہ خود تابعین، صحابہ کرامؓ، مفسرین کرامؒ نے صراحتاً بتایا ہے کہ یہ احادیث ان آیات کی تفسیر ہیں (جن کی مفصل بحث گزر چکی ہے)

جیسے

عَنْ مَسْرُوقٍ، قَالَ: سَأَلْنَا عَبْدَ اللهِ عَنْ هَذِهِ الْآيَةِ: "وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ

قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللهِ أَمْوَاتًا بَلْ أَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُونَ" ﴿آل عمران: ۱۶۹﴾ قَالَ: أَمَا إِنَّا قَدْ سَأَلْنَا عَنْ ذَلِكَ، فَقَالَ: أَرْوَاحُهُمْ فِي جَوْفِ طَيْرٍ خُضْرٍ، لَهَا قَنَادِيلُ مُعَلَّقَةٌ بِالْعَرْشِ، تَسْرَحُ مِنَ الْجَنَّةِ حَيْثُ شَاءَتْ۔ الخ

ترجمہ::

حضرت مسروق تابعیؒ فرماتے ہیں کہ ہم نے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے اس آیت کریمہ "وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللهِ أَمْوَاتًا بَلْ أَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُونَ (جولوگ خدا کی راہ جہاد میں مارے گئے ہیں ان کو تم مردہ خیال نہ کرو بلکہ وہ اپنے پروردگار کے پاس زندہ ہیں اور ان کو رزق دیا جاتا ہے)" کی تفسیر پوچھی، تو حضرت عبداللہ بن مسعودؓ (صحابی رسول ﷺ) نے کہا کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ سے اس آیت کریمہ کی تفسیر پوچھی تھی تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ (ان شہداء) کی روحیں سبز رنگ کے پرندوں کے قالب میں ہیں ان کے (رہنے)۔۔۔الخ

جھوٹ (۱۴)::(جادو، وہ جو سر چڑھ کر بولے!)

دروغ گو را حافظہ نہ باشد، جب بندہ جھوٹ بولتا ہے تو اس کا حافظہ کام کرنا چھوڑ جاتا ہے، یہی حال موصوف صاحب کا ہے، دیکھئے گا صفحہ ۱۱ پر لکھتے ہیں کہ احیاء والی تقسیم جو تم نے کی ہے (یعنی جسم مردہ ہے اور حیات روحانی جنتی ہے) اس کا ذکر قرآن پاک کی کسی آیت میں موجود نہیں ہے اور اس پر صفحہ ۱۱ میں چیلنج بھی کیا ہے۔

لیکن تین صفحوں کے بعد یہی راگ آلاپنے کے بعد صفحہ ۱۴ پر لکھتے ہیں: احیاءؑ کو دو حصوں میں تقسیم کرنے کیلئے جس دلیل کا سہارا لیا گیا وہ وہی علیین والی آیت ہے۔ حضرات گرامی! مسئلہ تو واضح ہو چکا ہے، انصاف کیجئے گا کہ جو بندہ پوری کتاب میں رٹ لگا رہا ہے کہ جی "حیات جنتی، روحانی" پر قرآن کی کوئی آیت موجود نہیں ہے، اس پر چیلنج بھی الاپ رہا ہے، لیکن چند صفحات

بعد حافظہ جگہ پہ آیا تو بے خبری میں اس حقیقت کو تسلیم کرتے ہوئے کہتا ہے جی "وہ آیت علیین ہے" کیا یہ تسلیمِ حقیقت موصوف صاحب کی خواہش نفسانی، فریب شیطانی اور جھوٹ کا واضح منہ بولتا ثبوت نہیں ہے؟؟!!! چلو اس حقیقت کو تو خود ہی تسلیم کر لیا کہ حیات روحانی فی الجنۃ پر قرآن مقدس میں آیت موجود ہے۔

دو رنگی چھوڑ دے ، یک رنگ ہو جا
یا سراسر موم ہو جا ، یا سنگ ہو جا

جھوٹ (۱۵):

موصوف صاحب (ص ۱۰) پر لکھتے ہیں کہ حیاتِ شہداء کے متعلق جتنی بھی احادیث ہیں یہ سب خبر واحد ہیں۔

الجواب: ہم حضرت اقدس کو اس جرأت پر چار چار حرف بھیجتے ہیں یہ بھی حضرت کا پندرہواں جھوٹ شریف ہے، احادیث شہداء، اخبارِ احاد نہیں بلکہ متواتر ہیں، ان احادیث کو متواتر لکھنے والے چند ائمہ کے حوالہ جات یہ ہیں۔ ۱)۔ امام رازیؒ تفسیر کبیر، ۲)۔ ابن عطیہ۔ ۳)۔ تفسیر عزیزی)، ۴)۔ معارف القرآن ادریسی وغیرہ، اگر اخبار آحاد بھی ہوں تو ہمارے نزدیک اخبارِ آحاد صحیحہ تفسیر قرآن میں حجت ہیں۔ جب کہ آپ تو ماشاء اللہ! خبر واحد تو کجا موضوع روایات کو بھی قرآن کے مقابلے میں پیش کرنے سے گریز نہیں کرتے جیسے من صلی علی عند قبری سمعته اور الانبیاء احیاءٌ فی قبورهم یصلون وغیرہ

مصنف موصوف کا مطالبہ پورا ہوا

موصوف صاحب (ص ۱۱) پر لکھتے ہیں کہ "الیس منکم رجل رشید" کیا تم میں کوئی سمجھ دار آدمی نہیں ہے؟۔ اگر ہے اور ہمت رکھتا ہے کہ کچھ دیر کیلئے انصاف کا دامن تھام سکے؟ تا کہ ان کی خدمت میں دکھی دل کی باتیں عرض کروں کہ کیا "احیاءٌ" کے لفظ سے جو آپ

پیاروں نے تقسیم کی ہے یہ تقسیم قرآن پاک کی کس آیت میں ہے؟ یا کسی جگہ لکھا ہوا ہو کہ "بل احیاءٌ حیاۃ روحانیہ لاجسمانیہ"؟؟

الجواب: مصنف جہل مرکب کا اس حد تک شکار ہو چکا ہے کہ وہ اپنی بات بھی سمجھنے کی صلاحیت نہیں رکھتا اگر انہی دو آیات میں غور و فکر کرتا (ولکن لاتشعرون، اور عند ربھم یرزقون) تو مسئلہ حل ہو جاتا ان کا مفہوم یہی مفسرین نے ذکر کیا کہ حیات جسمانی نہیں بلکہ روحانی فی الجنت ہے، اور خود احادیث متواترہ میں بھی یہی مفہوم مذکور ہو چکا ہے اس سب کچھ کے باوجود بھی ایسا جاہلانہ مطالبہ کرنا اندھے کی لاٹھی نہیں تو کیا ہے۔

اعلانِ عام

ہم مصنف موصوف اینڈ کمپنی کو کھلے طور پر بڑی تحدی کے ساتھ چیلنج کرتے ہیں کہ اپنے عقلی ڈھکوسلے "قتل چونکہ پورا جسم ہوا تو زندہ بھی چنانچہ پورا جسم ہے" اور حیات دنیوی، جسمانی پر قرآن کریم کی صرف ایک قطعی الدلالت آیت پیش کریں، اگر یہ نہیں ہو سکتا تو پھر صرف ایک صریح صحیح حدیث پیش کریں، اگر یہ بھی پیش نہ کر سکیں تو صرف ایک صحابیؓ یا تابعیؒ کا قول بسند صحیح پیش کریں اگر یہ بھی پیش نہ کر سکیں اور یقیناً نہیں پیش کر سکتے تو پھر موصوف صاحب لوگوں کو دھوکے میں نہ رکھیئے!! صاف اعلان کر دو حیات جسمانی، دنیوی پر قرآن وحدیث میں دلیل موجود نہیں ہے اور خود بھی علی الاعلان توبہ کیجئے تا کہ اُمت ضلالت و غوایت سے محفوظ رہے۔

نہ خنجر اُٹھے گا نہ تلوار ان سے
یہ چہرے ہمارے آزمائے ہوئے ہیں

جھوٹ (۱۶)

موصوف (صفحہ ۱۴) پر لکھتے ہیں: جس کا حاصل یہ ہے کہ روحوں کا علیین میں ہونے کے

باوجود عرش سے لٹکی قندیلوں پر بسیرا درست ہے تو اجسام عنصریہ سے بھی تعلق درست ہے، جس سے جسم زندہ ہوتے ہیں۔

الجواب: موصوف کی یہ بھی کم فہمی اور جہالت کا منہ بولتا ثبوت ہے، موصوف نے شاید یہ سمجھ رکھا ہے کہ علیین زمین پر ہے اور قنادیل عرش پر ہیں یہ کوئی دو الگ الگ مقام ہیں، جیسے مصنف کبھی ٹوبہ اور کبھی دبئی مفرور ہوتے ہیں لیکن معاملہ اس کے برعکس ہے وہ یہ ہے کہ: علیین وقنادیل کا محل جنت ہی ہے، جب موصوف کا صغریٰ اور بنیاد ہی درست نہیں تو اس کا نتیجہ جسم کی حیات کا کیسے ثابت ہوگا؟ سر ہی نہیں تو درد کیا ہوگا؟؟!!۔

نہ تم صدمے ہمیں دیتے نہ ہم فریادیوں کرتے
نہ کھلتے راز سربستہ نہ یوں رُسوائیاں ہوتیں

مصنّف صاحب کے گھر سے گواہی

مولٰنا موصوف صاحب کے ایک بہت بڑے بزرگ ہیں حضرت مولٰنا نور الحسن شاہ صاحب بخاری، یہ وہ بزرگ ہیں جنہوں نے مصنف موصوف کے عقیدہ مردوں کی زندگی پر سب سے پہلے کتاب لکھی لیکن یہ مسئلہ جو آپ ﷺ، صحابہ کرامؓ، تابعینؒ، ائمہ مفسرینؒ، علماء دیوبندؒ نے بیان کیا تو مصنف موصوف کے یہ بزرگ بھی آخر اس حقیقت کو تسلیم کرتے ہوئے بیانگ دہل اعلان کرتے ہیں کہ شہداء کی حیات دنیوی نہیں، شہداء کی حیات، جنتی اور صرف روح کی ہے۔

دیکھئے:

حوالہ جلیلہ نمبر (۱)::

مصنّف موصوف کے بزرگ سید نور الحسن شاہ صاحب اپنی کتاب "حیات الاموات" میں حدیث ابن عباسؓ اور حدیث ابن مسعودؓ ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

حضرت عائشہؓ، حضرت جابرؓ، حضرت عباسؓ، حضرت عبداللہ ابن عمرؓ، حضرت کعبؓ، حضرت

عبداللہ بن عمرؓ،حضرت ابودرداءؓ،حضرت ہذیلؓ،حضرت اُبی ابن کعبؓ،حضرت ابوقیسؓ،
حضرت انسؓ،حضرت ابوسعید خدریؓ،وغیرہم رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے بھی اس مضمون کی روایات
ہیں (کہ حیات شہداء برزخی روحانی ہے نہ کہ دنیوی حقیقی) اجلہ ومشاہیر مفسرین اور معروف
ومعتبر شرّاحِ حدیث کے ساتھ اکابر اولیاء وائمہ دینؒ سے یہی تفسیر وشرح منقول ومروی ہے۔
(حیات الاموات،ص ۸۱)

حوالہ جلیلہ نمبر (۲)::

مصنّف موصوف کے بڑے بزرگ نورالحسن شاہ صاحب بخاری اپنی کتاب "حیات الاموات
کے صفحہ ۸۰ پر" سرخی تحریر کرتے ہیں:

"حضرات شہداء کی حیات روحانی ہے اور فی الجنۃ":

اللہ ربّ العزت کے کلام کی جو تفسیر،اللہ کے معصوم رسول ﷺ نے کی ہے،اس سے واضح طور
پر یہ حقیقت سامنے آگئی ہے کہ حضرات شہداءؒ کی حیات سے مراد جنت میں ان کی روحانی
حیات ہے،حضرت ابن عباسؓ کی مندرجہ بالا روایت ابوداؤد میں تو بصراحت" احیاءٌ فی
الجنۃ "کے الفاظ موجود ہیں لہذا اب اس حقیقت میں کوئی شک وشبہ نہ رہا (لیکن مصنف
موصوف اور ان کے حواری ابھی تک جسم،جسم کی رٹ لگا رہے ہیں۔۔۔از راقم) کہ حضرات
شہداء کی حیات روحانی اور فی الجنۃ ہے،اس سے آگے حضرت شاہ صاحب نے شہید یٰسین کا
واقعہ بیان فرمایا ہے جو آپ پڑھ چکے ہیں۔۔۔الخ (حیات الاموات،ص ۸۱)
مصنّف صاحب غور کیجئے گا؟!شاہ صاحب کیا کہہ رہے ہیں؟ کیا یہ حقیقت ہے؟؟؟!!ہاں،اسے
کہتے ہیں الحق یعلو ولا یعلیٰ)

اے چشمِ شعلہ آذرا دیکھ تو سہی
یہ گھر جو جل رہا ہے کہیں تیرا گھر نہ ہو

حوالہ جلیلہ نمبر (۳)::

مصنّف موصوف کے بزرگ فرماتے ہیں::
اَنۡ تَرُدَّ اَرۡوَاحَنَا فِیۡ اَجۡسَادِنَا آپ ہماری روحوں کو ہمارے جسموں میں واپس لوٹا
دیں،تاکہ ہم تیری راہ میں پھر قتل کئے جائیں،یہ الفاظ صراحت سے اس حقیقت پر دلالت
کرتے ہیں کہ شہید جو جنت میں زندہ ہے،وہ اس کی روحانی زندگی ہے، جسمانی زندگی نہیں۔
(حیات الاموات،ص ۸۳)

حوالہ جلیلہ نمبر (۴)::موصوف مفرور کے بزرگ فرماتے ہیں:

کتاب اللہ،احادیث نبویہ صحیحہ متواترہ سے یہ حقیقت واضح ہوگئی کہ شہید فی سبیل اللہ کا روح تو فوراً
جنت میں داخل ہو جاتا ہے،رہا جسم تو شہید کا جسم،روح اور جان کے بغیر رہ جاتا ہے (مصنف
موصوف صاحب غور فرمائیں اور لفظ جان کا معنیٰ کسی سے پوچھ لیں) اس لئے تو اسے جثہ کہا گیا
ہے،علامہ ابن عبدالبرؒ،شیخ الاسلام ابن حجر عسقلانیؒ نے ایک عجیب ایمان افروز تاریخی واقعہ
روایت کیا ہے،ملاحظہ ہو:
جنگِ اجنادین کے دن جب رومی پسپا ہوئے تو وہ ایک ایسی جگہ جمع ہو گئے جہاں کا راستہ ایسا
تھا کہ اس میں سے صرف ایک آدمی گزر سکتا تھا،وہاں رومی لڑنے لگے،حضرت ہشام رضی اللہ عنہ بن
عاص آگے بڑھے اور رومیوں سے لڑتے لڑتے شہید ہو گئے،اسی تنگ درّہ میں ان کی نعش
گر گئی اور راستہ بند ہو گیا،جب مسلمان مجاہدین وہاں پہنچے تو اس بات سے ڈر گئے کہ گھوڑے نعش
کو روند ڈالیں (حضرت ہشام رضی اللہ عنہ شہید کے بڑے بھائی) حضرت عمروؓ بن عاص نے فرمایا: (
ایّھا النّاس انّ اللہ قد استشھدہٗ ورفع روحہ انّما ھی جثّۃ فاوطئوا
ھا الخیل ثمّ اوطأہ ھو ثمّ تبعہ النّاس حتّٰی قطعوہ) ۔اے لوگو! بلاشبہ اللہ
تعالیٰ نے آپؓ کو شہادت عطا فرمائی،آپؓ کی روح کو (جنت کی طرف) اُٹھا لیا،اور یہ تو

صرف جثہ ہے تم اسے روندتے ہوئے گھوڑے بڑھاؤ، یہاں تک کہ نعش کو ٹکڑے ٹکرے
کر دیا، جب رومیوں کو شکست ہوگئی اور مسلمان مجاہدین واپس لوٹے، تو حضرت عمروؓ اپنے بھائی
کی نعش پر آئے اور اس کے گوشت کے بکھرے ہوئے ٹکڑے، اس کے منتشر اعضاء اور اس
کی بکھری ہوئی ہڈیاں جمع کرنے لگے، پھر ان سب کو ایک چادر میں اُٹھایا اور دفن کر دیا۔

روشن ترین مثالی کردار::

ایک مردِ مسلمان، مجاہد عظیم وجلیل صحابی رسول ﷺ کا جسم اطہر راستے میں پڑا ہے، پورا لشکر
ایک شہید فی سبیل اللہ کے جسد اطہر کو اپنے گھوڑے کے پاؤں تلے روند ڈالنے میں متأمل
ومتردد ہے، مگر حضرت ہشام رضی اللہ عنہ شہید کے بڑے بھائی حضرت عمرو بن العاصؓ ایک سیکنڈ
کیلئے تردّد وتأمل نہیں کرتے، اپنے چھوٹے بھائی کی لاش پر کھڑے ہو کر اپنے زیر کمان
پورے لشکر کو حکم دیتے ہوئے فرماتے ہیں: برادر شہید کی روح تو اعلیٰ علیین میں پہنچ گئی، یہ تو
محض ایک جثہ ہے، بہادرو! اپنے گھوڑوں کے سموں سے اسے روندتے ہوئے آگے بڑھ کر
شمنوں کا صفایا کر دو، یہ کہہ کر سب سے پہلے اپنا گھوڑا بڑھاتے ہیں اور اپنے عزیز بھائی کی نعش
کو اپنے گھوڑے کے سموں سے کچلتے ہوئے آگے بڑھ جاتے ہیں، پورا لشکر اپنے شیر دل کی
تکا بوٹی ہو چکی ہوتی ہے، دشمن کو شکست فاش ہوتی ہے، اسلامی لشکر فتح کے علم لہراتا ہوا واپس
ہوتا ہے، تو مرد غازی مجاہد کبیر حضرت عمروؓ بن العاص نے اپنے ہاتھ سے اپنے چھوٹے بھائی
کی بوٹی بوٹی، ہڈی ہڈی اکٹھی کی، جوڑ جوڑ، بند بند جمع کیا، چادر میں رکھ کر گٹھڑی باندھی، اسے
اُٹھایا اور سپرد خاک کر دیا، (رضی اللہ عنہ وعنہم اجمعین)

(حیات الاموات، ص ۸۶-۸۷)

حوالہ جلیلہ نمبر (۵): مصنف کے بزرگ فرماتے ہیں:

ایک اور روایت ملاحظہ ہو، سعید بن منصور نے اپنی سنن میں روایت کی ہے کہ حضرت عبداللہؓ

بن زبیرؓ کی شہادت پر جب کہ ان کا جثہ سولی پر تھا (جثة مصلوبة)، ان کی والدہ محترمہ
حضرت بی بی اسماء بنت صدیقؓ سے حضرت عبداللہؓ بن عمرؓ نے تعزیت کرتے ہوئے کہا:

"یاھٰذہٖ اتّقی اللہ واصبری فانّ ھٰذہ الجثّة لیست بشیٔ وانّما الارواح
عند اللہ" (مقصد یہ ہے کہ اے اسماء: اللہ سے ڈرتی رہو اور صبر کرتی رہو، بے شک یہ تو محض
بے جان جثہ ہے کوئی چیز بھی نہیں، یعنی اس میں کوئی حیات نہیں کہ دکھ درد محسوس کرے اور
بے شک ارواح عند اللہ ہیں (جنت میں ہیں)۔

جثہ::

ایک تو دونوں روایتوں میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ اور حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاصؓ ایسے
جلیل القدر فقہاء صحابہؓ کے انداز بیان واسلوبِ خطاب سے بصراحت ثابت ہے، کہ جثہ جسد
بے روح کو کہتے ہیں، پھر لغت میں بھی جثہ کا اطلاق عموماً بے جان جسم پر ہوتا ہے، الجثہ۔۔۔
انسان کا بدن، اس کا زیادہ استعمال مردہ لاش کیلئے ہے، جہاں حضرت ہشام بن عاص اور عبداللہ
بن زبیر رضی اللہ عنہم کی روحیں عند اللہ زندہ ہیں، وہاں ان کے جسم اطہر بے روح اور بے جان
ہیں، گویا شہداءؒ کو روحانی جنتی حیات حاصل ہے۔ (حیات الاموات، ص ۸۸)

الزام ہمیں دیتے تھے قصور اپنا نکل آیا
گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے

مصنف موصوف کے ظالمانہ فتوؤں کے دل دہلا دینے والے نشانات

حضرات محترم! اس عقیدہ "شہداء کو حیات روحانی جنتی ملتی ہے" کے قائلین پر موصوف صاحب
نے تقریباً سات ۷ ظالمانہ فتوے لگائے ہیں کہ اس عقیدہ کے قائلین مفتری علی اللہ، کافر، ظالم
جھوٹے، رافضی، شیعہ اور بھونڈہ بازی کرنے والے ہیں، ہم اس عقیدہ کی فہرست میں تین
آیات، دس احادیث، دس اقوال صحابہ، دس اقوال مفسرین وتابعین اور دس علمائے دیوبند کی

تصریحات ذکر کر چکے ہیں،تو اب موصوف مفرور کے زہر آلود فتووں کی زد میں خود عزت مآب
حضرت محمد ﷺ، صحابہ اکرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین، تابعین، مفسرین اور تمام اکابرین
علمائے دیوبند سب آرہے ہیں، اور مصنف ان پر کفر ظلم وغیرہ جیسے بدترین بہتان لگا رہا ہے۔

نوٹ:

موصوف صاحب کے یہ عبرتناک فتوے دیکھئے ان کے مقالہ کے صفحہ نمبر ۹،۱۸،۱۹،۲۱،۲۲
وغیرہ۔

کیا ہے کوئی دیانت و انصاف کا حامی جو ایسی زہر آلود قلم کو چھین لے، اور بے لگام
زبان کو گدی سے کھینچ لے جو محض ضد وعناد میں آکر تمام اُمت، سمیت رسول اللہ ﷺ کو کافر
اور شیعیت کی بھینٹ چڑھا رہا ہے، ویسے تو یہ لوگ سادہ لوح عوام کی آنکھوں میں دھول
جھونکنے کے لیے اکابر، ہمارے اکابر علمائے دیوبند، کی رٹ لگاتے ہیں، اور پس پردہ خنجر کسی
زبان لے کر اکابرین علمائے دیوبند کو رافضی اور کافر کہنے سے گریز نہیں کرتے، ایسی مذہبی
دہشت گردی تو رُشدی کے لٹریچر میں بھی میسر نہ ہوگی، ایسے دریدہ دہن سے بڑا طاغی اور باغی
کون ہوگا، جو تمام اُمت رسول اللہ ﷺ سمیت صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین، تابعین
مفسرین اور علمائے دیوبند کی تکفیر کر کے بھی اپنے آپ کو مسلمان کہنے پر اصرار کرتا ہے۔

ہم آہ بھی کرتے ہیں تو ہو جاتے ہیں بدنام
وہ قتل بھی کرتے تو چرچا نہیں ہوتا

ذرا سوچیئے!

حضرات گرامی! مصنف موصوف صاحب نے اپنے عقیدے "قتل چونکہ پورا جسم ہوا ہے تو
زندہ بھی چنانچہ پورا جسم ہے" پر صرف دو آیات قرآنیہ لکھی (جو کہ دراصل ہماری دلیلیں ہیں)
ترجمہ میں تحریف کی، اور اس کی تفسیر آپ ﷺ، صحابہ کرامؓ، تابعین، ائمہ مفسرین اور اکابرین

علمائے دیوبند سے پیش نہ کی محض اپنے بے عقلی ڈھکوسلے بروئے کار لائے، لیکن اس کے
برعکس ہم نے وضاحت کی کہ شہداء کی حیات کے بارے میں اہل السنت والجماعت کا مسلک
یہ ہے کہ "شہداء کو حیات روحانی فی الجنۃ" نصیب ہوتی ہے، اس پر قرآن کریم کی تین آیات پیش
کیں، اور ان کی تفسیر خود آپ ﷺ سے، صحابہ کرامؓ، تابعینؒ، ائمہ مفسرینؒ اور اکابرین علمائے
دیوبندؒ سے پیش کی، نیز اس حق مسلک پر دس احادیث ذکر کیں نیز مصنف موصوف کے بے
عقلی ڈھکوسلوں کے منہ توڑ جواب دیئے، نیز حضرت اقدس کے سولہ (۱۶) اکاذیب کو تشت
از بام کیا۔۔۔

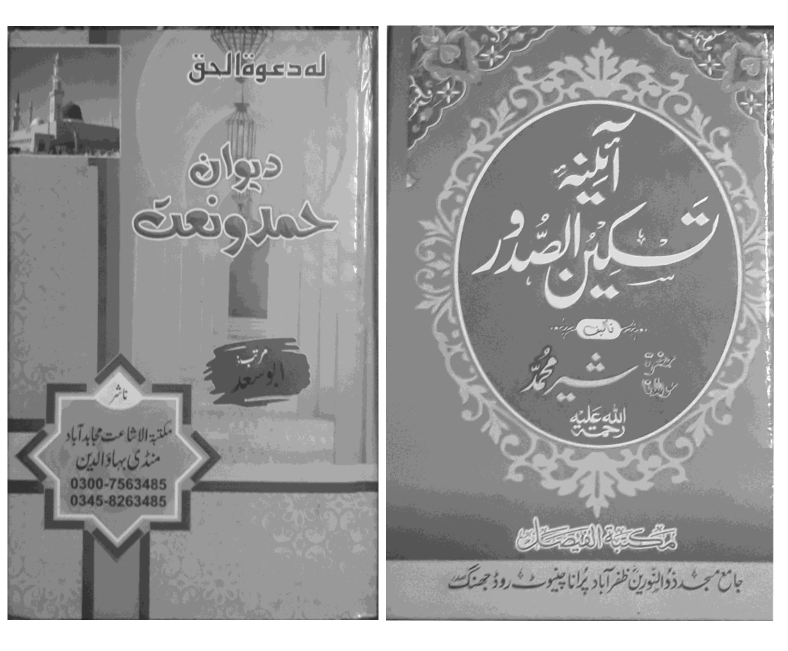
آیئے! ہم جناب محترم مصنف صاحب اور آپ حضرات کو دعوت دیتے ہیں کہ اس پیغمبری مشن
کی امین جماعت کا ساتھ دیجئے اور ہمارے قدم سے قدم ملا کر چلئے تاکہ ہم متحد ہو کر اور ایک
بڑی طاقت بن کر باطل کے خلاف سیسہ پلائی ہوئی دیوار بن جائیں۔۔۔ تاکہ ہر سو توحید وسنت
کا علَم لہرانے لگے، قرآن کی تعلیم عام ہو جائے، سنت نبوی ﷺ کی ترویج وتشہیر ہو اور مشرکین
کو سر چھپانے کی جگہ بھی نہ مل سکے۔۔۔ اللہ تعالیٰ ہمارا حامی وناصر ہو۔ (آمین ثم آمین)

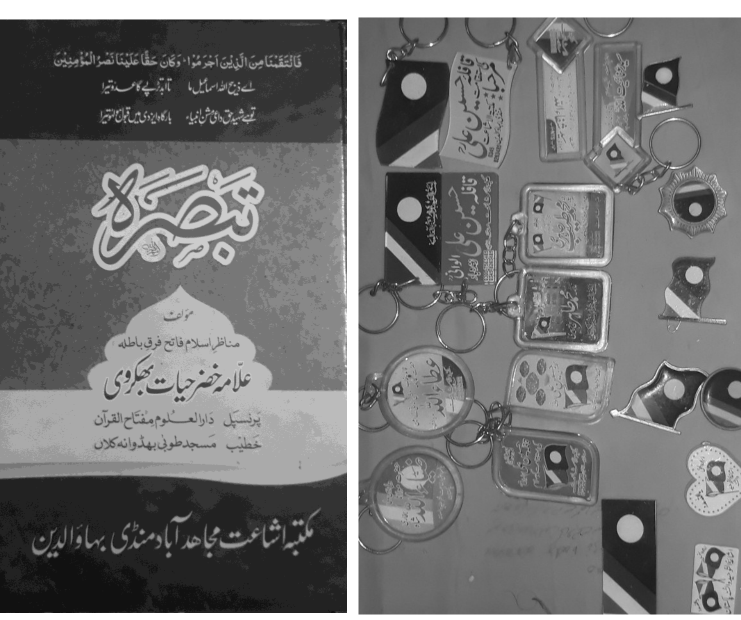
"وآخر دعوانا ان الحمد للہ ربِّ العالمین"

جمعہ ۱/نومبر ۲۰۱۹

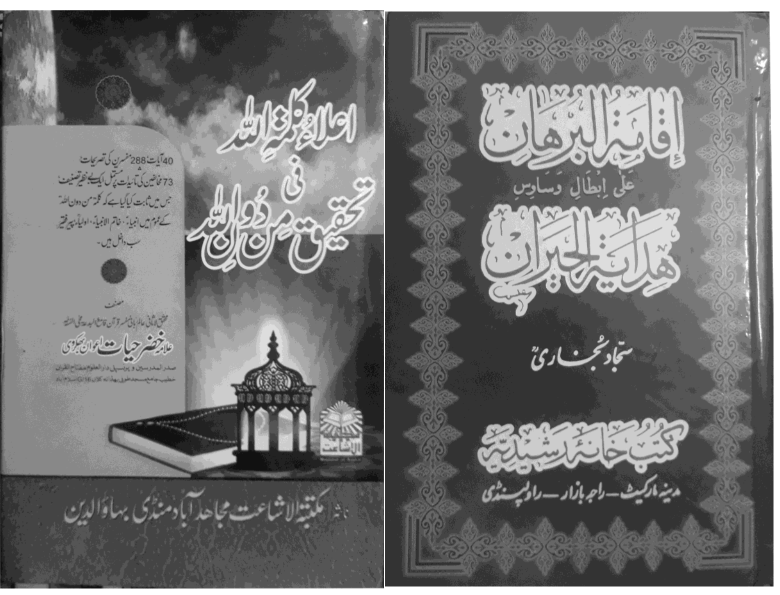
مرتّب: **محمد ندیم معاویہ**

متعلّم: دارالعلوم مفتاح القرآن، G16، اسلام آباد


له دعوة الحق
دیوان
حمد ونعت
مرتب
ابو سعد
ناشر
مکتبۃ الاشاعت مجاہد آباد
منڈی بہاؤالدین
0300-7563485
0345-8263485
آئینہ
تسکین الصدور
شیر محمد
رحمۃ اللہ علیہ
مکتبۃ الفیصل
جامع مسجد ذوالنورین ظفر آباد پرانا چنیوٹ روڈ جھنگ


تبصرہ
مؤلف
مناظر اسلام فاتح فرق باطلہ
علامہ خضر حیات بھکروی
پرنسپل دارالعلوم مفتاح القرآن
خطیب مسجد طوبی بھڈوانہ کلاں
مکتبہ اشاعت مجاہد آباد منڈی بہاؤالدین


اکابر کا باغی کون؟
حصہ اول
علامہ
خضر حیات
دارالعلوم مفتاح القرآن
المسلک المنصور
فی
احوال من فی القبور
المعروف
خزینہ براہین
علامہ
خضر حیات
دارالعلوم مفتاح القرآن


اعلاء کلمۃ اللہ
فی
تحقیق من دون اللہ
مکتبۃ الاشاعت مجاہد آباد منڈی بہاؤالدین
اقامۃ البرہان
علی ابطال وساوس
ہدایۃ الحیران
سجاد بخاری
کتب خانہ رشیدیہ
مدینہ مارکیٹ - راجہ بازار - راولپنڈی